حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان معجزہ ردِّ شمس (یعنی سورج کے غروب ہونے
کے بعد واپس لوٹ آنے) کے ثبوت اور اس معجزہ کے منکرین کے اعتراضات
کے جوابات پر مشتمل اپنی نوعیت کی منفرد اور ضخیم ترین کتاب

سورج پھرا الٹے قدم

مرتب
میثم عباس قادری رضوی

ناشر
اکبر بک سیلرز لاہور

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان معجزہ ردِ شمس (یعنی سورج کے غروب ہونے کے بعد واپس لوٹ آنے) کے ثبوت اور اس معجزہ کے منکرین کے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل اپنی نوعیت کی منفرد اور ضخیم ترین کتاب

بنام

سورج پھر الٹے قدم

مرتب

میثم عباس قادری رضوی

ناشر

اکبر بک سیلرز

زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور

Ph: 37352022

نام کتاب	....	سُورج پھرا اُلٹے قدم
مرتب	....	میثم عباس قادری رضوی
صفحات	....	۶۴۸
کمپوزنگ	....	عقیل احمد
طبع اوّل	....	جون ۲۰۱۸ء/شوال ۱۴۳۹ھ
ناشر	....	محمد اکبر قادری
قیمت	....	-/500 روپے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِس مجموعہ میں شامل رسائل ومقالات کی

اجمالی فہرست

فہرست

مُزِيلُ اللّبْسِ عَنْ حَدِيْثِ رَدِّ الشَّمْسِ ۲۳۳

معجزۂ ردّ شمس کی تاریخی تحقیق ۳۳۹

معجزہ ردُّالشمس ۳۶۷

سورج الٹے پاؤں پلٹے ۴۷۳

معجزہ ردِّشمس کا مدلّل ثبوت ۵۷۵

تقاریظ علمائے اہلِ سُنَّت

حضرت علامہ مولانا مفتی راحت خان قادری شاہجہانپوری مُدَّظِلُّهُ الْعَالِی،

خلیفہ حضرت تاج الشریعہ وخانقاہِ عالیہ قادریہ واحدیہ چشتیہ، بلگرام شریف

اسلاف شناسی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

اسلاف شناسی کے لیے ضروری ہے کہ اسلاف کرام رحمھم اللہ تعالیٰ اجمعین کی سیرت کو محفوظ رکھا جائے، ان کی خدمات اور کارناموں سے دوسروں کو روشناس کرایا جائے اور ان کے افکار ونظریات کی ہر طرح سے نشر و اشاعت کی جائے۔ ہم نے اسلاف کی سیرت وکردار کو محفوظ رکھنے، ان کی خدمات اور کارناموں کو دوسروں تک پہنچانے اور ان کے افکار ونظریات کو عام کرنے کے باب میں خاطر خواہ کام نہیں کیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ ہم آج بھی ایسی بہت سی شخصیات سے ناواقف ہیں کہ جنھوں نے اہلِ سنت وجماعت کے افکار ونظریات کی حفاظت وصیانت میں اپنا بہت کچھ قربان کیا۔

ہمارے اکابرین واسلاف نے دیگر خدمات کے علاوہ اہلِ سنت وجماعت کی نصرت وحمایت اور اس پر حملہ آور ہونے والوں کے رَدّ و اِبطال میں دلائل و براہین سے مزین ومرصع ناقابلِ تردید علمی وفکری، قلمی وتحریری کارنامہ انجام دیا، لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم نے ان کے متروکہ تحریری سرمایہ کی حفاظت میں بھی اتنی سست رفتاری سے کام کیا جو بہت زیادہ نقصان دہ تھا، یہی وجہ ہے کہ بہت سی قیمتی تحریریں اور

تصنیفات دیمک وغیرہ کی خوراک بن کر ضائع ہوگئیں۔ کاش!!! اسلاف کے اس بیش بہا علمی خزانے کی حفاظت کرنے میں ہم کامیاب ہوئے ہوتے تو بہت سے چیلنجز کا ہمیں مقابلہ کرنے کی بھی ضرورت نہیں پڑتی اور بہت سے فتنے خود بہ خود دفن ہوجاتے لیکن اب وقت نکل جانے پر کفِ افسوس مَلنا کس کام میں آسکتا ہے۔

وقت پر کافی تھا اِک قطرہ بھی آبِ خوش ہنگام کا
جل گیا جب کھیت، پھر برسا مینہ تو کس کام کا

اس حوالے سے ہم اہلِ سنت و جماعت کا کتنا وسیع نقصان ہوا ہے اس سے اہلِ خرد بہت اچھی طرح واقف ہیں ان شاءَ اللّٰہ! کبھی اس حوالے سے پورا ایک مضمون لکھوں گا کہ ہم نے ماضی قریب میں اپنے بزرگوں کے کتنے قیمتی سرمایہ کو بغیر احساس کے ضائع کر دیا۔ اتنا نقصان اور خسارہ ہونے کے بعد بھی ہمیں اس بات کا احساس نہیں کہ ہم کو مضبوط لائحۂ عمل تیار کر کے باقی ماندہ علمی یادگاروں پر کام کر کے ان کی حفاظت کو یقینی بنانا چاہیے ورنہ محض خاموش رہنے یا واویلا مچانے سے نہ تو نقصان کی بھرپائی ہو پائے گی اور نہ ہی ہم آئندہ کے نقصان سے بچ سکیں گے۔

یہ کہہ کے ہمیں چھوڑ گئی روشنی اِک رات
تم اپنے چراغوں کی حفاظت نہیں کرتے

ماضی قریب میں کچھ لوگوں کی جانب سے ''اسلاف شناسی'' کے نام پر ایک شور برپا ہوا تھا بہت سے لوگوں نے ان کی جانب امیدوں کی لَو بھی لگا رکھی تھی لیکن وہ نام نہاد ''اسلاف شناس'' اچانک پانی کے ببولوں کی طرح شور شرابا کرتے ہوئے ظاہر ہوئے اور ''اسلاف شناسی'' کی آڑ میں ''اسلاف بیزاری'' کی مہم چلانا شروع کردی لیکن ان کی ''اسلاف بیزاری'' کی یہ مہم چھپ نہ سکی بلکہ دور اندیش علمائے کرام نے ان کے اصلی روپ کو بہت جلدی پہچان لیا، جب ان کا اصلی چہرہ ظاہر ہوا تو وہ تیزی ہی

کے ساتھ تتر بتر بھی ہو گئے، ان اسلاف بیزاروں کی یہ متحدہ سازش اگرچہ ناکام ہو گئی لیکن وہ اپنے رنگ و روپ کو بدل کر آج بھی مختلف طرح سے اپنی اس مہم کو کامیاب بنانے میں لگے ہوئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اہلِ سنت و جماعت کی مُسلّمہ شخصیات کے اندر بلا وجہ خامیاں تلاش کر کے، بدمذہبوں اور گمراہوں کی خامیوں پر پردہ ڈال کر ان کو طرح طرح کے حربے استعمال ان کو خوش نما بنا کر پیش کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں، اسلاف و اکابرینِ اُمت کے ناموں کو کسی نہ کسی بہانے سے برائیوں اور گمراہوں و بددینوں کے نام نہایت ہی اہتمام کے ساتھ ذکر کرنے کے لیے جا بجا نئے نئے حیلے و بہانے کرتے رہتے ہیں۔

ز فیض بہرہ نیابد ضمیر کج طبعان
کجا بہار کند سبز شاخ آہورا

اسلام دشمن طاقتوں، گمراہوں، بدمذہبوں، بددینوں اور اسلاف شناسی کے پردے میں چھپے اسلاف بیزاروں کے رد و ابطال کا ایک مضبوط و مستحکم طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنے اسلاف کی تحریرات کو ضائع ہونے سے بچا کر ان کو عام کریں۔

جماعت اہلِ سنت کی طرف سے صدہا مبارک باد کے مستحق ہیں بلند حوصلہ، باہمت، مردِ مجاہد، گرامی قدر محترم میثم عباس قادری رضوی صاحب کہ جنہوں نے ''اسلاف شناسی'' کے باب میں بغیرِ شور و غوغا کے نہایت ہی عظیم کارنامہ انجام دیا ہے جو کام کئی لوگوں کے مل کر کرنے کا تھا وہ محترم نے تن تنہا انجام دیا ہے۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

موصوف کی ذاتی مصروفیات جس طرح ہیں ایسی مصروفیات والے دِین و سُنّیت کی خدمات انجام دیں یہ تو بہت بعید ہے بلکہ ان سے اس طرح خدمات کی توقع کرنا بھی مشکل امر ہے۔ موصوف اپنی روزمرہ کی ضروری مصروفیات کے باوجود سوشل

میڈیا پر بھی نہایت ہی متحرک رہتے ہیں، پاک و ہند کے مختلف رسائل کے لیے مضامین بھی لکھتے ہیں، بدمذہبوں بے دینوں اور دیوبندیوں کے متعلق مسلسل تحقیقات وتفتیشات میں بھی مشغول رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ نے دیوبندیوں کے متعلق بہت سی ایسی تحقیقات پیش کی ہیں جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے نئی ہیں، اس متعلق جو طریقہ کار موصوف نے اختیار کیا ہے اس میں جدت وندرت ہے (تفصیل کے لیے ان کی کتب کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے) اس تمام کے باوجود اسلاف شناسی کے باب میں آپ کے کارنامہ کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے جو ایک جماعت کا کام تھا وہ تنہا اس مردِ مجاہد نے کیا۔ مختلف موضوعات پر بزرگوں کی تحریر کردہ کم یاب ونایاب تقریبا ۵۰ر کتابیں جدید تقاضوں سے ہم آہنگ شائع فرماچکے ہیں انہیں کی ایک کڑی ہے زیرِ نظر مجموعہ ''سورج پھر اُلٹے قدم'' کے نام سے جو مختلف ۱۰ علمائے کرام کی ان تصانیف کا مجموعہ ہے جو انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزۂ ردِ شمس کے اثبات میں تحریر فرمائی ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ موصوف کی اس عظیم دینی کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کی زیادتی کا سبب بنائے، موصوف کے وقت میں بے پناہ برکتیں عطا فرما کر ان کو مزید علمی ودینی اور قلمی وتحقیقی خدمات کی توفیق اور دونوں جہاں میں اس کی بہتر جزا عطا فرمائے۔

محمد راحت خاں قادری

بانی وناظم دار العلوم فیضان تاج الشریعہ بریلی شریف

۱۷ر ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ مطابق ۹ر ستمبر ۲۰۱۷ء بروز ہفتہ

معجزۂ ردِّ شمس پر ایک تحریری بیانیہ

حضرت علامہ مولانا مفتی توفیق احسن برکاتی مُدَّظِلُّہُ العَالِی
(استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، انڈیا)

جنگِ خیبر سے لشکر اسلام کی واپسی ہو رہی ہے، مقام صہبا میں شہنشاہ کون و مکاں علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے صحابہ کے ہمراہ پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں، عصر کا وقت ہوتا ہے، پیغمبر نے نماز ادا کر لی ہے، انھیں آرام کرنا تھا، اس لیے فاتح خیبر، شیر خدا، داماد رسول، علی مرتضٰی کے زانو پر سر اقدس رکھ کر سو جاتے ہیں، علی نے ابھی تک نمازِ عصر ادا نہیں کی ہے، نبی کا یہ آرام طویل ہوتا جا رہا ہے، ادھر سورج ڈھلان پر اترتا محسوس ہوتا ہے، شام کا دھندلکا گہرا ہو رہا ہے، سورج کی زردی بیدم ہوتی جا رہی ہے، علی کشمکش میں ہیں، سورج ڈوبنے کے قریب ہے، نماز قضا ہو جائے یہ بات علی کو کیسے گوارا ہو سکتی ہے؟ لیکن نبی کو بیدار کر کے ان کے آرام میں خلل ڈالیں، یہ بھی انھیں گوارا نہیں تھا، بہر حال سورج ڈوب گیا، علی کی نماز قضا ہو گئی۔ نبی نیند سے بیدار ہوئے، علی کا چہرہ دیکھا، شب کا رنگ ملاحظہ کیا، حقیقت حال جان گئے، علی وقت پر نماز نہیں ادا کر سکے ہیں، انھوں نے میرے آرام کے لیے نماز قضا کر دی ہے، ہاتھ اٹھایا، رب کی بارگاہ میں دعا کی، علی کی نماز کا سوال کیا، سچی تاریخ کے بولتے اوراق کہتے ہیں، ڈوبا ہوا سورج پلٹ آیا، علی نے عصر کی نماز ادا کی اور سورج دوبارہ اپنے مستقر میں چلا گیا۔

حقیقی عشق و آگہی اور سچے واقعات کی ممتاز ترین عکاسی کرنے والے شاعر امام احمد رضا قادری قدس سرہ شاعرانہ زیبائش کے ساتھ عرض گزار ہیں:

مولیٰ علی نے واری تری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر، سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے

خاتم النبیین محمد عربی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی ذات بلاشبہہ جامع معجزات ہے، انسانی کمالات کا وہ کون سا عروج ہے جو مصطفیٰ مجتبیٰ کے نقش قدم ناز سے محروم رہا ؟ان کا ہر کمال معراج انسانیت کو فیض دینے والا ہے، ذاتِ مصطفیٰ میں امتناع النظیری کی حقیقت جلوہ گر ہے، بے مثالیت ان کا طرۂ امتیاز ہے، چاند کوشق کر دینا اور سورج کو پلٹا دینا ان کا انتہائی مہتم بالشان معجزہ ہے، جونصِ قرآنی اور احادیثِ نبویہ سے ثابت ہے، کمالاتِ نبوی کے سامنے واقعۂ ردِ شمس کوئی حقیقت نہیں رکھتا، انھیں تو اس سے بھی اعلیٰ و اولیٰ معجزات عطا فرمائے گئے، اللہ نے ان کی ذات میں ایسی ایسی عظیم نشانیاں جمع فرما دی ہیں کہ عقلِ انسانی تا قیامت ان کی حقیقت تک رسائی نہیں پا سکتی۔

لیکن یار لوگ یہاں بھی خاموش نہ رہے، ان کی کج روی، بے بنیاد الزام تراشی، باطنی کبیدگی، تشکک کی فطری بے ضابطگی اور ہر آن کچھ نیا کہنے کی غلط عادت نے انھیں مہمیز دیا کہ اس عظیم معجزۂ نبوی کے حوالے سے شک وتردد کا غبارہ چھوڑیں اور جس طرح معجزہ شق القمر کے شبہات کے گھیرے میں رکھ کر اس کی تردید وتشکیک کی ناروا جسارت کی تھی معجزۂ ردِ شمس کے تعلق سے بھی یہی روش اپنائیں۔ چناں چہ انھوں نے بھی یہاں بھی زبان وقلم درازی کی اور ایک دو افراد نہیں، پوری جماعت کے ساتھ محاذ قائم کیا اور کئی انداز میں اس کے خلاف سینہ سپر ہو گئے۔ یہ سلسلہ دیابنہ، وہابیہ کے مزعومہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے شروع ہوتا ہے، جس نے معجزہ ردِ شمس کا شدید انکار کیا ہے، شبلی نعمانی اعظم گڑھی نے اسے شاعرانہ تخیل قرار دے کر بے بنیاد ثابت کرنے کی جسارت کی ہے، کئی دیوبندی، وہابی مُلاؤں نے اس حدیث ہی کو من گھڑت اور فرضی کہا ہے جو اس حقیقت کو بیان کرتی ہے۔ اس کتاب کے مرتب محترم میثم عباس قادری نے ان معترضین ومترددین کی جو فہرست دی ہے، میرا گمان بھی نہ تھا کہ یہ فہرست اتنی طویل ہو سکتی ہے۔ ابن تیمیہ اور شبلی نعمانی کے علاوہ جن دیوبندی، وہابی منکرین کی عبارتیں بطور استشہاد پیش کی گئی ہیں وہ ہیں : مولوی سرفراز خان صفدر، ابو محمد جھنگوی، مولوی عبد القدوس قارن، مولوی نور محمد تونسوی، محمود احمد عباسی، مولوی زبیر احمد زئی، ابو الاعلیٰ مودودی وغیرھم ۔ محترم میثم

عباس قادری نے مختلف مکاتبِ فکر میں اس معجزہ کے قائلین کی فہرست بھی دی ہے، جس سے مرتب کے جذبہ تلاش وتفحص کی معروضیت اور دِقتِ نظری کی شفافیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

معجزہ ردِ شمس کے ثبوت میں فاضل مرتب نے ۱۰ دس رسائل کا یہ مجموعہ تیار کیا ہے جس میں شامل رسائل ومقالات یہ ہیں:

(۱)-۱-معجزہ ردِ شمس کا روشن ثبوت [مؤلف: میثم عباس قادری رضوی]

(۲)-كَشْفُ اللَّبْسِ فِي حَدِيْثِ رَدِّ الشَّمْسِ،
[مؤلف: امام جلال الدین سیوطی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْه]

(۳)-مُزِيْلُ اللَّبْسِ عَنْ حَدِيْثِ رَدِّ الشَّمْسِ،
[مؤلف: امام حافظ صالحی دمشقی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْه]

(۴)-حديث رَدُّالشمس،
[مؤلف: غزالیِ زماں حضرت علامہ احمد سعید کاظمی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْه]

(۵)-كَشْفُ اللَّبْسِ عَنْ حَدِيْثِ رَدِّ الشَّمْسِ،
[مؤلف: شیخ القرآن علامہ غلام علی اوکاڑوی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْه]

(۶)-سورج لوٹائے جانے کی روایت پر اعتراضات کے جوابات،
[مؤلف: مفتی غلام فرید ہزاروی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْه]

(۷)-معجزہ ردُّالشمس،
[مؤلف: مولانا فیض احمد اویسی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْه]

(۸)-سورج اُلٹے پاؤں پلٹے، [مؤلف: پروفیسر محمد حسین آسی]

(۹)-البراهين الساطعة لردالشمس البازغة،
[مؤلف: مفتی محمد امین قادری، فیصل آباد]

(۱۰)-معجزہ ردِ شمس کا مدلل ثبوت

(''تبیان القرآن''، ''شرح صحیح مسلم'' اور ''نعمۃ الباری'' [از علامہ غلام رسول

سعیدی] سے انتخاب)

(۱۱)-اِثباتِ رَدِّ شمس

(مؤلف: مولوی عبداللہ بن حافظ فتح محمد (مدرسہ صولتیہ محمدیہ، کلکتہ)

یہ رسائل اپنی جامعیت و مانعیت، استدلالی حقائق، معروضی انداز بیان، اسناد و استناد کی صداقت اور دل چسپ اسلوب کی ندرت کی بنا پر انتہائی وقیع و بسیط ہیں اور حوالہ جات کی کہکشاں سے جگمگ جگمگ کر رہے ہیں اور ان کہکشاؤں میں معجزۂ رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم پوری طرح آفتاب بن گیا ہے۔ کتاب کے کل صفحات ۳۶۰ ہیں، جس پر فاضل مرتب نے پچاس صفحات میں ایک بسیط و وقیع مقدمہ تحریر فرمایا ہے، جس کے لیے موصوف مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اس سے قبل انھوں نے معجزہ شق القمر کے اثبات پر رسائل و مقالات کا ایک ضخیم مجموعہ مرتب و مدون کر کے شائع کرایا تھا، یہ اہم مجموعہ [بنام: ''سورج پھر الٹے قدم''] بھی ان کی حد درجہ محنت، جذبۂ صادق، تلاش و تحقیق اور حُسنِ ترتیب کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ سچ بات تو یہ ہے کہ دنیا نے سوچا بھی نہیں ہوگا کہ مصنفین و محققین کو اس موضوع پر بھی اس قدر داد تحقیق دینی پڑے گی، لیکن اللہ ان کی قبروں کو بقعہ نور بنائے کہ انھوں نے بعد میں وارد کیے جانے والے اعتراضات و شبہات کو قبل از وقت محسوس کر کے اس موضوع کو اپنی گراں قدر تحقیقات سے مالا مال کر دیا ہے اور فاضل مرتب نے انھیں جمع کر کے ایک عظیم ضرورت کی تکمیل کی ہے، اللہ تعالیٰ مصنفین و مرتب کی یہ اہم ترین خدمت قبول فرمائے اور دارین میں اس کا بہتر اجر عطا فرمائے، آمین۔

توفیق احسن برکاتی

جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

۹ر محرم الحرام ۱۴۳۹ھ/۳۰ر ستمبر ۲۰۱۷ء، بروز شنبہ

حضرت علامہ مولانا مفتی ڈاکٹر امجد رضا امجد مُدَّظِلُّهُ الْعَالِی،
مدیر دوماہی مجلہ الرضا، پٹنہ۔ صدر القلم فاونڈیشن سلطان گنج پٹنہ، بہار، انڈیا

میثم عباس قادری ہماری جماعت کے ایک ذی علم باشعور متحرک اور جماعتی درد رکھنے والے انسان ہیں۔ معلومات کے اعتبار سے آج کے نو وارد علما میں کسی سے کم نہیں۔ سوشل میڈیا کے بعض گروپ پہ ان کی علمی سرگرمیاں ان کی وسعت معلومات کا پتہ دیتی ہیں، کتابوں کی فراہمی کے مسئلہ میں ان کی فراخ دِلی مثالی ہے، ان کا یہ وصف جہاں خدمتِ دین میں معاون ہے وہیں ملکی فاصلوں کو سمیٹنے میں بھی مفید۔

میری ان سے کبھی کی کوئی ملاقات نہیں، درمیان میں دو ملکوں کی سرحد بھی حائل ہے مگر اس کے باوجود وہ ان تمام علما کے دل میں جگہ بنائے ہوئے جن سے ان کی میڈیائی ملاقات ہے، اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ فروغِ اہلِ سنت اور تحفظِ مسلک کے معاملہ میں واضح نظریہ رکھنے کے ساتھ اس کے لیے ہمیشہ متحرک رہتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت سے والہانہ عشق، ان کی کتابوں کے مطالعہ کا ذوق اور رضویات پہ وافر معلومات ان کی شناخت کا معروف اعلامیہ ہے، خدائے تعالیٰ انہیں سلامت رکھے اور ان سے دین متین کی اشاعت کا کام لیتا رہے۔

میثم عباس صاحب کی ایمانی حرارت اور مومنانہ بصیرت کا کمال ہے کہ ان کی نگاہ سے دین کے نام پہ جرم کرنے والا کوئی بھی مجرم بچ نہیں پاتا۔ جماعت میں سینند مارنے والا ہو یا صلح کلیت کا چور دروازہ کھولنے والا۔ مسلک سے غداری کرنے

والا ہو یا اعلیٰ حضرت کی تحقیقات پہ حرف گیری کرنے والا، ان کی نگاہ سے بچ نہیں پاتا اور وہ انہیں جماعتِ اہلِ سنت کی عدالت میں کھینچ لاتے ہیں۔فرقۂ باطلہ کی کتابوں کا مطالعہ اور قابل گرفت عبارتوں کا احتساب بھی ان کی خدمات کا نمایاں حصہ ہے، ان کی اب تک کی کتابیں اور لکھے گئے مقالات ومضامین اس کا دعوی کا ثبوت ہیں۔

زیرِ نظر کتاب ''سورج پھرا اُلٹے قدم'' ان کے اسی جذبہ کا غماز ہے۔حضرت علی **کرم اللّٰہ وجھہ الکریم** کے لیے سورج کا پلٹنا حضورِ اکرم **صلی اللّٰہ علیہ وسلم** کا ایسا معجزہ ہے جو عہدِ صحابہ سے آج تک زبان زدِ عوام وخواص ہے، محدثین نے اپنی کتابوں میں اس کا تذکرہ کیا، معجزاتِ رسول پہ لکھی جانے والے کتابوں میں اسے شمار کیا، اور شعرا نے اس معجزہ کو نعتِ پاک کو موضوع بنایا اور خوب بنایا۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا جو قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی کا مستند دعوی رکھتے ہیں اس معجزہ کے تعلق سے فرماتے ہیں

سُورج اُلٹے پاوں پلٹے، چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

....

اشارے سے چاند چیر دیا ڈوبے ہوئے خور کو پھیر دیا
گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب وتواں تمہارے لئے

....

تیری مرضی پاگیا سُورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

....

ماہ شق گشتہ کی صورت دیکھو کانپ کر مہر کی رجعت دیکھو
مصطفیٰ پیارے کی قدرت دیکھو کیسے اعجاز ہوا کرتے ہیں

....

چاند اشارے سے ہلا حکم کا باندھا سورج
واہ کیا بات شہا تیری توانائی کی

....

مگر اس کے باوجود بعض محروم القسمت افراد نے اس معجزہ کا انکار کیا اور اس حدیث پاک کو ضعیف اور کسی نے موضوع قرار دے کر اہلِ سنت کے اعتقاد و نظریہ پر حملے کیے۔ اہلِ سنت و جماعت کی طرف سے اس موضوع پہ باضابطہ کتابیں لکھی گئیں جن میں اصل مسئلہ معجزہ رجعتِ شمس کو ثابت کرنے کے ساتھ بعض ایسے اصولی مباحث بھی بیان کیے جن کا مطالعہ صاحبانِ ذوق تحقیق کے لیے مفید ہی نہیں از حد ضروری ہے۔

ہمارے عہد میں بعض ایسے بھی افراد بھی ہیں جو ابن تیمیہ، ابن قیم اور اسماعیل دہلوی سے اپنا قلبی تعلق رکھتے ہیں اور انہیں شیخ اور شیخ الاسلام بولتے لکھتے مانتے ہیں، لیکن دیابنہ کے مولوی حسین احمد مدنی نے مولوی زکریا کے ابن تیمیہ کے لیے ''شیخ الاسلام'' لکھنے کو ناپسند کیا، اس کتاب میں اس کے حوالے مل جائیں گے۔ خاص مسئلہ دائرہ میں ابن جوزی اور ابن تیمیہ کا جو نظریہ ہے اس کے رد کے ساتھ، ان دونوں کے عقیدے کے حوالہ سے بھی واضح نظریات ان کتابوں میں موجود ہیں، ممکن ہے ان سے نرم ہی نہیں روحانی رویہ رکھنے والے افراد کی آنکھیں کھل جائیں چنانچہ علامہ صاوی، ابن تیمیہ کے بارے میں فرمایا: قال العلما انه ضال مضل ''علما نے اسے گمراہ اور گمراہ کرنے والا لکھا'' (تفسیر صاوی علی الجلالین، جلد 1 ص 96) شاہ عبد

العزیز محدث دہلوی نے فرمایا علمائے اہلِ سنت کے نزدیک اس کا کلام باطل ہے (فتاوی عزیزیہ جلد دوم ص80) علامہ عبدالحئ لکھنوی نے فرمایا میں ان میں سے نہیں ہوں جو اس کے اقوال کو وحی آسمانی کی طرح سمجھتے ہیں اور اس کی خرافات کی تقلید جامد کرتے ہیں۔ (غیث الغمام ص58)

میثم عباس قادری نے اس کتاب میں جو کتابیں جمع کر دی ہیں وہ نفسِ مسئلہ کے ماله وماعليه کو پورے طور پر آئینہ کر دیتی ہیں، ان کتابوں کی علیحدہ اشاعت بھی مفید ثابت ہوئی اور مجموعہ ان شاء اللہ اس سے بھی زیادہ مفید ثابت ہوگا۔ میں اس سعی سعید پہ انہیں مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ عزّوَ جلّ انہیں یوں ہی صحت وسلامتی کے ساتھ مسلکِ اہلِ سنت و جماعت کا مجاہد بنا کر رکھے، آمین

امجد رضا امجد

صدر القلم فاونڈیشن سلطان گنج پٹنہ، بہار، انڈیا

یکم محرم الحرام ھ مطابق ستمبر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عرضِ مرتب

تمام تعریفیں حق سُبْحَانَهٗ تعَالٰی کے لیے ہیں جو اس کائنات کا رب ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں، وہ خدائے بزرگ و برتر اپنے بندوں پر نہایت شفیق ہے، اُس کا بے پایاں کرم ہے کہ ہمیں حضور صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کی اُمت بنایا۔ اس مجموعہ کی تالیف کا سبب کچھ یوں ہے کہ تقریباً دو سال قبل ایک دوست نے رابطہ کر کے کہا کہ: ''معجزۂ شق القمر'' اور ''معجزۂ ردُّ الشمس'' کے اِثبات پر مواد درکار ہے، کسی منکر سے گفتگو چل رہی ہے''۔ راقم کے پاس ان دونوں معجزات کے اِثبات پر جو مواد موجود تھا دے دیا، بعد میں سوچا کہ ان موضوعات پر مارکیٹ میں کوئی مستقل کتاب دستیاب نہیں ہے، اگر ان موضوعات کو مجموعہ کی صورت میں مرتب کر دیا جائے تو اہلِ سنت کے لیے بہت مفید رہے گا۔ یہ سوچ کر مواد کو ترتیب دیا، معجزۂ شق القمر کے ثبوت پر مجموعہ بہ نام ''چاند اِشارے سے ہو چاک'' پہلے تیار کیا جو ۲۰۱۷ء میں شائع ہو گیا تھا، لیکن معجزۂ ردِ شمس کے ثبوت پر مجموعہ اب تیار ہوا ہے، اس کی تیاری میں تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ جب یہ مجموعہ اِشاعت کے لیے بالکل تیار ہو گیا تو معجزۂ ردِ شمس کے ثبوت پر مولوی عبداللہ بن حافظ فتح محمد (مدرسہ صولتیہ محمدیہ، کلکتہ) کا ایک نایاب رسالہ دستیاب ہوا، اس رسالہ کو بھی مجموعہ میں شامل کرنے کا ارادہ کر لیا، اس کے بعد یہ کتاب اِلتوا کا شکار ہو گئی۔ ساتھ ہی گھریلو، معاشی اور دیگر علمی مصروفیات میں مشغولیت بڑھ گئی، اب اللہ کے فضل سے یہ مجموعہ بالکل تیار ہے۔ جس میں کُل گیارہ رسائل شامل ہیں، جن کی تفصیل کچھ یوں ہے:

اِس مجموعہ میں شامل رسائل ومقالات کی فہرست:

۱- معجزۂ ردِّ شمس کا روشن ثبوت

مؤلف: میثم عباس قادری رضوی

۲- کَشْفُ اللَّبْسِ فِی حَدِیْثِ رَدِّ الشَّمْسِ

مؤلف: امام جلال الدین سیوطی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ

۳- مُزِیْلُ اللَّبْسِ عَنْ حَدِیْثِ رَدِّ الشَّمْسِ

مؤلف: امام حافظ صالحی دمشقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ

۴- حدیثِ رَدُّالشمس

مؤلف: غزالیِ زماں حضرت علامہ مولانا احمد سعید کاظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ

۵- کشف اللبس عن حدیث رد الشمس

مؤلف: شیخ القرآن علامہ مولانا غلام علی اوکاڑوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ

۶- سورج لوٹائے جانے کی روایت پر اعتراضات کے جوابات

مؤلف: مفتی غلام فرید ہزاروی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ

۷- معجزۂ ردُّالشمس

مؤلف: مولانا فیض احمد اویسی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ

۸- سُورج اُلٹے پاؤں پلٹے

مؤلف: پروفیسر محمد حسین آسی

۹- البراھین الساطعه لردالشمس البازغه

مؤلف: مفتی محمد امین قادری (فیصل آباد)

۱۰- معجزہ رَدِّ شمس کا مدلل ثبوت (''تبیان القرآن'' اور ''شرح صحیح مسلم'' سے انتخاب)

از علامہ غلام رسول سعیدی

۱۱- اِثباتِ رَدِّ شمس

مؤلف: مولوی عبداللہ بن حافظ فتح محمد (مدرسہ صولتیہ محمدیہ، کلکتہ)

تحدیثِ نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ معجزۂ ردِّ شمس کے اِثبات پر اُردو میں اس قدر مواد اس مجموعہ کے علاوہ کسی دوسری کتاب میں نہیں ملے گا۔

ضروری نوٹ:

۱-اس مجموعہ میں شامل تحریرات کے محررین نے کچھ مقامات پر الفاظ قوسین () میں درج کیے ہیں، راقم نے ان کی تحریرات میں جو وضاحتی الفاظ اپنی طرف سے شامل کیے ہیں، ان کو ڈبل قوسین (( )) میں درج کیا ہے تا کہ فرق رہے۔

۲-اس مجموعہ میں شامل کتب کے مؤلفین نے کچھ مقامات پر حواشی بھی لکھے ہیں، جن میں سے بعض حواشی کے آخر میں ''۱۲مِنہٗ'' لکھا ہے، یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ حاشیہ مؤلف نے خود لکھا ہے اور یہاں ختم ہو گیا ہے، جبکہ کچھ حواشی کے آخر میں ''۱۲مِنہٗ'' نہیں لکھا گیا، البتہ جن مقامات پر راقم نے حاشیہ لکھا ہے وہاں آخر میں ''میثم قادری'' لکھ دیا ہے تا کہ امتیاز رہے۔

۳-راقم کی کتاب ''معجزۂ ردِّ شمس کا روشن ثبوت'' میں دیابنہ وہابیہ کی کُتب سے نقل کردہ اقتباسات میں جہاں جہاں انبیائے کرام علیہم السلام، صحابۂ کرام رضوان اللّٰہ تعالٰی علیہم اجمعین اور اولیائے کرام رحمہم اللّٰہ تعالٰی علیہم اجمعین کے ناموں کے ساتھ بالترتیب درود شریف اور کلماتِ ترضّی و ترحیم کا اختصار کیا گیا ہے، وہاں اصل کُتب میں بھی ایسے ہی ہے، تصحیحِ نقل کا التزام رکھا گیا ہے۔ البتہ قارئین سے گذارش ہے کہ ان مقامات پر زبانی درود شریف اور کلماتِ ترضّی و ترحیم پڑھ لیا کریں۔

۴-اس مجموعہ میں شامل کتاب ''سُورج اُلٹے پاؤں پلٹے'' اور اس کے مقدمہ کی تلخیص کی گئی ہے۔

۵-''اثباتِ رَدِّ شمس'' مؤلف مولوی عبداللہ بن حافظ فتح محمد (مدرسہ صولتیہ محمدیہ، کلکتہ) کا جو نسخہ ہمیں ملا اس کا سرورق ناقص ہے، اپنے طور پر کوشش کی کہ اس کتاب کا مکمل نام یا دُوسرا نسخہ دستیاب ہو جائے، لیکن نہ تو کتاب کے مکمل نام کا علم ہو سکا اور نہ

ہی مؤلف کے مسلک کے بارے میں کچھ معلومات ہوسکیں، اس لیے اس کتاب کا نام موضوع کے اعتبار سے ''اِثباتِ ردِّ شمس'' رکھ دیا ہے۔ بہ وجہ حُسنِ ظن اس کتاب کو مجموعہ میں شامل کرلیا گیا۔ ساتھ ہی یہ خیال بھی تھا کہ اگر بعدازاں اس کتاب کے مؤلف کے بارے میں یہ ثابت ہوجائے کہ یہ اہلِ سنت و جماعت سے نہیں، تب بھی ہمیں مضر نہیں بلکہ مفید ہے کیونکہ یہ کتاب ہمارے ہی مؤقِف کی بھرپور تائید میں لکھی گئی ہے۔

۶-کسی مؤلف کے ذاتی تفرد یا خلافِ اہلِ سنت نظریہ سے راقم پیشگی برأت کا اعلان کرتا ہے۔

۷-معجزۂ شق القمر کے ثبوت پر مشتمل مجموعۂ رسائل بہ نام ''چاند اشارے سے ہوچاک'' ایک سال قبل شائع ہوا تھا، وہ امامِ عاشقاں، فنافی الرسول، اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنت علامہ مولانا مفتی الشاہ احمد رضا خان فاضلِ بریلوی رحمۃُ اللّٰہ تعالیٰ علیہ کے ایک شعر سے مقتبس تھا، بالکل اسی طرح اس مجموعہ کا نام بھی اعلیٰ حضرت کے ایک شعر سے مقتبس ہے، وہ شعر درج ذیل ہے:

تیری مرضی پا گیا، سورج پھرا اُلٹے قدم
تیری اُنگلی اُٹھ گئی، مہ کا کلیجہ چِر گیا

اِظہارِ تشکر

محترم دوست مولانا عدنان رضوی ہزاروی، فاضل جامعہ نظامیہ، لاہور نے اس کتاب کے پروف شدہ مسودے کی اغلاط کی درستگی ان پیج فائل میں کی، یقیناً اگر ان کا تعاون نہ ہوتا تو یہ کتاب مزید تاخیر کا شکار ہوتی۔ حضرت علامہ مولانا محمد مزمل برکاتی مُدَّظِلُّہ العَالِی (دارالافتاء والتدریس دارالعلوم، غوث اعظم، پوربندر، گجرات،

ہندوستان) نے اس مجموعہ کی کئی عربی عبارات کی تصحیح میں مدد فرمائی۔ مصنّف کُتبِ کثیرہ رفیقِ گرامی حضرت علامہ مولانا افروز قادری چریا کوٹی مُدَّظِلُّہُ الْعَالِی نے راقم کی کتاب ''معجزۂ ردِّ شمس کا روشن ثبوت'' میں شامل عربی کتب کے تراجم کی اصلاح و تکمیل فرمائی، برادرِ گرامی جناب انجینئر محمد عرفان احمد حَفِظَہُ اللّٰہ (مالیگاؤں، ہندوستان) نے راقم کی درخواست پر کئی صفحات کمپوز کروا کر دیے۔

محترم جناب محمد بشارت علی صدیقی اشرفی صاحب (حیدر آباد دکن) نے ''کَشْفُ اللَّبْسِ فِی حَدِیْثِ رَدِّ الشَّمْسِ'' اور ''مُزِیْلُ اللَّبْسِ عَنْ حَدِیْثِ رَدِّ الشَّمْسِ'' کے اُردو تراجم کی ان پیج فائل بھیجی، اس فائل میں چند ایک لفظی اغلاط تھیں ان کی تصحیح کر دی گئی ہے۔

یہ ہیں وہ محترم و مکرم احبابِ گرامی وقار، جن کی مدد سے یہ مجموعہ آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس دینی تعاون اور کارِ خیر کی بہترین جزا عطا فرمائے، اس کتاب کو راقم کے لیے آخرت میں ذریعۂ نجات بنائے، مجھے، میرے گھر والوں اور تمام دوست احباب کو دینِ اسلام پر زندہ رکھے، اسی پر موت دے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتیوں میں اُٹھائے۔ آمین یارب العالمین۔

میثم عباس قادِری رضوی

لاہور، پاکستان

شعبان ۱۴۳۹ھ/ اپریل ۲۰۱۸ء

حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دُعا سے خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین سَیِّدُنا علی المرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہُ کے لیے سورج لوٹائے جانے کی روایت کا منکرین کے پیشواؤں کی کُتُب سے مُدلّل ثبوت

معجزۂ ردِ شمس کا روشن ثبوت

مؤلف
میثم عباس قادری رضوی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرضِ مؤلف

امابعد! بہت سے قارئین اس حقیقت سے واقف ہوں گے کہ ہندو پاک کے بدمذہب حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم کے معجزۂ ردِّ شمس کا انکار کرتے ہیں، راقم نے خاص طور پر ان منکرین کو آئینہ دِکھانے کے لیے یہ کتاب لکھنے کا فیصلہ کیا، اس کتاب میں کچھ مُسلّمہ علمائے اسلام کے حوالہ جات سے اس معجزہ کا ثبوت دیا گیا ہے، اگر علمائے اسلام سے اس معجزہ کا ثبوت تفصیل سے بیان کیا جاتا تو کتاب کی ضخامت بہت بڑھ جاتی، اس لیے چند حوالہ جات پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں خاص طور پر بدمذہبوں کی کتب سے اس معجزہ کا ثبوت دیا گیا ہے۔ اُمید ہے قارئین کو پسند آئے گا۔

ضروری نوٹ:

۱- اس مجموعہ میں شامل تحریرات کے محررین نے کچھ مقامات پر الفاظ قوسین ( ) میں نقل کیے ہیں، راقم نے جو وضاحتی الفاظ اپنی طرف سے شامل کیے ہیں ان کو ڈبل قوسین (( )) میں درج کیا ہے تاکہ فرق رہے۔

۲- کتاب میں جن مقامات پر راقم نے حاشیہ لکھا ہے وہاں آخر میں ''میثم قادری'' لکھ دیا ہے تاکہ امتیاز رہے۔

۳- دیابنہ وہابیہ کی کُتُب سے نقل کردہ اقتباسات میں جہاں جہاں انبیائے

کرام علیهم السلام، صحابۂ کرام رضوان اللّٰہ تعالیٰ علیهم اجمعین اور اولیائے کرام رحمهم اللّٰہ تعالیٰ علیهم اجمعین کے ناموں کے ساتھ بالترتیب درود شریف اور کلماتِ ترضی و ترحیم کا اختصار کیا گیا ہے، وہ اصل کُتب میں بھی ایسے ہی ہے، تصحیحِ نقل کا التزام رکھا گیا ہے۔

میثم عباس قادری رضوی

لاہور، پاکستان

معجزہ ردّ شمس

حضرت امام طحاوی رَحمةُ الله تعالٰی علیہ روایت فرماتے ہیں:

پہلی حدیث:

(۱): حَدَّثَنَا أَبُوْ أُمَيَّةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسَى الْعَبْسِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوْقٍ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْحَسَنِ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْحُسَيْنِ، عَنْ أَسْمَاءَ ابْنَةِ عُمَيْسٍ، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْحٰى اِلَيْهِ وَ رَأْسُهٗ فِي حِجْرِ عَلِيٍّ، فَلَمْ يُصَلِّ الْعَصْرَ حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَّيْتَ يَا عَلِيُّ؟ قَالَ: لَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ كَانَ فِي طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ رَسُوْلِكَ، فَارْدُدْ عَلَيْهِ الشَّمْسَ، قَالَتْ أَسْمَاءُ: فَرَأَيْتُهَا غَرَبَتْ ثُمَّ رَأَيْتُهَا طَلَعَتْ بَعْدَ مَا غَرَبَتْ۔

(مشکل الآثار، الجزءُ الثانی، صفحہ ۷، بابُ بیان مُشْكِلِ مَارُوِی عَنْ رسول الله صَلّی الله عَلَيْهِ وَسَلم فی مسئلة اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ ردّ الشَّمْسَ عَلَيْهِ بَعْدَ غيُوبتها الخ، مطبوعہ دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان۔ ایضاً الجزءُ الثانی، صفحہ ۷، مطبوعہ مکتبہ عمریہ، تحت ادارہ سید حسن دلشاد، کاسی روڈ، کوئٹہ۔ ایضاً جلد ۳ صفحہ ۹۲، مطبوعہ مؤسّسة الرّسالة، بيروت۔ الطبعة الاولى، ۱۴۱۵ھ۔ ۱۹۹۴ء۔ ایضاً جلد ۳ صفحہ ۹۲، مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ، کاسی روڈ، شالدرہ، کوئٹہ)

دوسری حدیث:

(۲): حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسٰى، عَنْ عَوْنِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ اُمِّهٖ أُمِّ جَعْفَرٍ، عَنْ أَسْمَاءَ ابْنَةِ عُمَيْسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ بِالصَّهْبَاءِ . ثُمَّ أَرْسَلَ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي حَاجَةٍ فَرَجَعَ وَقَدْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ فِي حِجْرِ عَلِيٍّ، فَلَمْ يُحَرِّكْهُ حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اللّٰهُمَّ إِنَّ عَبْدَكَ عَلِيًّا احْتَبَسَ بِنَفْسِهٖ عَلٰى نَبِيِّكَ، فَرُدَّ عَلَيْهِ شَرْقَهَا . قَالَتْ أَسْمَاءُ: فَطَلَعَتِ الشَّمْسُ حَتّٰى وَقَعَتْ عَلَى الْجِبَالِ وَعَلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ قَامَ عَلِيٌّ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ غَابَتْ وَ ذٰلِكَ فِي الصَّهْبَاءِ فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ .

قَالَ أَبُوْ جَعْفَرٍ: فَاحْتَجْنَا أَنْ نَعْلَمَ مَنْ مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَى الْمَذْكُوْرُ فِي إِسْنَادِ هٰذَا الْحَدِيْثِ، فَإِذَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَى الْمَدَنِيُّ الْمَعْرُوْفُ بِالْفِطْرِيِّ، وَهُوَ مَحْمُوْدٌ فِي رِوَايَتِهٖ . وَاحْتَجْنَا أَنْ نَعْلَمَ مَنْ عَوْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَذْكُوْرُ فِيْهِ فَإِذَا هُوَ عَوْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَاحْتَجْنَا أَنْ نَعْلَمَ مَنْ أُمُّهُ الَّتِي رُوِيَ عَنْهَا فِي هٰذَا الْحَدِيْثِ فَإِذَا هِيَ أُمُّ جَعْفَرٍ ابْنَةُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ . فَقَالَ قَائِلٌ: كَيْفَ تَقْبَلُوْنَ هٰذَا وَأَنْتُمْ تَرْوُوْنَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَدْفَعُهُ، فَذَكَرَ مَا حَدَّثَنَا بِهِ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ أَبُو عُبَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا فَضْلُ بْنُ سَهْلٍ الْأَعْرَجُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَاذَانُ الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ تَحْتَبِسِ الشَّمْسُ عَلَى أَحَدٍ إِلَّا لِيُوشَعَ۔

(مشکل الآثار، الجزءُ الثانی، صفحہ ۷، بابُ بیانِ مُشْکِلِ مَارُوِی عَنْ رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم فی مسئلۃ اللہ عَزَّ وَ جَلَّ ردَّ الشَّمْسَ عَلَیْہِ بَعْدَ غُیُوبِہا الخ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان۔ ایضاً الجزءُ الثانی، صفحہ ۷، مطبوعہ مکتبہ عمریہ، تحت ادارہ سید حسن دلشاد، کاسی روڈ، کوئٹہ۔ ایضاً جلد ۳ صفحہ ۹۴ و ۹۵، مطبوعہ مؤسَّسَۃ الرِّسالۃ، بیروت۔ الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۱۵ھ۔ ۱۹۹۴ء۔ ایضاً جلد ۳ صفحہ ۹۴ و ۹۵، مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ، کاسی روڈ، شالدرہ، کوئٹہ)

ترجمہ: (۱) ''ہم سے ابواُمیہ نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ بن موسیٰ عبسی نے، ان سے فضیل بن مرزوق نے، وہ ابراہیم ابن حسن سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے فاطمہ بنت حسین سے اور وہ اسماء بنت عمیس سے روایت کرتی ہیں کہ حضرت اسماء نے فرمایا کہ رسول اللہ صلّی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم کی طرف وحی کی جا رہی تھی۔ اس حال میں کہ آپ کا سرِ اقدس حضرت علی ((كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ الْكَرِيْمُ)) کی گود میں تھا، اور حضرت علی نمازِ عصر نہ پڑھ سکے، یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا۔ پس رسول اللہ صلّی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا۔ اے علی! تُو نے نماز پڑھی؟۔ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ تو رسول اللہ صلّی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں دعا کی: اے اللہ! بیشک علی تیری اطاعت میں اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا، لہٰذا

سورج کو اس کے لیے واپس لوٹا دے۔ اسماء فرماتی ہیں: میں نے سورج کو دیکھا کہ وہ غروب ہو چکا تھا، مگر پھر میں نے دیکھا کہ غروب ہونے کے بعد سورج دوبارہ نکل آیا ہے''۔

(۲) ''ہم سے علی بن عبد الرحمٰن بن محمد بن مغیرہ نے بیان کیا، وہ احمد بن صالح سے، وہ ابن ابی فدیک سے، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن موسیٰ نے عون بن محمد سے بیان کیا، اُنہوں نے اپنی والدہ اُمِ جعفر سے، اور اُنہوں نے اسماء بنت عمیس سے روایت کیا کہ نبی صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ظہر کی نماز مقام صہباء میں اَدا فرمائی۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجھہ کو کسی کام کے لئے بھیجا، وہ لَوٹے تو نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عصر ادا کر کے اپنا سر حضرت علی کی گود میں رکھا اور اس کو حرکت نہ دی، یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا تو نبی صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! بے شک تیرے بندے علی نے اپنے نفس کو تیرے نبی کے لئے روکے رکھا، پس تُو اس کے لئے سورج کو واپس کر دے۔ اسماء فرماتی ہیں: اتنے میں دھوپ نکل آئی، اور پہاڑوں اور زمین پر پڑنے لگی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، وضو کیا، نماز پڑھی، پھر سورج ڈوب گیا اور یہ واقعہ غزوۂ خیبر سے لوٹتے ہوئے مقام صہباء کا ہے۔ حضرت ابو جعفر طحاوی فرماتے ہیں: اب ضرورت اس بات کی ہے کہ روایت میں مذکور محمد بن موسیٰ کے بارے میں پتا کیا جائے کہ وہ کون ہیں؟ تو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ محمد بن موسیٰ المدنی ہیں جو فطری سے مشہور ہیں، اور ان کی روایتیں قابلِ تحسین ہوتی ہیں۔ یوں ہی دوسرے راوی عون بن محمد کے بارے میں بھی میں تفتیش کرنی چاہیے کہ یہ کون ہیں؟ تو یاد رہے کہ یہ کوئی عام راوی نہیں بلکہ یہ

عون بن محمد بن علی بن ابوطالب ہیں۔اسی طرح اگر آپ جاننا چاہیں کہ جن سے یہ حدیث مروی ہے وہ خاتون کون ہیں؟ تو یہ اُم جعفر بنت محمد بن جعفر بن ابوطالب ہیں۔ اب یہاں کوئی معترض کہہ سکتا ہے کہ تم اس روایت کو بھلا کیسے قبول کر سکتے ہو، جب کہ ابو ہریرہ سے مروی ایک دوسری حدیث سے اس کا رد ہو رہا ہے۔ جو علی بن حسین ابوعبید سے مروی ہے کہ ہم سے فضل بن سہل الاعرج نے بیان کیا، ان سے شاذان الاسود بن عامر نے، ان سے ابوبکر بن عیاش نے، ان ہشام بن حسان نے، ان سے ابن سیرین نے اور وہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یوشع (بن نون) کے علاوہ کسی کے لیے سورج نہیں ٹھہرا"۔

معجزۂ رَدِّ شمس کے قائل کچھ مُسلّمہ علمائے اِسلام:

حضرت امام تقی الدین سُبکی سے ثبوت:

☆ حضرت امام علی ابن بُرھان الدین علی حلبی شافعی نے "انسان العیون فی سیرۃ الأمین والمامون" معروف بہ "سیرتِ حلبیہ" میں معجزۂ ردِ شمس کے اِثبات پر امام سُبکی کا ایک شعر نقل کیا ہے:

"وردت علیك الشمس بعد مغیبها
کما انها قدما لیوشع ردت

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کے لیے بھی سورج کو چھپنے کے بعد دوبارہ واپس لَوٹایا گیا جیسا کہ یوشع علیہ السلام کے لیے اس کو واپس پھیرا گیا تھا"

(سیرت حلبیہ، جلد اوّل، نصف آخر صفحہ ۵۲۳ مطبوعہ دار اشاعت، ایم اے جناح روڈ،

کراچی۔ مترجم فاضلِ دیوبند مولوی اسلم قاسمی دیوبندی)

حضرت امام علی ابن بُرھان الدین علی حلبی سے معجزۂ رَدِّ شمس کا ثبوت:

حضرت امام حلبی معجزۂ رَدِّ شمس کے انکار کے متعلق علامہ ابن کثیر دمشقی کا کلام نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

☆ ''مگر اس روایت پر جو شُبہہ ہوتا ہے وہ آگے بیان ہوگا کیونکہ ایک حدیث یہ ہے سورج کو سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کے لیے نہیں روکا گیا۔ یہاں یہ بات واضح رہے کہ مراد سورج کو روکنے سے ہے اس کو غروب ہوجانے کے بعد پھیرنے یعنی واپس لوٹانے سے نہیں ہے، جبکہ ان دونوں باتوں میں فرق ہے کیونکہ سورج کو روکنے کا مطلب ہے اس کو اپنی جگہ پر ٹھہرا دینا اور پھیرنے کا مطلب ہے اس کے غروب ہونے کے بعد اس کو پھر واپس لانا، بہر حال یہ اختلاف قابلِ غور ہے۔

سورج کے رو کے جانے پر ایک شُبہہ:

علامہ سبط ابن جوزی نے لکھا ہے، یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ سورج کو روکنا یا اس کو دوبارہ واپس پھیر دینا مشکل ہے جو سمجھ میں نہیں آسکتا، کیونکہ اس کے رُکنے کی وجہ سے یا لوٹائے جانے کی وجہ سے دن اور رات میں فرق پیدا ہوگا اور اس کے نتیجہ میں آسمانوں کا نظام درہم برہم ہوجائے گا، اس شُبہہ کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ معجزات میں سے ہے اور معجزات کے سلسلے میں کوئی عقلی قیاس بھی کام نہیں کر سکتا (بلکہ وہ حق تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہونے والی ایک خلافِ عادت بات ہوتی ہے جو جز و اور کُل کا ملک ہے)۔

بغداد کے ایک شیخ کا واقعہ: بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی قسم کا واقعہ بغداد میں ایک بزرگ کے لیے بھی پیش آیا ہے، یہ بزرگ عصر کی نماز کے بعد وعظ کہنے

کے لیے بیٹھے اور اس میں اُنہوں نے آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت یعنی خاندان والوں کے فضائل ومناقب بیان کرنے شروع کیے، اسی دوران میں ایک بادل سورج کے سامنے آگیا جس سے روشنی کم ہوگئی۔ اس پر ان بزرگ اور دوسرے تمام حاضرین نے یہ سمجھا کہ سورج چھپ گیا ہے، اس لیے انہوں نے مغرب کی نماز کے لیے اُٹھنے کا اِرادہ کیا، یہ دیکھ کر ان بزرگ نے لوگوں کو ہاتھ سے اشارہ کیا کہ وہ ابھی نہ جائیں، اس کے بعد انہوں نے مغرب کی جانب اپنا رُخ کر کے کہا:

لاتغربی یاشمس حتی ینتھی
مدجی لآل المصطفی ولنجله

ترجمہ: ''اے سورج اس وقت تک غروب مت ہو جب تک کہ میں آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی اولاد کی تعریفیں اور مدح ختم نہ کرلوں''

ان کان للمولی وقوفك فلیکن
ھذا الوقوف لولدہ ولنسله

ترجمہ: ''اگر تو اب سے پہلے آقائے نامدار کے لیے ٹھہرا تھا تو اِس وقت تیرا ٹھہرنا آقائے نامدار کی اولاد اور نسل کے لیے ہوگا''

ان کی اس دعا پر سورج ایک دم پھر سامنے آکر چمکنے لگا، اس واقعہ کو دیکھ کر ان بزرگ پر لوگوں نے ہدیوں اور پوشاکوں کی بارش کردی۔ یہاں تک علامہ سبط ابن جوزی کا کلام ہے''۔

(سیرت حلبیہ، جلد اوّل، نصف آخر صفحہ ۵۲۴، ۵۲۵ مطبوعہ دار اشاعت، ایم اے جناح روڈ، کراچی۔ مترجم فاضلِ دیوبند مولوی اَسلم قاسمی دیوبندی)

☆ اسی میں تھوڑا آگے علامہ حلبی معجزۂ ردّ شمس کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سورج کے دوبارہ ظاہر ہونے کا واقعہ: جہاں تک سورج کے ڈوبنے کے بعد اس کے دوبارہ ظاہر ہونے کا تعلق ہے تو یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غزوۂ خیبر میں پیش آیا ہے۔ چنانچہ حضرت اسماء بنت عمیس فرماتی ہیں کہ غزوۂ خیبر کے دوران ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی تھی، اس وقت آپ کا سر مبارک حضرت علیؓ کی گود میں رکھا ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کیفیت سورج غروب ہونے کے بعد جا کر ختم ہوئی، جب کہ حضرت علیؓ نے اس وقت تک عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی، غرض جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کیفیت سے افاقہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے کہا۔

''کیا تم نے عصر کی نماز پڑھ لی تھی؟''

انھوں نے عرض کیا۔ ''نہیں!''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔

''اے اللہ! یہ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت اور خدمت میں تھا اس لئے اس کے واسطے سورج کو لوٹا دے۔''

حضرت اسماء کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا سورج ڈوب جانے کے بعد دوبارہ نکل آیا۔

بعض محدثین نے کہا ہے کہ جس شخص کو علم سے کچھ لگاؤ اور واقفیت ہے وہ ہرگز اس حدیث سے بے خبر نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ یہ حدیث متصل ہے (حدیث متصل کی تعریف سیرتِ حلبیہ اردو قسط اول میں گزر چکی ہے) کتاب امتاع نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث حضرت اسماء سے پانچ سندوں کے ساتھ روایت ہے۔ اب اس بات سے ابنِ کثیر کا وہ قول رد ہو جاتا ہے جو پیچھے بیان ہوا

ہے کہ اس حدیث کو صرف ایک عورت نے بیان کیا ہے۔ جو بالکل غیر معروف ہے اور جس کا حال کچھ معلوم نہیں ہے۔ اسی طرح اس سے ابن جوزی کے اس قول کی بھی تردید ہوتی ہے کہ یہ حدیث بلاشبہہ موضوع یعنی من گھڑت ہے۔

کتاب امتاع میں اس حدیث کو پانچ سندوں کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے مگر پانچویں سند میں یہ لفظ ہیں کہ خیبر کے دن حضرت علیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مالِ غنیمت تقسیم کرنے میں مصروف تھے کہ اسی میں سورج غروب ہو گیا تھا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ اے علی! کیا تم نے عصر کی نماز پڑھ لی؟۔ انھوں نے کہا: نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فوراً وضو فرمایا اور مسجد میں بیٹھ کر دو یا تین کلمے فرمائے جو ایسا لگتا تھا جیسے حبشی زبان کے کلمے ہوں۔ اسی وقت سورج پہلے کی طرح عصر کے وقت میں لوٹ آیا۔ حضرت علیؓ اُٹھے اور اُنھوں نے وضو کر کے عصر کی نماز پڑھی۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اسی طرح کلمے فرمائے جیسے پہلے فرمائے تھے، جس سے سورج پھر واپس مغرب میں جا کر چھپ گیا، جس سے ایسی آواز سنائی دی جیسے آرہ چلنے کی آواز ہوتی ہے۔ مگر یہ روایت تمام سندوں کے خلاف ہے، البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس سند میں کچھ خبریں رہ گئی ہیں۔ اصل میں پہلے حضرت علی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کے مالِ غنیمت کی تقسیم میں مصروف تھے، اس کے بعد آپ ان کی گود میں سر رکھ کے سو گئے اور پھر آپ کی آنکھ اس وقت کھلی جب کہ سورج غروب ہو چکا تھا۔ اس طرح ان روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں رہتا"۔

(سیرت حلبیہ، جلد اوّل، نصف آخر صفحہ ۵۲۷، ۵۲۸ مطبوعہ دار اشاعت، ایم اے جناح روڈ، کراچی۔ مترجم فاضلِ دیوبند مولوی اسلم قاسمی دیوبندی)

☆ حضرت امام حلبی نے معجزۂ ردِ شمس کے اقرار سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حبسِ شمس (یعنی سورج کو روکے جانے) کو بھی ثابت

قرار دیا ہے، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ سیرت حلبیہ، جلد اوّل، نصف آخر صفحہ ۵۱۶، ۵۱۷ مطبوعہ دار اشاعت، ایم اے جناح روڈ، کراچی۔ مترجم فاضلِ دیو بند مولوی اسلم قاسمی دیو بندی۔

حضرت امام ابن حجر ہیتمی شافعی (متوفّٰی ۹۰۴ھ) رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے ثبوت:

☆ حضرت امام ابن حجر ہیتمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں:

أن الشمس ردت عليه لما كان رأس النبى صلى الله عليه وسلم فى حجره والوحى ينزل عليه وعلى لم يصلى العصر فما سرى عنه صلى الله عليه وسلم إلّا وقد غربت الشمس فقال النبى صلى الله عليه وسلم :(اللّٰهم إنه كان فى طاعتك وطاعة رسولك فارددعليه الشمس فطلعت بعد ماغربت)وحديث ردها صححه الطحاوى والقاضى فى الشفاء وحسنه شيخ الاسلام أبوزرعة وتبعه غيره وردوا على جمع قالوانه مرضوع وزعم فوات بغروبها فلا فائدة لردها فى محل المنع بل نقول كما أن ردها خصوصية كذلك ادراك العصر الآن أداء خصوصيَة وكرامة على أن فى ذالك أعنى ان الشمس اذا غربت ثم عادت هل يعودالوقت بعودها ترددا حكيته مع بيان المتجه منه فى شرح العباب فى أوائل كتاب الصلاة قال سبط ابن الجوزى:وفى الباب حكاية عجيبة حدثنى بها جماعة من مشايخنا بالعراق أنهم شاهدوا أبامنصور المظفربن أزدشير

القباوی الواعظ ذکر بعدالعصر هذا الحدیث ونمقه بألفاظه وذکر فضائل أهل البیت فغطت سحابة الشمس حتی ظن الناس أنها قد غابت فقام علی المنبر وأوما الی الشمس وأنشدها:

لاتغربی یاشمس حتی ینتهی
مدحی لآل المصطفی ولنجله
واثنی عنانك ان أردت ثناء هم
أنسیت اذکان الوقوف لأجله
ان کان للمولی وقوفك فلیکن
هذا الوقوف لخیله ولرجله

قالوا فانجاب السحاب عن الشمس وطلعت

(الصواعق المُحرِقه، صفحه ۱۸۰، ۱۸۱ مطبوعه النوریه الرضویه پبلشنگ کمپنی، لاهور، پاکستان۔ طبع اپریل ۲۰۱۶ء)

ترجمہ: ’’آپ کی روشن کرامات: جب آپ کی گود میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سر رکھے ہوئے تھے اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی اور حضرت علی نے نمازِ عصر نہیں پڑھی تھی تو سورج کو آپ پر لوٹا دیا گیا۔ جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی کیفیت دُور ہوئی تو سورج غروب ہو گیا۔ حضور علیہ السلام نے دُعا کی: اے اللہ! اگر یہ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں لگا ہوا تھا تو سورج کو اس کیلئے واپس لوٹا دے، تو سورج غروب ہونے کے بعد پھر طلوع ہو گیا۔

سورج کو لوٹا دینے والی حدیث کو طحاوی نے صحیح قرار دیا ہے اور قاضی نے بھی ’’الشفاء‘‘ میں اسے صحیح کہا ہے اور شیخ الاسلام ابوزرعۃ نے اسے

حسن قرار دیا ہے۔ اور دوسروں نے اس کی پیروی کی ہے۔ اور جن لوگوں نے اسے موضوع کہا ہے ان کا رد پیش کیا ہے۔ اور یہ خیال کہ سورج کے غروب سے وقت تو فوت ہو گیا تھا پس سورج کو لوٹانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ بات محل منع میں ہے، بلکہ ہم کہتے ہیں کہ سورج کا لوٹانا خصوصیت ہے، اسی طرح عصر کی نماز کا پانا اور نماز ادا کرنا حضرت علی کی خصوصیت اور کرامت ہے۔ یعنی جب سورج غروب ہو جائے پھر واپس آجائے تو کیا اس کے واپس آنے سے وقت بھی واپس آجاتا ہے، میں نے اسے مع وجوہات شرح العباب میں کتاب الصلوٰۃ کے اوائل میں بیان کیا ہے۔

اس باب میں ایک عجیب حکایت بیان کی گئی ہے جسے مجھ سے ہمارے مشائخِ عراق نے بیان کیا ہے کہ انھوں نے ابو منصور المظفر بن از دشیر القباوی الواعظ کو دیکھا کہ اس نے اس حدیث کو عصر کے بعد بیان کیا اور اس کے الفاظ کو لکھوایا اور اہلِ بیت کے فضائل کا تذکرہ کیا تو بادل نے سورج کو چھپا لیا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے خیال کیا کہ سورج غروب ہو گیا ہے۔ آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر سورج کی طرف اشارہ کر کے یہ اشعار پڑھے۔

"اے سورج! جب تک آلِ مصطفیٰ اور ان کی اولاد کے متعلق میری مدح ختم نہ ہو اس وقت تک غروب نہ ہونا، اگر تُو اُن کی ثنا کرنا چاہتا ہے تو اپنی عنان کو موڑ، کیا تو وہ وقت بھول گیا ہے جب تُو اس کی وجہ سے کھڑا ہو گیا تھا اور اگر تیرا وقوف آقا کیلئے تھا تو یہ وقوف اس کے سواروں اور پیادوں کیلئے ہو جائے"۔

کہتے ہیں کہ اتنے میں بادل چھٹ گیا اور سورج طلوع ہو گیا"۔

(الصواعق المحرقہ (اردو ترجمہ) صفحہ ۴۳۵ تا ۴۳۶ مطبوعہ شبیر برادرز، اُردو بازار، لاہور)

☆ حضرت امام ابن حجر ہیتمی رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ”قصیدۂ ہمزیہ“ کی شرح بنام ”المنح المکیہ“ میں بھی تین مقامات پر معجزۂ رَدِّ شمس کو ثابت قرار دیا ہے، تینوں اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

☆ ”وقد صح أنه صلى الله عليه وسلم ردت عليه الشمس بعد مغيبها، فعاد الوقت حتى صلى علي رضي الله عنه العصر أداء كرامة له صلى الله عليه وسلم، فكذا هنا، وطعن بعضهم في صحة هذا بما لا يجدي أيضاً“

(المنح المكية، صفحه ١٠١، مطبوعه دار المنهاج، لبنان، بيروت ـ الطبعة الرابعة: ٢٠١٦ء)

ترجمہ: ”اور یہ بات یقیناً درست ہے کہ نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے حضرت علی کی خاطر سورج کو چھپ جانے کے بعد واپس کر دیا، چنانچہ وقت لوٹ آیا، یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللّٰہ عنہ نے عصر کی نماز برکت مصطفوی سے بطور کرامت اَدا فرمائی۔ مگر بعضوں نے اس کی صحت میں بلاوجہ طعن کیا ہے“۔

☆ ”ويناسب هذه المعجزة رد الشمس له صلى الله عليه وسلم بعد ما غابت حقيقة لما نام صلى الله عليه وسلم ورأسه في حجر علي بالصهباء قرب خيبر حتى غابت الشمس ولم يمكنه ايقاظه، لاحتمال أنه يوحى اليه، فلما استيقظ، سأله صلى الله عليه وسلم: أصليت العصر؟ قال: لا، فدعا الله أن يردها عليه، لأنه كان في طاعة الله ورسوله، فردت ليصلي العصر أداءً، كرامة له صلى الله عليه وسلم، وهذا الحديث طعن في صحته جماعة، بل

جزم بعضهم بوضعه، وصححه آخرون وهو الحق، وقول أسماء في الرواية الصحيحة: (فرأيت الشمس بعد ماغربت حتى وقعت على الجبال وعلى الأرض، فقام علي فتوضأ وصلى العصر، ثم غابت) ردلزعم: أنهاوقفت ولم ترد، ولزعم: أن حركتهاانماأبطأت فقط، وفي رواية سندهاحسن: أمر صلى الله عليه وسلم الشمس فتأخرت ساعة من نهار، ومر أنهاردت عليه بعدالاسراء لما أخبرهم بعيرهم .ولايعارض ذلك كله الحديث الصحيح: لَمْ تُحْبَسِ الشَّمْسُ عَلَىٰ أَحَدٍاِلَّالِيُوشَعَ بْنِ نُوْنٍ"

(المنح المكية، صفحه۳۲۷، ۳۲۸، مطبوعه دار المنهاج، لبنان، بيروت .الطبعة الرابعة: ۲۰۱۶ء)

ترجمہ: ''غروب ہونے کے بعد سورج کالوٹایاجاناحضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کامعجزہ ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ آپ خیبر کے قریب مقامِ صہبا میں حضرت علی کی گود میں سر رکھ کر سو گئے، یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا، آپ کواس لیے اٹھایانہیں گیا کہ احتمال تھا آپ پر وحی نازل ہورہی ہے۔ چنانچہ جب آپ جاگے تو آپ نے حضرت علی سے پوچھا کہ کیا عصر کی نماز پڑھ لی؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ پس آپ نے بارگاہِ خداوندی میں دعا کی کہ سورج کوعلی پرلوٹادے، کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں تھے۔ پس سورج لَوٹادیا گیااور آپ نے اعجازِ مصطفیٰ کے جلو میں عصر کی نماز پڑھی۔ اس حدیث کی صحت میں ایک جماعت نے طعن کیاہے، بلکہ بعض نے اس کوموضوع کہاہے، جب کہ ایک جماعت نے اس کوصحیح کہاہے اوریہی حق ہے۔ حضرت اسما کی

روایت صحیحہ میں یہ قول کہ ''میں نے دیکھا کہ سورج واپس آ گیا اور اس کی روشنی زمین اور پہاڑوں پر پڑنے لگی، حضرت علی نے وضو کیا اور نماز پڑھی، پھر سورج غروب ہو گیا'' دراصل ان لوگوں کا رد ہے جنھوں نے یہ سمجھا ہے کہ اس وقت سورج لوٹایا نہیں گیا بلکہ اس کو ٹھہرا دیا گیا تھا'' اور ان کا لوگوں کا بھی جنھوں نے یہ گمان کر لیا کہ بس سورج کی رفتار کم کر دی گئی تھی۔اور یہ ساری باتیں اس حدیث کے معارض نہیں جس میں یہ کہا گیا ہے کہ 'حضرت یوشع بن نون کے علاوہ کسی کے سورج ٹھہرا نہیں''۔

☆ ''أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نام فی حجرہ وھو یوحیٰ الیہ، فغربت الشمس ولم یصل العصر، فلما سری عنہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وعلم أنہ لم یصل .دعا اللّٰہ أن یرد الشمس، فعادت حتیٰ ظھر ضوء ھا علی الحیطان، فصلیٰ ثم غابت، وفی ھٰذا کرامۃ لہ باھرۃ''

(المنح المکیۃ، صفحہ ۵۸۳ مطبوعہ دار المنھاج، لبنان، بیروت ۔الطبعۃ الرابعۃ: ۲۰۱۶ء)

ترجمہ: ''ایک مرتبہ نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم حضرت علی کی گود میں سر رکھ کر سو گئے، آپ پر وحی نازل ہونے لگی، اور اسی حال میں سورج غروب ہو گیا اور حضرت علی نے عصر کی نماز ادا نہیں کی تھی، جب آپ کو اس بات کا علم ہوا کہ حضرت علی نے عصر کی نماز نہیں پڑھی، تو آپ نے اللہ سے دعا کی کہ سورج لوٹایا جائے، چنانچہ سورج واپس آیا اور اس کی روشنی دیواروں پر پڑنے لگی، پس آپ نے نماز پڑھی پھر سورج غائب ہو گیا۔ یہ حضرت علی کی بڑی کرامت یا سرکارِ دوعالم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا واضح معجزہ ہے''

☆ حضرت امام ابن حجر ہیتمی رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ایک بزرگ حضرت شیخ اسماعیل حضرمی رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ ان کے کہنے پر سورج اپنی جگہ ٹھہرا رہا، اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

ومن كراماتـه أنه كان داخلاً لزبيدو قددنت الشمس للغروب فـقـال لها: لاتغربي حتى ندخلهافوقفت ساعة طويلة،فلما دخلها أشار اليها فاذاالدنيامُظْلِمة ولنجوم ظاهرة ظهورًا تامًا

(الفتاوى الحديثية (عربی)،حکاية اسمٰعيل الحضرمی ووقوف الشمس لـه رحمه اللّٰه تعالٰى صفحہ۵۸۴مطبوعہ دارُالتقوىٰ لِلطِّباعَةِ وَالنَّشْرِ وَالتَّوزِيع، سوريا، دمشق ـ تاريخ الطبع :۱۴۳۶ھ/۲۰۱۵ء۔ ایضاً صفحہ۳۱۶،مطبوعہ دارالمعرفة،بیروت)

ترجمہ: ”ان ((یعنی شیخ اسماعیل حضرمی)) کی کرامات میں سے یہ کرامت بڑی معروف ہے کہ وہ ایک مرتبہ شہر زبید کی طرف جا رہے تھے کہ سورج غروب ہونے کے قریب تھا، انہوں نے سورج سے مخاطب ہو کر فرمایا، اے سورج! ہمارے شہر میں داخل ہونے تک غروب نہ ہونا، آپ کے اس فرمان پر سورج کافی وقت تک ٹھہرا رہا، جب شہر میں داخل ہوئے تو سورج کی طرف اشارہ فرمایا، اشارہ فرماتے ہی دُنیا تاریک ہوگئی اور ستارے واضح طور پر مکمل دِکھائی دینے لگے“

(فتاویٰ حدیثیہ (اردو ترجمہ) صفحہ۸۵۳مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت، داتا دربار مارکیٹ، لاہور۔ مترجم مفتی شیخ فرید)

قاضی محمد بن عمر بحرق الحضرمی الشافعی (متوفّٰی ۹۳۰ھ) سے معجزۂ ردِّ شمس کا ثبوت:

☆ قاضی محمد بن عمر بحرق الحضرمی الشافعی، عنوان ''ردّالشمس وحبسهاله صلی اللّٰه علیه وسلم'' کے تحت لکھتے ہیں:

☆ وخرّج الطّحاویُّ فی "مشکل الحدیث" باسنادین صحیحین، أَنَّ النَّبیَّ صلی اللّٰه علیه وسلم کانَ یوحیٰ الیه ورأسُهُ فِی حِجْرِ علی رَضِیَ اللّٰهُ عنهُ، فلم یُصَلِّ علی العصرَ حتّیٰ غَرَبَتِ الشَّمسُ، فقالَ لَهٗ رسول اللّٰهُ صلی اللّٰه علیه وسلم: أصلیتَ العصرَ یا علی؟ قالَ: لا، فقالَ رسولُ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: اَللّٰهُمَّ انَّهُ کانَ فی طاعَتِكَ، وطاعَةِ رَسُولِكَ، فارْدُدْ عَلَیْهِ الشَّمْسَ، فَطلَعَتْ بعد ماغَرَبَتْ، وأشرقَت علیٰ الجِبال و کانَ ذالك به (الصهباء) فی غزوة (خَیْبَرَ)

(حَدَائِق الأنوار ومَطَالِعُ الأسرار فِی سِیرَة النَّبِیّ المُخْتَارِ، صفحه ۱۴۰ مطبوعه دَارُالمِنْهَاجِ، لبنان، بیروت)

ترجمہ: ''امام طحاوی نے 'مشکل الحدیث' میں دو صحیح الاسناد روایت نقل کی ہیں کہ نبی کریم صلی اللّٰه علیه وسلم پر وحی اُتر رہی تھی، اس حال میں کہ آپ کا سرِ اقدس حضرت علی کی گود میں تھا، تو ابھی حضرت علی نے نماز بھی نہ پڑھی اور سورج غروب ہوگیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللّٰه علیه وسلم نے پوچھا اے علی! کیا تم نے عصر پڑھی؟ انھوں نے عرض کی: نہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللّٰه علیه وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! علی تیری طاعت اور تیرے رسول کی اطاعت میں لگا ہوا تھا، لہٰذا اس

کے لیے سورج کو پلٹا دے۔ چنانچہ سورج غروب ہو جانے کے بعد نکل آیا، اور اس کی شعاعوں سے پہاڑ چمکنے لگے۔ یہ واقعہ غزوۂ خیبر کے موقع پر مقامِ صہبا کا ہے"۔

حضرت شیخ عبدالحق محدّثِ دہلوی سے معجزۂ ردِّ شمس کا روشن ثبوت:

☆ حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے "مدارج النبوۃ" میں معجزۂ ردِّ شمس کا اثبات اور منکرین کے شبہات کا رد کیا ہے، ملاحظہ ہو:

"از وقایع این غزوه آنست که چوں آنحضرت **صلی اللّٰہ علیہ وسلم** بعداز رجوع از خیبر بمنزل صہباء رسید وباصفیہ زفاف کرددرھمیں منزل نماز عصر گذارد وبعد از گزاردن نماز سر مبارك در کنار علی **رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ** که نهاده بودودرروایتی آمده که بخواب رفت تا آثار وحی بر آں حضرت ظاهر شدن گرفت وعلی نماز دیگر نگذارده بودو زمان وحی چنان دراز شد که آفتاب غروب کر ده چون منجلی گشت حضرت ازعلی رضی اللّٰہ عنه پرسید که نماز عصر گزار ده؟ گفت لا یارسول اللّٰہ نگزارده ام، حضرت مناجات کردو گفت خداوندا اگر علی درطاعت تو وطاعت رسول تو بود آفتاب رابرائے وے باز گردان که نمازِ عصر بگذاردپس حق تعالٰی مسالت حبیب خود را اجابت کرد وآفتاب بعد ازان که بمغرب فرورفته بود طالع شد چنا نکه شعاع آن بر کوه وهامون بتافت وخلایق برای العین مشاهده کردند وعلی وضو کردنماز دیگر گذاردوبدانکه حبس شمس

وردآن از حضرت صلی اللہ علیہ وسلم درسہ مواضع روایت کردہ اند یکی بعد از شب اسری کہ چون آنحضرت خبرداد کہ دران شب بعد از آں طرف قافلہ قریش رادرراہ دید وعلامتی نیز ذکر کرد کہ شتری ازاں گر یختہ بودوبعضی ازاھل قافلہ در پئی آن میدویدندپس گفتند کہ بگوکی میرسد آن قافلہ فر مودروز چھار شنبہ وچون روز چھار شنبہ شدنگران شد ند قریش کہ قافلہ کی میر سد ورروز گذشت ونیا مدقافلہ پس دعا کردآنحضرت وزیادہ کردہ شددرساعتی بحبس شمس پس رسید قافلہ روایت کر دہ است این حدیث رایونس بن بکر در مغازی از ابن اسحق وھمچنین روایت کردہ شدہ است حبس شمس مر آنحضرت را روزخندق وقتی کہ مشغول گردانیدہ شد ازصلٰوۃ عصر چنانکہ در بعضے روایات آمدہ است ومشھورآنست کہ قضا کردبعدازغروب دیگراین حدیث ست کہ فوت شداز علی مرتضٰی نماز عصر پس دعا کرد وآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ورد کردہ شد آفتاب پس گزاردوی رضی اللہ عنہٗ نماز وتکلم کر دہ اند علمای حدیث دریں احادیث وگفتہ اند کہ اینھا مخالفند ھمہ حدیث صحیح راکہ درباب یوشع بن نون علیہ السلام آمدہ است کہ ازانجااختصاص حبس شمس بیوشع معلوم میگرددوآن حدیث اینست کہ درمشکٰوۃ از بخاری ومسلم ازابی ھریرۃ آوردہ کہ گفت گفت رسول خدا صلی اللہ

علیہ وسلم بر آمد بغزا پیغمبری از پیغمبر ان و گفتہ اند کہ
مراد باین پیغمبر یوشع بن نون ست **علیہ السلام** پس قریب
شد بقریہ نزدیك نماز دیگر ونزدیك شد کہ آفتاب غروب
کند پس فر مود آن پیغمبر مر آفتاب راکہ تو ماموری ومن نیز
ماموروم ومناجات کرد بخدا وفرمود خدا وند احبس کن
ونگار ھدار آفتاب رابرماپس حبس بہ سہ صورت متصور
راست ۱-برد کردن بر اوراج ۲-یاتو قف بے رو۳-یا بابطاء
سیروی پس حبس کر دہ شد آفتاب تافتح کرد خدائے تعالیٰ
قریہ رابروی واگر چہ درین روایت اختصاص حبس بیوشع
مذکور نیست اما درروایت دیگر آمدہ کہ فرمود
آنحضرت **لم یحبس الشمس علی احدالا یوشع بن نون**
چنانکہ در مواھب آوردہ کہ قتال کرد یوشع جبارانرا
روز جمعہ وچون نزدیك بغروب رسید ترسید کہ غائب
گرددآفتاب پیش ازان کہ فارغ گردد ازقتال ودر آیدیوم
سبت پس جلال نباشدمرادہ ولاقتال پس دعا کردخدارا، پس
ردکرد وی تعالیٰ تا فارغ گشت ازقتال ایشان وبعضی از
علماء جمع کردہ اند میان آں احادیث مذکورہ وحدیث
یوشع بآن کہ احتمال دارد کہ مرادآن باشد کہ حبس کردہ
نشدازجملہ انبیاء ماتقدم برای غیر یوشع علیھم السلام
یاحبس کردہ نشد برای ھیچ یکی از انبیاغیرمن مگربرای
یوشع ومآل ھر دو معنی یکی ست یاصدوراین حدیث یوشع
ازاں حضرت پیش ازوقوع رد شمس باشد بروی **صلی اللہ**

علیه وسلم درین مواضع۔ واللّٰہ اعلم۔
پس معلوم شد که تکلم محدثین درر د وحبس شمس مخصوص بحدیث علی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہٗ نیست بلکه درسائر مواضع ثلثه است که واقع شده است درآن واما کلام درحدیث ردشمس برای علی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہٗ انچه علماء گفته اند نقل کنیم بے ثبوت تعصب وتعسف وما علینا الا البلاغ ودر مواهب لدنیه گفته روایت کر ده است این حدیث راطحاوی که از اکابر علماء حنفیه است ودراصل شافعی ورجوع کرداز اں بحنفیه در شرح مشکوٰة الآثار وحکایت کر ده است قاضی عیاض مالکی وگفت طحاوی که احمد بن صالح که از ثقات علماء حدیث ست در مرتبه احمد بن حنبل می گفت سزاوار نیست مر کسی راکه از سبیل وی علم ست تخلف وتغافل از حدیث اسماء زیرا که وی از علامات نبوت است وبعضی گفته انداین حدیث صحیح نیست وابن جوزی اورادرموضوعات ذکر کر ده وگفته است این موضوع ست بے شك در سند وی احمد بن داؤد ست ووی متروك الحدیث کذاب ست چناچه دارقطنی گفته است وابن حبان گفته وضع میکر دحدیث راونیز ابن جوزی گفته که روایت کر ده است این حدیث راابن شاهین وگفته این حدیث باطل واز غفلت واضع اواست که نظر کر ده است بصورت فضیلت وتصورنکر ده عدم فایده آن راوندانسته که صلوة عصر بغیبوبت آفتاب قضا گر دید ورجو

ع شمس ادانمی کردآں را وبتحقیق افراد کر ده است ابن تیمیه تصنیفی علیحده دررد برروافض وذکر کر ده است حدیث رابطریق وی ورجال وی گفت که وی موضوع است وگفته که عجب ست از قاضی عیاض باجلالت قدروی وعلوخطروے درعلوم حدیث چگونه ساکت ماندازوی ابهام کننده صحت اورا ونقل کننده ثبوت اورا گفتکاتب حروف **عفا اللّٰه عنه** که قول این قائل که نماز عصر بغروب آفتاب قضا گشت ورجوع شمس ادا نمی گرداند اور امحل نظرست زیرا که قضا بر تقدیری کرد که آفتاب باقی ماند بر غیبوبت وفوائت وقت اما اگر وقت نیز عاید گر دد چرا ادا نشودومعنی ادا نیست مگر وقوع نماز در وقت اگر چه باعادۂ وقت باشد ونیز بعد ازاعتراف بجلالت قدرقاضی عیاض وعلو خطر وی مناسبت توقف وترددست نه جزم بیطلان وانکارباوجودیکه مثل طحاوی واحمدبن صالح آنراتصحیح کرده باشند وابن جوزی مستعجل ست در حکم بوضع وادعای آن وثوق نیست بقول وی درین باب چنانکه شیخ ابن حجر عسقلانی درحدیث **سد واکل باب الا علی** که ادعاء کر ده است ابن جوزی وضع آنرامستعد بصحت حدیث **سد واکل خوخة الاخوخةابی بکر** گفته است ودر تاریخ مدینۂ مطهره آنراذ کر کر ده ایم وشیخ محمد سخاوی در مقاصد حسنه میگوید که گفته است احمد **لا اصل له** وتبعیت کرده است اوراابن جوزی وآورده است آنرادر موضوعات وتصحیح کرده است

آنرا طحاوی وقاضی عیاض وتخریج کر ده است ابن منده
وابن شاهین از حدیث اسماء بنت عمیس وابن مردویه از
حدیث ابی هریره۔انتهٰی۔ ونیزمواهب گفته که روایت کر ده
است آنراطبرانی در معجم کبیر باسناد حسن چنانکه
حکایت کرده است شیخ الاسلام بن عراقی در شرح تقریب
از اسماء بنت عمیس وحافظ ابن کبیر گفته که از حدیث
یوشع معلوم شد که رد شمس از خصائص یوشع است پس
دلالت کنند بر ضعف حدیثی که روایت کر ده شده است
درردشمس برای علی رضی اللہ عنہٗ وتصحیح کرده است
آنرا احمد بن صالح مصری ولیکن نقل کرده نشده است
در کتب صحاح وحسان باوجودتوفرروداعی برنقل وی
ومتفردشدبنقل وی زنی ازاهل بیت مجهوله که شناخته نمی
شود حال وی انتهٰی۔ پوشیده نماند که قول وی ذکر کرده
نشده است در کتب صحاح وحسان منظورفیه است بآنکه
چون طحاوی واحمد بن صالح وطبرانی وقاضی عیاض قائل
اند بصحت وحسن آن وذکر کرده اندرکتب خودو قول
بآنکه ذکر کرده شده است در کتب صحاح وحسان درست
نباشد ولازم نیست که جمیع کتب صحاح وحسان
مذکور گرددونیز قول بجهالت وعدم معرفت حال اسماء بنت
عمیس ممنوع است زیراکه وی امراۃ جمیله جلیله عاقله
کیِّسه است که احوال وی معلوم ومعروف ست وبود وی
تحت جعفربن ابی طالب وزائید برائے وی عبداللّٰه بن

جعفر راو بود در تحت ابی بکر وزائید برای وی محمد بن ابی
بکر را بعد ازاں بود در تحت علی بن ابی طالب وزائید برای
ویحیی را و بعضی مردم گویند که تخلف علی مرتضی
راگذاردن نماز همراه آنحضرت **صلی اللّٰہ علیه وسلم**
وتاخیر آن بعید ست وهیچ بُعدی ندارد وحوادث وحوایج
بسیار است که مثل این امور ازوی می زاید وروایت کرده
اند که آنحضرت **صلی اللّٰہ علیه وسلم** علی را **رضی اللّٰہ**
عنهٗ بعد از نماز بکاری فرستاده بود و کارها درغزوۂ خیبر
بسیار بود بوی **رضی اللّٰہ عنهٗ** وبعد از رفتن علی نماز عصر
گذارده باشد وعلی حاضر نبود وآنرا پس واقع شد انچه
شد۔ **واللّٰہ اعلم بحقیقت حال**"۔ انتہٰی ۔

(مَدارجُ النُّبوّت فارسی، جلد۲ صفحہ ۲۵۲ تا ۲۵۵ مطبوعہ النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی،
گچارشید روڈ، بلال گنج، لاہور)

ترجمہ: ''حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نمازِ عصر کے لیے آفتاب کو
لَوٹانا: ''غزوۂ خیبر کے واقعات میں سے ایک یہ ہے کہ جب حضورِ اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم واپسی پر منزلِ صہبا پہنچے، سیّدہ صفیہ رضی اللہ
عنہا سے زفاف فرمایا اور اسی منزل میں نمازِ عصر ادا فرمائی۔ نماز پڑھنے
کے بعد سر مبارک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے زانو پر رکھا۔
ایک روایت میں ہے کہ آپ سو گئے یہاں تک کہ وحی کے آثار نمودار
ہوئے۔ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجھہ نے نمازِ عصر نہیں پڑھی تھی اور نزولِ
وحی کی مدت اتنی طویل ہوگئی کہ آفتاب غروب ہوگیا۔ جب حضور
صلی صلی اللہ علیہ وسلم پر سے وحی کی کیفیت ختم ہوئی تو حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا "کیا نمازِ عصر پڑھ لی؟" عرض کیا "نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے نہیں پڑھی"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مناجات کی اور کہا "اے رب اگر علی رضی اللہ عنہ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھے تو آفتاب کو حکم دے کہ لوٹ آئے تا کہ وہ نمازِ عصر ادا کرلیں"۔ حق تبارک وتعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا کو قبول فرمایا باوجودیکہ آفتاب غروب ہو چکا تھا دوبارہ طلوع ہوا یہاں تک کہ اس کی شعاعیں پہاڑوں اور ٹیلوں پر پڑنے لگیں اور مخلوقِ خدا نے آنکھوں سے دیکھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حبسِ شمس کے واقعات: سورج کو روکنا اور اُسے لوٹانا تین مقامات میں وارد ہوا ہے۔ ایک شبِ معراج کے بعد جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ اس رات واپسی پر قریش کے قافلہ کو میں نے راہ میں دیکھا اور یہ نشانی بھی بتائی کہ اُن کا ایک اونٹ بھاگ گیا تھا اور قافلہ کے کچھ لوگ اس کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ اس پر قریش کے لوگوں نے پوچھا "بتایئے وہ قافلہ کب تک یہاں پہنچے گا"۔ فرمایا "بدھ کے دن" جب بدھ کا دن آیا تو قریش اس قافلہ کا انتظام کرنے لگے کہ کب پہنچتا ہے یہاں تک کہ دن تمام ہونے لگا او رقافلہ نہیں آیا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی چنانچہ اس دن سورج کو غروب ہونے سے حق تعالیٰ نے ایک گھنٹہ کے لیے روک دیا۔ پھر قافلہ پہنچ گیا۔ اس حدیث کو یونس بن بکر نے ابن اسحٰق کے مغازی میں بیان کیا ہے۔

دوسرا واقعہ حبسِ شمس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے روزِ خندق میں بیان کیا گیا ہے جبکہ اس جنگ میں نمازِ عصر قضا ہو گئی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کی اور جیسا کہ بعض روایتوں میں آیا ہے۔ مشہور یہ ہے کہ بعد از غروبِ آفتاب قضا پڑھی تھی اور تیسرا واقعہ یہ ہے کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی نمازِ عصر قضا ہو گئی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کی اور سورج لوٹایا گیا اور اُنہوں نے نماز ادا کی۔

ان حدیثوں میں محدثین کلام کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ سب حدیثیں اس صحیح حدیث کے مخالف ہیں جو حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے باب میں آئی ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں سورج کو روکنا حضرت یوشع علیہ السلام کے ساتھ خاص ہونا معلوم ہوتا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے جسے "مشکوٰۃ" نے بخاری و مسلم سے بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انبیاءِ سابقین میں سے ایک نبی علیہم السلام جہاد کیلئے نکلے۔ کہتے ہیں کہ اس سے مراد یوشع بن نون علیہ السلام ہیں۔ جب وہ نمازِ عصر کے وقت بستی کے قریب ہوئے اور قریب تھا کہ آفتاب غروب ہو جائے۔ اس پر اس نبی نے آفتاب کو حکم دیا کہ تُو بھی مامور ہے اور میں بھی مامور ہوں۔ خدا سے دعا کی کہ "اے خدا سورج کو رُکنے کا حکم دے کہ وہ ہمارے لیے ٹھہرا رہے" چنانچہ اس رُکنے کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ غروب کے بعد واپس لوٹایا جائے۔ ایک یہ کہ لوٹائے بغیر روکے رکھا جائے۔ ایک یہ کہ اس کی رفتار کو سُست کر دیا جائے۔ چنانچہ آفتاب کو روک دیا گیا اور حق تعالیٰ نے اس بستی کو

ان پر فتح کرا دیا۔ اگر چہ اس روایت میں حبسِ آفتاب یوشع علیہ السلام کیلئے خاص کر کے مذکور نہیں ہے۔ لیکن ایک اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَمْ تُحْبَسِ الشَّمْسُ عَلٰی اَحَدٍ اِلَّا یُوْشِعَ بِنْ نُوْنٍ۔ کسی پر آفتاب کو نہیں روکا گیا مگر یوشع بن نون پر۔

چنانچہ ''مواہب'' میں مذکور ہے کہ حضرت یوشع علیہ السلام جمعہ کے دن ظالموں سے جنگ کر رہے تھے جب آفتاب کے غروب کا وقت قریب ہوا تو خوف کیا اگر آفتاب جنگ کے ختم ہونے سے پہلے غروب ہو گیا تو ہفتہ کا دن شروع ہو جائے گا تو ہمیں اس دن جنگ کرنا حلال نہ ہوگا۔ انہوں نے خدا سے دعا کی اور حق تعالیٰ نے آفتاب کو رد فرمایا یہاں تک کہ وہ جنگ سے فارغ ہوئے۔

بعض علماء ان مذکورہ حدیثوں اور یوشع بن نون علیہ السلام کی حدیث کے درمیان اس طرح موافقت کرتے ہیں کہ ممکن ہے کہ مراد یہ ہو کہ انبیاءِ سابقین علیہم السلام میں حضرت یوشع علیہ السلام کے سوا کسی کے لیے حبسِ شمس نہیں کیا گیا یا یہ مراد ہو کہ میرے سوا کسی نبی کیلئے حبسِ شمس نہیں کیا گیا مگر یوشع علیہ السلام کیلئے۔ دونوں احتمالات کا نتیجہ اور معنی ایک ہی ہیں۔ یا یہ بات ہو کہ یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حبسِ شمس یا رَدِّ شمس کے وقوع سے پہلے صادر ہوئی ہو۔ واللہ اعلم۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ رَدِّ شمس یا حبسِ شمس کے بارے میں محدثین کا کلام حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بارے میں خاص نہیں ہے بلکہ ان تینوں مواقع میں جو مذکور ہوئیں ان میں کلام ہے۔

اب رہا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کیلئے ردِ شمس کی حدیث میں کلام! تو جو کچھ علماء نے بیان کیا ہے ہم بغیر تعصب و تعسف کے اُنہیں نقل کرتے ہیں۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلاغُ۔ چنانچہ ''مواہب لدنیہ'' میں ہے کہ اس حدیث کو امام طحاوی (فائق علی البخاری) جو کہ اکابر علماءِ احناف میں سے ہیں وہ اصل میں شافعی المذہب تھے۔ اس سے انہوں نے مذہب حنفی کی طرف رجوع فرمایا۔ انہوں نے ''شرح مشکوٰۃ الآثار'' میں نقل کیا ہے، جسے قاضی عیاض مالکی نے نقل کیا ہے۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ احمد بن صالح، محدثین میں بڑے ثِقہ بزرگ و عالم ہیں وہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں فرماتے ہیں کہ کسی ایسے شخص کو جسے علم میں دسترس ہو لائق نہیں ہے کہ وہ سیّدہ اسماء رضی اللّٰہ عنہ بنت عُمیس کی حدیث کے حفظ میں تخلف و تغافل کرے اور اس لیے کہ ان کی حدیث نبوت کی علامتوں اور نشانیوں میں سے ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور ابن جوزی نے تو اسے موضوعات میں شمار کیا ہے۔ بلاشبہ اس حدیث کی سند میں احمد بن داؤد ہے اور یہ شخص متروک الحدیث اور کذاب ہے۔ جیسا کہ دارقطنی نے کہا ہے۔ ابن حبان بھی یہی کہتے ہیں کہ وہ حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ نیز ابن جوزی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو ابن شاہین نے نقل کر کے کہا کہ یہ حدیث باطل ہے اور اس کے وضع کرنے والے کی غفلت ظاہر ہے کہ اس نے فضیلت کی ظاہری صورت تو دیکھ لی۔ اس کے عدم فائدہ پر غور نہ کیا، یہ نہ جانا کہ نماز عصر غروبِ آفتاب سے قضا ہو جاتی ہے اور رجوعِ شمس سے یہ ادا نہیں ہو سکتی۔

ابنِ تیمیہ نے روافض کے رد میں ایک مستقل کتاب ((منہاج

السنۃ)) لکھی ہے۔ اس کتاب میں اس حدیث کو نقل کر کے اس کی سند اور اس کے راویوں کے بارے میں کہا ہے کہ یہ وضعی ہے۔ کہا کہ تعجب ہے کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ باوجود اپنی اتنی جلالتِ قدر اور علوِ مرتبت کے جو اُنہیں علومِ حدیث میں حاصل ہے کس طرح اس میں خاموش رہے، اس کی صحت کو مبہم رکھا اور اس کا ثبوت نقل نہیں کیا۔ کاتب حروف عفا اللہ عنہ (یعنی شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ اس قائل کا یہ کہنا کہ غروبِ آفتاب سے نمازِ عصر قضا ہو جاتی ہے اور رجوعِ شمس سے ادا نہیں ہو سکتی، محلِ نظر ہے۔ اس لیے کہ قضا اس صورت میں ہوتی ہے جبکہ آفتاب غیوبت میں قائم و باقی رہے اور وقت فوت ہو جائے۔ لیکن اگر وقت بھی لوٹ آئے تو کیوں ادا نہیں ہو سکتی، کیونکہ ادا کے معنی یہی ہیں کہ اس کے وقت میں نماز ادا کی جائے۔ اگرچہ یہ اعادۂ وقت سے ہو۔ نیز حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی جلالتِ قدر اور علوِ مرتبت کے اعتراف کے بعد تردد وتوقف مناسب ہے؟ (مطلب یہ کہ جب ان کے مرتبہ وکمال اور مقام کا اعتراف ہے تو اب اس میں تردد وتوقف کیوں کرتے ہو۔ اس میں غور وفکر کرنا چاہیے) نہ کہ اس کے بطلان وانکار پر یقین کرنا چاہیے۔ اس کے باوجود کہ امام طحاوی اور احمد بن صالح جیسے اکابر سے اس کی صحت ظاہر ہو چکی ہو۔ بات یہ ہے کہ ابنِ جوزی وضع کا حکم کرنے اور اس کا ادعا کرنے میں بڑا جلد باز ہے۔

اس بات میں اس کا قول موثق اور لائقِ اعتنا نہیں ہے۔ جس طرح کہ شیخ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث میں دعویٰ کیا ہے کہ سَدُّوْا کُلَّ بَابٍ اِلَّا بَابَ عَلِیٍّ (مسجدِ نبوی کی طرف تمام دروازوں کو بند کر دو بجز

علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے) ابن جوزی نے اس کو وضع قرار دینے میں مستعد ہو کر اس طرح صحتِ حدیث بیان کی ہے کہ فرمایا: سُدُّوْا کُلَّ خَوْخَۃٍ اِلَّا خَوْخَۃَ اَبِیْ بَکْرٍ (ہر دروازہ کو بند کر دو بجز ابوبکر کے دروازے کے) ''تاریخ مدینہ منورہ'' میں ہم نے اسے بیان کیا ہے۔ شیخ محمد سخاوی ''مقاصدِ حسنہ'' میں فرماتے ہیں کہ امام احمد نے کہا ''لا اصل لہ'' یعنی اس کی کوئی اصلیت نہیں اور ابن جوزی نے ان کی پیروی کرتے ہوئے اسے موضوعات میں نقل کر دیا ہے حالانکہ امام طحاوی اور قاضی عیاض رحمہما اللہ نے اسے صحیح قرار دیا اور ابن مندہ اور ابن شاہین سے اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس کی حدیث کو اور ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے۔ (انتہیٰ)

نیز ''مواہب'' میں منقول ہے کہ اس حدیث کو طبرانی نے ''معجم کبیر'' میں باسنادِ حسن روایت کیا ہے جس طرح کہ شیخ الاسلام بن عراقی نے ''شرح تقریب'' میں اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس سے نقل کیا ہے اور حافظ ابنِ کثیر نے فرمایا کہ ''یوشع کی حدیث سے معلوم نہ ہوا کہ ردِّ شمس حضرت یوشع علیہ السلام کے خصائص میں سے ہے۔ لہٰذا وہ حدیث جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے رَدِّ شمس میں روایت کی گئی ہے ضعف پر دلالت کرتی ہے اور اس حدیث کی صحت احمد بن صالح مصری نے بیان کی ہے لیکن کُتُب صحاح و حسان میں نقل نہیں کیا گیا۔ باوجود تجسس و تلاش کے حسن و منفرد ہی یہ حدیث منقول ہے کیونکہ اہلِ بیت میں سے ایک مجہول و غیر معروف عورت نے نقل کیا جس کا حال کسی کو معلوم نہیں ہوا''۔ (انتہیٰ)

مخفی نہ رہنا چاہیے کہ ان کا یہ کہنا کہ ''کُتُب صحاح میں ذکر نہیں کیا گیا اور

حسن ومنفرد ہے'' یہ قابلِ غور وفکر ہے کیونکہ جب امام طحاوی، احمد بن ابی صالح، طبرانی، قاضی عیاض رحمہم اللہ اس کی صحت، اس کے حَسن ہونے کے قائل ہیں اور اُنہوں نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ تو اب اُن کا یہ کہنا کہ کُتُبِ صحاح وحسان میں ذکر نہیں کیا درست نہ ہوگا۔ لازم نہیں ہے کہ تمام ہی کُتُبِ صحاح وحسان میں مذکور ہوں، نیز ان کا یہ کہنا ''اہلِ بیت میں سے ایک مجہول وغیر معروف عورت نے نقل کیا ہے جس کا حال کسی کو معلوم نہیں''۔ یہ بات سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا بنت عُمیس کے حال کے بارے میں کہنا ممنوع ہے اس لیے کہ وہ جمیلہ وجلیلہ، عاقلہ ودانا عورت ہیں اور ان کے احوال معلوم ومعروف ہیں۔ وہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کی زوجیت میں تھیں اور ان سے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ تولد ہوئے تھے۔ اس کے بعد وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں آئیں۔ ان سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے، ان کے بعد وہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں آئیں اور ان سے یحیٰ بن علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے سے رہ جانا اور اس میں تاخیر کرنا بعید ہے حالانکہ اس میں کوئی بُعد نہیں ہے اور ایسے حوادث وحوائج بہت ہیں جن کی بنا پر ایسے امور رونما ہو سکتے ہیں۔ مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو (ظہر) کی نماز کے بعد کسی کام سے بھیجا تھا۔ غزوۂ خیبر کے کام بہت زیادہ تھے۔ ان کے جانے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عصر ادا کی

ہوگی اور اس میں علی المرتضٰی کرم اللہ وجهه شریک نہ ہوئے تھے۔اس بنا پر یہ واقعہ رونما ہوا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ حقیقت جانتا ہے''

(مدارج النبوت، جلد۲صفحہ۳۰۷تا۳۱۰ مطبوعہ شبیر برادرز، زبیدہ سنٹر، ۴۰-اردو بازار، لاہور۔مترجم مولانا غلام معین الدین نعیمی)

حضرت علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْه سے ثبوت:

☆ حضرت مخدوم سندھی کی کتاب ''بذل القوۃ'' کا ترجمہ مولوی یوسف لدھیانوی دیوبندی نے کیا ہے، اس کتاب کے اردو ترجمہ کا وہ اقتباس ملاحظہ کریں جس میں آپ نے حدیثِ رَدِّشمس کو حَسَن قرار دیا گیا ہے:

''رَدِّشمس کا واقعہ: اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپسی پر مقامِ ''صہبا'' پر پہنچے تو حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللّٰہ عنہ کیلئے رَدِّشمس کا واقعہ پیش آیا۔اس کا قصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ عصر سے فارغ ہوئے تو حضرت علی رضی اللّٰہ عنہ کے زانوں پر سر مبارک رکھ کر لیٹ گئے اور اسی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ وحی شروع ہوا۔حضرت علیؓ نے کسی عذر کی بنا پر ابھی تک نماز نہیں پڑھی تھی۔مگر انھوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور وحی کے احترام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے آگاہ نہیں کیا۔اسی اثنا میں آفتاب غروب ہوگیا،غروب کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپؐ نے دعا فرمائی کہ ''یا اللہ !علیؓ تیری اور تیرے رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی اطاعت میں تھے،ان کی خاطر سورج کو واپس کر دیجئے۔غروب کے بعد آفتاب پھر نکل آیا، اور حضرت علیؓ نے نماز ادا کی، یہ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا معجزہ اور حضرت علیؓ کی کرامت تھی۔

رَدِّ شمس کی اس حدیث کو بعض محدثین نے صحیح، بعض نے حسن اور بعض نے ضعیف کہا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ یہ نہ (اصطلاحِ محدثین کے مطابق) صحیح ہے، نہ ضعیف، بلکہ حسن ہے"۔

(بذل القوة ترجمہ بنام عہدِ نبوت کے ماہ وسال صفحہ ۲۴۱، ۲۴۲ مطبوعہ دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی۔ طبع ۱۹۹۰ء)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْه سے ثبوت:

☆ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی ایمانِ والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِثبات پر لکھی گئی کتاب کا ترجمہ ڈاکٹر محمود الحسن عارف دیوبندی نے کیا ہے، اس کتاب میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے بھی معجزۂ رَدُّ الشمس کو صحیح قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:۔

"حالانکہ آپ ؐ کا مقام تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج کو ڈوبنے کے بعد لوٹایا۔ یہاں تک کہ آپ نے عصر کی نماز ادا کی، جیسا کہ امام الطحاوی نے لکھا ہے، اور کہا ہے کہ یہ حدیث ثابت ہے۔ سو اگر سورج کا لوٹنا فائدہ مند نہ ہوتا اور اس سے گیا ہوا وقت دوبارہ حاصل نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ آپ کے لیے اسے واپس کیوں لوٹاتے؟"۔

(تقدیس والدینِ مصطفیٰ صفحہ ۱۲۴ مطبوعہ شاہ نفیس اکیڈمی، ۱۱/۲۷ سعدی پارک، مزنگ، لاہور)

شاہ ولی اللہ دہلوی سے معجزۂ رَدِّ شمس کا ثبوت:

☆ شاہ ولی اللہ دہلوی نے معجزۂ رَدِّ شمس کو اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"قُرِئَ على شيخنا ابى طاهر محمد بن ابراهيم الكردى المَدَنى وانا اسمع فى بيته بظاهر المدينة المشرفة سنه ۱۱۴۴ھ قال اخبرنى ابى الشيخ ابراهيم بن الحسن

الکردی ثم المَدَنی اخبرناشیخناالامام صفی الدین احمدبن محمدالمدنی عن الشمس الرملی عن الشیخ زین الدین زکریاء عن اعزّالدین عبدالرحیم بن محمدالفرات عن ابی الثناء محمودبن خلیفةالمُنجی عن الحافظ شرف الدین عبدالمومن خلف الدمیاطی عن ابی الحسن علی بن الحسین ابن المقیر البغدادی عن الحافظ ابی الفضل محمد بن ناصر السلامی الحنبلی بسماعه عن الخطیب ابی الطاهر محمد بن احمد بن محمدبن ابی الصقرالانباری۴۷۳ھ بقرأته علی ابی البرکات احمدبن عبدالواحدبن الفضل بن نظیف بن عبداللّٰه القراء بمصر۴۲۸ھ بسماعه علی ابی محمدالحسن بن رَشیق العسکری حدثناابوبشرٍمحمدبن احمدبن حمادالانصاری الدولابی قال حدثنی اسحاق بن یونس حدثنا سو ید بن سعید عن المطلب بن زیادعن ابرا هیم بن حبان عن عبداللّٰه ابن الحسن عن فاطمة بنتِ الحسین عن اَسماء بنت عُمیس قالت کان رأسُ رسولِ اللّٰه صلی اللّٰه علیه واٰله وسلم فی حجرِ علیّ وکان یُوحٰی الیه فلما سُرّی عنه قال له یاعلیُّ صلیتَ الفرض؟ قال لا ۔ قال اللّٰهم انك تعلم انه کانَ فی حاجَتِك وحاجةِ رسولِك فرُدَّ علیه الشمسَ فَرَدّهاعلیه فَصَلّٰی وغابت الشمسُ قرئ علی شیخنا ابی طاهروانا اسمع عن ابیه الشیخ ابراهیم الکردی عن احمد بن محمد بن المدنی الشهیر بالقُشاشی عن الشمس

محمد بن احمد بن حمزة الرملی اجازةً عن الشیخ زین الدین ذکریا ء عن ابی الفُرات عن عمر بن الحسن المَرَاغی عن الفخر ابن البخاری عن ابی جعفر الصدلا نی عن فاطمة بنتِ عبداللّٰه الجوزوانیة عن ابی بکرمحمدبن عبداللّٰه الا صبهانی عن الحافظ ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی فی الکبیر حدثنا جعفر بن احمد بن سنان الواسطی حدثنا علی بن المنذر حدثنا محمدبن فُضیل حدّثنا فُضیل بن مرزوق عن ابراهیم بن الحسن عن فاطمة بنت الحسین بن علی عن اسماء بنت عمیس قالت کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه واٰله وسلم اذانزَل علیه الوحیُ یکادُ یُغشی علیه فاُنزِلَ علیه یوماًوراسه فی حجر علیّ حتی غابت الشمس فرفع رسولُ اللّٰه صلی اللّٰه علیه واٰله وسلم رأسه فقال له صلیتَ العصر یا علی؟ قال لا یارسولَ اللّٰهِ فدعا اللّٰه تعالیٰ فَرَدَّعلیه الشمس حتی صلی العصر قالت فرایتُ الشمسَ بعدَ مَا غابت حین رُدَّتْ صلی العصر۔قال الحافظ جلال الدین السیوطی فی جُزء "کشف اللبسِ فی حدیثِ رد الشمس "ان حدیث ردالشمس معجزةٌ لنبیّنا محمدٍ صلی اللّٰه علیه واٰله وسلم صححه الامامُ ابو جعفر الطحاوی وغیرُه واَفْرَطَ الحافظ ابوالفرج بن الجوزی فاورده فی کتاب الموضوعات وقال تلمیذُه المحدّث ابو عبداللّٰه محمد بن یوسف الدمَشقی الصالحی فی جُزء "مُزِیْلُ اللّبْسِ عَنْ حَدِیْثِ رَدِّ الشَّمْسِ "اعلم ان هذا

الحدیث رواہ الطحاوی فی کتابہ "شرح مشکل الآثار" عن اسماء بنت عمیس من طریقین وقال ھذان الحدیثان ثابتان ورُواتھما ثِقاتٌ ونقلہ قاضی عیاض فی الشفاءِ والحافظ ابن سیّد الناس فی "بشری اللّبیب" والحافظ علاء الدین المغلطائی فی کتاب "الزّھر الباسِم" وصححہ ابوالفتح الازدی وحسنہ ابو زرعۃ بن العراقی وشیخنا الحافظ جلال الدین سیوطی فی 'الدرر المنتشرہ فی الا حادیث المشتھرہ" وقال الحافظ احمد بن صا لح ونا ھیک بہ لا ینبغی لمن سبیلہ العلم التخلف عن حدیث اسماء لا نہ من اجلّ علا مات النبوۃ وقد انکر الحفاظ علی ابن الجوزی ایرادَہ الحدیث فی کتاب الموضوعات قلتُ واخر جہ الطحاوی فی مشکل الآثار من طریقین احدھما طریق فضیل بن مرزوق عن ابراھیم بن الحسن عن فاطمۃ بنت الحسین نحوالذی کتبنا ہ بمعناہ والثانی حدثناعلی بن عبدالرحمٰن بن محمد بن المغیرۃ حدثنا احمد بن صالح حدثنا ابن ابی فدیک حدثنی محمد بن موسیٰ عن عون بن محمد عن امّہ ام جعفر عن اسماء ابنۃ عُمیس ان النبی صلی اللّٰہ علیہ واٰلہ وسلم صلی الظھر بالصھباء ثم ارسل علیا فی حاجۃٍ فر جعَ وقد صلی النبیُّ صلی اللّٰہ علیہ واٰلہ وسلم العصر فوضع النبیُّ صلی اللّٰہ علیہ واٰلہ وسلم رأسہ فی حجر علیّ فلم یُحَرِّکہ حتی غابت الشمسُ فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ واٰلہ وسلم اللّٰھُمَّ ان عبدَکَ علیا احتبس

بنفسه على نبيّك فَرُدَّ عليه شرقها قالت اسماء فطلعت الشمس حتى وقعت على الجبال وعلى الارضِ ثم قامَ على فتوضاء وصلى العصرَ ثم غابت وذالك في الصهباء قال الطحاوي محمد بن موسٰى المَدَنى المعروف بالفطرى وهو محمود في روايتهِ وعونُ بن محمد هوعون بن محمد بن على بن ابى طالب واُمه هى امُ جعفر ابنة محمد بن جعفر بن ابى طالب ثم عارضَ الحديث بما رُوِى من طرق عن ابى هريره رفعه لم يحتبس الشمسُ على اَحدٍالا ليو شع واجابَ بانه يمكن ان يكون المخصوص بيوشع حبسها عن الغيوبة وهذاردُّ ها بعد الغيبو بة ثم رَدَّالجواب بحديث لفظه فحبسها اللّٰهُ عليه اى على يوشع انتهٰى۔ حاصلُ كلامِ الطحاوى۔انتهٰى۔

ترجمہ: ''یہ حدیث پڑھی گئی ہمارے شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنی کے سامنے اور میں اُن کے مکان پر جو ظاہرِ مدینہ مشرفہ میں ہے ۱۱۴۳ھ میں سُن رہا تھا۔ کہا کہ مجھ کو خبر دی میرے والد شیخ ابراہیم بن الحسن کردی ثم المدنی نے، کہا کہ خبر دی ہم کو ہمارے شیخ امام صفی الدین احمد بن محمد مدنی نے، وہ روایت کرتے ہیں شمس الرملی سے، وہ شیخ زین الدین زکریا سے، وہ اعز الدین عبدالرحیم بن محمد الفرات سے، وہ ابوالثناء محمود بن خلیفة المنجی سے، وہ حافظ شرف الدین عبدالمومن خلف الدمیاطی سے، وہ ابوالحسن علی بن الحسین بن المقیر البغدادی سے، وہ حافظ ابوالفضل محمد بن ناصر السلامی الحنبلی سے اپنے سماع کی خطیب ابو طاہر محمد بن احمد بن ابی الصقر انباری سے ۴۷۳ھ میں، اپنی قرأت کی شیخ ابوالبرکات احمد بن

عبدالواحد بن الفضل بن نظیف بن عبداللہ القراء کے سامنے مصر میں ۴۲۸ھ میں، اُنھوں نے روایت کی اپنے سماع کی ابو محمد الحسن بن رشیق العسکری سے، کہا کہ ہم سے روایت کیا ابو بشر محمد بن احمد بن حماد انصاری دولابی نے، کہا کہ مجھ سے روایت کیا اسحاق بن یونس نے، کہا کہ ہم سے روایت کیا سوید بن سعید نے، ان سے مطلب بن زیاد نے، اُن سے ابراہیم بن حبان نے، اُن سے عبداللہ بن الحسن نے، اُن سے روایت کیا فاطمہ بنت الحسین نے اسماء بنت عُمیس سے، اُنھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا اور آپ کے اُوپر وحی نازل ہورہی تھی۔ تو جب آپ کو افاقہ ہو گیا تو آپ نے اُن سے کہا کہ: اے علی! کیا تم نے فرض نماز پڑھ لی ہے ؟ اُنھوں نے کہا کہ نہیں۔ تو آپ نے دُعا کی کہ اے اللہ! آپ جانتے ہیں کہ علی آپ کے کام میں اور آپ کے رسول کے کام میں لگا ہوا تھا تو اس کے لیے سورج کو لَوٹا دیجئے، تو اللہ تعالیٰ نے اُس کو لَوٹا دیا، تو انھوں نے نماز پڑھی اور سورج غروب ہو گیا۔ اس حدیث کی قرأت کی گئی ہمارے شیخ ابو طاہر کے سامنے اور میں سُن رہا تھا۔ اُنھوں نے روایت کیا اپنے باپ شیخ ابراہیم کردی سے، انھوں نے احمد بن محمد مدنی سے جو قشاشی کے خطاب سے مشہور ہیں، انھوں نے شمس محمد بن احمد بن حمزۃ الرملی سے، اُن کو جازت ملی شیخ زین الدین زکریا سے، اُن کو ابن الفرات سے، اُن کو عمر بن الحسن مراغی سے، اُن کو فخر ابن البخاری سے، اُن کو ابو جعفر صدلانی سے، اُنھوں نے روایت کیا فاطمہ بنت عبداللہ جوزوانیہ سے، اُنھوں نے ابو بکر محمد بن عبداللہ اصبہانی سے، اُنھوں نے حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی سے کبیر میں، اُنھوں نے کہا ہم سے

روایت کیا جعفر بن احمد بن سنان ابو اسطی نے، کہا ہم سے روایت کیا علی بن المنذر نے، کہا ہم سے روایت کیا محمد بن فضیل نے، کہا ہم سے روایت کیا فضیل بن مرزوق نے ابراہیم بن الحسن سے، اُنھوں نے فاطمہ بنت الحسین بن علی سے، اُنھوں نے اسماء بنت عُمیس سے، اُنھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی آتی تھی تو آپ بے ہوشی کے قریب ہو جاتے تھے۔ تو آپ کے اُوپر ایک دن وحی نازل کی گئی اور آپ کا سر علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا، یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اُٹھایا اور اُن سے کہا کہ کیا تُو نے عصر کی نماز ادا کر لی ہے اے علی؟ اُنہوں نے کہا کہ نہیں یا رسول اللہ۔ تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دُعاء کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سورج کو لَوٹا دیا، یہاں تک کہ علی رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز پڑھ لی، اسماء نے کہا کہ میں نے سورج کو خود دیکھا غائب ہو چکنے کے بعد جب کہ وہ لَوٹایا گیا اور علی نے عصر کی نماز پڑھی۔ حافظ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب ''کشف اللبس فی حدیث رد الشمس'' میں کہا ہے کہ حدیثِ ردالشمس جو معجزہ ہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس کو صحیح کہا ہے امام ابو جعفر طحاوی وغیرہ نے اور حافظ ابوالفرج ابن الجوزی نے زیادتی کی ہے کہ اس کو ''کتاب الموضوعات'' میں داخل کر دیا۔ اور اُن کے شاگرد محدث ابو عبداللہ محمد بن یوسف دمشقی صالحی نے اپنی کتاب ''مُزِیْلُ اللَّبْسِ عَنْ حَدِیْثِ رَدِّ الشَّمْسِ'' میں کہا ہے: جاننا چاہیے کہ اس حدیث کی روایت طحاوی نے اپنی کتاب ''شرح مشکل الآثار'' میں اسماء بنت عُمیس سے دو سندوں کے ساتھ کی ہے، اور کہا کہ یہ دونوں حدیثیں ثابت ہیں اور اُن کے راوی ثقہ

ہیں۔ اور اُن کو نقل کیا ہے قاضی عیاض نے ''شفاء'' میں اور حافظ ابن سید الناس نے ''بشری اللبیب'' میں اور حافظ علاء الدین مغلطائی نے اپنی کتاب ''الزہر الباسم'' میں۔ اور اس کو صحیح کہا ہے ابوالفتح ازدی نے، اور حسن کہا ہے ابوزرعہ بن العراقی نے اور ہمارے شیخ حافظ جلال الدین سیوطی نے ''الدرر المنتشرة فی الاحادیث المشتهرة''

((الدرر المنتشرة فی الاحادیث المشتهرة ترجمہ بنام بکھرے موتی، صفحہ ۱۲۴، مطبوعہ اکبر بک سیلرز، زبیدہ سنٹر، اُردو بازار، لاہور۔ مترجم مولانا غلام معین الدین نعیمی)) میں، اور کہا حافظ احمد بن صالح نے اور اب اُس کے تسلیم میں کیا رکاوٹ ہے، اہلِ علم کی راہ پر چلنے والے کے لئے مناسب نہیں ہے اسماء کی حدیث سے تخلّف کرنا کیونکہ یہ بہت بڑی علاماتِ نبوت میں سے ہے۔ اور حفاظِ حدیث نے اعتراضات کئے ابن الجوزی کے اس حدیث کو ''کتاب الموضوعات'' میں داخل کر دینے پر۔ اور اس کو طحاوی نے کتاب ''مشکل الآثار'' میں دو سندوں کے ساتھ اخذ کیا ہے، اُن میں سے ایک روایت فضیل بن مرزوق کی ہے جو مروی ہے ابراہیم ابن الحسن سے، اُنھوں نے روایت کیا فاطمہ بنت الحسین سے، جس طور پر ہم اس کو لکھ چکے ہیں اُس کے معنے کے ساتھ۔ اور دوسری سند یہ ہے کہ ہم سے روایت کیا علی بن عبدالرحمٰن ابن محمد بن المغیرہ نے، کہا کہ ہم سے روایت کیا احمد بن صالح نے، کہا کہ ہم سے روایت کیا ابن ابی فدیک نے، کہا مجھ سے روایت کی موسیٰ نے عون بن محمد سے، اُنھوں نے اپنی والدہ اُم جعفر سے، اُنھوں نے اسماء بنت عمیس سے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز صہباء میں پڑھی (صہباء ایک مقام کا نام ہے خیبر کے پاس) پھر علی رضی اللہ عنہ کو کسی کام کیلئے بھیجا، وہ لَوٹ کر آئے تو نبی صلی

اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھ چکے تھے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر علی رضی اللہ عنہ کی گود میں رکھ لیا۔ تو علی نے اُن کو حرکت نہ دی، حتیٰ کہ دھوپ غائب ہوگئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کی کہ اے اللہ! آپ کے بندے علی نے اپنے نفس کو روکا آپ کے نبی پر، تو اُس کے اُوپر سورج کی روشنی لَوٹا دیجئے۔ اسماء نے کہا کہ پھر دھوپ نکل آئی، یہاں تک کہ پہاڑوں پر اور زمین پر پڑی۔ پھر علی کھڑے ہوئے، اُنھوں نے وضو کیا اور نمازِ عصر پڑھی، پھر سورج غائب ہوگیا اور یہ واقعہ صہبا میں ہوا۔ کہا طحاوی نے کہ محمد بن موسیٰ مدنی جو فطری کے نام سے مشہور ہے روایت میں مقبول ہے، اور عون بن محمد، یہ عون بن محمد بن علی بن ابی طالب ہے اور اُس کی ماں اُمِ جعفر ہے جو محمد بن جعفر بن ابی طالب کی بیٹی ہے۔ پھر طحاوی نے معارضہ کیا اِس حدیث کا اُس حدیث سے جو مرفوعاً ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے چند طُرُق سے کہ سوائے یوشع کے سورج کو کسی کیلئے نہیں روکا گیا۔ اور جواب دیا کہ یہ بات ممکن ہے کہ یوشع کے ساتھ مخصوص ہو اُس کا روکا جانا غائب ہونے سے، اور یہ لَوٹایا جانا ہے بعد غائب ہونے کے، پھر جواب کو رد کیا ایک حدیث سے جس کا لفظ یہ ہے: ''تو اللہ نے اس (آفتاب) کو روک دیا اُس کے یعنی یوشع کے اُوپر''۔ حاصلِ کلامِ طحاوی ختم ہوا''۔

(ازالۃ الخفا (فارسی مع اُردو ترجمہ) جلد ۴ صفحہ ۴۸۶ تا ۴۸۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه سے ثبوت:

☆ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بھی معجزۂ ردِّ شمس کو درست قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

"اما ردشمس پس اکثر محدثین اهلِ سنت مثل طحاوی وغیره تصحیح آں کرده اند واز معجزات پیغمبر است بلاشبهه که وقتِ نمازِ عصر از حضرت از حضرت امیر بدعاے آنجناب واقع تانمازِ عصر ادافرمود"

(تحفہ اثناعشریہ فارسی، درامامت، دلیل پنجم، صفحہ ۲۲۶ مطبوعہ کتب خانہ اشاعتِ اسلام، مٹیا محل، دہلی)

☆اس عبارت کا ترجمہ ملاحظہ کریں:

"رہی ردِّ شمس والی روایت یعنی سُورج کا لَوٹا دینا، اس کی اکثر اہلِ سُنّت کے محدِثوں نے تصحیح کی ہے، جیسے طحاوی وغیرہ اور یہ معجزاتِ پیغمبرؐ سے ہے بلاشُبہہ، کہ حضرت امیرؓ کو وقت نمازِ عصر کا آپ کی دُعا سے مِلا تو نمازِ عصر کی حضرت امیر نے ادا کی"۔

(تحفہ اثناعشریہ، باب ہفتم در امامت، صفحہ ۴۶۳ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی۔ ایضاً صفحہ ۴۶۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارتِ کتب، آرام باغ، کراچی۔ مترجم مولوی عبدالمجید)

☆ اثباتِ معجزۂ ردِّ شمس پر مشتمل "تحفہ اثناعشریہ" کی منقولہ بالا فارسی کا عبارت کا ترجمہ مولوی خلیل الرحمان نعمانی مظاہری دیوبندی نے ان الفاظ میں کیا ہے:

"اور رہا سورج کا لَوٹنا تو اکثر محدثین رحمھم اللّٰہ جو اہلِ سنت ہیں مثلاً طحاوی وغیرہ، نے اس قِسم کی روایت کو صحیح تسلیم کیا ہے اور یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بلاشُبہہ ایک معجزہ ہے کہ جنابِ امیر رضی اللہ عنہ کی نمازِ عصر فوت ہونے کے اندیشہ سے حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی دُعا سے یہ واقعہ پیش آیا تو آپ نے نمازِ عصر ادا فرمائی"

(تحفہ اثناعشریہ، صفحہ ۴۵۵ مطبوعہ دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی نمبرا)

☆ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنے ملفوظات میں بھی معجزۂ ردِ شمس کو صحیح قرار دیا ہے، ملاحظہ ہو:

''ایک مُرید نے عرض کیا کہ اولیاء کی کرامت آسمان پر بھی اثر کرتی ہیں؟ فرمایا: عام طور سے نہیں، البتہ بعض اللہ کے دوست ایسے ہیں کہ اُن کی خاطر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتی ہے، آسمان میں بھی تصرّف ہوتا ہے، چنانچہ حضرت علی کرم اللّٰہ وجھہ کے واسطے آفتاب اپنے غروب کے وقت تاباں نہ ہوا، یہ کرامت سکون سے بھی بڑھ گئی، کیونکہ اس وقت میں آسمان کی گردش برعکس واقع ہوئی، ایسا بھی مشہور ہے، اور صحیح ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازِ عصر کے بعد وحی کے آثار معلوم ہوئے، آپ حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے زانوں پر ٹیک لگا کر بیٹھ گئے، گویا کہ منتظر تھے، اُس وقت میں غش کی مشابہ آپ کی حالت ہوگئی، اور بے ہوشی طاری ہوئی، غروب کے بعد افاقہ ہوا، چونکہ نماز فوت ہوتی تھی، حضرت نے دعا فرمائی، آفتاب اپنے مستقرِ اصلی پر آ گیا اور جب تک آپ باطمینان نماز ادا نہ فرما چکے، آفتاب غلامانہ اپنی جگہ پر قائم رہا، بعد اُس کے غروب ہوا''

(ملفوظات شاہ عبدالعزیز، صفحہ ۱۲۰، ۱۲۱، مطبوعہ در مطبع ہاشمی، میرٹھ۔ ایضاً صفحہ ۱۵۰ و ۱۵۱، مطبوعہ ادارۂ احبابِ طریقت، ۳۰۔B، بلاک Q، نارتھ ناظم آباد، کراچی۔ اشاعت ۲۰۱۲ء۔ ایضاً صفحہ ۱۵۰ و ۱۵۱، مطبوعہ کتاب محل، دربار مارکیٹ، لاہور)

''تحفہ اثنا عشریہ'' اور ''ملفوظاتِ شاہ عبدالعزیز'' کے منقولہ بالا اقتباسات سے ثابت ہوگیا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی بھی معجزۂ ردِّ شمس کو ثابت مانتے ہیں۔

جبکہ دوسری طرف اس معجزہ کے منکر مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی (ان کے انکار کی تفصیل آگے آرہی ہے) نے لکھا ہے:

''بلاشک دیوبندی حضرات کے لیے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا

فیصلہ حکمِ آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔"

(اتمام البرہان حصہ اول صفحہ ۱۳۸ مطبوعہ مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ۔ طبع اگست ۲۰۱۰ء)

معلوم ہوتا ہے کہ مولوی سرفراز گکھڑوی صاحب کا مذکورہ بیان جھوٹ اور تقیہ پر مبنی ہے کیونکہ اگر یہ شاہ صاحب کو حَکَم (مُنصِف، جج) تسلیم کرتے تو اس معجزہ کا انکار نہ کرتے۔

حضرت مُلّا احمد جیون رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے ثبوت:

☆حضرت مُلّا احمد جیون رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ نے "نورالانوار" میں معجزۂ ردِّ شمس کو صحیح قرار دیا ہے اور لکھا ہے:

وَھٰذَاالْوَقْفُ اَمْرٌ مُمْکِنٌ خَارِقٌ لِلْعَادَۃِ کَمَا کَانَ لِسُلَیْمَانَ عَلَیْہِ السَّلَامُ حَیْثُ عُرِضَتْ عَلَیْہِ بِالْعَشِیِّ الصَّافِنَاتُ الْجِیَادُ فَکَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ فَضَرَبَ سُوْقَھَاوَاَعْنَاقَھَافَرَدَّ اللّٰہُ الشَّمْسَ حَتّٰی صَلَّی الْعَصْرَ وَسَخَّرَلَہُ الرِّیْحَ مَکَانَ الْخَیْلِ وَھٰذَابِنَصِّ الْقُرْآنِ وَقَدْ کَانَ لِیُوْشَعَ عَلَیْہِ السَّلَامُ حَتّٰی فَتَحَ الْقُدُسَ قَبْلَ دُخُوْلِ لَیْلَۃِ السَّبْتِ وَقَدْ کَانَ لِنَبِیِّنَاعَلَیْہِ السَّلَامُ حِیْنَ فَاتَتْ صَلٰوۃُ الْعَصْرِ مِنْ عَلِیٍّ کَمَا ذُکِرَ فِیْ کِتَابِ السِّیَرِ

"نورالانوار" کی اس عبارت کا ترجمہ مولوی اسلام الحق اسعدی مظاہری سہارنپوری دیوبندی نے ان الفاظ میں کیا ہے:

"اور یہ سورج کا ٹھہر جانا امرِ ممکن ہے، خارقِ عادت کے طور پر (معجزتاً یا کرامتاً) جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ہو چکا۔ جس وقت آپکو گھوڑے دکھلائے جارہے تھے، قریب تھا کہ سورج غروب ہوجائے (جس وقت آپکو تنبیہ ہوا تو) آپ نے انکی پنڈلیوں اور

گردنوں کو اڑا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے سورج کو واپس کر دیا۔ غروب ہونے سے روک دیا، یہاں تک کہ حضرت سلیمانؑ نے نمازِ عصر ادا کر لی، اور آپؑ کے لیے سورج کو مسخر فرما دیا، گھوڑوں کی جگہ، اور اسکا ثبوت نصِ قرآنیہ سے ہے اور اسی طرح حضرت یوشع علیہ السلام کے لیے پیش آیا، کہ قدس (ایک مقام ہے) کی فتح ہونے تک سورج کو غروب ہونے سے روک دیا۔ اور حضرت علیؓ کی نمازِ عصر فوت ہونے کے قریب تھی کہ سورج کو روک دیا، جیسا کہ سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے''۔

(نور الانوار مع اردو ترجمہ وشرح بنام مشکوۃ الانوار، جلد ۲ صفحہ ۸۶ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی)

بحر العلوم حضرت مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے ثبوت:

☆ حضرت مولانا بحر العلوم فرنگی محلی، معجزہ ردِّ شمس کا اثبات کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(قوله: وقد كان لنبينا الخ) حكى القاضى عياض فى الشفاء ان النبى صلى اللّٰه عليه وسلم كان يوحى اليه وراسه فى حجر علىّ، فلم يصل العصر حتى غربت الشمس، فقال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: اصلى ياعلى؟ فقال لا، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اللّٰهم انه كان فى طاعتك وطاعة رسولك فاردد عليه الشمس، قالت اسماء بنت عميس فرايتها غربت، ثم رايتها طلعت بعدما غربت، ورفعت على الجبال والارض، وذلك بالصهباء فى خيبر

(قمر الاقمار صفحہ ۵۷ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ، اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ ایضاً صفحہ ۵۷ مطبوعہ مکتبہ الحرمین، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور)

یعنی ''قاضی عیاض نے ''شفا شریف'' میں بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم پر وحی آرہی تھی جس وقت آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں آپ سر مبارک رکھ کر لیٹے ہوئے تھے، آپ جب اُٹھے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے عصر کی نماز پڑھ لی ہے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ نہیں پڑھی، پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دُعا کی۔ اے اللہ! علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت کر رہے تھے، ان پر سورج لَوٹا دے۔ حضرت اسماء بنت عُمیس رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ سورج غروب ہونے کے بعد واپس عصر کے مقام پر آیا اور اس کی روشنی پہاڑوں اور زمین پر پڑنے لگی، یہ واقعہ مقامِ صہبا، علاقۂ خیبر میں ہوا''۔

مفتی عنایت احمد کاکوروی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے ثبوت:

☆ مفتی عنایت احمد کاروی نے معجزۂ ردِّ شمس کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

ردالشمس۔ معجزہ نمبر :183: امام طحاوی اور طبرانی نے اسماء بنت عُمَیس (۱) سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موضع صہبا (۲) میں کہ

(۱) اسماء بنت عمیس بعین وسین مهملتین بروزن زبیر، صحابیہ ہیں، ((قبیلہ)) خثعم سے اول حضرت جعفر بن ابی طالب کے نکاح میں آئیں، بعد اُن کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے، بعد اُن کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اور ہر ایک سے اُن کی اولاد ہوئی اور باپ اُن کے عمیس بن معد رضی اللہ عنہ بھی صحابی ہیں۔ کذافی التقریب والقاموس۔12 مِنْہ۔

(۲)۔ بصاد مهملہ وهاء وبائے موحدہ بروزن حمراء .12 مِنْہ۔

(الکلامُ المُبین فی آیات رحمة للعالمین صفحہ ۱۲۰، ۱۲۱ مطبوعہ در مطبع ہندوستان، واقع لاہور۔ ایضاً، جدید اشاعت بنام معجزات رسولِ اکرم صفحہ 336، 337 مطبوعہ دارالمعارف، عنایت پور، تحصیل جلالپور پیروالا، ملتان۔ طبع جولائی 2001ء۔ نظر ثانی، تسہیل، تزئین از مولوی امداداللہ انور دیوبندی، اُستاذ جامعہ قاسم العلوم ملتان و سابق معین التحقیق مفتی جمیل احمد تھانوی دیوبندی، جامعہ اشرفیہ، لاہور)

ایک موضع کا نام ہے متصل خیبر کے، تشریف رکھتے تھے اور آپ پر وحی نازل ہوئی اور سر مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زانو پر تھا اور آپ سو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا تب آپ بیدار ہوئے، آپ نے حضرت علی سے پوچھا کہ تم نے نماز پڑھ لی؟ اُنہوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ نے جنابِ الٰہی میں دعا کی کہ "الٰہی یہ علی تیری طاعت اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت میں مشغول تھے آفتاب کو پھیر لا"۔ سو اسماء کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا تھا کہ آفتاب غروب ہو گیا، پھر میں نے دیکھا کہ آفتاب نکل آیا یہاں تک کہ دھوپ پہاڑوں اور زمین پر پڑی۔ ف: حدیث ردالشمس کو اگرچہ ابن جوزی نے موضوعات میں لکھا ہے، مگر محققین محدثین نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ابن جوزی کا اعتراض اس پر غلط ہے۔ امام جلال الدین سیوطی نے ایک رسالہ اس حدیث کے بیان میں تصنیف کیا ہے، اُس کا نام ہے "کشف اللبس فی حدیث ردالشمس"۔ اور طرق اس حدیث کے باسانیدِ کثیرہ بیان کیے ہیں اور اس حدیث کی صحت کو بدلائلِ قویہ ثابت کیا ہے۔

☆ مفتی عنایت احمد کاکوروی صاحب نے اپنی دوسری کتاب "تواریخِ حبیبِ الٰہ" میں بھی معجزہ ردالشمس کو نقل کیا ہے اور نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:۔

"یہ بھی معجزہ محققین محدثین کے نزدیک طُرقِ معتبرہ سے ثابت ہے"

(تواریخِ حبیبِ الٰہ صفحہ ۲۲۳ مطبوعہ مکتبہ مہریہ رضویہ، نزد جامع مسجد نور، کالج روڈ، ڈسکہ)

عیسائیوں کی کتب سے سورج کے روکے جانے کا ثبوت از حضرت مولانا آلِ حسن موہانی رضوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ:

☆ فاتحِ عیسائیت حضرت مولانا آلِ حسن موہانی رضوی نے معجزۂ شق القمر کے منکر عیسائیوں کے عقلی اعتراضات کا بہترین جواب دیتے ہوئے لکھا ہے:

''فنڈر صاحب نے اعتراض کیا ہے اس کا جواب ان کی کتاب کی بحث میں مذکور ہوگا۔ سوال: بتلائیے کہ اس طرح کا ثبوت اس ضابطۂ عقلیہ کے موافق جو سمعیات کے لیے درکار ہے یعنی سندوں سے ثابت ہونا، اس معجزے کے لیے جو یوشع کی کتاب کے دسویں باب میں درس دوازدہم سے سیزدہم تک لکھا ہے آپ کے پاس ہے یا نہیں؟۔ اگر ہے تو اس کی ایک ہی سند حضرت یوشع سے لگا کر ان قرنوں تک کہ وہ کتاب پھیل پڑی، یعنی عہد بطلیموس تک کی مجھے لکھ دیجیے اور وہ معجزہ یہ ہے: نسخہ ۱۸۲۵ء ''یہواہ نے جس دن اموریوں کو بنی اسرائیل کے قابو میں کردیا اس دن یوشع نے یہواہ کے حضور بنی اسرائیل کے آگے یوں کہا کہ اے آفتاب! تُو جبعون پر ٹھہرا رہا۔ اور اے مہتاب! تُو وادی ایالون کے مقابل۔ تب آفتاب نے درنگ کی اور مہتاب کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ ان لوگوں نے اپنے دشمنوں سے انتقام لیا''۔ کیا یہ یاشا کی کتاب میں نہیں لکھا کہ ''آفتاب آسمان کے بیچوں بیچ ٹھہرا رہا اور سارا دن مغرب کی سمت مائل نہ ہوا''۔ دیکھو یہ کیسی بات ہے کہ آفتاب سارے دن مغرب کی طرف مائل نہ ہوا۔ سارا دن نام ہے اس زمانے کا جو آفتاب کے نکلنے سے مغرب میں جانے تک ہوتا ہے، پھر وہ کس ظرف زمان کا نام دن ہے جس میں آفتاب مغرب کی طرف نہ جُھکا۔ ظاہراً مطلب یہ ہے کہ بقدر ایک روز کے وسط آسمان میں آفتاب قائم رہا، پس درحقیقت آٹھ پہر کا دن ہوا، چنانچہ رسالہ ''تحقیق دینِ حق'' کے چوتھے باب اور ۲۱۸ صفحے میں لکھا ہے اور یہ سمجھنے کی بات ہے کہ چاند کے پھٹنے کو سوائے ان لوگوں کے کہ جو اس وقت چاند دیکھنے میں متوجہ تھے اوروں نے اگر نہ دیکھا ہو تو بجا ہے اس واسطے کہ وہ رات کو پھٹا، جائز ہے کہ اس وقت پھٹا ہو کہ خواص لوگ آرام میں ہوں اور کسی عامی مسافر نے اگر دیکھا بھی ہو تو اس کے کہنے کو کون باور کرتا ہے اور جن لوگوں کے اُفق سے چاند اس وقت متجاوز ہوگیا یا جن پر ہنوز طلوع نہ ہوا ہو، وہ بھی اسے نہیں دیکھ سکتے۔ بخلاف آفتاب کے آٹھ پہر ٹھہرے رہنے کو، کہ جہاں رات ہوگئی ہوگی ان

لوگوں کو بھی بسبب دونی ہوجانے رات کے بے شک اطلاع ہوتی۔ اور جن لوگوں پر چاند طلوع ہوا اور ہنوز غروب نہ ہوا ہو۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس میں بہتیروں کی نسبت ابرِ غلیظ حائل ہو، بخلاف آفتاب کے ٹھہرے رہنے کے، کہ ابر کی غلظت بھی اس کے توقف کی دریافت کو منع نہیں کرسکتی۔ اسی طرح میں پوچھتا ہوں کہ ویسے ہی کوئی سند اشعیا نبی کے اس معجزے کی جوان کے نام کی کتاب کے باب سی و ہشتم، ۳۸ میں ہے اگر ہو تو مجھے لکھ دیجیے اور وہ معجزہ یہ ہے: نسخہ ۱۸۳۹ء ورس ہشتم،

"اینك سایه درجات راه که برساعت شمس آخر نشیب آمده است آں راتاده درجه باز خواهم گردانید بناہراں ساعت شمس تادهٔ درجه که نشیب آمده بودباز گردید"۔

اس طرح پہلی انجیل کے تیسرے باب کے سولہویں ورس میں جو لکھا ہے، اس کی سند مجھے لکھ دیجیے، اور وہ یہ ہے۔ نسخہ ۱۸۳۹ء، "یکا یک اس پر آسمان کھل گیا اور اس نے خدا کی روح کو کبوتر کی مانند اترتے اور اپنے اُوپر آتے دیکھا"۔ ۱۸۱۴ء "ناگاہ اس پر آسمان کے دروازے کھل گئے"۔ باقی مطابق اگلے کے ۱۸۱۶ء

"ناگاه آسمان از بهروے شگافته شدوروحِ خدارادید که مانند کبوتری نزول می ماندودروے حلول می کند"۔

اور اِسی طرح سند اس کی لکھ دیجئے، جو تیسری انجیل کے چوبیسویں باب میں واقعہ صلیب کے ذکر میں یوں ہے۔ نسخہ عربیہ ۱۸۱۶ء: ورس ۴۴، ۴۵ "فعرضت علی الارض کلّها ظلمة واظلمت الشمس یعنی "ساری روئے زمین پر اندھیرا چھا گیا اور آفتاب تاریک ہوگیا" چنانکہ "تحقیقِ دین" کے چوتھے باب کے صفحہ ۲۱۹ میں لکھا کہ "دوپہر سے تیسری پہر تک آسمان تاریک رہا"۔ اور اس طرح اس کی بھی سند لکھ دیجیے، جو پہلی انجیل کے دوسرے باب کے دوسرے اور نویں ورس میں لکھا ہے کہ مجوسیوں نے عیسیٰ کے پیدا ہونے کی علامت تارے کو طلوع ہوتے

دیکھا اور وہ ان کی روِش کے موافق ان کے ساتھ چلا، یہاں تک کہ اس گھر پر کہ جہاں حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے تھے آ کر ٹھہر گیا"۔اور یہ بات بتایئے کہ آفتاب کے توقف یک روزہ کو وسط السماء میں ہندوؤں نے اپنی تاریخوں میں اور پارسیوں اور چینیوں نے کیوں نہیں لکھا؟ اور اِسی طرح دس درجہ آفتاب کا پلٹ آنا بھی معجزہ شق القمر سے باعتبار ظہور کے زیادہ ہے، اس کو کسی نے کیوں نہیں لکھا؟ اسی طرح آسمان کا پھٹنا اور تارے کا لوگوں کے ساتھ چلنا اوروں نے تو کیا، جو حضرت عیسیٰ کے ہم وطن لوگ اور سلسلہ نسبی اور علمی اب تک باقی ہے یعنی یہودیوں نے اپنی کتابوں میں کیوں نہیں لکھا؟ اور اگر لکھنا بتادیجیے اور جب تک ان خبروں کا نشان ہندوؤں اور چینیوں اور یہودیوں اور پارسیوں کی کتاب سے نہ لکھیے تو مقتضائے غیرت یہ ہے کہ معجزہ شق القمر پر یہ استبعاد کہ اور جہان کے مؤرخوں ((یعنی اس دنیا کے دوسرے تاریخ نگاروں)) نے سوائے اہلِ اسلام کے کیوں نہیں لکھا؟ اس کو لکھا نہ کیجیے۔اس واسطے کہ بڑی شرم کی بات ہے اپنی آنکھ کا شہتیر نہ دیکھنا اور بے گانی آنکھ کا تنکا دیکھنا۔اور اگر ہندوں اور چینی اور پارسی لوگ اعتراض اس کا ان سب معجزات پر کریں تو ان کے لیے ہمارے پاس اور ہی جواب الزامی ہے، اسے کچھ لکھنا یہاں ضروری نہیں ہے"۔

(کتاب الاستفسار، پندرھواں استفسار صفحہ ۳۰۵ تا ۳۰۹ مطبوعہ دار المعارف، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور)

حضرت مولانا آلِ حسن موہانی رضوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے اِس بہترین جواب سے اُن عیسائیوں کا منہ بھی بند ہوگیا جو معجزۂ شق القمر اور معجزۂ رَدُّ الشَّمس کے منکر ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزۂ رَدُّ الشَّمس کے منکرین:

۱-ابنِ تیمیہ:

اِمامُ الوہابیہ ابنِ تیمیہ نے اس معجزہ کا شدّ ومدّ سے انکار کرتے ہوئے لکھا ہے:

أن هذاالحديث كذب موضوع

(مِنْهَاجُ السُّنَّةِ النَّبَوِيَّةِفِي نَقْضِ كَلَامِ الشِّيعَةِ وَالْقَدَرِيَّةِ، جزثامن صفحه ۹۰ مطبوعه دار الحديث، ۱۴۰ -شارع جوهر الصقلي، قاهره)

یعنی ’’حدیثِ رَدِّ شمس جھوٹی اور بناوٹی ہے‘‘۔

حدیثِ ردِّ شمس کے منکر ابنِ تیمیہ کا ردّ علامہ زاہد الکوثری مصری سے:

دیوبندیوں کے معتمد اور ممدوح علامہ زاھد الکوثری مصری نے ابنِ تیمیہ کا خوب رد کرنے کے بعد ایک جگہ لکھا ہے:

’’مع هذا كله ان كان هو لايزال يعدشيخ الاسلام، فعلى الاسلام السلام‘‘

(الاشفاق على احكام الطلاق، صفحہ ۸۹ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی)

یعنی ’’اگر ابن تیمیہ کو ان سب (معتقدات) کے باوجود ’’شیخ الاسلام‘‘ کہا جاتا ہے تو ایسے اِسلام کو سلام‘‘

حدیثِ ردِّ شمس کے منکر ابنِ تیمیہ کا ردّ دیوبندیوں کی طرف -

اب ذیل میں دیوبندیوں کی طرف سے ابنِ تیمیہ کے رد پر مشتمل چند حوالہ جات ملاحظہ کریں۔

☆ مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی کے ملفوظات کو مولوی احمد رضا بجنوری دیوبندی نے مرتب کیا ہے، اس کتاب سے ابنِ تیمیہ کی مذمت میں کچھ اقتباسات پیش ہیں، ملاحظہ کریں:

☆ ’’حافظ الدنیا ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی علاوہ دیگر تنقیدات کے لکھا ہے کہ علامہ ابن تیمیہؒ نے ’’منهاج السنة‘‘ میں ابنِ مطہر حلی کا رد کرتے ہوئے احادیثِ

ثابتہ کو گرادیا ہے، اور ''دُرر کامنہ'' میں بھی یہ نقد کیا ہے کہ اُنھوں نے حضرت علیؓ کی تنقیصِ شان بھی کی ہے''۔

(ملفوظات محدث کشمیری صفحہ ۳۰۷مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان ۔۱۴۲۶ھ)

☆ ''حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے بھی ''فتاوی عزیزی'' ص۲/۸۰میں ''منہاج السنہ'' کے بعض مواضع کا مطالعہ کر کے سخت توحش کا اظہار کیا ہے، جن میں تفریطِ اہلِ بیت بھی ہے اور تحقیرِ صوفیہ بھی''۔

(ملفوظات محدث کشمیری صفحہ ۳۰۷مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان ۔۱۴۲۶ھ)

☆ ''رافضی مذکور کی ضد میں آ کر جو حضرت علیؓ کی تنقیص وہ کر گئے ہیں وہ ہرگز قابلِ قبول نہیں''۔

(ملفوظات محدث کشمیری صفحہ ۳۰۷مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان ۔۱۴۲۶ھ)

☆ مولوی احمد رضا بجنوری دیوبندی نے مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی کے متعلق لکھا ہے:

''وہ علامہ ابن تیمیہ کے لیے شیخ الاسلام کا لقب بھی پسند نہ کرتے تھے، اسی لیے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کو ''بذل المجھود'' میں علامہ کو ''شیخ الاسلام'' لکھنے پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا تھا''۔

(ملفوظات محدث کشمیری صفحہ ۳۰۷مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان ۔۱۴۲۶ھ)

☆ ہندوستان میں دیوبندی فرقہ کے مفتیِ اعظم اور دارالعلوم دیوبند کے سابق اُستاذِ حدیث مفتی محمود حسن گنگوہی دیوبندی کے ملفوظات میں ابن تیمیہ کے بارے درج ہے:

''ارشاد فرمایا: ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اہلِ بیت کے متعلق تفریط سے کام لیا ہے''

اسی سے کچھ آگے لکھا ہے:

''شاہ عبدالعزیز صاحب رحمة الله علیه نے ابنِ تیمیہ رحمة الله علیه کے متعلق ''فتاویٰ عزیزی'' میں لکھا ہے: ''کلام اومردود است (ابن تیمیہ رحمة الله علیه کا کلام قابلِ قبول نہیں)، مولانا شمس الدین افغانی رحمة الله علیه کی کتاب ''الجواهر البهیه علی شرح العقائد النسفیه '' برائے نام شرح ہے، اصل میں تو وہ ابنِ تیمیہ پر رد ہے، البتہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمة الله علیه، ابن تیمیہ رحمة الله علیه کے معتقد ہیں، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمة الله علیه ''بذل المجهود ''میں بعض جگہ ان کو (یعنی ابن تیمیہ رحمة الله علیه کو) ''شیخ الاسلام'' کہہ کر ان کا کلام نقل کرتے ہیں، بعض جگہ ان کی بات نہیں لیتے، مگر ذیل (تذکرة الحفاظ، ص۳۱۶) میں نقل ہے: جو شخص ابنِ تیمیہ کو ''شیخ الاسلام'' کہے اس پر کفر کا حکم ہے، ثُمَّ صَارَ یُصَرِّحُ (راوی العلاء البخاری) فِیْ مَجْلِسِهٖ بِاَنَّ مَنْ اَطْلَقَ عَلَی ابْنِ تَیْمِیَّةَ شَیْخَ الْاِسْلَامِ یُکْفَرُ بِهٰذَا الْاِطْلَاقِ''

(ملفوظاتِ فقیہ الامت صفحہ ۳۵۶ مطبوعہ دار النعیم، عمر ٹاور، حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ اشاعت ۲۰۱۶ء)

☆ انہی ملفوظات میں ایک اور جگہ مولوی محمود حسن دیوبندی نے کہا:

''اکابر نے ابنِ تیمیہ رحمة الله علیه اور ان کے تلمیذ ابنِ قیم کے بارے میں کہا ہے، عِلْمُهُمَا اَکْثَرُ مِنْ عَقْلِهِمَا کہ ان کا علم ان کی عقل سے زائد ہے، جس کا مطلب ظاہر ہے، جس حدیث میں حق تعالیٰ شانہٗ کے سمائے دُنیا پر نازل ہونے کا تذکرہ ہے اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا نزول اس طرح ہوتا ہے اور منبر کے اُوپر سیڑھی پر بیٹھ کر اس سے اُتر کر بتاتے ہیں، گویا حق تعالیٰ شانہ کے لیے جسم ثابت کرتے ہیں، تجسیم کے قائل ہیں''

(ملفوظاتِ فقیہ الامت صفحہ ۳۶۷ مطبوعہ دار النعیم، عمر ٹاور، حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ اشاعت ۲۰۱۶ء)

☆ مولوی بادشاہ گل بخاری دیوبندی نے ابنِ تیمیہ کے متعلق لکھا ہے:

''ائمہ مجتہدین اور علمائے محققین نے رائے قائم کی تھی کہ ابن تیمیہ بہت جھوٹا اور گرے ہوئے اخلاق کا مالک تھا''۔

(ثواب الفضیلۃ فی باب الوسیلہ المعروف کتاب الوسیلہ صفحہ ۷۸،۷۹ مطبوعہ مکتبہ امینیہ، افغان مارکیٹ نزد کابلی تھانہ قصہ خوانی، پشاور)

یہ کتاب مفتی شفیع کراچوی دیوبندی، مولوی احتشام الحق تھانوی دیوبندی، مولوی شمس الحق افغانی دیوبندی اور مولوی عبدالرحمان دیوبندی کی مصدقہ ہے۔

☆ مولوی سرور دیوبندی، شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، لاہور نے بخاری شریف کی شرح میں ابنِ تیمیہ کے بارے میں لکھا ہے:

''ابنِ تیمیہ کے بہت سے تفردات ہیں مثلاً ۱- یہ عالم قدیم بالنوع ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی نہ کوئی مخلوق ہمیشہ رہی ہے، ۲- اللہ تعالیٰ خود بھی نعوذ باللہ محلِ حوادث ہیں، ۳- انبیاء علیہم السلام، نعوذ باللہ معصوم نہیں ہیں، ۴- اہلِ نار کا عذاب نعوذ باللہ دائمی نہیں ہے، ۵- تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوں گی، ۶- روضۂ مقدس کے لیے سفر گناہ ہے اس لیے اس میں قصر بھی جائز نہیں، ۷- توسُّل بالذوات ناجائز ہے، پھر ابنِ تیمیہ کی کتابوں میں سے چار کتابیں زیادہ مشہور ہیں۔ ۱- ''الجواب الصحیح فی الردعلی من بدل دین المسیح''، ۲- ''منہاج السنۃ'' اس میں شیعہ کی تردید ہے، ۳- ''بیان موافقۃ صریح المعقول لصحیح المنقول'' یہ کتاب منہاج السنۃ کے حاشیہ پر چھپی ہوئی ہے، اس میں بہت سے مسائل میں ماتریدیہ اور اشعریہ کا رد کیا ہے، ۴- ''کتاب الفرقان بین اولیاء الرحمان واولیاء الشیطان''۔ اس میں بہت سے اولیاء اللہ تعالیٰ پر رد کر دیا ہے کہ بلکہ بعض کو کافر تک کہہ دیا ہے، جیسے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کو کافر قرار

دے دیا ہے۔ابن تیمیہ کا طریق ابنِ حزم ظاہری سے ملتا جلتا ہے، جنہوں نے مشہور کتاب ''الملل والنحل'' لکھی۔بعض عقائد میں ابن تیمیہ کا عقیدہ حشویہ کے عقیدہ سے ملتا جلتا ہے، یہ حشویہ وہ فرقہ ہے جس کے افراد حضرت حسن بصری کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے، جب اُنہوں نے ان کے عقائد کی کمزوری دیکھی تو ان کو ایک طرف بیٹھنے کا حکم دیا تھا، اِسی لیے ان کا لقب حشویہ ہوا، کیونکہ حشو کے معنی طرف کے ہیں، یہ حشویہ اللہ تعالیٰ میں چہرہ اور قدم اور خوشی اور مخلوق جیسا غضب اور حِسّی طور پر عرش پر بیٹھنا اور حِسّی طور پر پہلے آسمان پر اُترنا مانتے ہیں بلکہ بعض نے تو اللہ تعالیٰ کو نعوذ باللہ جسم ہی قرار دے دیا ہے اور اس کی نسبت امام احمد کی طرف کر دی ہے حالانکہ وہ اس سے بَری ہیں، اور اللہ تعالیٰ ایسے عقیدہ سے پاک ہیں، امام زبیدی فرماتے ہیں کہ ابن تیمیہ نے شیخ نہ پکڑا تھا اس لیے ایسی غلطیوں میں پڑ گئے، حتیٰ کہ ان کے زمانہ کے علماء کا اتفاق ہو گیا کہ ان کو قید کر دینا ضروری ہے، چنانچہ اس زمانہ کے بادشاہ نے ان کو قید کر دیا اور قید ہی میں ان کی وفات ہوئی''

(الخیر الجاری شرح صحیح البخاری جلد ۴ صفحہ ۱۵ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان)

ابنِ تیمیہ کے ردّ پر دیو بندی علما کے مزید حوالہ جات پیش کیے جا سکتے ہیں لیکن وقت کی کمی کے باعث انہی حوالہ جات پر اکتفا کرتا ہوں۔

۲-ابنِ قیم (شاگردِ ابنِ تیمیہ)

ابن قیم نے معجزۂ ردِ شمس کے متعلق لکھا ہے:

''أنَّ الشمس رُدَّت لعلی بعدالعصر، والناسُ یشاھدونھا، ولا یشتھر ھذا أعظم اشتھار، ولا یعرفہ الا اسماءُ بنت

عُمَیس"

(المنارُ المنیف فی الصَّحیح والضعیف، فصل:۱۱صفحہ:۵۷،مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیة، حلب، باب الحدید، بیروت۔الطبعة الاولٰی ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔ایضاً المکتبة العلمیة، لاہور۔الطبعة الثانیة:۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء)

ترجمہ:''حضرت علی کے لیے عصر کے بعد سورج لوٹایا گیا،اورلوگوں نے اس عظیم واقعہ کو دیکھا لیکن انہوں نے اس بڑی خبر کو مشہور نہیں کیا اور اسماء بنت عُمیس کے سوا کسی نے اسے نہ جانا''۔

ابنِ قیم کی مُراد یہ ہے کہ معجزۂ ردِّ شمس عظیم الشان واقعہ ہے، وہاں اور بھی بہت سے لوگ موجود تھے لیکن اسے حضرت اسماء بنت عمیس کے علاوہ کسی نے بیان نہیں کیا، جس سے ثابت ہوا کہ یہ واقعہ جھوٹا ہے۔

۳-مولوی شبلی نعمانی وسلیمان ندوی دیوبندی:

مولوی شبلی نعمانی کی کتاب''سیرۃ النبی''(جس کی تکمیل مولوی سلیمان ندوی دیوبندی نے کی) میں لکھا ہے:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برتری اور جامعیت کا تخیل: ان روایات کے پیدا ہونے کا دوسرا سبب یہ ہوا کہ مسلمانوں کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کامل ترین شریعت لے کر مبعوث ہوئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام محاسن کے جامع ہیں، یہ اعتقاد بالکل صحیح ہے۔لیکن اس کو لوگوں نے غلط طور پر وسعت دے دی ہے اور انبیائے سابقین کے تمام معجزات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں جمع کر دیا ہے اور وہ اس اعتقاد کی بدولت تمام مسلمانوں میں پھیل

گئے۔ ''بیہقی'' اور ''ابونعیم'' نے ''دلائل'' میں اور سیوطی نے ''خصائص'' میں اعلانیہ دوسرے انبیاء کے معجزات کے مقابل میں انہی کے مثل آپ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے معجزات بھی ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالے ہیں اور ثابت کرنا چاہا ہے کہ جس طرح آپ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی تعلیم تمام انبیا کی تعلیمات کا اثر، خلاصہ اور مجموعہ ہے، اسی طرح آپ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے معجزات بھی تمام دیگر انبیاء کے معجزات کا مجموعہ ہے اور جو کچھ عام انبیاء سے متفرق طور پر صادر ہوا وہ تمام کا تمام مجموعاً آپ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے صادر ہوا، ظاہر ہے کہ اس مماثلت اور مقابلہ کے لیے تمام تر صحیح روایتیں دستیاب نہیں ہو سکتیں، اس لیے لوگوں نے ان ہی ضعیف اور موضوع روایتوں کے دامن میں پناہ لی، کہیں شاعرانہ تخیل کی بلند پروازی اور نکتہ آفرینی سے کام لیا۔ مثلاً۔۔۔یوشعؑ کے لیے آفتاب ٹھہرادیا گیا تو آپ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے اشارے سے آفتاب ڈوب کر نکلا''۔

(سیرۃ النبی حصہ سوم، صفحہ ۴۱۰، ۴۱۱ مطبوعہ ادارہ اسلامیات، ۱۹۰-انارکلی، لاہور)

۴-مولوی سرفراز خان صفدر گکھڑوی دیوبندی:

مولوی سرفراز خان صفدر گکھڑوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''یہ حدیث کہ سورج لوٹ آیا، بالکل جعلی اور من گھڑت ہے، دیکھیے راقم کی کتاب ''دل کا سرور''۔صفدر''

(ازالۃ الریب صفحہ ۲۴۴ مطبوعہ مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، نزد گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ۔ طبع جون ۲۰۰۹ء)

قارئینِ کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ یہاں مولوی سرفراز خان صفدر گکھڑوی دیوبندی نے حدیثِ ردِ شمس کو جعلی اور من گھڑت قرار دے دیا ہے۔ اور تفصیل کے

لیے اپنی کتاب ''دل کا سرور'' ملاحظہ کرنے کا کہا ہے۔ حالانکہ ''دل کا سرور'' میں مولوی سرفراز صفدر دیوبندی نے حدیثِ ردِّ شمس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ عبارت ملاحظہ کریں۔

''اگر دومنٹ کے لیے ہم اس ضعیف حدیث کو تسلیم بھی کرلیں''

(دل کا سرور صفحہ ۱۸۹، ۱۹۰ مطبوعہ انجمن اسلامیہ، گکھڑ منڈی، ضلع گوجرانوالہ۔ طبع ششم ۱۹۷۲ء۔ ایضاً صفحہ ۱۷۵ مطبوعہ انجمن اسلامیہ، گکھڑ منڈی، ضلع گوجرانوالہ۔ طبع ہشتم ۱۹۸۴ء)

مذکورہ بالا دونوں اقتباسات کو نقل کرنے کے بعد راقم یہاں کہنا چاہتا ہے کہ مولوی سرفراز خان صفدر گکھڑوی دیوبندی نے کتاب ''اِزالۃ الریب'' میں حدیثِ ردِّ شمس کو ''جعلی'' اور ''من گھڑت'' کہا، اور مزید تفصیل کے لیے اپنی کتاب ''دل کا سرور'' کی طرف مراجعت کرنے کا کہا، جب اس کتاب ''دل کا سرور'' کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کتاب میں گکھڑوی صاحب نے حدیثِ ردِّ شمس کو ''ضعیف'' لکھا ہے۔ حالانکہ ضعیف روایت تو تعددِ طُرق سے قوی بھی ہوجاتی ہے۔ لیکن جعلی اور من گھڑت حدیث کسی صورت قوی نہیں ہوسکتی۔ ذیل میں ضعیف اور موضوع حدیث میں فرق کی وضاحت دیوبندی فرقہ کے مشہور اور مستند مولوی ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی سے ملاحظہ کریں۔

ضعیف حدیث کی وضاحت:

☆۔ ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی نے ضعیف حدیث کے بارے میں لکھا ہے:

''وہ حدیث ضعیف ہے جس کی سند موجود ہو (یعنی موضوع اور من گھڑت نہ ہو) لیکن اس کے راوی باعتبار یاداشت یا عدالت کے کمزور ہوں، لیکن اگر اسے دوسری سندوں سے تائید حاصل ہو تو یہ قبول کی جاسکتی ہے، یہی نہیں کہ صرف فضائلِ اعمال میں اسے لے لیا جائے

گا بلکہ اس سے بعض حالات میں استخراج بھی کیا جاسکتا ہے، قیاس استنباطِ مسائل کے لیے ہی ہوتا ہے، امام ابوحنیفہؒ ضعیف حدیث کو قیاس پر ترجیح دیتے تھے"۔

(آثار الحدیث جلد ۲ صفحہ ۱۴۵ مطبوعہ دار المعارف، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ اشاعت ۱۹۹۵ء)

کچھ سطر بعد مزید لکھا ہے:

☆ "حدیثِ ضعیف کا بھی اپنا ایک وزن ہے یہ من گھڑت نہیں ہوتی"

(آثار الحدیث جلد ۲ صفحہ ۱۴۵ مطبوعہ دار المعارف، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ اشاعت ۱۹۹۵ء)

موضوع حدیث کی وضاحت:

☆ ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی نے موضوع حدیث کی تعریف ان الفاظ میں لکھی ہے:

"وہ روایت جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر خود وضع کی گئی ہو یا صحابۂ کرامؓ کے نام پر گھڑی گئی ہو، موضوع روایت کہلاتی ہے، اس کی بالکل سند نہیں ہوتی، اگر اس کی کوئی سند بھی وضع کرلے تو بھی اس کا موضوع ہونا کسی دوسرے پہلو سے کھل جائے گا، سند ہو بھی تو اس میں وضاع اور کذاب قسم کے راویوں سے اس کا من گھڑت ہونا معلوم ہوتا ہے"

(آثار الحدیث جلد ۲ صفحہ ۱۴۸ مطبوعہ دار المعارف، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ اشاعت ۱۹۹۵ء)

☆ ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی نے ضعیف اور موضوع حدیث میں فرق بیان کرتے ہوئے مزید لکھا ہے:

"کتبِ سِیَر میں آپ کو احادیثِ ضعیفہ بغیر تصریح کے بہت ملیں گی بخلاف احادیثِ موضوعہ کے، کہ ان کا بیان کرنا حرام ہے، انہیں بیان کرنا کسی موقع پر درست نہیں، سوا اس کے کہ ان کے موضوع ہونے

کو بیان کرے، سو موضوع حدیث کا بیان کرنا اور اسے لوگوں میں رائج کرنا بالکل حرام ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا اور بہتان ہے، حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا: من کذب عَلَیّ متعمدا فلیتبوا مقعدہ فی النار۔ مشکوۃ ص ۳۲ عن البخاری۔ ترجمہ: جس نے جان بوجھ کر مجھ پر بہتان باندھا اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے"

(آثار الحدیث جلد ۲ صفحہ ۱۴۸ مطبوعہ دار المعارف، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ اشاعت ۱۹۹۵ء)

ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی سے ضعیف اور موضوع حدیث کی جو مذکورہ بالا تعریفات بیان کی ہیں اور ان میں جو فرق واضح کیا ہے اس کے مطابق مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی کو ضعیف اور موضوع حدیث میں فرق معلوم نہیں ہے، جس کی وجہ سے وہ حدیثِ ردِ شمس کو بیک وقت ضعیف اور موضوع (جعلی، من گھڑت) قرار دے رہے ہیں۔ یہ دیوبندیوں کے مزعومہ امامِ اہلِ سنت کی علمیت کا حال ہے۔

۵- مولوی عبد القدوس قارن دیوبندی:

ان موصوف نے بھی حدیثِ ردِ شمس کے متعلق اپنے والد مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی کے موقف کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اس روایت کو معروف کہنے کی جرأت بریلوی حضرات تو نہ کر سکے، مگر ان کے وکیل جناب اثری صاحب اس روایت کو معروف کہہ رہے ہیں: اسی کو کہتے ہیں مدعی سست گواہ چست"۔

(مجذوبانہ واویلا صفحہ ۱۴۵، ۱۴۶ مطبوعہ مکتبہ صفدریہ، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ۔ طبع اول ۱۹۹۵ء)

مولوی عبد القدوس قارن دیوبندی کی اطلاع کے لیے گذارش ہے کہ ہم اہلِ سنت و جماعت بریلوی اس حدیثِ رَدِ شمس کو معروف کہتے ہیں، آپ نے یہاں غلط بیانی سے کام لیا ہے۔

☆ اسی روایت کے بارے قارن دیوبندی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''یہ روایت بھی حضور علیہ السّلام کو مختارِ کُل ثابت کرنے جیسے باطل عقیدہ کی دلیل کے طور پر پیش کی جا رہی ہے''۔

(معجزہ یا نہ واویلا صفحہ ۱۴۸ مطبوعہ مکتبہ صفدریہ، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ۔ طبع اوّل ۱۹۹۵)

۶۔ مولوی ابو محمد جھنگوی دیوبندی:

دیوبندی تنظیم سپاہِ صحابہ کے ترجمان ماہنامہ ''خلافتِ راشدہ، فیصل آباد'' بابت ماہِ اکتوبر، نومبر ۱۹۹۳ء کے صفحات ۱۳ تا ۱۶ پر ایک مقالہ شائع ہوا، جس کا عنوان ہے۔

''کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے سورج لوٹا تھا''۔

اس مقالہ میں معجزۂ ردِّ شمس کا انکار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''پس یہ جھوٹ ہے کہ حضرت علی کے لیے سورج لوٹایا گیا''۔

(ماہنامہ خلافت راشدہ، فیصل آباد، بابت اکتوبر، نومبر ۱۹۹۳ء ص ۱۴)

۷۔ مولوی نور محمد تونسوی دیوبندی:

مولوی نور محمد تونسوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''حضرت علیؓ کے قصہ سے علامہ فیضی کا استدلال اور اس کا ابطال: علامہ صاحب اپنا مدعا و مطلب ثابت کرنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قصہ بیان کرتے ہیں: ''حضرات! مقامِ غور ہے، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا: حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى تمام نمازوں کی حفاظت کرو، قضا نہ ہونے دینا، مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرض نمازِ عصر کی عزت و عظمت اور آرام کو اہم فرض سمجھا، اسی لیے عصر کی نماز کو حضور کے آرام پر قربان کر دیا''۔ (نظریاتِ صحابہ ص: ۱۵) قارئینِ کرام! اس قصہ سے بھی علامہ صاحب کا نظریہ غلط ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ

محدثین کی ایک جماعت نے فرمایا کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قصہ صحیح سند سے ثابت نہیں ہے، بلکہ موضوع ہے، تفصیل کے لیے علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب ''منہاج السنّۃ'' جلد۴ از صفحہ ۱۸۶ تا ۱۹۵ کا مطالعہ فرمائیں۔ مُلّا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محدثین نے اس قصہ کو موضوع قرار دیا ہے۔ (موضوعاتِ کبیر ص ۱۵۲، ۱۵۷)''

(حقیقی نظریاتِ صحابہ صفحہ ۲۱ مطبوعہ اتحادِ اہل السنۃ والجماعۃ، پاکستان)

۸-محمود احمد عباسی مؤلّف تحقیقِ مزید:

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے بھی حدیثِ ردِ شمس کو صحیح تسلیم کیا ہے، اس پر تنقید کرتے ہوئے محمود احمد عباسی خارجی نے لکھا ہے:

''ایک مہمل روایت سُنیے، جس کو جلی عنوان کے ساتھ متعدد طرقِ روایت سے شاہ صاحب نے اس اہتمام سے بیان کیا ہے کہ فل سکیپ سائز کا ڈیڑھ صفحہ بھر دیا ہے، عنوان ہے'' آفتاب کے غروب ہو جانے کے بعد اس کے لوٹ آنے کا معجزہ''۔ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی نمازِ عصر فوت ہوگئی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی، آفتاب غروب ہو جانے کے بعد لوٹ آیا، دھوپ سارے میں پھیل گئی، حضرت علیؓ نے وضو کر کے جب نماز پڑھ لی آفتاب پھر غروب ہوگیا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ روایت میں نے مدینہ منورہ میں اپنے استاد شیخ ابراہیم بن الحسن الکردی سے ۱۱۴۴ھ میں سماعت کی تھی، پھر اپنے شیخ سے لے کر سترہ راویوں کا نام بنام تعارف کراتے ہوئے حضرت علیؓ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ پر اس کو منتہی کیا ہے اور اس طرح عن

فاطمہ بنت الحسین عن اسماء بنت عمیس یعنی پہلی راویہ اسماء بنت عمیسؓ زوجۂ علیؓ ہیں۔ انہوں نے اپنی پوتی فاطمہ بنت الحسینؓ سے یہ روایت بیان کی۔ اور فاطمہ نے اپنے چچیرے بھائی عبداللہ بن حسن وابراہیم بن حسن سے اور ان حضرات نے دوسروں سے۔ نفسِ مضمون کی غرابت سے قطع نظر شاہ صاحب اگر پہلی اور دُوسری راویہ خواتین کے سنِ وفات وسنِ ولادت کو ہی پیشِ نظر رکھتے، بآسانی معلوم ہو جاتا کہ یہ دونوں ہم زمانہ نہیں تھیں۔ یعنی پہلی راویہ اسماء کی وفات ۴۰ھ میں ہوگئی تھی (خلاصۂ تہذیب ص ۴۸۸) ان کے مرنے کے دس گیارہ سال بعد ۵۰ھ یا ۵۱ھ میں دوسری راویہ خاتون فاطمہ بنت الحسین عالمِ وجود میں آئیں، تو جس دوسری راویہ کی ولادت ہی پہلی راویہ کے مرنے سے دس گیارہ برس بعد ہوئی ہو، اس کا نام سلسلۂ راویان میں لینا ظاہر ہے کہ محض لغو اور مہمل ہے۔ شاہ صاحب نے اپنے شیخ سے سماعت کر کے اسے باور کرلیا۔ ورنہ ان کے مختلف طُرُقِ اسناد میں متعدد راوی شیعہ و ناقابلِ اعتبار ہیں مثلاً فضیل بن مرزوق جس کو امام ذہبی "میزان الاعتدال" میں کان معروفاً بالتشیع لکھتے ہیں کہ وہ مشہور شیعہ تھا"۔

(تحقیقِ مزید صفحہ ۹۳، ۹۴ مطبوعہ مکتبۂ محمود، ۲۶-بی ایریا (لالوکھیت) لیاقت آباد، کراچی۔ باراول)

یاد رہے کہ محمود عباسی صاحب صرف معجزۂ ردِ شمس کے ہی منکر نہیں بلکہ انہوں نے اپنی اس کتاب (تحقیقِ مزید) کے صفحہ ۷۷ پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت وشان کا لحاظ نہ کرتے ہوئے آپ کی گستاخی بھی کی ہے۔

۹- ناصر الدین البانی غیر مقلد

☆ غیر مقلدین کے مزعومہ محدث ناصر الدین البانی نے معجزۂ ردِ شمس کا انکار

کرتے ہوئے لکھا ہے:

"وهذا القصة لا تثبت"

"یہ قصہ ثابت نہیں ہے"۔

☆ مزید لکھا:

"ليس في شئ من الصحاح ولا الحسان، وهو مما تنوفر الدواعي على نقله، وتفردت بنقله امرأة من اهل البيت مجهولة لا اعرف حالها"

مفہوم: "یہ واقعہ صحیح وحسن روایات میں کہیں نہیں ملتا۔ پتا نہیں کس داعیہ کے تحت لوگوں نے اسے نقل کیا ہے، حالانکہ اس کی راویہ اہلِ بیت کی محض ایک مجہول اور غیر معروف الحال خاتون ہے"

(سلسله احاديث الصحيحة، المجلد الاوّل، القسم الاوّل ۱ – ۳۰۰، صفحہ ۴۰۱ تحت حدیث: ۲۰۲، مطبوعہ مكتبة المعارف للنشر والتوزيع لصاحبها سعد بن عبدالرحمان الراشد، الرياض)

☆ ناصرالدین البانی غیرمقلد نے اپنی ایک اور کتاب میں اس حدیث کا انکار کرتے ہوئے لکھا ہے:

"تيقن أن الحديث كذب موضوع لا أصل له"

یعنی "آپ کو یقین کرلینا چاہیے کہ یہ حدیث جھوٹی، موضوع اور بالکل بے اصل ہے"

(سلسلة احاديث الضعيفة والموضوعة، المجلد الثانی، ۵۰۱–۱۰۰۰، صفحہ ۴۰۲ تحت حدیث: ۹۷۲، مطبوعہ مكتبة المعارف للنشر والتوزيع لصاحبها سعد بن عبدالرحمان الراشد، الرياض)

۱۰-شعیب الأرنؤوط غیر مقلد:

شعیب الأرنؤوط غیر مقلد نے ''مشکل الآثار'' کے حاشیہ میں اس حدیث کا انکار کیا ہے، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو''شرح مشکل الآثار'' جلد۳ صفحہ۹۲ تا ۹۴۔

(مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ، کاسی روڈ، شالدرہ، کوئٹہ)

۱۱-مولوی زبیر علی زئی غیر مقلد:

غیر مقلدین کے مزعومہ ''بیہقی'' مولوی زبیر علی زئی نے حدیث ردُّ الشمس کے متعلق لکھا ہے:

''سیدنا امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے لیے سورج کی واپسی والی روایت اپنی دونوں سندوں کے ساتھ ضعیف یعنی مردود ہے''۔

(ماہنامہ الحدیث، حضرو، بابت اپریل ۲۰۱۰ء، شمارہ نمبر:۷۱)

۱۲-مولوی ابن الحسن محمدی غیر مقلد (یعنی مولوی غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری)

مولوی غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری غیر مقلد نے ابن الحسن محمدی کے نام سے مقالہ لکھا جس میں حدیثِ ردِّ شمس کا انکار کرتے ہوئے لکھا ہے:

''سیدنا علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے لیے سُورج کے واپس آنے کے بارے میں بیان کی جانے والی ساری کی ساری روایات ضعیف اور باطل ہیں''۔

(ماہنامہ السُنّہ جہلم، بابت نومبر ۲۰۱۳ء تا اپریل ۲۰۱۴ء صفحہ ۱۴۶)

۱۳-مولوی حافظ انور زاہد غیر مقلد وہابی:

حافظ انور زاہد غیر مقلد وہابی نے حدیثِ ردِّ شمس بیان کر کے لکھا ہے:

''یہ روایت بھی صحیح طریقہ سے ثابت نہیں''۔

(ضعیف اور من گھڑت واقعات صفحہ ۱۱۷ مطبوعہ نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور)

۱۴-عبدالکریم عابد (مضمون نگار سیارہ ڈائجسٹ، لاہور)

وہابی دیوبندی فکر کے حامل عبدالکریم عابد نے ''آں حضورؐ کے معجزات'' نامی اپنے مقالہ میں ''غیر مستند روایات'' کے عنوان کے تحت لکھا ہے:

''معجزاتِ نبوی کے متعلق بے شمار جھوٹی اور بے سروپا روایتیں بھی مشہور ہیں''۔

(سیارہ ڈائجسٹ، لاہور، رسول نمبر جلد ا صفحہ ۳۸۸)

اس کے اگلے صفحہ پر معجزۂ ردِّ شمس کا انکار کرتے ہوئے لکھا ہے:

''ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ حضرت علیؓ کے زانو پر سر رکھ کر آرام فرمارہے تھے، آفتاب ڈوب رہا تھا اور نمازِ عصر کا وقت ختم ہو رہا تھا لیکن حضرت علیؓ نے ادباً آپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا، جب آفتاب ڈوب گیا تو دفعتاً آپؐ بیدار ہوئے اور دریافت فرمایا: تم نے نماز نہیں پڑھی؟ عرض کی: نہیں، آپؐ نے دُعا کی فوراً آفتاب لوٹ کر نکل آیا، یہ روایت بھی ثابت نہیں ہے''

(سیارہ ڈائجسٹ، لاہور، رسول نمبر جلد ا صفحہ ۳۸۹)

۱۵-ابوالاعلیٰ مودودی (بانی جماعتِ اسلامی):

جماعتِ اسلامی کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے اپنی تفسیر ''تفہیم القرآن'' میں حضرت علی کے لیے معجزۂ ردِّ شمس کا انکار کیا ہے، مودودی صاحب کے اس انکار کو سیاق وسباق کے ساتھ ملاحظہ کریں:۔

''ایک گروہ نے مذکورۂ بالا ترجمہ وتفسیر سے تھوڑا سا اختلاف کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ اور رُدُّوْهَا عَلَیَّ دونوں کی ضمیر سورج ہی کی طرف پھرتی ہے، یعنی جب نمازِ عصر فوت ہوگئی اور سورج پردۂ مغرب میں چھپ گیا تو حضرت سلیمانؑ نے کارکنانِ قضاوقدر سے

کہا کہ پھیر لاؤ سُورج کو تا کہ عصر کا وقت واپس آجائے اور میں نماز ادا کرلوں، چنانچہ سورج پلٹ آیا اور انہوں نے نماز پڑھ لی۔ لیکن یہ تفسیر اُوپر والی تفسیر سے بھی زیادہ ناقابلِ قبول ہے۔ اس لیے نہیں کہ اللہ تعالیٰ سورج کو واپس لانے پر قادر نہیں ہے، بلکہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا قطعاً کوئی ذکر نہیں فرمایا ہے، حالانکہ حضرت سلیمانؑ کے لئے اتنا بڑا معجزہ صادر ہوا ہوتا تو وہ ضرور قابلِ ذکر ہونا چاہئے تھا۔ اور اس لیے بھی کہ سورج کا غروب ہو کر پلٹ آنا ایسا غیر معمولی واقعہ ہے کہ اگر وہ درحقیقت پیش آیا ہوتا تو دنیا کی تاریخ اس کے ذکر سے ہرگز خالی نہ رہتی۔ اس تفسیر کی تائید میں یہ حضرات بعض احادیث بھی پیش کرکے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ سورج کا غروب ہو کر دوبارہ پلٹ آنا ایک ہی دفعہ کا واقعہ نہیں ہے بلکہ یہ کئی دفعہ پیش آیا ہے۔ قصۂ معراج میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سورج کے واپس لائے جانے کا ذکر ہے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر بھی حضورؐ کے لئے وہ واپس لایا گیا اور حضرت علیؓ کے لیے بھی، جب کہ حضورؐ ان کی گود میں سر رکھے سو رہے تھے اور ان کی نمازِ عصر قضا ہو گئی تھی، حضور نے سورج کی واپسی کی دُعا فرمائی تھی اور وہ پلٹ آیا تھا، لیکن اِن روایات سے استدلال اُس تفسیر سے بھی زیادہ کمزور ہے جس کی تائید کے لیے انہیں پیش کیا گیا ہے۔ حضرت علیؓ کے متعلق جو روایت بیان کی جاتی ہے اُس کے تمام طُرُق اور رجال پر تفصیلی بحث کرکے ابنِ تیمیہ نے اسے موضوع ثابت کیا ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور ابنِ جوزی کہتے ہیں کہ وہ بلا شک و شُبہ موضوع ہے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر سورج کی واپسی والی روایت بھی بعض محدثین کے نزدیک ضعیف اور بعض کے نزدیک موضوع ہے۔

رہی قصہ معراج والی روایت تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفارِ مکہ سے شب معراج کے حالات بیان فرما رہے تھے تو کفار نے آپ سے ثبوت طلب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بیت المقدس کے راستے میں فلاں مقام پر ایک قافلہ ملا تھا جس کے ساتھ فلاں واقعہ پیش آیا تھا۔ کفار نے پوچھا وہ قافلہ کس روز مکہ پہنچے گا۔ آپؐ نے فرمایا فلاں روز، جب وہ دن آیا تو قریش کے لوگ دن بھر قافلہ کا انتظار کرتے رہے، یہاں تک کہ شام ہونے کو آ گئی۔ اس موقع پر حضورؐ نے دُعا کی کہ دن اس وقت تک غروب نہ ہو جب تک قافلہ نہ آ جائے، چنانچہ فی الواقع سورج ڈوبنے سے پہلے وہ پہنچ گیا۔ اس واقعہ کو بعض راویوں نے اس طرح بیان کیا ہے کہ اُس روز دن میں ایک گھنٹہ کا اضافہ کر دیا گیا اور سورج اتنی دیر تک کھڑا رہا۔ سوال یہ ہے کہ اس قسم کی روایات کیا اتنے بڑے غیر معمولی واقعہ کے ثبوت میں کافی شہادت ہیں؟ جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں، سُورج کا پلٹ آنا، یا گھنٹہ بھر رُکا رہنا کوئی معمولی واقعہ تو نہیں ہے، ایسا واقعہ اگر فی الواقع پیش آ گیا ہوتا تو دنیا بھر میں اُس کی دھوم مچ گئی ہوتی۔ بعض اخبارِ احاد تک اس کا ذکر کیسے محدود رہ سکتا تھا؟"

(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۳۴، ۳۳۵۔ تحت آیت ۳۲: حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ۔ مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن، لاہور)

اس اقتباس میں مودودی صاحب نے حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لیے سورج کے لوٹائے جانے کا انکار کیا ہے۔

۱۶۔ حکیم فیض عالم صدیقی غیر مقلد

حدیثِ ردِ شمس کو درست تسلیم کرنے کی وجہ سے مولوی حکیم فیض عالم صدیقی

غیر مقلد نے شاہ ولی اللہ دہلوی کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے:

''شیعوں نے اس روایت کو اس لیے وضع کیا تھا کہ اس پر آگے چل کر ایک عمارت کھڑی کرنی مطلوب تھی، معلوم نہیں کہ شاہ صاحب کو وہ عمارت نظر ہی نہیں آئی یا انہوں نے ارادۂ ترک کر دی''

(حقیقتِ مذہب شیعہ، صفحہ ۱۷۱، مطبوعہ مرکز اشاعتِ دینِ اسلام، گارڈن ٹاؤن، لاہور)

اگلے صفحہ پر حکیم فیض عالم صدیقی غیر مقلد نے (حدیثِ ردِ شمس کی تصحیح کی وجہ سے) شاہ ولی اللہ کا رد کرتے ہوئے مزید لکھا ہے:

''اگر شاہ ولی اللہ جیسے عبقری اس طرح شیعیت کی ہمنوائی کرتے ہوئے پائے جائیں، تو ما وشما کا اللہ ہی حافظ ہے''

(حقیقتِ مذہب شیعہ، صفحہ ۱۷۲، مطبوعہ مرکز اشاعتِ دینِ اسلام، گارڈن ٹاؤن، لاہور)

۱۷-مولوی حبیب الرحمان کاندھلوی دیوبندی

مولوی حبیب الرحمان کاندھلوی دیوبندی ابن مولوی اشفاق الرحمان کاندھلوی دیوبندی نے اپنی کتاب'' مذہبی داستانیں اوران کی حقیقت'' کی جلد ا کے صفحہ ۲۱۵ تا ۲۲۱ تک، حدیثِ ردِ شمس پر شدید جرح کر کے اس کو موضوع قرار دیا ہے، ذیل میں اس بحث کا ایک اقتباس پیش ہے جس میں (اس حدیثِ ردِ شمس کے متعلق) لکھا ہے:

''آپ اس روایت پر جس اُصول سے بھی نظر ڈالیں گے تو یہ صریح بکواس نظر آئے گی''

(مذہبی داستانیں اوران کی حقیقت، جلد ا صفحہ ۲۱۹، مطبوعہ الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ، مکان نمبر ۳-۷-اے، بلاک نمبر ا، ناظم آباد، کراچی)

۱۸- قاری خلیل الرحمٰن جاوید (غیر مقلد)

۲۰ رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ بمطابق ۵ جون ۲۰۱۸ء کو بول ٹی وی چینل کے پروگرام میں قاری خلیل الرحمان غیر مقلد نے معجزۂ ردشمس کے بیان پر مشتمل احادیث کو موضوع، من گھڑت قرار دیا ہے۔ یہ کلپ دیکھنے کے لیے یوٹیوب (youtube) پر

Aalim ke bol-Ramzan Sehri Transmission with
Aamir Liaquat 5th June 2018 Bol News

لکھ کر سرچ کریں تو ۳۶ منٹ اور ۳۰ سیکنڈ کا ایک ویڈیو کلپ سامنے آئے گا، اس کے اکتیسویں منٹ میں (قاری خلیل الرحمان جاوید غیر مقلد نے) معجزۂ ردشمس کا اِنکار کیا ہے۔

۱۹- علامہ ابن جوزی

علامہ ابن جوزی نے حدیثِ رَدِّشمس کو موضوع قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

هذاحديث موضوع بلاشك

(كِتَابُ الْمَوضوعات، كتاب الفضائل والمثالب، باب: ۳۸، الجز الثانی، صفحہ: ۱۲۰، مطبوعہ مكتبة اضواء السّلف، شارع سعد بن ابی وقاص، الرياض۔ الطبعة الاولیٰ ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء)

یعنی ”بلاشک وشبہہ یہ حدیث (رَدِّشمس) موضوع ہے“

۲۰- علامہ ابنِ کثیر دمشقی:

علامہ ابن کثیر نے اپنی مشہور ومعروف کتاب ”اَلْبِدَايَةَ وَالنِّهَايَةَ“ میں تین مقامات پر معجزۂ رَدِّشمس کا انکار کیا ہے۔

☆ پہلے مقام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے سورج واپس ہونے کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولكنّه مُنكَرٌ، ليس فى شَئٍ مِن الصِّحَاحِ ولاالحِسانِ، وهومـمّاتتوفّرُالدّواعِى على نقْلِه وتفرّدَتْ بنقلِه امرأةٌ مِن أهلِ البيتِ مجهولةٌ، لايُعْرَفُ حالُها

(اَلْبِدَايَةَ وَالنِّهَايَةَ (عربی)فصل فی دخول بنی اسرائیل التیة، ذکرنبوة یوشع باعهاتبنی اسرائیل، جز ۲، صفحہ۱۲۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ)

''صحیح احادیث میں اس کا کچھ درجہ نہیں اور نہ ہی حسن احادیث میں اس کا کچھ اعتبار ہے، اوراس کی روایت میں اہلِ بیت کی ایک مجہول عورت شامل ہے جس کی حالت کچھ معلوم نہیں''

(اَلْبِدَايَةَ وَالنِّهَايَةَ (اردوترجمہ) حصہ اوّل،(بعنوان بلعم بن باعورا کا قصہ) جلد۱ صفحہ۲۲۳ مطبوعہ دارالاشاعت، اردوبازار، ایم اے جناح روڈ، کراچی۔مترجم مولوی ابوطلحہ محمد اصغر مغل دیوبندی)

☆ ابنِ کثیر نے دوسری جگہ اس معجزہ کا انکار کرتے ہوئے لکھا ہے:

''انه مَوْضوعٌ مَصْنوعٌ مُفْتَعَلٌ، يسْرِقُه هؤلاء الرافِضةِ''

(اَلْبِدَايَةَ وَالنِّهَايَةَ (عربی)کتاب دلائل النبوة، فصل: فی ایرادحدیث ردالشمس۔۔۔ج۶، صفحہ۱۲۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ)

ترجمہ:''یہ حدیث مَن گھڑت، موضوع اور خودساختہ ہے اورروافض کی کارستانی ہے''

(اَلْبِدَايَةَ وَالنِّهَايَةَ (اردوترجمہ) حصہ ششم، جلد۳ صفحہ۴۳۲ مطبوعہ دارالاشاعت، اردوبازار، ایم اے جناح روڈ، کراچی۔مترجم مولوی ابوطلحہ محمد اصغر مغل دیوبندی)

☆ ابنِ کثیر نے تیسری جگہ اس معجزہ کا انکار کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اماحديث ردالشمس بسبب على رضى الله عنه، فقدتقدّم ذكرناله من طريق أسماء بنت عميس، وهوأشهرها، وأبى

سعيدوأبي هريرة وعلىّ نفسه، وهو مُستنكرٌ من جميع الوجوه"

(اَلْبِدَايَةَ وَالنِّهَايَةَ (عربی) كتاب دلائل النبوة، باب: فيما أعطى رسول الله صلى الله عليه وسلم، وماأعطى الانبياء قبله، قصة حبس الشمس ج٦، صفحہ ٤١٥ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ)

ترجمہ: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ردِّ شمس والی روایت اسماء بنت عمیس رضی اللّٰہ عنہا، ابوسعید خدری رضی اللّٰہ عنہ، ابوابوہریرہ رضی اللّٰہ عنہ اور خود حضرت علی رضی اللّٰہ عنہ سے مروی ہے، یہ تمام طریقے اور اسانید منکر اور غلط ہیں''۔

(اَلْبِدَايَةَ وَالنِّهَايَةَ (اردو ترجمہ) حصہ ششم، جلد ۳ صفحہ ۵۶۲ مطبوعہ دار الاشاعت، اردو بازار، ایم اے جناح روڈ، کراچی۔ مترجم مولوی ابوطلحہ محمد اصغر مغل دیوبندی)

مفتی عبدالحق دیوبندی کا غیر واضح موقف

☆ مفتی عبدالحق دیوبندی (بانی جامعہ دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک) اور دیگر دیوبندی مفتیوں کے افادات پر مشتمل ''فتاوی حقانیہ'' میں معجزۂ ردِّ شمس کے ثابت وغیر ثابت ہونے پر محدثین کا اختلاف ذکر کیا گیا ہے، لیکن خود کوئی واضح موقف بیان نہیں کیا، ملاحظہ ہو

(فتاوی حقانیہ، جلد ۲ صفحہ ۲۰۰، ۲۰۱ مطبوعہ جامعہ دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ)

ایک ضروری وضاحت اور ممکنہ شبہہ:

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ ہمارے دیار میں بدمذہب ہی اس حدیث کے منکر ہیں، حدیث کی عدمِ صحت کی وجہ سے جو شخص اِنکار کر رہا ہو، اُسے حدیث کی صحت کے بارے میں دلائل سے سمجھایا جائے، اس کے بعد بھی نہ مانے

تو ظاہر ہو جائے گا کہ یہ انکار دلائل کی بنا پر نہیں بلکہ تعصب، بدمذہبی کی وجہ سے ہے۔ بخلاف دوسرے منکرین ابنِ جوزی اور ابنِ کثیر کے، کیونکہ ان کا انکار تحقیق کی بنا پر ہے نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بُغض کی وجہ سے۔ اس لیے ان کے خلاف اس انکار کی بنا پر کوئی کلمہ تفسیق و تضلیل کا نہ کہا جائے۔ ہوسکتا ہے اس جواب پر کسی بدمذہب کو یہ اعتراض ہو کہ سب منکرین کا حکم یکساں کیوں نہیں؟ جواب پیش ہے:

پہلا جواب:

☆ دیوبندیوں کے مزعومہ ''امام الزاہدین والعارفین اور قطبِ عالم'' مولوی زاہد الحسینی دیوبندی نے گستاخانِ رسول کی علامتیں بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''ایسے بدبختوں کی کئی علامات ہیں مگر بڑی علامت یہ ہے کہ ان کی زبان، ان کے قلم، ان کا ذہن وفکر ایسے مواد کی تلاش میں رہتا ہے جس سے شانِ رفیع میں کمی پیدا کی جاسکے، وہ قرآنی آیات کی تاویلاتِ باطلہ بلکہ تحریفِ معنوی سے بھی نہیں رُکتے، وہ اپنی جہری نمازوں میں صرف ان آیات اور سورتوں کی قرأت کرتے ہیں جن سے رفعتِ شانِ محمد آشکارا نہ ہو، ان کو صرف اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ہی یاد ہوتا ہے۔ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْم پڑھنے سے ان کی زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں، وہ عَبَسَ وَتَوَلّٰی تو لہجہ دار طرز سے پڑھتے ہیں مگر ان کی زبان پر سورۃ اَلْبَيِّنَة نہیں آتی۔ حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں یہ شکایت کی گئی کہ ایک امام جہری نماز میں سورہ عَبَسَ کی قرأت زیادہ کرتا ہے، تو آپ نے اُس کو سخت سزا دی۔ یہ واقعہ ''صحیح مسلم'' کے شارح اور ''ہدایہ'' کے شارح امام تقی الدین ابوبکر بن محمد الحصنی (م ۸۲۹ھ) نے اپنی کتاب ''قمع

النفوس ورقیة المایوس ''میں نقل کیا ہے''۔

(رحمتِ کائنات صفحہ ۴۰۴، ۴۰۵ مطبوعہ ادارہ تحفظِ حقوقِ نبوۃ، مدنی روڈ، اٹک شہر، پاکستان۔ طبع مارچ ۲۰۰۱ء)

مولوی زاہد الحسینی دیوبندی کے پیش کیے گئے اس اقتباس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ گستاخانِ رسول اپنی خباثت کی تسکین کے لیے قرآنِ پاک کی آیات کو بطورِ ڈھال استعمال کرتے ہیں، اور جہری نمازوں میں اہتمام سے وہی آیات تلاوت کرتے ہیں جن سے شانِ محمد آشکارانہ ہو۔ اس میں نقل کیا گیا یہ واقعہ بھی نہایت اہم ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمرِ فاروق رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایسے امام کو سخت سزا دی جو صرف جہری نمازوں میں سورۂ عَبَسَ کی تلاوت کیا کرتا تھا۔ کیا معترضین حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ پر بھی اعتراض کریں گے کہ انہوں نے قرآنِ کریم کی ایک سورۃ کی تلاوت کرنے والے مسلمان کو سخت سزا دی تھی؟ اگر جواب نفی میں ہے تو وجہ بیان کریں، جو وجہ بیان کریں گے اسی وجہ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہماری بات کو تسلیم کرلیں۔

دوسرا جواب:

☆ مولوی رب نواز حنفی دیوبندی نے ''مرثیہ گنگوہی'' کا دفاع کرتے ہوئے لکھا ہے:

''مختصر المعانی میں اسنادِ حقیقی و مجازی کی تفصیل میں ایک مثال پیش کی گئی ہے وہ یہ ہے: ''اَنْبَتَ الرَّبِیْعُ الْبَقْلَ'' کہ ''موسمِ بہار نے فصل اُگائی''۔ اب یہ حقیقی معنی پر بھی محمول ہوسکتا ہے اور مجازی بھی۔ اگر کافر کہے گا تو یہ اسنادِ حقیقی ہے یعنی اس کا عقیدہ ہے کہ ''موسمِ بہار نے فصل وغیرہ کو اُگایا''۔ اور اگر مسلمان کہے گا تو یہ اسنادِ مجازی ہوگی کہ ''اللہ نے موسمِ بہار کے ذریعے اُگایا''۔ تو یہ اسنادِ مجازی ہوگئی کہ یہ اُگانا بہار کی طرف جو

منسوب ہے وہ محض مجازی طور پر ہے چونکہ موسمِ بہار کے آنے سے فصل ظاہر ہوئی تو اس کی طرف نسبت کردی گئی ہے۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ مختصر المعانی مع الحاشیہ ص۵۲-۵۷- بہرحال ثابت ہوا کہ کافر کرے گا تو مطلب کچھ اور ہوگا اگر وہی بات مسلمان کرے گا تو مطلب کچھ اور ہوگا اکابر و اسلاف میں یہ مسلم ہے"

(مرثیہ گنگوہی پر اعتراضات کا مختصر جائزہ: ص۱۴ مطبوعہ جمعیت اہل السنۃ والجماعۃ۔ ۱۴۳۵ھ)

تیسرا جواب:

☆ اسی طرح مفتی حماد دیوبندی نے بھی لکھا ہے:

"کلام کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے۔ آپ بخوبی جانتے ہی ہیں کہ "اَنْبَتَ الرَّبِیْعُ الْبَقْلَ" کا جملہ مسلمان کہے تو کیا حکم ہے اور یہی جملہ دہریہ کہے تو کیا حکم ہے۔ جملہ ایک ہے مگر صاحبِ کلام سے کلام کا مطلب بدل جاتا ہے۔ مفرد کا لفظ کوئی منطقی بولے تو مطلب اور مراد لیا جائے گا، کوئی صرفی کہے تو مطلب اور مراد لیا جائے گا اور اگر نحوی بولے تو مطلب اور۔ حالانکہ لفظ ایک ہی ہے"

(مجلّہ راہ سنت، لاہور۔ بابت رمضان، شوال ۱۴۳۰ھ، جلد: ۱ شمارہ: ۲، صفحہ: ۵۶،۵۵)

☆ اس وضاحت کے بعد مفتی حماد دیوبندی نے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی صفائی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا حضرت علیؓ کو "مشکل کشا" کہنے کا مطلب اور ہے اور کسی مشرکانہ ذہن رکھنے والے کا "مشکل کشا" کہنا اور مطلب رکھتا ہے"۔

(مجلّہ راہ سنت، لاہور۔ بابت رمضان، شوال ۱۴۳۰ھ، جلد: ۱ شمارہ: ۲، صفحہ: ۵۶)

اپنے اس مضمون کے آخر میں بھی مفتی حماد دیوبندی نے لکھا ہے:
☆ "موحد کا "یارسول اللہ" کہنا اور ہے اور مشرک کا "یارسول اللہ" کہنا اور ہے"۔
(مجلہ راہ سنت، لاہور۔ بابت رمضان، شوال ۱۴۳۰ھ، جلد: ۱ شمارہ: ۲، صفحہ: ۵۹)

چوتھا جواب:

☆ دیوبندیوں کے مشہور مناظر مولوی طاہر گیاوی دیوبندی نے بھی لکھا ہے:
"ایک ہی بات عین دین اور غیر دین ہو سکتی ہے: شریعتِ اسلامی میں اس بات کی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ ایک ہی چیز ایک لحاظ سے عین اسلام ہو اور وہی چیز دوسرے لحاظ سے خالص کفر ہو جائے"۔
(بریلویت کا شیش محل صفحہ ۸۰ مطبوعہ کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند۔ یوپی)

مذکورہ بالا وضاحت کی روشنی میں یہ کہنا بالکل درست ہے کہ اگر بدعقیدہ شخص حدیثِ ردِّ شمس کا انکار کرے تو اس سے یہی سمجھا جائے گا کہ اس کا انکار تعصب کی وجہ سے ہے، لیکن اگر سنی صحیح العقیدہ اس کا انکار کرے گا تو اسے سخت کلمہ نہ کہا جائے۔

معجزۂ ردّ الشّمس کے دیوبندی قائلین

(۱) دیوبندی مذہب کے امام مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی کا اِقرار:

دیابنہ کے امام مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی نے معجزۂ ردِّ شمس کو درست تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے:

"آفتاب کا غروب ہو کر پھر نکل آنا "طبرانی" اور "طحاوی" نے بایں طور نقل کیا ہے کہ خیبر کی راہ میں بعدِ عصر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کے زانو پر سر مبارک رکھ کر سو گئے، بعدِ غروبِ آفتاب آنکھ کھلی تو حضرت علیؓ سے پوچھا: تم نے عصر کی نماز پڑھی؟ آپ نے عرض کیا: کوئی نہیں۔ آپ نے دُعا فرمائی، خداتعالیٰ نے آفتاب کو پھر ہٹایا، پہاڑوں پر دھوپ نظر آنے لگی، اس روایت کا ہر چند صحاحِ ستہ

ہیں پتہ نہیں اور ابنِ جوزی نے جو بڑے محدّث ہیں، اس روایت کو مجملہ موضوعات یعنی جھوٹی حدیثوں میں شمار کیا ہے، پر اور محققوں نے اس کی تصحیح بھی کی ہے، سو ہمیں بھی یہی بات پسند ہے، کچھ اپنی محبت کا تقاضا، کچھ شیعوں کی خاطر، اس پر بھی وہ نہ سمجھیں تو انہیں خدا سمجھے، (دعائے نبویؐ سے ہونے والا کام معجزۂ رسول ہے) پر ہمیں معلوم نہیں، اس سوال میں سائل نے کیا فائدہ سمجھا ہے، اگر یہ تمنّا ہے کہ یہ معجزہ حضرت علیؓ کے نام لگ جائے تو اس کی اُمید بے جا ہے، اگر ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے، ہاں حضرت علیؓ کی کارگزاری اور خاطر داری البتہ باعثِ دعا مذکور ہوئی، سو یہ کون سی بڑی بات ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یہ ادنیٰ بات ہے، اس سے پہلے مکہ میں کفار کی استدعا سے معجزۂ شق القمر ہوا تھا تو کفار کی کیا فضیلت نکلتی تھی؟ اور اگر اس میں کچھ فضیلت ہے تو فقط اتنی کہ ان کی یہ خدمت پسند آئی، سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو بکرؓ کی خدمت گذاریاں اس سے زیادہ پیشِ نظر تھیں" (اَجوبۂ اَربعین، صفحہ ۸۹ تا ۹۱، مطبوعہ ادارۂ نشر واشاعت، مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔ اشاعت دسمبر ۱۹۹۲ء)

(۲) دیوبندی فرقہ کے مرکز دارالعلوم دیوبند کا اقرار:

(۲) دارالعلوم دیوبند کی ویب سائٹ پر "عقائد وایمانیات" کے باب میں سوال نمبر 42841 کے تحت کسی سائل نے معجزۂ رَدِّ شمس کے متعلق استفسار کیا، ان کے جواب میں دیوبندی مفتی صاحب نے معجزۂ ردِّ شمس کو درست تسلیم کیا، ذیل میں سوال وجواب نقل کیے جا رہے ہیں:

سوال: "حضرت علی کی نماز قضا ہوئی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کی تو سورج واپس آ گیا، یہ معجزہ کس حد تک درست ہے، جواب عنایت فرمائیں۔

Published on: Jan 6, 2013

جواب#42841

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتویٰ:119-119 /M=2/ 1434

یہ معجزہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، جس روایت میں اس کا تذکرہ آیا ہے اس کی امام طحاوی رحمہ اللہ نے تصحیح کی ہے اور محدثین کی ایک جماعت نے جس میں محدث طبرانی بھی ہیں، حسن سند کے ساتھ اس کی تخریج کی ہے، اور یہی نہیں بلکہ صاحب ''النھر الفائق'' نے ان لوگوں کی تغلیط بھی کی ہے جنہوں نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے: ذكر الشافعية أن الوقت يعود "لأنه عليه الصلاة والسلام نام في حجر علي حتى غربت الشمس، فلما استيقظ ذكر له أنه فاتته العصر فقال: اللّٰهم إنه كان في طاعتك وطاعة رسولك فارددها عليه، فردت حتى صلى العصر وكان ذلك بخيبر، والحديث صححه الطحاوي وعياض، وأخرجه جماعة منهم الطبراني بسند حسن، وأخطأ من جعله موضوعا كابن الجوزي وقواعدنا لا تأباه. اھ

(شامي: ۲/۱۶-۱۷، كتاب الصلاة، مطلب: لو ردت الشمس بعد غروبها، ط: زکریا دیوبند)

واللہ تعالیٰ اعلم،

دائرالافتاء دارالعلوم دیوبند''

(www.darulifta-deoband.com، سیکشن عقائد وایمانیات/ اسلامی عقائد، سوال نمبر: 42841، فتویٰ نمبر: 119-119 /M=2/ 1434)

(۳) دیوبندی مزعومہ حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کا اقرار:

(۳) دیوبندی مذہب میں مجدد سمجھے جانے والے مولوی اشرفعلی تھانوی دیوبندی نے معجزۂ ردالشمس کا اقرار کرتے ہوئے لکھا ہے:

رد شمش او حبسہا او حجبہا للمقبولین:

الحدیث : ـحدیث رَدِّ الشمسِ عَلٰی عَلِیٍّ قال احمد لا اصل له وتبعه ابن الجوزی فاورده فی الموضوعات ولکن قد صححه الطحاوی وَصَاحِبُ الشِّفاء واخرجه ابن مندة وابن شاهین من حدیث اسماء ابنة عمیس قلت قال السیر طی فی التعقبات علی المرضوعات باب المناقب(فی رواة حدیث اسماء بنت عمیس فی (ردالشمش) فضیل ثقة صدوق احتج به مسلم والاربعة وابن شریك وثقه غیرابی حاتم وروی عنه البخاری فی الادب وابن عقده من کبارالحفّاظ وثقه الناس اه مختصرًا۔

ف:فلا تعجل بتکذیب مایروی من حبس الشمس بدعاء بعض الاولیاء کما اشتهر من شرف الدین القلندرانه دعاالٰهی تاقیامت برنیایدآفتاب تم لماطلعت بدعائه کانت علی الراس فاذن الامراهون من الحبس لانه کان حساصورة وحجابامعنی فهواقرب الی التصدیق ۔

((ترجمہ)):۔ حدیث ردالشّمس کی تحقیق :۔حدیث: حضرت علی کے لیے(جب وہ حضور صلی اللّٰه علیه وسلم کی خدمت میں مشغول ہونے کے سبب عصر کی نماز نہیں پڑھ سکے) آفتاب کا واپس ہو جانا (جس سے وہ وقت میں نماز پڑھ سکے)احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ اس کی کچھ اصل نہیں، اور ابن الجوزی نے اُن کی موافقت کی اور اس کو موضوعات میں لائے ہیں، لیکن طحاوی اور صاحبِ شفاء نے اس کی تصحیح کی ہے اور ابن مندہ اور ابن شاہین نے اسماء بنت عمیس کی روایت سے اس کی تخریج کی ہے، میں کہتا ہوں سیوطی نے ''تعقبات علی الموضوعات'' کے

"باب المناقب"، میں (اسماء کی اِس حدیث کے ان راویوں کے بارہ میں جن کے سبب حدیث مجروح کی گئی ہے) کہا ہے کہ فضیل "ثقہ"، "راست باز" ہے، اس سے مسلم اور اصحابِ سنن اربعہ نے احتجاج کیا ہے اور ابن شریک کی توثیق بجز ابو حاتم کے اوروں نے کی ہے، اور اس سے بخاری نے "ادب" میں روایت کی ہے اور ابن عقدہ اکابر حفاظ سے ہے اور اس کی لوگوں نے توثیق کی ہے۔ اھ مختصراً۔

ف: (جب ایسا حاذق واقع بھی ہو چکا ہے اور تخصیص بِالنبی کی کوئی دلیل نہیں) پس تم ایسے واقعہ کی جلدی تکذیب مت کرو جو بعض اولیاء کی دعا سے حبسِ شمس کا قصہ منقول ہے، جیسا حضرت قلندر صاحب کی حکایت مشہور ہے کہ انھوں نے (ناراض ہوکر) یہ دعا کر دی تھی یا الٰہی تاقیامت بر نیاید آفتاب (پھر لوگوں کے معاف کرانے پر دعا کر دی تھی) پھر جب ان کی دُعا سے وہ طلوع ہوا ہے تو ٹھیک سر پر تھا۔ (یعنی دوپہر کا وقت تھا) سو اس صورت میں واقعہ حبس سے بھی سہل ہے کیونکہ وہ صورۃً حبس تھا لیکن معنیً وحقیقۃً حجاب تھا یعنی باوجود طلوع کے نظر نہیں آیا (اور ممکن ہے کہ یہ نظر نہ آنا خاص اسی بستی میں ہو) سو یہ تصدیق سے بہت قریب ہے"۔

(اَلتَّشَرُّف بِمَعرِفَةِ اَحَادِیثِ التَّصَوُّف مع ترجمہ تکمیل التصرف فی تسھیل التشـــــــرف صفحہ ۲۲۳، ۲۲۴ مطبوعہ کتب خانہ مظہری، گلشنِ اقبال نمبر ۲، پوسٹ بکس نمبر ۱۱۱۸۲، کراچی۔ طباعت اپریل ۱۹۸۶ء/ شعبان المعظم ۱۴۰۶ھ ایضاً صفحہ ۱۷۲، ۱۷۳ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان)

ضروری نوٹ: "التشـرف" مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان سے ہونے والی جدید اشاعت میں مذکورہ بالا اقتباس میں نقل کردہ عربی اقتباس کو نکال دیا گیا ہے۔

(۵،۴) دیوبندی مزعومہ امامِ اعظم مولوی انورشاہ کشمیری دیوبندی اور مولوی احمد رضا بجنوری دیوبندی کا اقرار (مولوی انورشاہ کشمیری دیوبندی کے افادات پر مشتمل دو کتب سے ثبوت):

دیوبندی مذہب کے اکابر میں شامل مولوی انورشاہ کشمیری کے افادات پر مبنی کتاب ''فیض الباری'' (مرتب مولوی بدر عالم میرٹھی دیوبندی) میں معجزۂ ردِّ شمس کو صحیح تسلیم کیا گیا ہے، تفصیل ملاحظہ ہو۔

(۴) مولوی انورشاہ کشمیری دیوبندی نے رَدِّ شمس کو تسلیم کرتے ہوئے بیان کیا ہے:

"(صَهْبَاء) وهى الموضع الذى رُدَّت فيها الشمس بين خَيبَر والمدينة، وصحّحه الطحاوى فى "مُشكِل الآثار" .ونقل عن شيخه اِنّه أوصى الأمة بحفظ هذه المعجزة الباهرة التى ظهرت على يد النبى صلى الله عليه وسلم (۱) ونَسَبَ النووى اِليه أنه قائل بتعدّد القصة وهو سهو منه، واِنّما صَحَّحَ الطَّحَاوى واقعة واحدة ولم يقل بتعدّدها أصلاً، ولعلَ النووى لم يَظْفَربالأ صل أولم يرجع اليه، فوقع فى الغلط، وهٰكذا تكون الأ غلاط فى اخذ النقول بدون المراجعات الى الاصول .والذى تحصَّل لى فى تنقيح القصة: أنَّ النبى صلى الله عليه وسلم بَعَثَ عليًا رضى اللّٰه عنه لحاجةٍ قبل العصر، فذهب اِليها ولم يصل حتى غَرَبَتِ الشَّمْسُ، ثم لما اَخْبَربه النبى صلى الله عليه وسلم، دعا له فرُدَّت له الشمس، وما سوى ذٰلك، فكلّه من اضطراب الرواة، أمّا انه لم يصل العصر، فالوجه عندى أنه

تزاحم عنده امران: الأول: الامر العام فی أداء الصّلاة فی وقتها، والثانی الأمر الخاص، وهو أمرُ النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی هذا الیوم بالفَرَغ عن حاجته النبی بعثه اِلیها قبل غروب الشمس، کما یجیء فی البخاری فی قصة بنی قُرَیْظَة، حیث امرهم النبی صلی اللّٰه علیه وسلم أَن یُصَلُّوا العصر فی بنی قُرَیْظَة، فادرکهم الوقت قبل بلوغهم الیهم فصلّی بعضهم العصر نظر اًالی الامر العام، ولم یُصَلِّها بعضهم حتی فاتتهم اِلصلاة لأنّهم رجَّحُوا الأمر الخاص علی العام، وفَهِمُوا أنّهم أُمِرُوابأن یُصَلُّوا العصر فی هذا الیوم فی بنی قُرَیْظَة وان فاتهم الوقت فی الطریق وهذا اجتهاد مُشْکِلٌ، لأنّه ان رجّحَ الأمر الخاص، یفوته الامر العام وان عَمِلَ بِالامر العام، فِانّه الخاص، ثم اِنَّ هذا القصة فی خَیْبَر، وسَهیَ بعضهم حیث فَهِمَ أنها فی غزوة الخندُق مع أنه لیس فیها رَدُّ الشمس، بل فیها غروب الشمس وفوات الصلاة''

(فَیضُ الباری علی صحیح البخاری، کتاب الوضو، باب مَن مضمض من السوابق وَلَم یَتَوَضَّا، جلد۱، صفحہ۴۰۷، ۴۰۸مطبوعہ المکتبۃ الرشیدیہ، سر کی روڈ، کوئٹہ)

ترجمہ: ''صہبا: یہ خیبر اور مدینہ کے درمیان وہ مقام ہے جہاں سورج لوٹایا گیا تھا۔ طحاوی نے ''مشکل الآثار'' میں اسے صحیح کہا ہے اور اپنے شیخ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس بات کی تاکید کی کہ بے شک اس عظیم معجزہ کو یاد کیا جائے جو کہ نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ظاہر ہوا، اور نووی سے منقول ہے کہ یہ قصہ متعدد مرتبہ ہوا، یہ ان کی خطا ہے۔ امام طحاوی نے جس واقعہ کی تصحیح کی ہے وہ ایک ہی مرتبہ ہوا ہے،

اور ایسی غلطی اس لیے ہوئی کہ نوَوِی نے اصل کی طرف مراجعت نہیں کی، اصل سے مراجعت نہ کرنے سے ایسی نقول میں غلطیاں ہوجاتی ہیں، اس واقعہ کی حقیقت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر سے پہلے حضرت علی کو کام سے بھیجا، جب حضرت علی اس کام گئے تو نماز نہ پڑھ سکے کہ سورج غروب ہوگیا، اس کی اطلاع انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کی، آپ نے ان کے لیے دعا کی تو سورج واپس لَوٹ آیا، اس کے علاوہ کچھ نہیں، اس روایت میں اضطراب ہے کہ انہوں نے عصر کی نماز ادا نہیں کی، اس کی وجہ دو حکم تھے، پہلا حکم یہ کہ نماز اپنے وقت میں ادا کرو، اور دوسرا حکم خاص ہے، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہ ہے کہ اس کام کو سورج کے غروب ہونے سے پہلے مکمل کرنا ہے، جیسا کہ ''بخاری'' میں بنی قریظہ کے واقعہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا: ''نمازِ عصر بنی قریظہ میں پہنچ کر ادا کرو''، اور ان صحابہ کی نماز کا وقت راستے میں ہی ختم ہوگیا اور یہ مشکل اجتہاد تھا، انہوں نے حکمِ خاص کو ترجیح دی اور عمومی حکم کو چھوڑ دیا، اور غزوۂ خندق میں بھی نماز فوت ہوگئی تھی تو سورج واپس نہیں آیا تھا بلکہ غروب ہوگیا تھا اور نماز فوت ہوگئی تھی''

(۵) مولوی احمد رضا بجنوری دیوبندی نے مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی کے افادات کو اُردو زبان میں ''انوار الباری'' کے نام سے جمع کیا ہے۔ اس میں پہلے ابنِ تیمیہ اور ابنِ جوزی کا رد کیا گیا ہے اور پھر حدیثِ رَدُّ الشمس کو صحیح قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

''دوسرے ناقد علامہ ابن تیمیہؒ ہیں، اُنہوں نے ''منہاج السنۃ'' میں حدیثِ رَدِّ شمس پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ حدیث موضوع ہے

اور طحاوی نے اِس کو روایت کر دیا ہے کیونکہ وہ نقدِ حدیث کے ماہر نہ تھے،
اور ایک حدیث کو دوسری پر ترجیح بھی اپنی رائے کی وجہ سے دیا کرتے
تھے، اُن کو دوسرے اہلِ علم کی طرح اسناد کی معرفت نہ تھی، اگر چہ وہ
کثیر الحدیث تھے اور فقیہ و عالم تھے۔ علامہ نے حدیثِ مذکور کی روایت
کی وجہ سے امام طحاوی پر نقدِ مذکور کیا ہے، حالانکہ اُس کو روایت کرنے
والے وہ تنہا نہیں ہیں بلکہ اور بہت سے محدثین، متقدمین و متاخرین نے
بھی اس کو روایت کیا ہے اور موضوع نہیں قرار دیا، علامہ ابن جوزی۔
علامہ خفاجی مصری نے ''شرح شفا'' میں کہا کہ اس حدیث کو بعض حضرات
نے موضوع کہا ہے، حالانکہ حق اس کے خلاف ہے اور اُن کو دھوکہ ابنِ
جوزی کے کلام سے ہوا ہے۔ حالانکہ ان کی کتاب میں بے جا تشدد ہے،
ابنِ صلاح نے کہا ہے کہ اُنہوں نے بہت سی صحیح احادیث کو موضوعات
میں داخل کر دیا ہے۔ پھر لکھا کہ اس حدیث کو تعددِ طرق کی وجہ سے امام
طحاویؒ نے صحیح قرار دیا ہے اور اُن سے قبل بھی بہت سے ائمۂ حدیث نے
اس کو صحیح کہا ہے اور تخریج کی، مثلاً ابنِ شاہین، ابنِ مندہ، ابنِ مردویہ
نے اور طبرانی نے حسن کہا۔ امام سیوطی نے مستقل رسالہ میں اِس حدیث
کی متعدد طرق سے روایت کی اور پوری طرح تصحیح کی، لہٰذا معلوم ہوا کہ
علامہ ابن تیمیہ اور ابنِ جوزی نے جو اُس کو موضوع کہہ کر اعتراض کیا ہے
وہ ان کی تخمینی غیر تحقیقی رائے ہے''

(انوار الباری جلد ۲ صفحہ ۶۴، ۶۵ مطبوعہ ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، بیرونِ بوہڑ گیٹ، ملتان،
پاکستان۔ عکسی ایڈیشن۔ ایضاً، جلد ۲ صفحہ ۲۶۶ مطبوعہ ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، چوک فوارہ،
ملتان۔ کمپیوٹر ایڈیشن)

☆ اسی کتاب ''انوار الباری'' میں ایک اور مقام پر حدیثِ رَدُّ الشمس کو صحیح

قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

"تحقیق حدیث نمبر ۵ (**رد شمس بدعاء النبی الاکرم صلی اللہ علیہ وسلم**) اس حدیث کو بھی حافظ ابن تیمیہؒ نے موضوع و باطل کہا ہے، جبکہ دوسرے ائمۂ حدیث نے امام طحاویؒ کی روایت کردہ حدیثِ مذکور کی تحسین پر اعتماد کیا ہے، چنانچہ قاضی عیاض مالکی نے "شفاء" میں، علامہ قسطلانی نے "مواہب" میں، علامہ سیوطی نے اپنی تصنیف (**مختصر الموضوعات ومناهل الصفافی تخریج احادیث الشفاء والنکت البدیعه**) میں، علامہ خفاجی نے "نسیم الریاض" میں، پوری تحقیق کرکے اس کو باطل کہنے والوں کی تردید کردی ہے۔

زیادہ تفصیل کیلئے دیکھی جائے۔ **المقاصد الحسنه للسخاوی** صفحہ ۱۰۷، **غیث الغمام للعلامه عبدالحئی لکھنوی** صفحہ ۵۸، ۱ **علاء السنن** صفحہ ۶/۳۶ و مقدمہ انوار الباری صفحہ ۲/۶۹ وغیرہ۔ علامہ طحاوی پر حافظ ابن تیمیہؒ نے کچھ نقد بھی سخت و غیر موزوں الفاظ میں کیا ہے اور ان کی عظمتِ شان و جلالتِ قدر کو گرانے کی سعی کی ہے۔ جبکہ سب ہی کبارِ محدثین نے ان کے علم و فضل و تبحر، ثقاہت، دیانت، حدیث و علل و ناسخ و منسوخ میں یدِ طولیٰ حاصل ہونے کا اقرار کیا ہے، حافظِ مغرب محدثِ شہیر ابن عبدالبر نے جگہ جگہ ان کی عظمت بیان کی، اور ان کی کتاب "معانی الآثار" کی تلخیص کی، اور اپنی تالیفاتِ قیمہ خصوصاً "**التمهید**" میں ان کے اقوال بہ کثرت پیش کئے ہیں، حافظ الدنیا ابن حجر عسقلانی بھی باوجود تعصبِ حنفیت ان کے اقوال پیش کرتے ہیں، مکمل حالات و مناقب علامہ کوثریؒ کی "**الحاوی فی سیرة الامام طحاوی**" اور "مقدمۂ انوار الباری" وغیرہ میں دیکھے جائیں۔ ہمارے حضرت شاہ صاحبؒ (علامہ کشمیری دیوبندی) فرماتے تھے کہ امام طحاویؒ حدیث و رجال کے امام عظیم تھے، ان کے دور کے ائمۂ حدیث جہاں جہاں بھی تھے، اور ان کو امام طحاوی کی خبر ملتی تھی تو وہ آپ کی خدمت میں مصر پہنچتے تھے، اور سب ہی آپ کے حلقۂ درس میں

پہنچتے تھے اور آپ کی شاگردی کا فخر حاصل کرتے تھے"۔

(انوار الباری جلد ۱۳ صفحہ ۹۲ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان، پاکستان۔ عکسی ایڈیشن۔ ایضاً، جلد ۱۳ صفحہ ۳۷۵، ۳۷۶ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان۔ کمپیوٹر ایڈیشن)

(۶) مولوی بدر عالم میرٹھی دیوبندی کا اقرار:

(۶) دیوبندی علما کے حوالہ جات میں نمبر ۳ کے تحت مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی کی "فیض الباری علی صحیح البخاری" سے معجزۂ ردِ شمس کے اِثبات پر آپ نے ایک حوالہ ملاحظہ کیا ہے، اس مقام کے حاشیہ میں مولوی بدر عالم میرٹھی دیوبندی نے معجزۂ ردِ شمس کی تائید میں لکھا ہے:

"قال الطّحاوی بعد سَرد الأحادیث فی قصة رَدّ شمس: وکل هذه الأحادیث من علامات النبوة، وقد حکی علیٌّ بن عبدالرحمان بن المُغیرَة، عن أحمدبن صالح أنه کان یقول: لاینبغی لمن کان سبیله العلم التخلُّف عن حفظ حدیث اسماء الذی رُوِیَ لناعنه، لأنه من أَجَل علامات النبوة ۱ھ ۔مشکل الآثار"

(البدر السّاری حاشیہ فیض الباری، کتاب الوضو، باب مَن مضمض من السوایق وَلَم یَتَوَضّأ، جلد ۱، صفحہ ۳۰۷ مطبوعہ المکتبۃ الرشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ)

مولوی بدر عالم میرٹھی دیوبندی کے اس اقتباس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

"طحاوی نے احادیثِ ردِ شمس کو بیان کر کے کہا ہے کہ یہ سب احادیث علاماتِ نبوت میں سے ہیں، اس کو علی بن عبدالرحمٰن بن مُغیرَہ نے احمد بن صالح سے بیان کیا ہے کہ وہ کہتے تھے: جو علم کے راستے پر ہو اُسے مناسب نہیں کہ حدیثِ اسماء کے یاد کرنے سے پیچھے رہے، جن کی

روایتیں اُن سے ہم تک پہنچی ہیں، کیونکہ یہ نبوت کی بڑی نشانیوں میں سے ہے۔ مشکل الآثار"

مولوی بدرعالم میرٹھی دیوبندی نے "البدر السَّاری حاشیہ فَیضُ الباری" میں ایک اور مقام پر حضرت یوشع علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے لیے (معراج کی صبح اور غزوۂ خندق کے موقع پر) سورج روکے جانے کو بیان کرنے کے بعد معجزۂ ردِّ شمس کو ان الفاظ میں تسلیم کیا ہے:

☆ "وقد وقع ذالك أيضاً للامام عَلی، أخرجه الحاكم عن اسمٰاء بِنْت عُمَيس أنه صلى اللّٰه عليه وسلم نام على فَخِذ علیّ حتی غابت الشمسُ، فلمااستيقظ قال علی: يارسول اللّٰه انّی لم أصلّ العصر، فقال صلى اللّٰه عليه وسلم: اللّٰهم انَّ عَبْدَكَ عليا احتبس بنفسه على نَبِيِّك، فردَّعليه شَرْقها، قالت أسماء: فطلعت الشمسُ حتی وقعت على الجبالِ وَعلى الارض، ثُم قام علیّ فتوضأ، وصلى العصر، وذلك بالصهباء، وذكره الطحاوی فی مشكل الآثار. قال وكان احمدُبن صالح يقول: لاينبغی لمن سبيلُه العِلْم أَن يتخلّف عن حِفْظ حديث أسماء، لانه أَجَل علاماتِ النُّبوة، قال: وهو حديث مُتَّصِل، ورواتُه ثِقاتٌ، واعلالُ ابْنِ الجَوْزی هذا الحديث لايُلتفت اليه. يقول العبدالضعيف: ومن هنا ظهر أنه كان معجزة للنبی صلی اللّٰه عليه وسلم، وانمانُسِب الى علی، لان الشمس رُدَّتْ من أجله لاكمافهموه، وكذلك وقع لِسُليمان عليه السلام

کمارُوی عن ابن عباس نقلاً عن کعب الأحبار"

(البدر السّاری حاشیہ فَیضُ الباری، کتاب فرض الخمس، باب قَوْلِ النَّبِیِّ أُحِلَّتْ لَکُمُ الْغَنَائِمُ، جلد۴ صفحہ ۲۶۶ مطبوعہ المکتبة الرشیدیه، سر کی روڈ، کوئٹہ)

اس اقتباس میں مولوی بدر عالم میرٹھی دیو بندی نے (سورج روکے جانے کے واقعات بیان کرکے) کہا ہے:

''اور اسی طرح کا واقعہ امام علی کے لیے بھی پیش آیا تھا، حاکم نے حضرت اسما بنت عمیس سے بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیه وسلم حضرت علی کی گود میں سر رکھ کر سو گئے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا، جب آپ نیند سے جاگے تو حضرت علی نے فرمایا کہ میں نے عصر کی نماز نہیں پڑھی، حضور صلی اللہ علیه وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! علی نے نبی کے لیے اپنے نفس کو روکے رکھا، پس اس کے لیے سورج لَوٹا دے، حضرت اسما فرماتی ہیں کہ سورج واپس آ گیا اور اس کی روشنی زمین اور پہاڑوں پر پڑنے لگی، پھر حضرت علی اُٹھے اور وضو کر کے نماز ادا کی، یہ جگہ صہبا تھی۔ طحاوی نے ''مشکل الآثار'' میں امام احمد بن صالح سے نقل کیا ہے کہ جو علم کے راستے پر ہو اسے چاہیے کہ اس حدیث کو یاد کرے کیونکہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیه وسلم کے عظیم معجزات میں سے ہے، یہ حدیث متصل ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں، ابن جوزی نے جو اس حدیث کا انکار کیا ہے اس کی طرف توجہ نہیں دینی چاہیے۔

بندہ ضعیف کہتا ہے کہ یہ دراصل نبی کریم کا معجزہ ہے اور اس کو حضرت علی کی طرف منسوب کرنے کی وجہ بس اتنی ہے کہ چونکہ سورج اُنہیں کے لیے لَوٹایا گیا تھا۔ بات وہ نہیں جسے معترضین نے سمجھا ہے۔ کچھ ایسا ہی واقعہ حضرت سلیمان علیه السلام کے لیے بھی رونما ہوا تھا۔ کعب احبار

سے روایت کرتے ہوئے حضرت ابن عباس نے اسے بیان فرمایا ہے۔"

(۷) مولوی بدرعالم میرٹھی دیوبندی نے اپنی ایک اور کتاب میں حدیثِ ردِّ شمس کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے:

عَنْ أَسْمَاءَ بنت عُمَيْسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم صَلَّى الظُّهْرَ بِالصَّهْبَاءِ. ثُمَّ أَرْسَلَ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلامُ وَقَدْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم الْعَصْرَ فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم رَأْسَهُ فِي حِجْرِ عَلِيٍّ، فَلَمْ يُحَرِّكْهُ حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم، اللّٰهُمَّ إِنَّ عَبْدَكَ عَلِيًّا احْتَبَسَ بِنَفْسِهِ عَلٰى نَبِيِّكَ، فَرُدَّ عَلَيْهِ شَرْقَهَا. قَالَتْ أَسْمَاءُ: فَطَلَعَتِ الشَّمْسُ حَتَّى وَقَعَتْ عَلَى الْجِبَالِ وَعَلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ قَامَ عَلِيٌّ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ غَابَتْ وَ ذٰلِكَ فِي الصَّهْبَاءِ. اخرجه الامام الطحاوی فی مشکل الآثار ج ا ص ا ا وقال کل هذه الاحادیث من علامات النبوة وقد حکی علی بن عبدالرحمٰن بن المغیرة عن احمدبن صالح انه کان یقول لاینبغی لمن کان سبیله العلم التخلف عن حفظ حدیث اسماء الذی روی لناعنه لانه من اجل علامت النبوه قال وهو حدیث متصل ورواته ثقات واعلال ابن الجوزی هذاالحدیث لایلتفت الیه وراجع فیض الباری شرحناعلی صحیح البخاری ص ۶۳ ۴من المجلدالثالث، قال الحافظؒ واخطاابن الجوزی بایراده له فی الموضوعات وکذاابن تیمیہؒ فی کتاب الردعلی الروافض فی زعم وضعه له واللّٰه اعلم۔ فتح الباری

ج ۶ ص ۱۳۶۔
ترجمہ: ''اسماءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقامِ صہبا میں ظہر کی نماز پڑھی اور نمازِ عصر سے فارغ ہو کر حضرت علیؓ کو بلایا (حضرت علیؓ نے ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی) جب وہ تشریف لائے تو آپ نے ان کی گود میں اپنا سر مبارک رکھا (اور آپ کی آنکھ لگ گئی) حضرت علیؓ نے آپ کو بیدار کرنا پسند نہیں کیا (اور تیسری جلد میں گذر چکا ہے کہ اسی طرح انبیاء علیھم السلام کو خواب سے بیدار نہ کرنے کا دستور تھا) یہاں تک کہ آفتاب قریب الغروب ہو گیا (اور عصر کی نماز کا وقت نکل گیا) جب آپ کی آنکھ کھلی تو آپ نے دیکھا کہ حضرت علی کی نمازِ عصر کا وقت جاتا رہا تو آپؐ نے دعا فرمائی، خدایا تیرا بندہ علیؓ تیرے نبی کی خدمت میں تھا (اور اس کی نمازِ عصر جاتی رہی) تو تُو آفتاب کو پھر مشرق کی جانب لوٹا دے۔ اسماءؓ بیان کرتی ہیں کہ آفتاب اتنا لوٹ آیا کہ اس کی دھوپ پہاڑوں پر اور زمین پر پھر پڑنے لگی۔ اس کے بعد حضرت علیؓ اُٹھے اور وضو فرما کر عصر کی نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد آفتاب غروب ہوا۔ یہ واقعہ مقام صہباء کا ہے۔ (مشکل الآثار) امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ اس باب کی سب حدیثیں علاماتِ نبوت میں داخل ہیں۔ احمد بن صالح کہتے ہیں کہ جس شخص کا مشغلہ علم ہو، اس کے لیے اس حدیث کے حفظ کرنے سے غفلت کرنی نہ چاہئے۔ کیونکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ایک بہت بڑا معجزہ ہے، اور فرمایا کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں اور ہر راوی اپنے شیخ سے بلا واسطہ روایت کرتا چلا آیا ہے۔ یہاں ابن جوزی کا اس حدیث کو معلول کرنا کچھ قابلِ التفات نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ لکھتے ہیں کہ

ابن الجوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اور اسی طرح حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس پر موضوع ہونے کا حکم لگا دینے میں غلطی کی ہے"۔

اس کے حاشیہ میں مزید لکھا ہے:

"اس حدیث میں حضرت یوشع علیہ السلام کے "معجزہ" حبسِ شمس سے بڑھ کر آپ کا ایک معجزہ رَدِّ شمس کا منقول ہے۔ "ترجمان السنہ" جلد سوم میں ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اگر قدرتی طور پر سو جاتے تھے تو ان کو بیدار نہ کرنا یہ اُمتوں کا ایک مستقل دستور تھا۔ اور جب کسی شرعی عذر سے نماز جاتی رہے تو قدرت اس کی تلافی اور اپنے رسول کی اظہارِ عظمت کی خاطر اگر کوئی معجزہ دکھائی دے تو یہ بالکل ممکن ہے۔ معجزات کا ظہور مشیتِ الٰہیہ اور اس کی حکمت پر موقوف ہے۔ اس لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ جہاں کہیں آپ کی نماز کے قضا ہونے کا ذکر آئے وہاں اس قسم کے کسی معجزہ کا ظہور بھی لازم ہو۔

واضح رہے کہ حضرت یوشع علیہ السلام کے لئے حبسِ شمس کا معجزہ تو "صحیح بخاری" سے ثابت ہے، اس میں تو کسی کو کلام کرنے کی گنجائش ہی نہیں، لہٰذا عقلی اور تاریخی اور علمِ ہیئت کے جتنے اعتراضات یہاں پیدا ہوں، ان کا جواب پہلے وہاں سوچ لیجئے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ پر کیا تعجب ہو سکتا ہے۔ جبکہ آپ کے معجزات میں سے ایک "شق القمر" بھی ہے، ظاہر ہے کہ "رد الشمس"، "شق القمر" سے زیادہ عجیب نہیں ہے۔ جب وہ مُسلّم ہو چکا تو اس میں بھی تردد کی کوئی وجہ نہیں۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ بعض کج فہم جماعتوں ((یعنی دیوبندی جماعت)) نے جب اس کو حضرت علیؓ کے فضائل میں شمار کر کے اس کی صحیح نسبت ہی کو مسخ کر ڈالا تو جو محدثین ان کی تردید کے درپے ہوئے انہوں نے اس حدیث ہی کو پھیکا کرنے کی سعی کی۔ پھر یہ اسی ایک حدیث پر موقوف نہیں، بلکہ فضائل

کی جتنی حدیثیں اس سلسلہ میں آئی ہیں وہ سب اس بحث و تمحیص کے چکر میں پڑ گئی ہیں۔ لیکن جب کہ مستند محدثین اس کو صحیح شمار کر رہے ہوں تو پھر آپ کے انصاف کا پلہ ان منکرین ہی کی طرف کیوں جھکتا ہے؟ کیا یہ اسی اصول پر مبنی نہیں کہ جہاں کسی معجزہ کے باب کی حدیث میں دو پہلو نظر آئیں، وہاں اسی پہلو کو ترجیح دے دی جائے جس میں اس معجزہ کا انکار نکلتا ہو

مکن اے بتاں خراب دلم

آخر ایں خانہ راخدائے ہست

ہمارے نزدیک جن طبائع پر یہ غلط نقش قائم ہو گیا ہے کہ محدثین نے آپ کے معجزات میں انبیائے سابقین کے معجزات کی مثالیں زبردستی نکالنے کی کوشش کی ہے، (۱) ان کے متعلق اس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ خدا اُن کو معاف کرے، اُنہوں نے معجزات کی تفہیم کی خاطر خود اپنے عقائد ہی زخمی کر ڈالے"۔

(ترجمانُ السُّنّۃ جلد ۴ صفحہ ۱۶۱ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ، اقرا سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور)

اس حاشیہ کے آخر میں مولوی بدر عالم میرٹھی دیوبندی نے "تنبیہ" کے عنوان سے مزید لکھا ہے:

"حدیث کے مطالعہ کرنے والوں پر یہ مخفی نہیں ہے کہ جب روافض و دیگر اقوام نے حضرت علیؓ وغیرہ کے مناقب میں بے سروپا احادیث نقل کرنا شروع کیں تو ان کے مقابلے میں بعض تیز مزاج محدثین نے کچھ صحیح احادیث کو بھی لپیٹ میں لے لیا ہے"۔

(ترجمانُ السُّنّۃ جلد ۴ صفحہ ۱۶۰، ۱۶۱ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ، اقرا سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور)

---

(۱) اس مقام پر مولوی بدر عالم میرٹھی کا اشارہ شبلی نعمانی کی طرف ہے کیونکہ یہ بات شبلی نعمانی نے اپنی کتاب "سیرت النبی" میں بیان کی ہے، جیسا کہ منکرینِ معجزۂ ردِّ شمس کی فہرست میں آپ پہلے ہی ملاحظہ کر چکے ہیں۔ (میثم قادری)

(۷تا۱۰) ناظمِ دارالعلوم دیوبند مولوی حبیب الرحمان عثمانی دیوبندی، مزعومہ دیوبندی شیخ الادب مولوی اعزازعلی دیوبندی، مزعومہ دیوبندی شیخ الاسلام مولوی شبیراحمد عثمانی، مزعومہ دیوبندی محدث مولوی انورشاہ کشمیری اور مفتیِ دارالعلوم دیوبند مولوی عزیزالرحمان کا اِقرار:

(۸) مولوی حبیب الرحمان عثمانی دیوبندی ناظمِ دارالعلوم دیوبند نے معجزات کے بیان پر ایک عربی قصیدہ لکھا، اس قصیدہ کا ایک شعر ذیل میں ملاحظہ کریں:

رُدَّتِ الشَّمْسِ وَكَانَتْ قَدْهَوَتْ
فَاَجَابَتْ اِذْدَعَاهَاتَقْبَلْ

(سلسلہ قصائدالحبیب حصہ دُوم بنام لامیۃ المعجزات اردو ترجمہ بنام البینات صفحہ ۳۲ مطبوعہ مطبع قاسمی دیوبند۔ اشاعت ۱۳۴۳ھ۔ ایضاً صفحہ ۳۰، مطبوعہ المکتبۃ العارفی، جامعہ اسلامیہ امدادیہ، گلشنِ امداد، فیصل آباد)

(۹) اس شعر کا ترجمہ اور تشریح کرتے ہوئے دیوبندیوں کے مزعومہ شیخ الادب مولوی اعزازعلی دیوبندی نے لکھا ہے:

تشریح: یہ واقعہ اُس حدیثِ مبارک سے ماخوذ ہے جس کو ابن مندہ اور ابن شاہین اور طبرانی (اس میں ایسی سندیں بھی ہیں جن میں سے بعض صحیح کی شرط کے موافق ہیں) نے بروایتِ اسماء بنت عمیس بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ سرورِعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ وحی ہو رہا تھا اور آپ کا سر مبارک حضرت علی کرم اللہ وجھہ کی گود میں رکھا ہوا تھا، اس مشغولی کی وجہ سے حضرت علی عصر کی نماز نہ پڑھ سکے کہ آفتاب غروب ہوگیا، تو آپ نے دُعا کی بارِ الٰہا! علی تیری اور تیرے رسول کی طاعت میں مصروف تھے، اب تُو آفتاب کو حکم دے کہ وہ پھر واپس ہو۔ حضرت اسماء

فرماتی ہیں کہ میں دیکھ چکی تھی کہ آفتاب غروب ہوگیا ہے لیکن پھر میں نے دیکھا کہ غروب کے بعد ہی اُس نے پھر طلوع کیا، طبرانی کے الفاظ میں اس طرح ہے کہ آفتاب نے طلوع کیا اور پہاڑوں پر اور زمین پر اس کی دھوپ پڑنے لگی، حضرت علی نے اُٹھ کر وضو کیا اور نماز عصر پڑھی، اس کے بعد ہی آفتاب پھر غائب ہوگیا، یہ واقعہ مقامِ صہبا کا ہے جو مدینہ اور خیبر کے درمیان میں ایک پڑاؤ ہے، اِس قِسم کا مضمون ابن مردویہ نے بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی بیان کیا ہے"۔

(سلسلہ قصائد الحبیب حصہ دُوم بنام لامیۃ المعجزات اردو ترجمہ بنام البیّنات صفحہ ۳۲ مطبوعہ مطبع قاسمی دیوبند۔ اشاعت ۱۳۴۳ھ۔ ایضاً صفحہ ۳۰، ۳۱ مطبوعہ المکتبۃ العارفی، جامعہ اسلامیہ امدادیہ، گلشنِ امداد، فیصل آباد)

ضروری نوٹ:

"لامیۃ المعجزات" اُردو ترجمہ بنام البیّنات "مطبوعہ مطبوعہ مطبع قاسمی دیوبند میں دیوبندی اکابر کی تقریظات موجود ہیں، جبکہ "المکتبۃ العارفی، جامعہ اسلامیہ امدادیہ، گلشنِ امداد، فیصل آباد" کے مطبوعہ نسخہ میں دیوبندی علما کی تقریظات موجود نہیں ہیں۔ اس لیے تقریظات کے حوالہ میں صرف "مطبع قاسمی، دیوبند" کے مطبوعہ نسخے کا ہی حوالہ درج کیا گیا ہے۔ میثم قادری۔

تقریظ لکھنے والا کتاب کے مندرجات کا ذمہ دار ہوتا ہے:

مولوی ابوایوب دیوبندی

"لامیۃ المعجزات" اُردو ترجمہ بنام البیّنات "پر دیوبندی اکابر کی تقریظات موجود ہیں، اور تقریظ کے متعلق "دیوبندی فرقہ کے مزعومہ مناظر" مولوی ابوایوب دیوبندی کی دو کتب کے کم از کم تین اقتباسات سے واضح طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کسی بھی کتاب پر تقریظ لکھنے والا اس کتاب کے مندرجات کا ذمہ

دار ہوتا ہے، تفصیل ذیل میں ملاحظہ کریں۔

پہلا اقتباس:

☆ مولوی ابوایوب دیوبندی نے علامہ غلام نصیر الدین سیالوی اور ان کے والد علامہ اشرف سیالوی کے متعلق لکھا ہے:

"اس کی کتاب "عباراتِ اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ" پر اس کی تقریظ ہے، لہٰذا ہم صرف اسی کو پیش کریں گے تو باپ بیٹا دونوں کی حجامت ہوجائے گی"۔

(دفاع ختم نبوت اور صاحب تحذیر الناس، صفحہ ۲۰، مطبوعہ دار النعیم، عمر ٹاور، حق سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔ اشاعتِ اوّل: اکتوبر ۲۰۱۵ء)

اس اقتباس میں مولوی ابوایوب دیوبندی نے واضح طور پر کہا ہے کہ کتاب "عباراتِ اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ" کے مؤلف اور اس پر تقریظ لکھنے والے دونوں ہی اس کے مندرجات کے ذمہ دار ہیں۔

دوسرا اقتباس:

☆ چالیس سال سے قبل نبوت کے اِثبات پر لکھی گئی کتب کے مؤلفین کا ذکر کر کے مولوی ابوایوب دیوبندی نے لکھا ہے:

"ان کتابوں میں کئی بریلوی علماء کی تصدیقات ہیں، تو یہ سارے منکرِ ختم نبوت ہوئے"۔

(دفاع ختم نبوت اور صاحب تحذیر الناس، صفحہ ۹۰، مطبوعہ دار النعیم، عمر ٹاور، حق سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔ اشاعتِ اوّل: اکتوبر ۲۰۱۵ء)

مولوی ابوایوب دیوبندی کے اس اقتباس سے بھی یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ کتاب کے مؤلف اور اس پر تقریظ لکھنے والے دونوں ہی کتاب کے مندرجات

کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔

تیسرا اقتباس:

☆ مولوی ابوایوب دیوبندی نے اپنی ایک اور کتاب میں لکھا ہے:

"یعنی بدایونی صاحب نے نسب پر حملہ کیا اور تقریظ لکھنے والوں نے اس کی تصدیق اور تائید فرمائی"۔

(دست وگریبان، جلد۲، صفحہ ۲۰۷، ۲۰۸، مطبوعہ دار النعیم، عمر ٹاور، حق سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔ اشاعتِ اوّل: مئی ۲۰۱۴ء)

اس اقتباس میں بھی مولوی ابوایوب دیوبندی نے کتاب پر تقریظ لکھنے والوں کو کتاب کے مندرجات کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ تقریظ کے متعلق یہ وضاحت ذہن میں رکھتے ہوئے آگے چلیے۔

مولوی ابوایوب دیوبندی کے بیان کردہ اُصول کی روشنی میں "لامیۃ المعجزات" پر دیوبندی علما کی لکھی تقاریظ کے اہم اقتباسات نقل کیے جارہے ہیں۔

☆ "لامیۃ المعجزات" پر تقریظ لکھتے ہوئے مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے لکھا ہے:

"میرے بڑے بھائی حضرت مولانا حبیب الرحمان صاحب عثمانی نے ایک فصیح وبلیغ عربی قصیدہ "لامیۃ المعجزات" لکھا ہے، جس میں دنیا کی بے ثباتی اور بعثتِ نبوی صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے پہلے کی عام تاریک حالت اور آپ کی بعثت کے بعد جو انوارِ ربانی اور برکاتِ رحمانی دنیا پر فائض ہوئے اُن کا اجمالی ذکر کر کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض شمائل اور ایک سو بڑے بڑے معجزات کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے، ضرورت تھی کہ یہ قصیدہ مع شرح وترجمہ کے شائع ہو،

الحمدللّٰہ کہ ہمارے محترم دوست جناب مولانا اعزاز علی صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند نے نہایت مستعدی، قابلیت اوراپنی مشہور و معروف ادبی مہارت وشغف سے کام لے کراس ضرورت کوسرانجام دیا، اور مطبع قاسمی نے بہت اہتمام سے اصل قصیدہ مع شرح کے چھاپ کر شیفتگانِ کمالاتِ محمدی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کولذت اندوز ہونے کا موقع دیا۔ آج کل جب کہ مادہ پرستی کی بادِ صرصر روحانیت کی شمع کوگل کردینے پرتُلی ہوئی ہے اور مُلحدین معجزات وکرامات کوایک افسانۂ پارینہ تصور کرنے لگے ہیں، ضرورت ہے کہ انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام اور خصوصاً سیدالانبیاصلی اللّٰہ علیہ وسلم کے معجزاتِ صحیحہ اورآیاتِ بینات بڑی سے بڑی تعداد میں مخلوق کے کانوں تک پہنچائی جائیں تاکہ خدا کی لامتناہی قدرت اور غیر محدود قوت کا انکار کرنے والے بھی اتنے بڑے ذخیرۂ معجزات کو یکجا دیکھ کراپنی کور باطنی اور تکذیب صداقت پر کچھ شرمائیں اوریقین کریں کہ اُن کا معجزاتِ انبیاء علیہم السلام کوخلافِ قانونِ قدرت کہہ کرجھٹلانا تاریخی تواتُراورفنِ روایت کے اجلیٰ بدیہیات کوجھٹلانے کے مرادف ہے، دوسری طرف عام لوگ بھی جن کواکثر اوقات عادیاتِ عامہ کے دائرہ سے باہر نکلنے کی نوبت کی نوبت نہیں آتی، خداتعالیٰ کی اُس خاص عادت سے بھی آشنا ہیں جووقتاً فوقتاً اُس کے خاص بندوں کے ہاتھوں اورزبانوں پرظاہر ہوتی رہی ہے''

شبیرعثمانی دیوبندی صاحب نے کچھ سطر بعد مزید لکھا:

''قدرتی طور پرنظم کا یاد کرنا نثر سے زیادہ سہل بھی ہوتا ہے اوردلچسپ بھی، اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اگر مدارس میں ادب کے مبتدی طلبہ کو یہ قصیدہ

یاد کرادیا جائے اور شرح اُن کے مطالعہ میں رہے تو فضاءِ روحانیت کو روشن تر کرنے کے لیے نہایت سودمند ہوگا"۔

(سلسلہ قصائد الحبیب حصہ دُوم بنام لامیۃ المعجزات اردو ترجمہ بنام البیّنات مطبوعہ مطبع قاسمی دیوبند۔ اشاعت ۱۳۴۳ھ)

☆ دیوبندیوں کے مزعومہ محدثِ اعظم مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی نے "لامیۃ المعجزات" پر تقریظ میں لکھا ہے:

"امّا بعد قصیدۂ اعجازیہ جناب سامی القاب سباق غایات درایات جامع فضائل وکمالات نحریر علوم نقلیہ وعقلیہ اُستاذِ فنونِ ادبیہ ولغویہ مولانا حبیب الرحمان صاحب دیوبندی دام ظلہ کا، جس میں احادیثِ معتبرہ سے ایک سو معجزات خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے رشیق اور انیق نظمِ عربی میں جمع کیے گئے ہیں اور جناب مولانا فاضل علامہ فضیلت پناہ مولوی اعزاز علی صاحب نے اس کا ترجمہ اور شرح لکھی ہے، طبع ہو کر اہلِ علم اور طلبۂ مدارسِ عربیہ کے لیے شائع ہوا۔ حق تعالیٰ سے اُمید ہے کہ طلبۂ مدارس کو اس قصیدہ کی بدولت درسِ حدیث میں بہت سے معجزات اور سیرتِ نبی کریم اور واقعات عصر نبوت کی واقفیت حاصل ہوگی اور کتب متداولہ حدیث میں علیٰ وجہ البصیرۃ چلیں گے اور ادبی اور عربیت کی مناسبت بالتبع فاضل رہے گی، خدائے برتر مصنف ہمام اور شارح غلام کو اس کا اجر اور ثواب آخرت میں نصیب کرے"۔

(سلسلہ قصائد الحبیب حصہ دُوم بنام لامیۃ المعجزات اردو ترجمہ بنام البیّنات صفحہ ۹۲ مطبوعہ مطبع قاسمی دیوبند۔ اشاعت ۱۳۴۳ھ)

☆ دار العلوم دیوبند کے مفتی مولوی عزیز الرحمان دیوبندی نے اپنی تقریظ

میں لکھا ہے:

"حامداًللّٰہ تعالیٰ و مصلیاو مسلماعلی النبی الکریم صاحب المعجزات العُلٰی وعلیٰ اٰله وصحبه البررۃ اولی التقیٰ والنهیٰ، امّا بعد قصیدہ متضمنہ معجزاتِ ظاہرہ وآیاتِ باہرہ منظمہ اخِ مکرم جامع کمالاتِ ظاہریہ وباطنیہ مولانا الحاج المولوی حبیب الرحمان صاحب مدیراہتمام دارالعلوم دیوبند، جو عجیب ترکیب ونظمِ رشیق کے ساتھ نظم کیا گیا ہے، طالبینِ حق وطلبہ علومِ ادبیہ ودینیہ کے لیے اِنْ شَاءَ اللّٰہِ تَعَالٰی بہت مفید ہوگا اور اس کا درس میں رکھنا نہایت مناسب بلکہ ضروری ہے، اللہ تعالیٰ مؤلّف علام کو جزائے خیر عطافرمائے اور اس کو ذخیرۂ آخرت وسببِ رجائے حق تعالیٰ ورضائے حبیبِ خدا صلوۃ اللّٰہ وسلامه علیه بنائے۔ آمین"

(سلسلہ قصائدالحبیب حصۂ دوم بنام لامیۃ المعجزات اردو ترجمہ بنام البیّنات صفحہ ۹۲ مطبوعہ مطبع قاسمی دیوبند۔ اشاعت ۱۳۴۳ھ)

ان مذکورہ تفصیلات سے ثابت ہوا کہ مولوی حبیب الرحمان عثمانی دیوبندی ناظم دارالعلوم دیوبند، مزعومہ دیوبندی شیخ الاسلام مولوی شبیراحمد عثمانی، مزعومہ دیوبندی محدث مولوی انورشاہ کشمیری، مزعومہ شیخ الادب مولوی اعزازعلی دیوبندی اور مفتی دارالعلوم دیوبند مولوی عزیزالرحمان کے نزدیک معجزۂ ردِّ شمس ثابت ہے۔

نوٹ: مولوی انورشاہ کشمیری دیوبندی کے حوالے سے معجزۂ ردِّ شمس کا اقرار حوالہ نمبر۳ کے تحت پہلے بیان ہو چکا ہے، اس لیے یہاں مولوی انورشاہ کا نمبر دوبارہ شمار نہیں کیا گیا۔

(۱۱، ۱۲) مولوی ظفر احمد عثمانی دیوبندی اور مولوی ابن الحسن عباسی دیوبندی کا اقرار:

(۱۰) مولوی ظفر احمد عثمانی دیوبندی نے لکھا ہے:

"ومما ردّه ابن تیمیة من الأحادیث الجیاد فی کتابه "منهاج السنة" حدیثُ ردّ الشمسِ لعلی رضی الله تعالیٰ عنه، ولـمّا رأی الطحاویَّ قدحسنه وأثبته جَعَلَ یجرح الطحاوی بلسان ذلق وکلام طلق وأیم الله ان درجة الطحاوی فی علم الحدیث فوق الاف من مثل ابن تیمیة وأین لابن تیمیة أن یکون کتُرابِ نعلیه".

(مقدمة اعلاء السنن، قَواعدُفِی عُلُومِ الْحدیث، الجزء التاسع عَشر صفحہ ۴۴۱ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، کانسی روڈ، کوئٹہ)

(۱۱) مولوی ظفر احمد عثمانی دیوبندی کے اس اقتباس کا اردو ترجمہ (مولوی سلیم اللہ خان دیوبندی کے جامعہ فاروقیہ، کراچی کے اُستاد اور دارالتصنیف کے رفیق) مولوی ابن الحسن عباسی دیوبندی نے ان الفاظ میں کیا ہے:

''ابن تیمیہ نے اپنی کتاب ''منہاج السنۃ'' میں جن جیّد حدیثوں کو رد کیا ہے ان میں ایک وہ حدیث بھی ہے، جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے سورج کو لوٹانے کا ذکر ہے، جب ابن تیمیہ نے دیکھا کہ طحاوی نے اس حدیث کو حَسَن قرار دے کر ثابت مانا ہے تو طحاوی پر بڑی تیز زبان اور بے باکانہ کلام سے جرح کرنے لگے، خدا کی قسم! علم حدیث میں طحاوی کا درجہ ابن تیمیہ جیسوں سے ہزار ہا درجہ بلند ہے، ابن تیمیہ تو ان کے جوتوں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہو سکتے''۔

(کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ صفحہ ۱۸۲ مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی نمبر ۴، کراچی)

مولوی ابن الحسن عباسی دیوبندی نے مولوی ظفر احمد عثمانی دیوبندی کے منقولہ بالا اقتباس کا اردو ترجمہ کر کے حدیثِ رَدِّ شمس کے متعلق ان کے مؤقف کا کہیں بھی رد نہیں کیا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا اپنا مؤقف بھی یہی ہے کہ حدیثِ رَدِّ شمس صحیح ہے، اس استدلال کی وجہ یہ ہے کہ دیوبندیوں کے امام مولوی سرفراز خان صفدر گکھڑوی نے لکھا ہے:

"جب کوئی مصنف کسی کا حوالہ اپنی تائید میں نقل کرتا ہے اور اس کے کسی حصہ سے اختلاف نہیں کرتا تو وہی مصنف کا نظریہ ہوتا ہے"۔

(تفریح الخواطر صفحہ 79 مطبوعہ مکتبہ صفدریہ، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ)

☆ مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی نے اپنی ایک اور کتاب میں لکھا ہے:

"کسی عالم کا کسی کے قول کو نقل کرنا اور اس کا کہیں بھی رد نہ کرنا بلکہ اس سے استدلال واحتجاج کرنا حقیقۃً اس کی تصحیح ہے، تصحیح اور کس چیز کا نام ہے؟"

(سماع الموتی صفحہ ۳۶۳، ۳۶۴ مطبوعہ مکتبہ صفدریہ، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ)

دیوبندیوں کے مزعومہ اِسلام کے متکلم اور مناظر مولوی الیاس گھمن دیوبندی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:

"اگر چہ یہ حوالہ برکاتی صاحب نے کسی اور کا نقل کیا ہے مگر تردید نہیں کی تو سارا وزن برکاتی صاحب کے کندھے پر آپڑا"

(حُسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۴۸ مطبوعہ مکتبۃ اھلُ السُّنّۃ والجَمَاعَۃ، ۸۷-جنوبی لاہور روڈ، سرگودھا۔ طبع اکتوبر ۲۰۱۲ء)

گھمن صاحب نے اسی صفحہ پر مزید لکھا ہے:

"چونکہ برکاتی صاحب نے اس کی تردید نہیں کی جو تائید کی دلیل ہے تو یہ

حوالہ برکاتی صاحب کا ہی شمار ہوگا"۔

(حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۴۸ مطبوعہ مکتبۃ اھل السُّنّۃ والجماعۃ، ۸۷۔ جنوبی لاہور روڈ، سرگودھا۔ طبع اکتوبر ۲۰۱۲ء)

☆ مزعومہ دیوبندی مناظر اور مولوی الیاس گھمن دیوبندی کے معتمد مولوی ابوایوب دیوبندی نے بھی اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے:

"اگرچہ عبارت پیر نصیر الدین گولڑوی کی ہے مگر تبسم صاحب نے اسے رد کہیں بھی نہیں کیا پوری کتاب میں، تو یہ اب تبسم کے گلے کی ہڈی ہے"۔

(دفاعِ ختم نبوت اور صاحب تحذیر الناس صفحہ 20 مطبوعہ دار النعیم، عمر ٹاور، حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ طبع اول اکتوبر ۲۰۱۵ء)

☆ مولوی ظفر احمد عثمانی دیوبندی نے حدیثِ ردِّ شمس کے متعلق ایک اور مقام پر لکھا ہے:

"منها بحث ردالشمس بدعاء النبی صلی الله علیه وسلم، فانه اعتمد العلماء فیه علی روایة الطحاوی وتحسینه، وردوابه علی من ظنه موضوعا، کابن تیمیة وابن الجوزی وغیرهما من المجازفین، کمابسطه السخاوی فی المقاصد الحسنة ص۱۰۷، والقسطلانی فی المواهب، والسیوطی فی تصانیفه، کمختصر الموضوعات، مناهل الصفافی أحادیث الشفا، والنکت البدیعات، والشهاب الخفاجی فی نسیم الریاض لشرح الشفاء عیاض، وغیرهم من العلماء والمحدثین، کذافی غیث الغمام لمؤلف الفوائدالبهیة ص۵۸"

(مقدمة اعلاء السنن، اَبُوْحَنِیْفَةَ وَاَصْحَابُهُ الْمُحَدِّثُوْنَ، الجزء الحادی

والعشرون صفحہ ۱۴۱ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، کانسی روڈ، کوئٹہ)

ترجمہ: ''امام طحاوی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا سے سورج لوٹنے والی حدیث بیان کی ہے جس پر علما نے اعتماد کیا ہے اور اس کی تحسین کی ہے، اور اس حدیث کو موضوع کہنے والوں کا رد کیا ہے جیسے ابن تیمیہ اور ابن جوزی وغیرھما۔۔ جیسا کہ امام سخاوی نے ''مقاصد حسنہ'' صفحہ ۱۰۷ پر، امام قسطلانی نے ''مواہب'' اور امام سیوطی نے اپنی تصانیف ''مناہل الشفا''، ''نکت البدیعات'' میں، اور امام شہاب الدین خفاجی نے ''نسیم الریاض شرح شفا عیاض'' میں، اور دیگر علما و محدثین نے بھی اس حدیث کو بیان کیا ہے، ''فوائد بہیہ'' کے مؤلف کی کتاب ''غیث الغمام'' میں بھی ایسا ہی ہے، الخ''

(۱۳) مولوی ادریس کاندھلوی دیوبندی کا اقرار:

(۱۲) مولوی ادریس کاندھلوی دیوبندی نے معجزۂ ردِّ شمس کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے:

''معجزۂ ردِّ شمس(۱): حضور کے مشہور معجزات میں سے معجزۂ ردِّ شمس بھی ہے، یعنی آفتاب کا غروب ہو کر پھر نکل آنا، اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور خیبر کے قریب مقامِ صہبا میں تھے اور سر مبارک حضرت علی کرم اللہ وجھہ کی گود میں تھا اور ہنوز حضرت علی نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی کہ اسی حالت میں وحی کا نزول شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ حضور نے پوچھا کہ تم نے عصر

(۱) یہ معجزہ اگرچہ ہجرت کے بعد سنہ ۷ھ میں خیبر سے واپسی پر مقامِ صہباء میں ظاہر ہوا، لیکن شق قمر کی مناسبت سے اس مقام پر ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوا۔ واللہ اعلم۔ ۲ امینہٗ عفا اللہ عنہ۔ (ادریس کاندھلوی دیوبندی)

کی نماز پڑھی؟۔عرض کیا نہیں۔حضور اسی وقت دست بدعا ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ! علی تیرے رسول کی اطاعت میں تھا۔آفتاب کو واپس بھیج دے تا کہ نمازِ عصر اپنے وقت پر ادا کرسکے۔اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ آفتاب غروب کے بعد لوٹ آیا اور اس کی شعاعیں زمین اور پہاڑوں پر پڑیں،امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ابن جوزی اور ابن تیمیہ نے اس حدیث کو موضوع اور بے اصل بتلایا ہے اور شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے اس حدیث کے بارے میں ایک مستقل رسالہ لکھا اور اس کا نام ''کشف اللبس فی حدیث رد الشمس ''رکھا،جس میں اس حدیث کے طُرُق اور اسانید پر کلام فرمایا اور اس حدیث کا صحیح ہونا ثابت کیا اور علامہ زرقانی نے بھی ''شرح مواہب''میں اس حدیث کا صحیح اور مستند ہونا ثابت کیا ہے۔(نسیم الریاض:۳/۱۰،تاج:۳/۱۳،زرقانی:۵/۱۱۶)''۔

- (سیرت المصطفیٰ حصہ:۱،صفحہ:۱۴۲،۱۴۳مطبوعہ دارالاشاعت،اُردو بازار،ایم اے جناح روڈ،کراچی۔ایضاً حصہ:۱صفحہ۲۳۳،۲۳۴مطبوعہ کتب خانہ مظہری،گلشن اقبال،کراچی)

اس کے بعد مولوی ادریس کاندھلوی دیوبندی نے معجزۂ حبسِ شمس کو بھی بیان کیا ہے۔

(۱۴) دیابنہ کے مزعومہ ''سَحبان الھند'' مولوی احمد سعید دہلوی دیوبندی کا اپنی دو کتب میں اقرار:

(۱۳) دیوبندی مذہب کے مزعومہ سَحبان الہند مولوی احمد سعید دہلوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''معجزہ ۱۸۱:امام طحاوی اور طبرانی نے اسماء بنت عمیس سے روایت کی ہے

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے قریب مقامِ صہبا میں تشریف فرما تھے، اسی دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سرِ مبارک حضرت علیؓ کے زانو پر رکھ کر سو گئے، حضرت علیؓ نے عصر کی نماز بھی نہیں پڑھی تھی، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند کی وجہ سے حرکت نہ کی، جب آفتاب غروب ہونے لگا تب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے، اور علیؓ سے پوچھا کہ تم نے عصر کی نماز پڑھی؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ اے الٰہی! یہ علیؓ تیری اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں مشغول تھے، تُو سورج کو واپس لوٹا دے۔ اسماء کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آفتاب غروب ہونے کے بعد پھر نکل آیا، اور اس کی دھوپ پہاڑوں اور زمین پڑنے لگی، اس حدیث کی صحت میں محدثین نے کلام کیا ہے، چنانچہ ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں شمار کیا ہے، لیکن بہت سے محققین محدثین نے صحیح کہا ہے، امام سیوطی نے اس حدیث کی تشریح میں ایک رسالہ بھی لکھا ہے، جس کا نام "کشف اللبس فی حدیث ردالشمس" رکھا ہے۔ اور اس حدیث کو بہت سی سندوں سے روایت کر کے صحیح ثابت کیا ہے اور اس حدیث کی صحت کو بدلائلِ قویہ ثابت کیا ہے"۔

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین سو معجزات صفحہ ۱۳۲، ۱۳۳ مطبوعہ دارالاشاعت، اردو بازار، ایم اے جناح روڈ، کراچی)

(۱۴) دیابنہ کے انہی "سحبان الھند" مولوی احمد سعید دہلوی دیوبندی نے اپنی تفسیر میں بھی معجزۂ ردِ شمس کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے:

”آفتاب کا غروب ہونے کے بعد واپس ہونا، اگر یہ قول صحیح ہو تو اس پر کوئی اشکال نہیں، جیسا کہ اس اُمت میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا معجزہ موجود ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجھہ کی نمازِ عصر فوت ہونے پر حضورؐ کی دُعا سے ظاہر ہوا، اور محدثین اس واقعہ کی توثیق کرتے ہیں“۔

(تفسیر کشف الرحمان جلد۴ صفحہ۲۹۳، تحت تفسیر سورۂ ص، مطبوعہ جمعیت پبلی کیشنز، رحمان پلازہ، مچھلی منڈی، اردو بازار، لاہور۔ اشاعتِ جدید جون۲۰۱۲ء)

(۱۵) مولوی یوسف لدھیانوی دیوبندی کا اقرار:

(۱۵) مولوی یوسف لدھیانوی دیوبندی نے معجزہ رَدُّ الشّمس کے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ معجزہ ردالشّمس ثابت ہے۔ ذیل میں سائل کا سوال اور لدھیانوی دیوبندی صاحب کا جواب ملاحظہ کریں:

”بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ علٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصطفٰی: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ رَدِّ شمس:

سوال:..........گزشتہ دنوں ایک مولانا صاحب نے مقامی مسجد میں اتباعِ رسول کے موضوع پر وعظ کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کرم اللہ وجھہ کے زانو پر سر رکھ کر لیٹے، کہ اتنے میں انہیں نیند آگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے، ادھر عصر کا وقت ختم ہو رہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں جگانا مناسب نہ سمجھا، انھوں نے سوچا کہ نماز تو پھر مل جائے گی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح کی قربت نہ جانے پھر نصیب ہوگی یا نہیں؟ اتنے میں سورج غروب ہوگیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ

کھلی تو سورج غروب ہو چکا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جاگ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ نماز پڑھنا چاہتے ہو یا قضا پڑھو گے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قضا نہیں پڑھنا چاہتا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کو حکم دیا، سورج دوبارہ نکل آیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی۔ خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی نماز تو قضا کر لی مگر زانو سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ جگایا۔

اس میں تفصیل طلب بات یہ ہے کہ آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز پڑھی؟ یا نماز پڑھنے سے پہلے سو گئے؟ یا دونوں نے نماز نہیں پڑھی؟۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں بیٹھے رہے اور انھوں نے نماز نہیں پڑھی، اور پھر نبی جب سوتا ہے تو غافل نہیں ہوتا، نبی کا دل جاگ رہا ہوتا ہے، بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی سو جائے، اس کی اپنی نماز قضا ہو جائے یا اس کے رفیق کی؟۔

مولانا کی گفتگو سے مندرجہ بالا اشکالات میرے ذہن میں آئے، اُمید ہے کہ ان کا جواب دے کر ممنون فرمائیں گے اور بتلائیں گے کہ آیا یہ واقعہ صحیح احادیث سے ثابت ہے یا واقعہ کی حد تک ہے۔

جواب:...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے رَدِّ شمس کی حدیث امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مشکل الآثار'' (ص۹ ج۲) میں حضرت اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، بہت سے حفاظِ حدیث نے اس کی تصحیح فرمائی ہے، امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے رجال کی توثیق کرنے کے بعد حافظ احمد بن صالح مصری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

''لاینبغی لمن کان سبیله العلم التخلف عن حفظ حدیث اسماء الذی روی لنا عنہ لانه من اجل علامات

النبوۃ"۔(مشکل الآثار ص ۱ ج ۲)

ترجمہ:۔ "جو شخص علم حدیث کا راستہ اختیار کیے ہوئے ہو، اسے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی حدیث کے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، یاد کرنے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ یہ جلیل القدر معجزاتِ نبوت میں سے ہے"۔

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "اللآ لی المصنوعۃ" میں لکھتے ہیں:

"وما یشھد بصحۃ ذالک قول الا مام الشافعی رحمۃ اللّٰہ علیہ وغیرہ ما اوتی نبی معجزۃ الا اوتی نبیّنا صلی اللّٰہ علیہ وسلم نظیرھا، او ابلغ منھا، وقد صح ان الشمس حبست علی یو شمع (علیہ السلام) لیالی قاتل الجبارین، فلا بدان یکون لنبیّنا صلی اللّٰہ علیہ وسلم نظیر ذلک فکانت ھذہ القصۃ نظیر تلک"(مشکل الآثار ص ۳۴۱ ج ۱)

ترجمہ:۔ "اور منجملہ ان امور کے جو اس واقعہ کے صحیح ہونے کی شہادت دیتے ہیں، حضرت امام شافعی رحمۃ اللّٰہ علیہ اور دیگر حضرات کا یہ ارشاد ہے کہ کسی نبی کو جو معجزہ بھی دیا گیا ہمارے نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو اس کی نظیر عطا کی گئی، یا اس سے بھی بڑھ کر، اور صحیح احادیث میں آچکا ہے کہ انھوں نے جبارین سے جہاد کیا، پس ضروری تھا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بھی اس کی نظیر واقع ہوتی، چنانچہ یہ واقعہ حضرت یوشع علیہ السلام کے واقعہ کی نظیر ہے"۔

امام ابن جوزی رحمۃ اللّٰہ علیہ نے اس قصہ کو موضوعات میں شمار کیا ہے، اور حافظ ابن تیمیہؒ نے بھی "منھاج السنۃ" میں بڑی شدومد سے اس کا انکار کیا ہے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "فتح الباری" میں لکھتے ہیں:

"وهذا ابلغ المعجزات وقد اخطا ابن الجوزی فی ایراده فی الموضوعات، وكذا ابن تيميه فی كتاب الرد على الروافض فی زعم وضعه .والله اعلم" . (ص۲۲۲،ج۶)

ترجمہ:۔ "رَدِّ شمس کا یہ واقعہ حضرت یوشع علیہ السلام کے واقعہ سے بلیغ تر ہے، ابن جوزیؒ نے اس واقعہ کو موضوعات میں درج کر کے غلطی کی ہے۔اسی طرح ابن تیمیہ نے اپنی کتاب میں جو رَدِّ روافض پر لکھی گئی، اس کو موضوع قرار دے کر غلطی کی ہے"۔

حافظ سید مرتضیٰ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ "شرح احیا" میں لکھتے ہیں:

"وهذا تحامل من ابن الجوزی، وقد رد عليه الحافظان السخاوی والسيوطی، وحاله فی ادراج الاحاديث الصحيحة فی حين الموضوعات معلوم عند الائمة وقد رد عليه وعابه كثيرون من اهل عصره ومن بعدهم كما نقله الحافظ العراقی فی اوائل نكته على ابن الصلاح فلا نطيل بذكرهٖ وهذا الحديث صححه غير واحد من الحفافظ حتى قال السيوطی ان تعدد طرقه شاهد على صحته فلا عبرة بقول ابن الجوزی رحمة الله عليه" .

(اتحاف شرح احیاء ص۱۹۲، ج ۷)

ترجمہ: "اس واقعہ کو موضوعات میں شمار کرنا ابن جوزیؒ کی زیادتی ہے، حافظ سخاویؒ اور حافظ سیوطیؒ نے ان پر رد کیا ہے، اور ابن جوزیؒ جس طرح صحیح احادیث کو موضوعات میں ذکر کر جاتے ہیں وہ ائمہ کو معلوم ہے۔ اِن کی اس رَوِش پر ان کے معاصرین نے بھی اور بعد کے حضرات نے بھی ان کی عیب چینی کی ہے، جیسا کہ حافظ عراقیؒ نے اپنی کتاب "نکت ابن

صلاح'' کے اوائل میں ذکر کیا ہے۔ اور اس حدیث کو بہت سے حفاظ حدیث نے صحیح کہا ہے۔ سیوطیؒ کہتے ہیں کہ اس کے طُرُق کا متعدد ہونا اس کی صحت پر شاہد ہے، اس لئے ابن جوزیؒ کے قول کا کوئی اعتبار نہیں''۔

بہر کیف یہ واقعہ صحیح ہے اور اس کا شمار معجزات نبویؐ میں ہوتا ہے، رہا آپ کا یہ کہنا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ لی ہو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہ پڑھی ہو؟ اس کا جواب خود اسی حدیث میں موجود ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام سے بھیجا تھا، جب وہ اس کام سے واپس آئے تو نماز ہو چکی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سمجھا کہ یہ نماز پڑھ چکے ہوں گے۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ نبی سوتا ہے تو اس کا دل جاگتا ہے، پھر نماز کیسے قضا ہو سکتی تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نماز کے اوقات کا مشاہدہ کرنا دل کا کام نہیں، بلکہ آنکھوں کا کام ہے، اور نیند کی حالت میں نبی کی آنکھ سوتی ہے، دل جاگتا ہے، یہی وجہ ہے کہ لیلۃ التعریس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقا کی نماز فجر قضا ہو ئی۔ واللہ اعلم۔''

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل، جلد ۹، صفحہ ۹ تا ۱۴، مطبوعہ مکتبہ لدھیانوی، ۱۸-سلام کتب مارکیٹ، بنوری ٹاؤن، کراچی۔ طباعت ۱۹۹۹ء)

(۱۶) مشہور دیوبندی مؤلف و مبلغ پالن حقانی دیوبندی کا اقرار:

(۱۶) دیوبندی مذہب کے مشہور مبلغ اور مؤلف پالن حقانی دیوبندی نے بھی معجزۂ ردِّ شمس کو درست تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے:

''حدیث: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے مقامِ صہبا میں ظہر کی نماز پڑھی اور نمازِ عصر سے فارغ ہو کر حضرت علی رضی اللّٰہ عنہ کو بُلایا (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی) جب وہ تشریف لائے تو آپؐ نے ان کی گود میں اپنا سر مبارک رکھا (اور آپؐ کی آنکھ لگ گئی)، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپؐ کو بیدار کرنا پسند نہیں کیا، یہاں تک کہ آفتاب قریب الغروب ہو گیا (اور عصر کی نماز کا وقت نکل گیا) جب آپؐ کی آنکھ کھلی تو آپؐ نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللّٰہ عنہ کی نمازِ عصر کا وقت جاتا رہا، تو آپؐ نے دعا فرمائی: خدایا! تیرا بندہ حضرت علی (رضی اللّٰہ عنہ) تیرے نبی (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) کی خدمت میں تھا (اور اس کی نمازِ عصر جاتی رہی) تَو تُو آفتاب کو پھر مشرق کی جانب لَوٹا دے، حضرت اسما رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آفتاب اتنا لَوٹ آیا کہ اس کی دھوپ پہاڑوں پر پھر پڑنے لگی۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اُٹھے اور وضو فرما کر عصر کی نماز ادا فرمائی، اس کے بعد آفتاب غروب ہوا۔ حوالہ: ترجمان السنۃ، جلد نمبر ۴، ص ۱۵۳، حدیث: ۱۳۳۸، معجزے کا بیان۔ ہے کسی سائنس والے کی طاقت کہ ڈوبے ہوئے آفتاب کو واپس لَوٹا لے؟ یہ شان اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب حضور نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشی ہے"

(شریعت یا جہالت، باب: اسلام اور سائنس، صفحہ ۴۵۶، ۴۵۷ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی)

نوٹ: "شریعت یا جہالت" مطبوعہ دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی کے مطبوعہ نسخہ میں یہ واقعہ نہ مل سکا، معلوم ہوتا ہے کہ وہاں تحریف کر دی گئی ہے۔ میثم قادری

(۱۷) مولوی حبیب اللہ قاسمی دیوبندی (استاذ جامعہ کاشف العلوم، چھٹمل پور ضلع سہارنپور) کا اقرار:

(۱۷) مولوی حبیب اللہ قاسمی دیوبندی نے ایک سوال کا جواب یوں دیا ہے:
"معجزہ ردشمس: سوال:۔ سورج واپس آنے کا واقعہ کس طرح ہوا؟
جواب:۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی روایت ہے(۱) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے قریب مقامِ صہبا میں قیام فرماتھے اور سر مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی گود میں تھا۔ حضرت علیؓ نے ابھی عصر کی نماز ادا نہیں فرمائی تھی۔ اتنے میں وحی کا نزول شروع ہوگیا۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اے علی! کیا نمازِ عصر پڑھ چکے؟ فرمایا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت دست بدعا ہوئے اور فرمایا اے اللہ! علی تیرے رسول کی اطاعت میں تھا۔ آفتاب کو واپس فرما، تاکہ نمازِ عصر اپنے وقت پر ادا کرسکے۔ حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ آفتاب غروب کے بعد لوٹ آیا اور اس کی شعاعیں زمین اور پہاڑوں پر پڑیں۔
سوال: معجزہ ردِ شمس کب پیش آیا؟ جواب: سنہ ۷ھ میں غزوۂ خیبر سے واپسی میں۔

معجزۂ حبسِ شمس: سوال:۔ سورج کے رُک جانے کا واقعہ کب پیش آیا اور کہاں؟
جواب:۔ معراج سے واپسی پر مکہ مکرمہ میں یہ واقعہ ہوا۔ (سنہ ۱۰ نبوی میں)
سوال:۔ اس واقعہ کی مختصر وضاحت کیجئے؟

---

(۱) "ابن جوزی اور ابن تیمیہ نے اس روایت کو موضوع بتایا ہے مگر امام طحاویؒ اور علامہ زرقانی نے اس حدیث کا صحیح اور مستند ہونا ثابت کیا ہے۔ "نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض" ج ۳ ص ۱۰ تا ۱۳"۔ (حبیب اللہ قاسمی دیوبندی)

جواب:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج سے واپس ہوئے۔ اور قریش کے سامنے تمام واقعات پیش کئے، تو قریش نے کچھ غیبی معلومات دریافت کیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قافلہ کا حال پوچھا جو بغرضِ تجارت شام گیا ہوا تھا۔ اور اس کے آنے کے متعلق بھی سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ قافلہ بدھ کے روز مکہ میں داخل ہوگا۔ جب بدھ کے دن شام ہونے لگی، وقتِ اخیر ہوا اور قافلہ نہ پہنچا تو کفار نے شور مچانا شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو اسی جگہ روک دیا حتی کہ قافلہ مکہ مکرمہ پہنچ گیا(۲)"۔ (تذکرۂ رسولِ عربی صفحہ مطبوعہ مکتبۃ العلم، ۱۸۔ اردو بازار، لاہور)

(۱۸) مولوی اسلام الحق اسعدی مظاہری سہارنپوری دیوبندی کا اقرار:

(۱۸) قارئین اس کتاب کے شروع میں معتبر علمائے اسلام کے حوالے سے آپ ملاحظہ کر آئے ہیں کہ حضرت مُلّا احمد جیون نے اپنی مشہور و معروف کتاب "نور الانوار" میں معجزہ ردِّ شمس کو صحیح قرار دیا ہے، "نور الانوار" کے اس مقام کی شرح کرتے ہوئے مولوی اسلام الحق اسعدی مظاہروی دیوبندی نے بھی اس معجزہ کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے:

"کیا سورج میں وقوف ممکن ہے؟ جواب: اس میں امکان ہے، چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے سورج کو غروب ہونے سے اس وقت تک روک دیا تھا، کہ جس وقت تک آپؑ نے نمازِ عصر نہ ادا کر لی، چنانچہ اس واقعہ کا تذکرہ قرآن میں ہے۔ واقعۂ دوم: حضرت یوشعؑ کے لیے مقام القدس کی فتح کے لیے سورج کو غروب ہونے سے روک دیا تھا کہ اگر فتح اس وقت نہ ہوتی تو دوسرے دشواری تھا اور فتح سے قبل سورج غروب ہو جاتا تو قاعدہ کی رو سے جنگ غروبِ آفتاب کے

(۲) "حضرت مولانا ادریس صاحبؒ نے "زرقانی" ج ۵ ص ۱۱۸ کے حوالہ سے لکھا کہ اس واقعہ کی روایت محدثین کے نزدیک معتبر نہیں"۔ (حبیب اللہ قاسمی دیوبندی)

وقت بند کرنا پڑتی، اور یہ ازروئے معجزہ ہوا۔ تیسرا واقعہ: جس کو قاضی عیاضؒ نے ''شفاء'' میں نقل فرمایا ہے: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یوحی الیہ وراہ فی حجر علیؓ فلم یصل العصر حتی غربت الشمس فقال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم اصلیت یا علیؓ؟ فقال لا۔ فقال رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اللّٰھُمَّ انہ کان فی طاعتک وطاعت رسولک فاردد علیہ الشمس، قالت اسماء بنت عمیس فرأیتھا غربت ثم رأیتھا طلعت بعدما غربت ورفعت علی الجبال والارض وذلک بالصھباء فی خیبر''

(مشکوۃ الانوار شرح اردو نور الانوار جلد ۲ صفحہ ۷۸ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی)

(۱۹) مولوی جمیل احمد سکروڈوی دیوبندی (استاذ حدیث وتفسیر دارالعلوم دیوبند) کا اقرار:

(۱۹) مولوی جمیل احمد سکروڈوی دیوبندی نے ''نور الانوار'' کی شرح میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ردِّ شمس (سورج کے لوٹ آنے) اور حضرت یوشع علیہ السلام کے لیے حبسِ شمس (سورج کے رُک جانے) کے واقعات بیان کرنے کے بعد لکھا ہے:

''اسی طرح کا ایک واقعہ سید الکونین رسول الثقلین صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے لیے پیش آیا تھا، قاضی عیاض نے ''شفاء'' میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ پر وحی اُتر رہی تھی اور آپ کا سرِ مبارک حضرت علی رضی اللّٰہ عنہ کی گود میں تھا، حضرت علی رضی اللّٰہ عنہ نے تاہنوز نمازِ عصر بھی نہیں پڑھی تھی کہ آفتاب غروب ہونے لگا، وحی کی کیفیت ختم ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَصَلَّیْتَ

یَــاعَــلِــی " علی تم نماز پڑھ چکے؟" علیؓ نے کہا "نہیں"۔ آپ نے فرمایا "اللّٰهمّ انه كان فى طاعتك وطاعة رسولك فَارْدُدْعليه الشـمــس "۔ "اے اللہ! علی تیرے اور تیرے رسول کے کام میں لگا ہوا تھا تو اس کی وجہ سے آفتاب کو لَوٹا دے"۔ اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آفتاب ڈوب چکا تھا، پھر میں نے دیکھا کہ غروب ہونے کے بعد آفتاب طلوع ہوا، اور دھوپ پہاڑوں اور زمین کے بلند حصوں پر دیکھی، یہ واقعہ خیبر میں پیش آیا تھا، اس واقعہ سے بھی آفتاب کے لَوٹنے کی وجہ سے وقتِ نماز کا دراز ہونا ثابت ہوتا ہے، بہرحال ان واقعات سے اتنی بات ثابت ہو جاتی ہے کہ آفتاب کے ٹھہر جانے یا لَوٹ جانے کی وجہ سے وقت کا دراز ہونا امرِ ممکن ہے"۔

(قُوت الاخیار شرح اردو نور الانوار جلد ۱ صفحہ ۲۴۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، مقابل آرام باغ، کراچی)

(۲۰) مولوی نعیم احمد دیوبندی (مدرس جامعہ خیر المدارس، ملتان) کا اقرار:

(۲۰) مولوی نعیم احمد دیوبندی نے اس معجزہ کا اقرار کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اسی طرح ایک واقعہ ہمارے آقا حضور صلى الله عليه وسلم کے لیے پیش آیا تھا۔ قاضی عیاض نے "شفا" میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلى الله عليه وسلم پر وحی اُتر رہی تھی، اور آپ صلى الله عليه وسلم کا سرِ مبارک حضرت علیؓ کی گود میں تھا۔ حضرت علیؓ نے ابھی تک نمازِ عصر بھی نہیں پڑھی تھی کہ آفتاب غروب ہونے لگا۔ وحی کی کیفیت ختم ہونے کے بعد آپ صــلــى الـلّٰــه عـلـيــه وسلم نے فرمایا کہ "اصليتَ ياعلى" علیؓ نے کہا نہیں۔ آپ صلى الله عليه وسلم نے فرمایا: "الـلّٰهـم انه كان فى طاعتك وطاعة رسولك فاردد

علیہ الشمس "۔ "اے اللہ! علی تیرے اور تیرے رسول کے کام میں لگا ہوا تھا، تو اس کی وجہ سے آفتاب کو لوٹا دے"۔ اسماء بنت عمیسؓ کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آفتاب غروب ہونے کے بعد آفتاب طلوع ہوا، اور دھوپ پہاڑوں اور زمین کے بلند حصوں پر دیکھی۔ یہ واقعہ خیبر میں پیش آیا تھا، اس واقعہ سے بھی آفتاب کے لَوٹنے کی وجہ سے وقتِ نماز کا دراز ہونا ثابت ہوتا ہے۔ بہرحال ان واقعات سے ثابت ہو گیا کہ آفتاب ٹھہر جانے یا لَوٹ جانے کی وجہ سے وقت کا دراز ہونا امرِ ممکن ہی نہیں بلکہ امرِ واقع ہے"۔

(تنویر الابصار شرح نور الانوار جلد ۱ صفحہ ۱۵۶، ۱۵۷ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان)

(۲۱) مولوی عبدالحفیظ دیوبندی کا اِقرار:

(۲۱) مولوی عبدالحفیظ دیوبندی نے معجزہ رَدِ شمس کا اقرار کرتے ہوئے لکھا ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے بھی اسی طرح کی بات منقول ہے، قاضی عیاض "شفا" میں نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آرہی تھی، آپ کا مبارک سر حضرت علیؓ کی گود میں تھا، حضرت علیؓ اس کی وجہ سے نماز نہیں پڑھ سکے اور سُورج ڈوب گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِستفسار فرمایا: علی تم نے نماز پڑھ لی ہے؟ علیؓ کا جواب نفی میں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اللہ آپ کی اور آپ کے رسول کی فرمانبرداری میں علیؓ مصروف تھے، آپ ان کی خاطر سورج واپس کردیجیے، اسما بنت عمیس کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ سورج ڈوبنے کے

بعد طلوع ہو گیا اور پہاڑوں و زمینوں پر بلند ہوتا چلا گیا، یہ واقعہ خیبر میں پیش آیا تھا"۔

(اشرف الانوار اُردو شرح نور الانوار، جلد اوّل صفحہ ۳۲۰، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ، اقرا سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور)

(۲۲) مولوی محمود عالم صفدر اوکاڑوی دیوبندی کا اقرار:

(۲۲) مولوی محمود عالم صفدر اوکاڑوی دیوبندی نے معجزۂ ردِ شمس کا اقرار کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ایک واقعہ سید الکونین، رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پیش آیا تھا، قاضی عیاضؒ نے "شفا" میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ پر وحی اُتر رہی تھی، اور آپ کا سر مبارک حضرت علیؓ کی گود میں تھا، حضرت علیؓ نے تا ہنوز نمازِ عصر بھی نہیں پڑھی تھی کہ آفتاب غروب ہونے لگا۔ وحی کی کیفیت ختم ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اَصلیت یا علی" "علی تم نماز پڑھ چکے ہو؟"۔ علیؓ نے کہا "نہیں"، آپ نے فرمایا: اللّٰھم انہ کان فی طاعتك وطاعت رسولك فاردد علیہ الشمس "اے اللہ! علی تیرے اور تیرے رسول کے کام میں لگا ہوا تھا تو اس کی وجہ سے آفتاب کو لَوٹا دے۔ عاصمہؓ بنت عُمیس کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آفتاب ڈوب چکا تھا، پھر میں نے دیکھا کہ غروب ہونے کے بعد آفتاب طلوع ہوا، اور دھوپ پہاڑوں اور زمین کے بلند حصوں پر دیکھی، یہ واقعہ خیبر میں پیش آیا، اس واقعہ سے بھی آفتاب کے لَوٹنے کی وجہ سے وقتِ نماز کا دراز ہونا ثابت ہوتا ہے"۔

(جامع الاسرار شرح نور الانوار جلد ۱ صفحہ ۲۴۶ مطبوعہ اتحاد اہل السنۃ۔ ۸۷۔ جنوبی لاہور روڈ، سرگودھا۔ اشاعت جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ)

(۲۳) مولوی ہارون معاویہ دیوبندی کا اقرار:

(۲۳) مولوی ہارون معاویہ دیوبندی نے معجزۂ ردِّ شمس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

"خصوصیت نمبر ۱۱: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے سورج غروب ہونے کے بعد دوبارہ طلوع ہوا: قابلِ احترام قارئین! رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی خصوصیات میں سے یہ گیارہویں خصوصیت آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے، جس کا عنوان ہے "رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سورج غروب کے بعد دوبارہ طلوع ہوا" بحمد اللہ دیگر خصوصیات کی طرح اس خصوصیت کو ترتیب دیتے وقت بھی میں روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب یعنی روضہ کے سائے تلے بیٹھا ہوں اور دل سے بار بار یہی صدا آ رہی ہے کہ یا اللہ! آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینے میں بار بار آنے کی توفیق عطا فرما اور اخلاص سے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرما، دل چاہتا ہے کہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جالیوں کو دیکھتا رہوں اور پھر دیکھتا ہی چلا جاؤں کہ دل کا سرور اسی میں چھپا ہے۔ بہر حال محترم قارئین! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ بھی ایک اعزاز کی بات اور فضیلت کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی بدولت اپنے قانون کے خلاف سورج کو غروب

ہونے بعد دوبارہ طلوع کردیا، بے شک یہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مقام ہونے کی بیّن دلیل ہے جبکہ دیگر انبیاءِ کرام کی سیرتوں میں ایسی بات نظر نہیں آتی، لیکن یاد رہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ دیگر انبیاء کرامؑ کا اللہ تعالیٰ کی نظر کوئی مقام ومرتبہ ہی نہیں تھا، بے شک تمام انبیاءِ کرامؑ اُونچے مقام اور مرتبے والے تھے، لیکن البتہ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ فضیلت اور بلند مقام ومرتبہ عطا فرمایا اور وہ عظیم خصوصیات عطا فرمائیں جو دیگر انبیاءِ اکرام کو عطا نہیں فرمائیں۔ کیونکہ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ''بعض کو اللہ نے بعض پر فضیلت عطا فرمائی ہے''، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی محبت کی انتہا کو واضح فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اپنے ضابطے کو توڑ ڈالا۔ جیسا کہ آنے والے اوراق میں اس خصوصیت کی وضاحت پیش کی جارہی ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تعلیمات پر دل وجان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔ گیارہویں خصوصیت کی وضاحت احادیث کی روشنی میں: امام طحاوی اور طبرانی نے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موضع صہباء میں (کہ ایک جگہ کا نام ہے) متصل خیبر کے تشریف رکھتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور سر مبارک حضرت علیؓ کے زانو پر تھا اور آپ صلی اللہ

علیہ وسلم سو گئے تھے جبکہ حضرت علیؓ نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ تم نے نماز پڑھ لی؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنابِ الٰہی میں دعا کی کہ الٰہی یہ علی تیری اطاعت میں اور تیرے رسول کی اطاعت میں مشغول تھے آفتاب کو پھیر لا۔ سو حضرت اسماء کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا تھا کہ آفتاب غروب ہو گیا، پھر میں نے دیکھا کہ آفتاب نکل آیا یہاں تک کہ دھوپ پہاڑوں اور زمین پر پڑی۔ فائدہ: ردالشمس کو اگرچہ ابن جوزیؒ نے موضوعات میں لکھا ہے مگر محققین محدثین نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ابن جوزی کا اعتراض اس پر غلط ہے۔ امام جلال الدین سیوطی نے ایک رسالہ اس حدیث کے بیان میں تصنیف کیا ہے اس کا نام "کشف اللبس فی حدیث ردالشمس" اور طرق اس حدیث کے باسانیدِ کثیرہ بیان کیے ہیں اور اس حدیث کی صحت کو بدلائلِ قویہ ثابت کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب"۔

(خصوصیات مصطفیٰ جلد ۱ صفحہ ۲۱۴، ۲۱۵ مطبوعہ دارالاشاعت، ایم اے جناح روڈ، کراچی۔ ۲۰۰۷ء فروری)

(۲۴) مولوی ثناء اللہ سعد شجاع آبادی دیوبندی کا اقرار:

(۲۴) مولوی ثناء اللہ سعد شجاع آبادی دیوبندی نے معجزۂ ردِ شمس کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے:

"جنگِ خیبر سے واپسی پر منزلِ صہبا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عصر ادا فرمائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جماعت

میں شامل نہ ہو سکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فراغت کے بعد (۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ دیکھ رہے تھے کہ عصر کا وقت جا رہا ہے مگر پاسِ ادب سے کہ اگر میں اپنا زانو ہلاؤں گا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل ہوگا۔ اس ادب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام کے خیال کی وجہ سے زانو نہ ہلایا اور نمازِ عصر کا وقت جاتا رہا۔ مگر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بیدار ہوئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نماز کے فوت ہوجانے کا حال عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، یا الٰہ العالمین! اگر علی تیری اطاعت (من یطع الرسول فقد اطاع اللہ، سورۃ النساء) میں تھا تو آفتاب کو طلوع کردے، پس اسی وقت ڈوبا ہوا آفتاب طلوع ہوگیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہایت تسکین کے ساتھ نمازِ عصر ادا کی، پھر آفتاب حسبِ معمول غروب ہوگیا۔

(الشفاء) اس حدیث کو طحاوی نے ''مشکل الآثار'' میں دو طریق سے بیان کیا ہے، ایک روایت اسماء بنت عمیس سے، دوسرے فاطمہ بنت حسین سے، قاضی عیاض نے ''الشفاء'' میں، امام سیوطی نے ''الدر المنتشرہ فی الاحادیث المشتہرہ'' میں، اور حافظ ابن سیّد الناس نے ''بشری اللبیب'' میں اور اس حدیث کے دونوں طریقے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ۱۱۴۴ ہجری میں مدینہ منورہ میں اپنے استاد شیخ ابو طاہر سے مسلسل فاطمہ بنت حسین تک اور اسماء بنت عمیس تک ''ازالۃ الخفاء'' میں لکھے ہیں۔ اور لکھا ہے کہ جمہور کے

(۱) یہاں سے فقرہ نامکمل ہے، ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ کچھ الفاظ شامل ہونے سے رہ گئے ہیں (میثم قادری)

نزدیک یہ حدیث صحیح ہے"۔
(عاشقانِ رسول کے ایمان افروز واقعات صفحہ۱۷۴، ۱۷۵مطبوعہ عمر پبلی کیشنز، یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور)

(۲۵) مزعومہ دیوبندی مفتیِ اعظم تقی عثمانی کا اقرار:

(۲۵) مفتی تقی عثمانی دیوبندی نے لکھا ہے:

واما نبینا صلی اللّٰہ علیہ وسلم، فقد أخرج الطحاوی فی مشکل الآثار، والطبرانی فی الکبیر، والحاکم، والبیھقی فی الدلائل عن اسماء بنت عمیس: أنہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم دعا لما نام علی رکبۃ علیّ رضی اللّٰہ عنہ، ففاتتہ صلاۃ العصر، فردت الشمس حتی صلی علیّ، ثم غربت، وعدّہ ابن الجوزی فی الموضوعات، ابن تیمیۃ فی کتاب الرد علی الروافض، ولکن خطأھما الحافظ فی الفتح۔ ولاینافی حبسھا للنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ما أخرجہ أحمد عن أبی ھریرۃ، لأنہ یحتمل أن یکون المراد أنھا لم تحبس فی من مضی من الانبیاء، الا لیوشع علیہ السلام، ولاینافی أن تحبس لنبینا صلی اللّٰہ علیہ وسلم

(تکملۃ فتح الملھم، باب تحلیل الغنائم لھذہ الامۃ خاصۃ، جلد۳ صفحہ۳۰، مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم، کراچی)

مفہوم: "اور رہے ہمارے نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم، تو امام طحاوی نے "مشکل الآثار" میں، امام طبرانی نے "کبیر" میں، حاکم اور بیہقی نے "دلائل" میں حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کے گھٹنے پر سر رکھ کر نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم سو گئے، اور

ان کی عصر کی نماز فوت ہوگئی، پھر نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دُعا کی تو سورج واپس لوٹا دیا گیا پھر حضرت علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ نے نمازِ عصر پڑھی تو سورج غروب ہو گیا۔ ابنِ جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں لکھا ہے اور کتاب الرد علی الروافض میں ابن تیمیہ نے اس کا انکار کیا ہے، حافظ ابنِ حجر نے فتح الباری میں اس حدیث کے انکار کو ان دونوں کی خطا قرار دیا ہے۔ اور سورج کا روکا جانا اس بات کے منافی نہیں جسے احمد نے ابو ہریرہ کے حوالے سے بیان کیا ہے؛ کیونکہ اس میں احتمال ہے کہ اس حدیث کی مراد یہ ہے کہ حضرت یوشع علیہ السلام کے علاوہ سورج گزشتہ نبیوں میں سے کسی کے لیے نہیں روکا گیا، تو یہ ہمارے نبی کے لیے روکے جانے کے منافی نہیں"۔

(۲۶ تا ۲۹) ابو علی حسنین فیصل دیوبندی کا اقرار:

(۲۶) ابو علی حسنین فیصل دیوبندی نے معجزہ رَدُّ الشمس ان الفاظ میں بیان کیا ہے:۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے سورج کا لوٹ آنا: حضرت اسماءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے مقامِ صہبا میں ظہر کی نماز پڑھی اور نمازِ عصر سے فارغ ہو کر حضرت علیؓ کو بلایا (حضرت علیؓ نے ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی) جب وہ تشریف لائے تو آپ نے ان کی گود میں اپنا سر مبارک رکھا (اور آپؐ کی آنکھ لگ گئی) حضرت علیؓ نے آپ کو بیدار کرنا پسند نہیں کیا۔ (اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو خواب سے بیدار نہ کرنے کا دستور تھا) یہاں تک کہ آفتاب قریب الغروب ہو گیا (اور عصر کی نماز کا وقت نکل گیا) جب آپ کی آنکھ کھلی تو آپ نے دیکھا کہ حضرت علیؓ کی نمازِ عصر کا وقت جاتا رہا۔ تو آپؐ نے دعا فرمائی، خدایا

تیرا بندہ علیؓ تیرے نبی کی خدمت میں تھا (اور اس کی نمازِ عصر جاتی رہی) تو تُو آفتاب کو پھر مشرق کی طرف لوٹا دے، اسماء بیان کرتی ہیں کہ آفتاب اتنا لوٹ آیا کہ اس کی دھوپ پہاڑوں پر اور زمین پر پھر پڑنے لگی، اس کے بعد حضرت علیؓ اُٹھے اور وضو فرما کر عصر کی نماز ادا فرمائی، اس کے بعد آفتاب غروب ہوا، یہ واقعہ مقامِ صہبا کا ہے"۔ (مشکل الآثار)

(تحقیق میلادِ حبیب صفحہ ۱۸۶، ۱۸۷ مطبوعہ الھادی للنشر والتوزیع، ۳۸-غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ طبع اپریل ۲۰۱۳ء)

ضروری نوٹ: یہ کتاب مفتی محمد حسن دیوبندی کی پسند فرمودہ ہے۔ نیز اس پر دیوبندی شیخ الحدیث مفتی خالد ھالوی اور مولوی الیاس گھمن دیوبندی کی تقاریظ بھی درج ہیں، اور تقریظ کے بارے میں یہ وضاحت آپ پچھلے صفحات میں ملاحظہ کر آئے ہیں کہ کتاب پر تقریظ لکھنے والا بھی کتاب کے مندرجات کا ذمہ دار اور تائید کنندہ ہوتا ہے، اس لحاظ سے ابو علی حسنین دیوبندی کی کتاب کے دیوبندی مقرظین بھی اس معجزۂ ردِّ شمس کے اقراری ثابت ہوئے۔

(۳۰) عائشہ عبد الحفیظ (اہلیہ مولوی ارسلان بن اختر میمن دیوبندی) کا اقرار:

(۲۷) "آقا صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اَدب کے لیے حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا نمازِ عصر چھوڑ دینا:

عائشہ عبد الحفیظ دیوبندیہ نے معجزۂ ردِّ شمس کا اقرار کرتے ہوئے لکھا ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی "سب نمازوں کی پابندی کرو اور درمیانی نماز کی"۔ اس آیت میں خصوصیت کے ساتھ نمازِ عصر کی پابندی کا حکم فرمایا گیا ہے، لیکن حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے ایک موقع پر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے

ادب اور احترام کی خاطر عصر کی نماز چھوڑ دی اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو نیند سے بیدار نہیں کیا، امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ روایت کرتے ہیں: غزوۂ خیبر سے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم تشریف لائے، مقامِ صہبا پر حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ سمیت نماز ادا کر لی ہے، حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ پچھلے مجاہدوں کے ساتھ ہیں، ان کی نمازِ عصر باقی ہے، حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ تشریف لائے۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: علی (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ) میں نے آرام کرنا ہے۔ اندازہ کریں حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کا کتنا بڑا امتحان ہے، دوسری طرف حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا آرام ہے، ایک طرف عصر کی نماز ہے، حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے یہ نہیں کہا: جلدی سے نماز پڑھ لوں۔ حضرت علی المرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کو پتہ ہے کہ مقامِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کیا ہے، ادبِ مصطفیٰ کیا ہے، آپ فوراً مؤدب ہو کر بیٹھ گئے، حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے اپنا سرِ اقدس حضرت علی المرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی گود میں رکھا اور آرام فرمانے لگے۔ سورج غروب ہو رہا ہے۔ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی نماز قضا ہو رہی ہے، غمگین ہو رہے ہیں، پریشان ہو رہے ہیں، چہرہ زرد ہو رہا ہے، زندگی میں پہلی مرتبہ نماز قضا ہوئی ہے، امتحان مکمل ہو گیا تو حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم بیدار ہوئے، حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کا چہرہ زرد ہے، حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: علی کیا بات ہے؟ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے عرض کی: نماز قضا ہو گئی ہے۔ پیارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے سورج کو اِشارہ کیا، سورج واپس لوٹ آیا، حضرت اسماء رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا کہتی ہیں: سورج طلوع ہو گیا حتیٰ کہ اس کی

روشنی پہاڑوں اور زمین پر واقع ہوئی، پھر حضرت علی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اُٹھے، اُنہوں نے وضو کیا اور عصر کی نماز پڑھ لی، پھر سورج غائب ہوگیا۔ یہ واقعہ صہبا کے مقام پر ہوا تھا۔

(مشکل الآثار،۴، رقم الحدیث:۲۸۵۱)''

(خلفاءِ راشدین اور عشقِ رسول صفحہ ۱۷۳، ۱۷۴، مطبوعہ مکتبہ ارسلان، قرآن محل مارکیٹ، دکان نمبر ۶، اردو بازار، کراچی۔ دسمبر ۲۰۱۶ء)

(۳۱) مولوی اسحاق دیوبندی (مدیر ماہنامہ ''محاسنِ اسلام''، ملتان) کا اقرار:

(۲۸) مولوی اسحاق دیوبندی (مدیر ماہنامہ ''محاسنِ اسلام''، ملتان) نے معجزۂ ردِّ شمس کا اقرار کرتے ہوئے لکھا ہے:

''سُورج کا لَوٹ آنا: حضور کے مشہور معجزات میں سے معجزۂ ردِّ شمس بھی ہے، یعنی آفتاب کا غروب ہوکر پھر نکل آنا۔ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور خیبر کے قریب مقامِ صہبا میں تھے اور سر مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی گود میں تھا اور ہنوز حضرت علی نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی کہ اسی حالت میں وحی کا نزول شروع ہوگیا، یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا۔ حضور نے پوچھا کہ تم نے عصر کی نماز پڑھی؟ عرض کیا نہیں۔ حضور اسی وقت دست بدعا ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ! علی تیرے رسول کی اطاعت میں تھا، آفتاب کو واپس بھیج دے تا کہ نمازِ عصر اپنے وقت پر ادا کر سکے، اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ آفتاب غروب کے بعد لَوٹ آیا اور اس کی شعاعیں زمین اور پہاڑوں پر پڑیں۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ ابن جوزی اور ابن تیمیہ نے اس حدیث

کو موضوع اور بے اصل بتلایا ہے اور شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے اس حدیث کے بارے میں ایک مستقل رسالہ لکھا اور اس کا نام ''کشف اللبس عن حدیث ردالشمس'' رکھا، جس میں اس حدیث کے طُرُق اور اَسانید پر کلام فرمایا اور اس حدیث کا صحیح ہونا ثابت کیا اور علامہ زرقانی نے بھی ''شرح مواہب'' میں اس حدیث کا صحیح اور مستند ہونا ثابت کیا''۔ (سیرت المصطفیٰ)

ردت الشمس وكانت قدهوت
فاجابت اذادعاهاتقتبل

ترجمہ: ''آفتاب لَوٹا دیا گیا حالانکہ وہ غروب ہو چکا تھا اور جب آپ نے اس کو بُلایا تو وہ لبیک کہتے ہوئے سامنے آ گیا''۔

تشریح: یہ واقعہ اس حدیثِ مبارک سے ماخوذ ہے جس کو ابن مندہ اور ابن شاہین اور طبرانی (اس میں ایسی سندیں بھی ہیں جن میں سے بعض صحیح کی شرط کے موافق ہیں) نے بروایتِ اسماء بنت عمیس بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ وحی ہو رہا تھا اور آپ کا سر مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی گود میں رکھا ہوا تھا، اس مشغولی کی وجہ سے حضرت علیؓ عصر کی نماز نہ پڑھ سکے کہ آفتاب غروب ہو گیا، تو آپ نے دُعا کی بارِالٰہا! علی تیرے اور تیرے رسول کی اطاعت میں مصروف تھے، اب تُو آفتاب کو حکم دے کہ وہ پھر واپس ہو۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ میں دیکھ چکی تھی کہ آفتاب غروب ہو گیا ہے لیکن پھر میں نے دیکھا کہ غروب کے بعد ہی اس نے پھر طلوع کیا، طبرانی کے الفاظ میں اس طرح ہے کہ آفتاب نے طلوع کیا اور پہاڑوں اور زمین پر اس کی دھوپ پڑنے لگی، حضرت علی نے اُٹھ کر وضو کیا اور نمازِ عصر پڑھی، اس کے بعد ہی آفتاب پھر غائب ہو گیا، یہ واقعہ مقامِ صہبا کا ہے جو مدینہ اور خیبر کے درمیان میں ایک پڑاؤ ہے، اِس قِسم کا مضمون ابن

مردویہ نے بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی بیان کیا ہے''۔

(جدید سیرت النبی، جلد ا صفحہ ۲۵۴، ۲۵۵ مطبوعہ ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان)

(۲۹) انہی مولوی اسحاق دیوبندی (مدیر ماہنامہ ''محاسنِ اسلام''، ملتان) نے دس اکابرِ دیوبند کے افادات پر مشتمل اپنی کتاب ''آسان سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں بھی معجزۂ ردِّ شمس کا اقرار کرتے ہوئے لکھا ہے:

''سورج کا لوٹ آنا: حضور کے مشہور معجزات میں سے معجزۂ ردِّ شمس بھی ہے، یعنی آفتاب کا غروب ہو کر پھر نکل آنا۔ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور خیبر کے قریب مقامِ صہبا میں تھے اور سر مبارک حضرت علی کرم اللہ وجھہ کی گود میں تھا اور ہنوز حضرت علی نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی کہ اسی حالت میں وحی کا نزول شروع ہو گیا، یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا، حضور نے پوچھا کہ تم نے عصر کی نماز پڑھی؟ عرض کیا نہیں۔ حضور اسی وقت دست بدعا ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ! علی تیرے رسول کی اطاعت میں تھا، آفتاب کو واپس بھیج دے تا کہ نمازِ عصر اپنے وقت پر ادا کر سکے، اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ آفتاب غروب کے بعد لوٹ آیا اور اس کی شعاعیں زمین اور پہاڑوں پر پڑیں۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ ابن جوزی اور ابن تیمیہ نے اس حدیث کو موضوع اور بے اصل بتلایا ہے اور شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے بارے میں ایک مستقل رسالہ لکھا اور اس کا نام ''کشف اللبس عن حدیث ردالشمس'' رکھا، جس میں اس حدیث کے طُرُق اور اَسانید پر کلام فرمایا اور اس حدیث کا صحیح ہونا ثابت کیا اور علامہ زرقانی نے بھی ''شرح مواہب'' میں اس حدیث کا صحیح اور مستند ہونا

ثابت کیا''۔ (سیرت المصطفیٰ)

ردت الشمس و کانت قدهوت
فاجابت اذادعاها تقتبل

ترجمہ: ''آفتاب لَوٹا دیا گیا حالانکہ وہ غروب ہو چکا تھا اور جب آپ نے اس کو بُلایا تو وہ لبیک کہتے ہوئے سامنے آ گیا''۔

تشریح: یہ واقعہ اُس حدیثِ مبارک سے ماخوذ ہے جس کو ابن مندہ اور ابن شاہین اور طبرانی (اس میں ایسی سندیں بھی ہیں جن میں سے بعض صحیح کی شرط کے موافق ہیں) نے بروایتِ اسماء بنت عمیس بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ وحی ہو رہا تھا اور آپ کا سر مبارک حضرت علی کرم اللہ وجهہ کی گود میں رکھا ہوا تھا، اس مشغولی کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ عصر کی نماز نہ پڑھ سکے کہ آفتاب غروب ہو گیا، تو آپ نے دُعا کی بارِ الٰہا! علی تیرے اور تیرے رسول کی اطاعت میں مصروف تھے، اب تُو آفتاب کو حکم دے کہ وہ پھر واپس ہو۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ میں دیکھ چکی تھی کہ آفتاب غروب ہو گیا ہے لیکن پھر میں نے دیکھا کہ غروب کے بعد ہی اس نے پھر طلوع کیا، طبرانی کے الفاظ میں اس طرح ہے کہ آفتاب نے طلوع کیا اور پہاڑوں اور زمین پر اس کی دھوپ پڑنے لگی، حضرت علی نے اُٹھ کر وضو کیا اور نمازِ عصر پڑھی، اس کے بعد ہی آفتاب پھر غائب ہو گیا، یہ واقعہ مقامِ صہبا کا ہے جو مدینہ اور خیبر کے درمیان میں ایک پڑاؤ ہے، اِس قِسم کا مضمون ابن مردویہ نے بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی بیان کیا ہے''

(آسان سیرت النبی صفحہ ۱۰۲، ۱۰۳ مطبوعہ ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان)

(۳۰) مولوی اسحاق دیوبندی (مدیر ماہنامہ ''محاسنِ اسلام''، ملتان) نے تین اکابرِ دیوبند کے افادات پر مشتمل اپنی کتاب ''فضائل ومناقب خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم'' میں بھی معجزۂ رَدِّ شمس کا اقرار کرتے ہوئے لکھا ہے:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے سورج واپس ہوا: اگر حضرت یوشع ابن نون (حضرت موسیٰ) کے لیے آفتاب کی حرکت روک دی گئی کہ وہ کچھ دیر کے لیے غروب ہونے سے رُکا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ صاحبِ نبوی کے لیے غروب شدہ آفتاب کو لوٹا کر دِن کو واپس کردیا گیا۔ نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وراسہ فی حجر علی ولم یکن صلی العصر حتٰی غربت الشمس فلما قام النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعالہٗ فردت علیہ الشمس حتٰی صلٰی ثم غابت ثانیہ (ابن مردویہ عن ابی ھریرہ وابن مندہ وابن شاھین والطبرانی عن اسماء بنت عُمَیس) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور آپ کا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نمازِ عصر نہیں پڑھی تھی۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند کے خیال سے نماز کے لیے نہ اُٹھ سکے، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جاگے اور یہ صورتِ حال ملاحظہ فرمائی تو حضرت علی کے لیے دعا فرمائی جس سے آفتاب لوٹا دیا گیا، دن نمایاں ہوا۔ یہاں تک کہ حضرت علی نے نماز پڑھی اور سورج دوبارہ غروب ہوا''

(فضائل ومناقب خلفائے راشدین صفحہ ۴۵۵، ۴۵۶ مطبوعہ ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان)

(۳۲) مولوی مہربان علی دیوبندی کا اقرار:

(۳۱) مفتی مہربان علی دیوبندی نے معجزۂ ردِ شمس کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے سورج واپس ہوا: اگر حضرت یوشع

ابن نون (حضرت موسیٰ) کے لیے آفتاب کی حرکت روک دی گئی کہ وہ کچھ دیر غروب ہونے سے رُکا رہے تو حضرت علی رضی اللّٰہ عنہ صاحبِ نبوی کے لیے غروب شدہ آفتاب کو لوٹا کردن کو اپس کردیا گیا۔ نام رسول اللّٰہ صلی اللہ علیه وسلم وراسه فی حجر علی ولم یکن صلی العصر حتیٰ غربت الشمس فلما قام النبی صلی اللہ علیه وسلم دعاله فردت الشمس حتیٰ صلی ثم غابت ثانیه۔ (ابن مَردویه عن ابی هریره وابن منده وابن شاهین والطبرانی عن اسماء بنت عمیس)۔ ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیه وسلم سو گئے اور آپ کا سر مبارک حضرت علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه کی گود میں تھا، حضرت علی رضی اللّٰہ عنه نے نمازِ عصر نہیں پڑھی تھی، یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا اور وہ حضور صلی اللہ علیه وسلم کی نیند کے خیال سے نماز کے لیے نہ اُٹھ سکے، جب نبی کریم صلی اللہ علیه وسلم جاگے اور یہ صورتِ حال ملاحظہ فرمائی تو حضرت علی کے لیے دُعا فرمائی، جس سے آفتاب لوٹا دیا گیا، دن نمایاں ہوا۔ یہاں تک کہ حضرت علی نے نماز پڑھی اور سورج دوبارہ غروب ہوا''۔

(جامع الفتاویٰ، جلد ۱ صفحہ ۱۶۷ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان)

(۳۳) مفتی بشیر احمد پسروری دیوبندی کا اقرار:

(۳۲) مفتی بشیر احمد پسروری دیوبندی نے معجزۂ ردِّشمس کو ان الفاظ میں تسلیم کیا ہے:

''معجزہ ۲۹۰: آنحضرت صلی اللّٰہ علیه وسلم کی دُعا سے سورج

کا مشرق کی جانب لَوٹ آنا: حضرت اسماء بنتِ ابی بکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقامِ صہبا میں ظہر کی نماز پڑھی اور نمازِ عصر سے فارغ ہو کر حضرت علیؓ کو بلایا، (جنہوں نے ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی) جب وہ آگئے تو آپ نے ان کی گود میں اپنا سر مبارک رکھا اور آپ کی آنکھ لگ گئی۔ حضرت علیؓ نے آپ کو بیدار کرنا پسند نہیں کیا، یہاں تک کہ آفتاب قریب الغروب ہوگیا اور عصر کی نماز کا وقت نکل گیا۔ جب آپ کی آنکھ کھلی تو آپ نے دیکھا کہ حضرت علیؓ کی نمازِ عصر کا وقت جاتا رہا، تو آپ نے دعا فرمائی: خدایا! تیرا بندہ علیؓ تیرے نبی کی خدمت میں تھا اور اس کی نمازِ عصر کا وقت جاتا رہا، تو تُو آفتاب کو پھر مشرق کی جانب لَوٹا دے، اسماءؓ بیان کرتی ہیں، آفتاب اتنا لَوٹ آیا کہ اس کی دھوپ پہاڑوں اور زمین پر پھر پڑنے لگی۔ اس کے بعد حضرت علیؓ اُٹھے اور وضو فرما کر نمازِ عصر ادا کی، اس کے بعد آفتاب غروب ہوا''

(معجزاتِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مشمولہ نایاب موتی صفحہ ۶۸ (رسائل مفتی بشیر احمد پسروری دیوبندی) ترتیب جدید از مفتی محمد نعمان، مفتی محمد عثمان۔ بہ اہتمام مولوی ندیم قاسمی دیوبندی)

نوٹ: اس کتاب پر ناشر کا پتہ درج نہیں، البتہ ''ملنے کے پتے'' کے تحت کئی دیوبندی مکتبوں کے نام درج ہیں۔ میثم قادری۔

(۳۴) مولوی مالک کاندھلوی دیوبندی ابن مولوی ادریس کاندھلوی دیوبندی کا اقرار:

(۳۳) ''معجزۂ ردِ شمس: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور معجزات میں سے معجزۂ ردِ شمس بھی ہے، یعنی آفتاب کا غروب ہو کر پھر نکل آنا، اسماء بنت عُمیس

رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے قریب مقامِ صہباءَ میں تھے اور سر مبارک حضرت علی کرم اللّٰــــہ وجھـــہ کی گود میں تھا اور ہنوز حضرت علیؓ نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی کہ اسی حالت میں وحی کا نزول شروع ہوگیا، یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم نے عصر کی نماز پڑھی؟ عرض کیا نہیں، حضورؐ اسی وقت دست بہ دعا ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ! علیؓ تیرے رسول کی اطاعت میں تھا، آفتاب کو واپس بھیج دیں تاکہ نمازِ عصر اپنے وقت پر ادا کر سکے، اسماء بنت عمیسؓ کہتی ہیں کہ آفتاب غروب کے بعد لوٹ آیا اور اس کی شعاعیں زمین اور پہاڑوں پر پڑیں۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، ابنِ جوزیؒ اور ابن تیمیہؒ نے اس حدیث کو موضوع اور بے اصل بتلایا ہے، اور شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے اس حدیث کے بارے میں ایک مستقل رسالہ لکھا اور اس کا نام "کَشْفُ اللَّبْسِ عن حَدِیْثِ رَدِّ الشَّمْسِ" رکھا، جس میں اس حدیث کے طرق اور اسانید پر کلام فرمایا اور اس حدیث کا صحیح ہونا ثابت کیا اور علامہ زرقانیؒ نے بھی "شرح مواہب" میں اس حدیث کا صحیح اور مستند ہونا ثابت کیا ہے، نسیم الریاض شرح شفا قاضی از ص ۱۰ تا ۱۳ جلد ۳ - زرقانی ص ۱۱۳ تا ۱۱۶ جلد ۵ ملاحظہ فرمائیں"۔

(تکملہ تفسیر معارف القرآن، جلد ہفتم، صفحہ ۵۹۲، قم ۵۴ مطبوعہ مکتبۃ المعارف، دار العلوم الحسینیہ، شہداد پور، سندھ)

(۳۵) مولوی اشرف دیوبندی کا اِقرار:

(۳۴) مولوی اشرف دیوبندی نے (مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی کی کتاب "اجوبۂ اربعین" (کے اس مقام جہاں "ردِ شمس" کو درست تسلیم کیا گیا ہے) کے حاشیہ میں حدیثِ ردِ شمس کو درست تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے:

"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ ردِ شمس کا معجزہ ۷ھ خیبر سے واپسی پر مقامِ

صہبا میں ظاہر ہوا، اور یہ حدیث حضرت اسماء بنت عُمیسؓ سے دوسندوں کے ساتھ مروی ہے، اس حدیث کے بارے میں امام طحاوی نے ''مشکل الآثار''، علامہ زرقانیؒ نے ''شرح مواہب'' اور حافظ ابن کثیرؒ نے ''البدایہ'' میں، قاضی عیاضؒ ''شرح شفا'' میں، مولانا بدرِ عالم صاحب نے، حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ سے ''فیض الباری'' کتاب الجہاد میں، اور دوسرے حضرات نے بھی ذکر فرمایا ہے، امام طحاوی ؒ فرماتے ہیں: ھذان حدیثان ثابتان ورواتھما ثقات۔ ''شرح امانی الاحبار'' کے مقدمہ ص ۵۵ تا ۵۷ میں بھی اس حدیث پر مفصل بحث ہے، اور اس حدیث کا صحیح ہونا ثابت کیا ہے، شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے اس حدیث کے بارے میں ایک مستقل رسالہ ''كَشْفُ اللَّبْسِ فِي حَدِيْثِ رَدِّ الشَّمْسِ '' لکھا ہے، جس میں اس حدیث کے طرق واسانید پر بحث کی ہے، اور اس کا صحیح ہونا ثابت کیا ہے، علامہ زرقانیؒ نے بھی ''شرح مواہب'' میں اس کا صحیح ہونا ثابت کیا ہے، علامہ عینیؒ نے بیہقی سے مبسوطاً نقل کیا ہے، ضحاکؒ نے اپنی ''تفسیر کبیر'' میں بھی اس کا ذکر کیا ہے، گویا کہ امام طحاویؒ اس حدیث کی تصحیح میں متفرد نہیں، بلکہ متقدمین ومتاخرین میں بہت سے حضرات نے امام طحاویؒ کی موافقت کی ہے، اور امام ابنِ تیمیہؒ کے قول پر ترجیح دی ہے، ''المعتصر من المختصر من مشکل الآثار '' میں ہے، حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث: لم ترد الشمس مُذْ رُدَّتْ علیٰ یوشع بن نون سے معارضہ صحیح نہیں، اس لیے کہ مُذْ رُدَّتْ کے یہ الفاظ ہوسکتا ہے کہ اس ردِ شمس کے واقعہ سے پہلے ہوں اور ردِ شمس بعد میں، تو دونوں میں تطبیق ہوگئی۔ خفاجی مصریؒ ''شرح شفا'' میں لکھتے ہیں: اس حدیث پر بعض شرّاح نے اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے، اس کے رواۃ مطعون ہیں، دراصل یہ مغالطہ ابنِ جوزیؒ کے کلام کی وجہ سے ہے، حالانکہ ان کی اس کتاب کا اکثر حصہ مردود ہے، وقد قال خاتمة الحفاظ السیوطیؒ وکذا السخاویؒ انّ ابن الجوزی فی موضوعاته تحامل

تحا املاً کثیرا۔ یہاں تک کہ بہت سی احادیثِ صحیحہ بھی اس میں ذکر کردی ہیں، جیسا کہ ابن صلاحؒ نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے، اور تعددِ طرق اس کی صحت پر شاہد ہیں، مصنف نے بھی اس کی تصحیح کی ہے اور اس سے پہلے امام طحاویؒ، ابنِ شاہینؒ، ابن مندہؒ، ابن مَردویہؒ، اور طبرانیؒ نے ''معجم'' میں اس کو حَسن کہا ہے، ابن جوزیؒ نے جن پر کلام کیا ہے ان میں احمد بن صالح بھی تھے، جو ابو جعفر طبری ہے، حالانکہ وہ الحافظ الثقہ ہے، اصحابِ سنن نے اس سے روایت کی ہے اور اس کی توثیق کے لیے یہی کافی ہے کہ بخاریؒ نے صحیح میں اس سے روایت نقل کی ہے، تو امام ابنِ تیمیہؒ، ابنِ قیمؒ، اور ابنِ جوزیؒ یا دوسرے حضرات جنہوں نے اس کو موضوعات میں شمار کیا ہے، ان کی یہ بات قابلِ توجہ نہیں، **احمد بن صالح المصری ابو جعفر ابن طبری ثقہ حافظ من العاشرہ**، امام نسائیؒ نے بھی اوہامِ قلیلہ کی وجہ سے اس پر کلام کیا ہے، ابنِ معینؒ سے اس کی تکذیب نقل کی ہے، ابنِ حبان پورے یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ: جس پر کلام کیا گیا ہے وہ احمد بن صالح الشمونی ہے اور امام نسائیؒ نے اس کو احمد بن صالح مصری سمجھا، حالانکہ وہ احمد تو بخاری، ترمذی، اور ابوداؤد کے رواۃ میں ہے۔ **کذافی التقریب ۔ واللّٰہ اعلم**۔ محمد اشرف''۔

(اَجوبۂ اَربعین، صفحہ ۹۰، مطبوعہ ادارۂ نشر واشاعت، مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔ اشاعت دسمبر ۱۹۹۲ء)

(۳۶) دیوبندی تبلیغی جماعت کے سابق امیر مولوی یوسف کاندھلوی دیوبندی کا اقرار:

(۳۵) مولوی یوسف کاندھلوی دیوبندی نے حدیثِ ردِّ شمس کی صحت کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے:

”وقدتکلم ابن تیمیة ایضافی الطحاوی کمافی الفوائدالبهیة وقال فی منهاج السنة فی بحث حدیث ردالشمس الطحاوی لیست عادته نقدالحدیث کنقداهل العلم ولهذاروی فی شرح معانی الآثار الاحادیث المختلفة وانمارحج مایرجحه منهافی الغالب من جهة القیاس الذی رآه حجة ویکون اکثره مجروحامن جهة الاسنادولایثبت فانه لم یکن له معرفة بالاسناد کمعرفة اهل العلم به وان کان کثیرالحدیث فقیهاعالماانتهی ۔قال العبدالضعیف ظاهر کلام العلامة ابن تیمیة یدل علی انه حکم هذاالحکم علی الامام ابی جعفرالطحاوی واخرجه من ائمة النقدلانه صحح حدیث ردالشمس لعلی رضی اللّٰه عنه والامام الطحاوی رحمه اللّٰه تعالٰی لیس بمتفرد بتصحیح هذه الروایة وقدوافقه غیرواحدمن الائمة المتقدمین والمتاخرین ورحجواقوله علی قول ابن تیمیة ومن تبعه کماسیاتی ذلك ان شاء اللّٰه تعالٰی وماذکرنافی الفائدة العاشرة من اقوال الامام الطحاوی فی الرجال وکلامه فی نقدالاحادیث کنقداهل العلم من کتابیه معانی الآثارومشکل الآثار وکتب اسماء الرجال یردکل الردویدفع کل الدفع قول ابن تیمیة هذاویثبت صحة مااختاره الذهبی من ذکره فی الحفاظ الذین یرجع الی اقوالهم والسیوطی من ذکره فیمن کان بمصر من حفاظ الحدیث ونقاده وقدشهدله الائمة المتقدمون بجلالة قدره کابن یونس ومسلمة ابن القاسم وابن عساکروابن عبدالبرواضرابهم وهولاء اقرب زمانابالطحاوی من ابن تیمیة ومنهم من هواعلم منه بحال علماء مصرفان صاحب البیت ادری بمافیه فجرح ابن تیمیة بغیردلیل لم یؤثرفی الامام الطحاوی مع شهادة هولاء الاعلام وقدقال التاج

السبكى فى طبقاته كمافى مقدمة الاوجزالحذر كل الحذران تفهم من قاعدتهم ان الجرح مقدم على التعديل علىٰ اطلاقهابل الصواب ان من ثبت عدالته وامامته وكثرمادحوه ومزكوه وندرجارحه وكانت هناك قرينة دالة على سبب جرحه من تعصب مذهبى اوغيره لم يلتفت الى جرحه ثم قال بعد كلام طويل قدعرفناك ان الجارح لايقبل جرحه وان فسره فى حق من غلبت طاعاته على معصيته ومادحوه على ذاميه ومزكوه على جارحيه اذاكانت هناك قرينة دالة يشهدالعقل بان مثلهاحامل على الوقيعة انتهى على ان ابن تيمية كمافى الدررالكامنة عن الذهبى كان مع سعةعلمه وفرط شجاعته وسيلان ذهنه وتعظيمه لحرمات الدين بشرامن البشر تعتريه حدة فى البحث وغضب وشظف للخصم تزرع له عداوة فى النفوس والالولاطف خصومه لكان كلمة اجماع فان كبارهم خاضعون لعلومه معترفون بشنوفه مقرون بندورخطائه وانه بحرلاساحل له وكنزلانظيرله ولكن ينقمون عليه اخلاقاوافعالاوكل احديوخذمن قوله ويترك انتهى واماحديث ردالشمس فاخرجه الطحاوى فى مشكل الآثارمن حديث اسماء بنت عميس من طريقين وسقط مابعده الى آخرالكتاب من الطبع فلم نظفرعلى كلام الطحاوى فى كتابه وذكرفى ألمعتصرمن المختصرمن مشكل الآثارمعارضة الحديث بحديث ابى هريرة مرفوعا:لم تردالشمس منذُردّت على يوشع بن نون ليالى سارالى بيت المقدس ودفع بان معناه منذُردّت الى يومئذوليس فى ذلك مايدفع ان يكون ردت على على رضى الله عنه بعدذلك بدعائه صلى الله عليه وسلم وهذامن اجل علامات النبوة وذكرفوائداخرى الى ان قال هذامنقطع وحديث اسماء متصل وقال

القاضی عیاض فی الشفاوخرج الطحاوی فی مشکل الحدیث عن اسماء بنت عمیس من طریقین انه صلی اللّٰه علیه وسلم کان یوحی الیه ورأسه فی حجرعلی فلم یصل العصرحتی غربت الشمس فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اصلیت یاعلی؟فقال لا ۔فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم:اللّٰهم انه کان فی طاعتك وطاعة رسولك فارددعلیه الشمس قالت اسماء فرأیتهاغربت ثم رأیتهاطلعت وقفت علی الجبال والارض وذلك بالصهباء قال وهذان الحدیثان ثابتان ورواتهماثقات وحکی الطحاوی عن احمدبن صالح کان یقول لاینبغی لمن سبیله العلم التخلف عن حفظ حدیث اسماء لانه من علامات النبوة انتهی کلام القاضی وقال الخفاجی المصری فی شرح الشفاء:واعترض علیه بعض الشراح،وقال:انه موضوع،ورجاله مطعون فیهم کذابون ووضاعون،ولم یردأن الحق خلافه والذی غره کلام ابن الجوزی السابق ولم یقف علی أن کتابه اکثره مردود،وقدقال خاتمة الحفاظ السیوطی و کذالسخاوی:ان ابن الجوزی فی موضوعاته تحامل تحاملاکثیراحتی أدرج فیه کثیرامن الاحادیث الصحیحة کماأشارالیه ابن الصلاح وهذالحدیث صححه المصنف رحمه اللّٰه تعالیٰ،وأشارالی أن تعددطرقه شاهدصدق علی صحته،وقدصححه قبله کثیرمن الائمة کالطحاوی،واخرجه ابن شاهین،وابن منده، وابن مردویه،والطبرانی فی معجمه،وقال:انه حسن ۔وصنف السیوطی فی هذاالحدیث رسالہ مستقلة سماها" کَشْفُ اللَّبْسِ فِی حَدِیْثِ رَدِّ الشَّمْسِ" وقال اوسبق بمثله لابی الحسن الفضلی اوردطرقه باسانیدکثیرة وصححه بمالامزیدعلیه ونازع ابن الجوزی فی بعض من طعن فیه من رجاله واحمدبن صالح

المذکور فی کلام الطحاوی هو ابو جعفر الطبری الحافظ الثقة روی عنه اصحاب السنن ویکفی فی توثیقه ان البخاری روی عنه فی صحیحه فلایلتفت الی من ضعفه وطعن فی روایته وبهذاایضاسقط ماقاله ابن تیمیة و ابن الجوزی من أن هذاالحدیث موضوع فانه مجازفة منهماانتهی مختصراًوقال القاری فی شرح الشفا: قال ابن الجوزی فی الموضوعات حدیث ردالشمس فی قصة علی رضی اللّٰه عنه موضوع بلاشك وتبعه ابن القیم وشیخه ابن تیمیة وذکرواتضعیف رجال اسانیدالطحاوی ونسبوابعضهم الی الوضع الاان ابن الجوزی قال انالااتهم به الاابن عقدة لانه کان رافضیایسب الصحابة اه ـ ولایخفی ان مجرد کون رادمن الرواة رافضیااوخارجیالایوجب الجزم بوضع حدیثه اذاکان ثقة من جهة دینه وکان الطحاوی لاحظ هذاالمبنی وبنی علیه هذاالمعنی ثم من المعلوم ان من حفظ حجة علی من لم یحفظ والاصل هو العدالة حتی یثبت الجرح المبطل للروایة انتهی وقال الشیخ محمدطاهر الفتنی الهندی فی تذکرة الموضوعات حدیث اسماء فی ردالشمس فیه فضیل ابن مرزوق ضعیف وله طریق آخرفیه ابن عقدة رافضی رمی بالکذب ورافضی کاذب قلت فضیل صدوق احتج به مسلم والاربعة وابن عقلة من کبارالحفاظ وثقه الناس ومن ضعفه الاعصری متعصب والحدیث صرح جماعة بتصحیحة منهم القاضی عیاض وفی اللآلی قیل هو منکروقیل موضوع قلت صرح به جماعة من الحفاظ وفی المقاصد ردالشمس علیٰ علیؓ قال احمدلااصل له وتبعه ابن الجوزی ولکن صححه الطحاوی وصاحب الشفاانتهی وصححه الحافظ ابن الفتح الازدی وحسنه الحافظ ابوزرعة ابن

العراقی والحافظ السیوطی فی "الدرر المنتشرة فی الاحادیث المشتھرة" وقدانکر الحفاظ علی ابن الجوزی ایراده الحدیث فی کتاب الموضوعات کذافی الامم لایقاظ الھمم عن تلمیذ السیوطی ابی عبداللّٰه الدمشقی وقال الحافظ ابوالفضل ابن حجربعدان اوردالحدیث اخطأابن الجوزی بایراده له فی الموضوعات وکذابن تیمیة فی کتاب الردعلی الروافض فی زعم وضعه وقدذکرالھیثمی فی المجمع حدیث اسماء ثم قال رواه کله الطبرانی باسانیدورجال احدھارجال الصحیح عن ابراھیم بن حسن وھوثقة وثقه ابن حبان وفاطمة بنت علی بن ابی طالب لم اعرفھاانتھی وامارجال الطریقین عندالمصنف ففی الطریق الاول شیخه ابوامیة وھومحمدبن ابراھیم ابن مسلم الخزاعی الطرسوسی الحافظ بغدادی الاصل شیخ ابی حاتم الرازی وابی عوانة الاسفرائنی قال ابوداؤدثقة وقال مسلمة بن قاسم روی عنه غیرواحدوھوثقة وقال فی موضع آخرانکرت علیه احادیث ولج فیھاوحدث فتکلم الناس فیه وقال الحاکم صدوق کثیرالوھم وقال ابن یونس کان من اھل الرحلة فھمابالحدیث وکان حسن الحدیث وقال ابوبکرالخلال ابوامیة رفیع القدرجداکان اماما فی الحدیث مقلماً فی زمانه کذافی تھذیب التھذیب وقال فی التقریب صدوق صاحب حدیث یھم اھـ وشیخ ابی امیة عبیداللّٰه بن موسی العبسی الکوفی ابومحمدالحافظ من رواة الستة ثقة کان یتشیع من التاسعة قال ابوحاتم کان اثبت فی اسرائیل من ابی نعیم کذافی التقریب وقال فی المیزان شیخ البخاری ثقة فی نفسه لکنه شیعی منحرف وثقهٗ ابوحاتم وابن معین انتھی وشیخ عبیداللّٰه الفضیل بن مرزوق الاغرالرقاشی الکوفی ابوعبدالرحمان مولی بنی عنزة من

رواۃ مسلم والاربعۃ صدوق یھم ورمی بالتشیع من السابعۃ کذافی التقریب وقال فی المیزان وثقہ سفیان بن عُیینۃ وابن معین وقال ابن عدی ارجوانہ لاباس بہ وقال النسائی ضعیف وکذاضعفہ عثمان بن سعید قلت وکان معروفابالتشیع من غیرسب انتھی وشیخ فضیل ابراھیم بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب قال ابن ابیؒ حاتم روی عن ابیہ ولم یذکرفیہ جرحا وذکرہ ابن حبان فی الثقات فقال روی عن ابیہ وفاطمۃ بنت الحسن قلت ھی امہ کذافی اللسان؛ویروی ابراھیم عن امہ فاطمۃ ابنۃ الحسین بن علی بن ابی طالب الھاشمیۃ المدنیۃ من رواۃ ابی داؤدوالترمذی وابن ماجۃ قال ابن سعدامھا ام اسحاق بنت طلحۃ تزوجھاابن عمھاالحسن بن الحسن بن علی ثم تزوجھابعدہٗ عبداللّٰہ بن عمروبن عثمان ذکرھاابن حبان فی الثقات کمافی تھذیب التھذیب وقال فی التقریب ثقۃ من الرابعۃ اھ۔وروت فاطمۃ ھذہ عن اسماء بنت عمیس الخثعمیۃ صحابیۃ تزوجھاجعفربن ابی طالب ثم ابوبکرثم علی ولدت لھم وھیؓ اخت میمونۃ بنت الحارث لامھاحاجرت الی الحبشۃ وکان عمریسألھاعن تعبیرالرؤیاکذافی تھذیب التھذیب وتقریب التھذیب وفی الطریق الثانی شیخ الطحاوی علی بن عبدالرحمان بن محمدبن المغیرۃ المخزومی مولاھم المصری لقبہ علان وکان اصلہ من الکوفۃ شیخ النسائی فی خصائص علی ثقۃ صدوق حسن الحدیث کمافی التقریب وتھذیب التھذیب وشیخہ احمدبن صالح المصری ابوجعفرابن الطبری ثقۃ حافظ من العاشرۃ تکلم فیہ النسائی بسبب اوھام لہ قلیلۃ ونقل عن ابن معین تکذیبہ وجزم ابن حبان بانہ انماتکلم فی احمدبن صالح الشمونی فظن النسائی انہ عنی ابن

الطبری واحمدھذامن رواۃ البخاری وابی داؤد والترمذی کذافی التقریب وشیخہ ابن ابی فدیك وھومحمدبن اسماعیل بن مسلم بن بن ابی فدیك الدیلی مولاھم ابواسماعیل المدنی من رواۃ الستۃ صدوق من صغار الثامنۃ کمافی التقریب وشیخہ محمدبن موسی بن ابی عبداللّٰہ الفطری المدنی مولاھم ابوعبداللّٰہ بن ابی طلحۃ من رواۃ الستۃ الاالبخاری قال ابوحاتم صدوق صالح الحدیث کان یتشیع وقال الترمذی ثقۃ وقال ابوجعفرالطحاوی محمودفی روایتہ وقال ابن شاھین فی الثقات قال احمدبن صالح محمدبن موسی الفطری شیخ ثقۃ من الفطریین حسن الحدیث قلیل الحدیث کذافی تھذیب التھذیب وشیخہ عون بن محمدبن علی بن ابی طالب الھاشمی ذکرہ ابن ابی حاتم فی الجرح والتعدیل ولم یذکرفیہ کلاماوروی عون عن امہ ام جعفرقال فی تھذیب التھذیب ام عون بنت محمدبن جعفرابن ابی طالب الھاشمیۃ ویقال ام جعفرزوجۃ محمدابن الحنفیۃ وام ابنہ عون روت عن جدتھااسماء بنت عمیس وعنھاابنھاعون کذافی تھذیب التھذیب وقال فی التقریب مقبولۃ من الثالثۃ من رواۃ ابن ماجۃ وروت ام جعفر عن اسماء بنت عمیس ''۔

(امانی الاحبارفی شرح معانی الآثار،جلد۱صفحہ۵۵تا۵۷،مطبوعہ ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، چوک فوارہ،ملتان)

اس طویل عربی اقتباس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں مولوی یوسف کاندھلوی دیوبندی نے حدیثِ ردِ شمس کی صحت کے دیوبندی منکرین (بشمول مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی) کی جانب سے کیے گئے اعتراضات کادندان شکن جواب دیا ہے،اوراس حدیث پرابنِ جوزی وابنِ تیمیہ کی جرح کومردودثابت کیا ہے۔

(۳۷) مولوی اقبال رنگونی دیوبندی کا اِقرار:

(۳۶) مولوی حافظ اقبال رنگونی دیوبندی نے ردِّ شمس کو درست تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے:

''حضرت علی مرتضیٰؓ کے ساتھ پیش آنے والے غیر معمولی واقعات میں سے ایک واقعہ ردشمس کا بھی ہے، اور محدثین و محققین نے اس واقعہ کی صحت تسلیم کی ہے اور بتایا ہے کہ ردشمس کا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائلِ نبوت اور آپ کے معجزات میں سے ایک ہے، جب اہلِ اسلام معجزۂ شق القمر کے تسلیم کرنے میں کوئی تأمل نہیں کرتے ہیں، تو ردشمس کا معجزہ تسلیم کرنے میں بھی انہیں کوئی تردد نہیں ہونا چاہیے، چونکہ اس واقعہ میں حضرت علی مرتضیٰؓ کو بھی ایک طرح کا شرف حاصل ہوا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے آپ کو بھی یہ سعادت ملی ہے'' الخ (حضرت علی المرتضیٰ، جلد۲، صفحہ ۲۹۹، مطبوعہ ادارہ اشاعت الاسلام، نمبر ۲۶ بلیک برن اسٹریٹ، مانچسٹر۔ Idara Isha,at.ul.Islam, NO;26 Blackburn Street, Manchester)

☆ معجزۂ ردِّ شمس کے منکر دیوبندی، حضرت مُلّا علی قاری کی ایک عبارت بھی پیش کرتے ہیں، ان کے مختصر جواب کے لیے مولوی اقبال رنگونی دیوبندی کا اقتباس پیش ہے، جس میں موصوف نے مُلّا علی قاری کے حوالے سے حدیثِ ردشمس کی تائید نقل کی ہے:

''محدثِ جلیل حضرت مُلّا علی قاریؒ (۱۰۱۴ھ) ''شرح الشفاء'' میں لکھتے ہیں کہ یہ بات ابنِ مردویہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے بھی سندِ ضعیف کے ساتھ روایت کی ہے، آپ امام طحاویؒ کے بیان: وھذان الحدیثان ثابتان ورواتھما ثقات کے ذیل میں لکھتے ہیں، یہ دونوں روایتیں امام طحاویؒ کے نزدیک ثابت ہیں اور جن لوگوں

نے اس کی سند کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے، وہ قابلِ اعتبار نہیں ہے۔ فلا عبرة بمن طعن فی رجالهما وانما جعله حدیثین لروایته له من طریقین هذا (شرح الشفاء، ج ا،ص ۵۹۰) بعض حضرات حضرت ابوہریرہؓ کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوائے یوشع بن نون کے کسی اور کے لیے سورج نہیں لوٹا، حضرت مُلّا علی قاریؒ اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اُمم سابقہ کے اعتبار سے بیان فرمائی ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ اور کسی کے لیے نہیں ہوسکتا: ان الشمس لم یحبس لأحد الا لیوشع . . . . . فالجواب: أن الحصر باعتبار الامم السابقة مع احتمال وروده قبل القضیة اللاحقة (شرح الشفاء، ج ا،ص ۵۹۰)"

(حضرت علی المرتضیٰ، جلد ۲، صفحہ ۳۰۲ و ۳۰۳، مطبوعہ ادارہ اشاعت الاسلام، نمبر ۲۶ بلیک برن اسٹریٹ، مانچسٹر۔ Idara Isha,at.ul.Islam, NO;26 Blackburn Street, Manchester)

(۳۸) ڈاکٹر خالد محمود دیو بندی کا اقرار:

(۳۷) ڈاکٹر خالد محمود دیو بندی نے حدیثِ ردِّ شمس کے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھا:

"سوال:۔ کیا سیدنا علی المرتضیٰؓ کی نماز قضا ہونے پر سورج لوٹ آیا تھا؟۔ آپ کی یہ کرامت کس کتاب میں درج ہے؟ اور محدثین کے نزدیک اس کا کیا درجہ ہے؟

جواب:۔ سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ کی نماز قضا ہونے پر سورج کا لوٹ آنا اگر روایتاً صحیح بھی ہو تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ کی کرامت نہیں، حافظ ابی بشر دولابیؒ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ

ہے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور ختمی مرتبت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا سر مبارک حضرت علیؓ کی گود میں تھا اور وحی نازل ہونی شروع ہوگئی۔ اسی اثنا میں حضرت علیؓ کی نمازِ عصر قضا ہوگئی۔ اس پر آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی:۔

اللّٰھمّ انك تعلم انه كان في حاجتك وحاجت رسولك فردّ عليه الشمس ۔

اس پر سورج پھر کچھ ظاہر ہوا، اور حضرت علیؓ نے نماز ادا فرمالی۔ اس روایت سے ظاہر ہے کہ سورج حضور ختمی مرتبت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی دعا سے واپس لَوٹا۔ پس یہ حضورؐ کا معجزہ شمار ہوگا اسے حضرت علیؓ کی کرامت کہنا صحیح نہیں۔

قاضی عیاضؒ نے یہ روایت امام طحاوی کی نقل سے پیش کی ہے جو ''مشکل الآثار'' میں موجود ہے۔ سیدنا ملا علی قاریؒ نے ''شرح شفا'' میں اس کی تفصیل فرمائی ہے۔ یہ روایت قواعدِ محدثین کے مطابق صحیح نہیں۔ اور اس کی کوئی ایسی سند نہیں ملتی جس میں وضاع و کذاب قسم کے راوی موجود نہ ہوں۔ ملا علی قاریؒ ''موضوعاتِ کبیر'' میں لکھتے ہیں:۔

قال العلماء انه حديث موضوع ولم تردالشمس لاحد وانما حبست ليو شع بن نون كذافي رياض النضره

احقر کے نزدیک موضوع کی بجائے ضعیف کا حکم لگانا احتیاط کے قریب ہے۔ **واللّٰه اعلم بحقيقة الحال**''۔

(عبقات جلد ا صفحہ ۲۹۷ مطبوعہ محمود پبلیکیشنز، اسلامک ٹرسٹ، جامعہ اسلامیہ، محمود کالونی، لاہور)

ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی نے اس اقتباس میں حدیثِ ردِ شمس کو ضعیف قرار دیا ہے،

ضعیف حدیث کی حیثیت:

اب انہی ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی نے ضعیف حدیث کے بارے میں جو لکھا ہے

وہ ملاحظہ کریں:

☆ ''وہ حدیث ضعیف ہے جس کی سَنَد موجود ہو (یعنی موضوع اور مَن گھڑت نہ ہو) لیکن اس کے راوی باعتبار یاداشت یا عدالت کے کمزور ہوں، لیکن اگر اسے دوسری سندوں سے تائید حاصل ہو تو یہ قبول کی جاسکتی ہے، یہی نہیں کہ صرف فضائلِ اعمال میں اسے لے لیا جائے گا بلکہ اس سے بعض حالات میں استخراج بھی کیا جاسکتا ہے، قیاس استنباطِ مسائل کے لیے ہی ہوتا ہے، امام ابوحنیفہؒ ضعیف حدیث کو قیاس پر ترجیح دیتے تھے''۔

(آثارالحدیث جلد ۲ صفحہ ۱۴۵ مطبوعہ دارالمعارف، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ اشاعت ۱۹۹۵ء)

ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی نے ضعیف حدیث کے بارے مزید لکھا ہے:

☆ ''علما نے صرف پند و نصیحت، بیانِ قصص اور فضائلِ اعمال کے مواقع پر احادیثِ ضعیف کے بیان کرنے کو بلا اس کے ضعف بیان کیے جائز رکھا ہے''۔

(آثارالحدیث جلد ۲ صفحہ ۱۴۸ مطبوعہ دارالمعارف، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ اشاعت ۱۹۹۵ء)

☆ فرقۂ وہابیہ کی دونوں شاخوں (دیوبندیت اور غیر مقلدیت) کے امام مولوی اسماعیل دہلوی نے فضائل میں موضوع حدیث کو بیان کرنا درست قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

والموضوع لا یثبت شیئا مِنَ الاحکام نعم قد یوخذ فی فضائل ماثبت فضله بغیره تائیداً و تفصیلا

(اُصولِ فقہ صفحہ ۹، ۱۰ مطبوعہ ادارۃ احیاء السُنۃ، گرجاکھ، گوجرانوالہ، پاکستان)

یعنی ''موضوع (حدیث) سے شرعی اَحکام میں کچھ ثابت نہیں ہوسکتا، لیکن فضائل میں موضوع (حدیث) کو تائیداً پیش کرسکتے ہیں''۔

☆ دیوبندی مذہب کے مزعومہ حکیم الامت مولوی اشرفعلی تھانوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''ضعیف بلا سَنَد نہیں ہوتی بلکہ بسندِ ضعیف ہوتی ہے جو عقائد میں حجت نہیں، فضائل میں کھپ جاتی ہے''۔

(بوادر النوادر صفحہ ۳۹۲ مطبوعہ ادارہ اسلامیات، ۱۹۰ انارکلی، لاہور)

☆ مولوی انور کوہستانی دیوبندی (فاضل و متخصص فی الحدیث) نے اپنی کتاب ''ضعیف حدیث کی شرعی حیثیت'' میں ضعیف حدیث کے احکام میں قابلِ استدلال ہونے کے بارے میں لکھا ہے:

''جمہور فقہاء ومحدثین، متقدمین ہوں یا متاخرین، ''ضعیف حدیث'' سے فضائل، ترغیب وترہیب میں برابر استدلال کرتے چلے آئے ہیں، جہاں تک احکامِ شرعیہ میں ضعیف حدیث سے استدلال کا تعلق ہے تو جمہور فقہاء ومحدثین کے طرزِ عمل سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ضعیف حدیث سے حکمِ شرعی پر استدلال کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ ضعف شدید نہ ہو''۔

(ضعیف حدیث کی شرعی حیثیت صفحہ ۱۷۵، ۱۷۶ مطبوعہ الخلیل پبلشنگ ھاؤس، فضل داد پلازہ، اقبال روڈ، راولپنڈی۔ دسمبر ۲۰۱۴ء)

☆ ماہر القادری کے ''ماہنامہ فاران، کراچی'' میں مطبوعہ مولوی عبد القدوس ہاشمی کے مقالہ ''غیر معتبر روایات'' کے جواب میں مولوی عبد الرشید نعمانی دیوبندی نے اپنے مقالہ بہ عنوان ''معتبر روایات'' میں تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے:

''مقالہ نگار کو اِتنا بھی معلوم نہیں کہ بابِ مناقب میں ضعیف روایات مقبول ہیں''۔

(صفحہ ۳۶، ماہنامہ بینات کراچی، بابت رجب المرجب ۱۳۹۸ھ/ جون ۱۹۷۸ء)

☆ مولوی اسماعیل دیوبندی نے اپنی تقریر میں کہا:

''تدریب الراوی کے اندر آرہا ہے جو محدثین کی معتبر کتاب ہے کہ فضائل کے اندر ضعیف حدیث چل جاتی ہے''۔

(فضائلِ اعمال پر اعتراض کیوں؟، صفحہ۳۱، مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ، عمرآباد، لالیاں جھنگ۔ مرتب قاری اللہ دتہ دیوبندی)

☆ مفتی ارشاد احمد قاسمی دیوبندی نے فضائل، مناقب اور سِیَر میں حدیثِ ضعیف کو معتبر مانتے ہوئے لکھا ہے:

''باب الفضائل والمناقب والسیر میں ضعیف حدیث معتبر ہے اور اسے ذکر کر کے مناقب میں بیان کیا جاسکتا ہے''

(شمائلِ کبریٰ، جلد۳ صفحہ۱۸۱، مطبوعہ زمزم پبلشرز، نزد مقدس مسجد، اردو بازار، کراچی۔ ایضاً آئینہ جمال وکمالِ محمد، صفحہ۸۳ مطبوعہ شعبہ تحقیق وتصنیف دارالمطالعہ، بالمقابل جامعہ مسجد اللہ والی، حاصل پور شہر ضلع بہاولپور)

ان تمام حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ اگرچہ ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی نے حدیثِ ردِ شمس کو ضعیف قرار دیا ہے، لیکن یہ مُبیّنہ ضعف دیوبندی مذہب میں اس حدیثِ ردِ شمس کے فضائل میں مقبول ہونے کے منافی نہیں، اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کے بیان میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

(۳۹) غیر مقلدین کے مجدد نواب صدیق حسن خان بھوپالی کا اِقرار:

(۳۸) غیر مقلدین کے مجدد نواب صدیق حسن بھوپالی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں حبسِ شمس (سورج کا روک دینا) اور ردِ شمس (سورج لوٹا دینا) دونوں کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے:

''صبحِ شبِ اسراء کو وقت سوال مشرکین کے صفتِ بیت المقدس بیان کردی اور سورج غروب سے رُک گیا، یہاں تک کہ وہ قافلہ آیا جس نے آپ کو معراج سے پھرتے ہوئے دیکھا تھا۔ اور آپ نے خبر دی کہ وہ

قافلہ فلاں روز مکے میں آ جائے گا، جب وہ دن ہوا، اور سورج ڈوبنے لگا اور قافلہ نہ آیا تو اللہ نے اُس کو غروب سے روک دیا، اسی طرح بعد غروب کے علی بن ابی طالب پر آپ کی دعا سے سورج واپس آیا تا کہ علی نمازِ عصر ادا کر لیں"۔ (اَلشَّمَامَۃُ العَنبَرِیَّۃ صفحہ ۶۷، ۶۸ طبع بھوپال)

(۴۰) غیر مقلدین کے محدث مولوی وحید الزمان حیدر آبادی کا اِقرار:

(۳۹) غیر مقلدین کے محدث مولوی وحید الزمان حیدر آبادی نے معجزۂ رَدِّ شمس کی حدیث کو درست تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے:

"فَاُرْدِدَ عَلَیْہِ الشَّمْسُ شَرْقُھَا۔ سورج کا چمکنا پھر آپ پر پھیرا گیا (یعنی غروب کے بعد پھر نکل آیا، پیچھے سرکا دیا گیا، "مجمع البحرین" میں ہے کہ "ردِ شمس" سے یہ بھی مُراد ہو سکتا ہے کہ اس کی حرکت بسطی ہو گئی۔) میں کہتا ہوں یہ "ردِ شمس" نہیں ہے بلکہ "حبسِ شمس" ہے اور یہ دوسری نشانی ہے آنحضرتؐ کی نشانیوں یعنی معجزات میں سے۔ اس کو طبرانی نے بہ سندِ جید جابر بن عبداللہؓ سے نکالا، ہیثمی نے کہا اس کی سَنَد حَسَن ہے اور اسی طرح حافظ ابن حجر اور عراقی نے کہا، اور رَدِّ شمس کو طبرانی نے روایت کیا "معجم کبیر" میں اسماء بنتِ عمیس سے، ہیثمی نے کہا اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں بجز ابراہیم بن حسن کے، مگر ان کو بھی ابنِ حبان نے ثِقہ بتایا ہے، اور طحاوی نے "مشکل الآثار" میں اس حدیث کو دو طریقوں سے نکالا اور کہا دونوں طریق ثابت ہیں، اور ان کے راوی ثِقہ ہیں، اس صورت میں ابنِ جوزی نے جو اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے، حافظ ابنِ حجر نے کہا کہ ابنِ جوزی نے غلطی کی جو اس حدیث کو موضوعات میں داخل کیا"۔

(لغات الحدیث، حرف ر، جلد ۲ صفحہ ۹۳ مطبوعہ نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور)

مولوی وحید الزماں حیدر آبادی غیر مقلد کی غیر مقلدین سے توثیق:

غیر مقلدین جب پھنس جاتے ہیں تو اپنے مولوی وحید الزماں حیدر آبادی کے غیر مقلدین کے پیشوا ہونے سے انکار کر دیتے ہیں، اس لیے مولوی وحید الزماں غیر مقلد کی غیر مقلدین سے توثیق کے چند حوالے پیش ہیں۔

(۱) غیر مقلدین کے مشہور قلم کار مولوی رئیس ندوی نے مولوی وحید الزماں حیدر آبادی کا نام ان الفاظ میں لکھا ہے:

☆ ''امام وحید الزمان''

(مجموعہ مقالات ص۶۳۱، مکتبہ الفضیل بن عیاض، کراچی)

☆ ''امام وحید الزمان''

(مجموعہ مقالات ص۹۰۵، مکتبہ الفضیل بن عیاض، کراچی)

☆ ''اہلِ حدیث امام، مصنف هدية المهدی''

(مجموعہ مقالات ص۹۴۵، مکتبہ الفضیل بن عیاض، کراچی)

☆ ''امام وحید الزمان''

(مجموعہ مقالات ص۹۱۹، مکتبہ الفضیل بن عیاض، کراچی)

☆ ''امامِ اہلِ حدیث وحید الزمان رَحِمَهُ اللّٰه''

(مجموعہ مقالات ص۹۴۴، مکتبہ الفضیل بن عیاض، کراچی)

☆ ''امامِ اہلِ حدیث وحید الزمان''

(مجموعہ مقالات ص۹۴۵، مکتبہ الفضیل بن عیاض، کراچی)

☆ ''اہلِ حدیث امام وحید الزمان''

(مجموعہ مقالات ص۹۴۶، مکتبہ الفضیل بن عیاض، کراچی)

☆ ''اہلِ حدیث امام وحید الزمان''

(مجموعہ مقالات ص۹۵۱، مکتبہ الفضیل بن عیاض، کراچی)

(۲) غیر مقلدین کے مزعومہ شیخ العرب والعجم مولوی بدیع الدین راشدی غیر مقلد نے ''فتح المجید'' کے مقدمہ میں مولوی وحید الزماں حیدر آبادی کے متعلق لکھا ہے:

''نواب عالی جناب، عالمِ باعمل، فقیہ وقت، محبّ السنۃ وحید الزماں''

(ھدایۃ المستفید، مقدمہ جلد ا صفحہ ۱۰۴، مطبوعہ مکتبُ الدعوۃ الاسلامیۃ پاکستان)

(۳) مولوی عبد الرشید عراقی غیر مقلد نے غیر مقلدین کے شیخ الکل مولوی نذیر حسین دہلوی کا قول نقل کیا ہے:

''میں اپنی تمام مرویات حدیثہ کی یعنی صحاح ستہ وغیرہ کی روایت کی اجازت مولوی وحید الزماں کو دیتا ہوں، جو بڑے زیرک، نہایت روشن دماغ اور صائب الرائے آدمی ہیں''۔

(چالیس علمائے اہل حدیث، صفحہ ۱۰۲ مطبوعہ نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور)

خود مولوی عبد الرشید عراقی غیر مقلد نے مولوی وحید الزماں حیدر آبادی غیر مقلد کے متعلق لکھا ہے:

''مولانا وحید الزماں ایک بلند پایہ عالمِ دین، مفسر قرآن، محدث، فقیہہ، مؤرخ، متکلم، معلم، مترجم، نقاد، دانشور، مبصر، مصنف اور عربی فارسی اور اردو کے بلند مرتبہ ادیب تھے''۔

(چالیس علمائے اہل حدیث، صفحہ ۱۰۳ مطبوعہ نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور)

(۴) ''ہفت روزہ اہلِ حدیث، لاہور'' بابت ۱۷ نومبر ۲۰۰۰ء میں مولوی وحید الزماں حیدر آبادی کے نام کے ساتھ کلمۂ ترحیم ''رحمۃ اللّٰہ علیہ'' لکھا گیا ہے۔ اور اس کی کتاب ''تیسیر الباری'' کی تعریف کی گئی ہے۔ حوالہ جات اور بھی ہیں لیکن اختصار ملحوظ ہے کیونکہ پہلے ہی بہت طوالت ہو چکی ہے۔

(۴۱) مولوی نور محمد سوتروی غیر مقلد کا اقرار:

(۴۰) مولوی نور محمد سوتروی غیر مقلد وہابی نے اپنی منظوم کتاب میں معجزۂ ردِ شمس کو ان الفاظ میں تسلیم کیا ہے:

وچ اوس لڑائی ران حیدر تے سر سرورؐ کھ سُتا
عصر قضا حیدر دی ہوئی، ایہ دن روشن لتھا
رسولِ خدا تھیں چاہیا تا دن لتھا باہر آیا
فرکھ پربت روشنایاں حیدر فرضوں فارغ ہویا

(شہبازِ شریعت صفحہ ۲۰۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی، کشمیری بازار، لاہور)

مولوی نور محمد سوتروی غیر مقلد کی غیر مقلد علما سے توثیق:

☆ غیر مقلدین کے مشہور مؤرخ اور ''ہفت روزہ الاعتصام، لاہور'' کے سابق مدیر مولوی اسحاق بھٹی وہابی نے مولوی نور محمد سوتروی کے متعلق لکھا ہے:

''گاؤں ''رانیاں'' کے رہنے والے ایک بہت بڑے عالم مولانا نور محمد تھے جو ۱۷۸۲ء میں پیدا ہوئے، اور ۱۸۶۲ء کے پس وپیش فوت ہوئے، وہ پنجابی کے مشہور شاعر اور توحید کے معروف مبلغ تھے، ان کی پنجابی نظم کی کتابوں میں ایک کتاب کا نام ''شہبازِ شریعت'' ہے، اس کا ایک مصرع ہے: سوتر والی نالی دے وچ نور چلائے بیڑے یعنی سوتر کے علاقے کی نالی (دریائے گھاگرا) میں نور محمد نے تبلیغ توحید کی کشتیاں چلائی ہیں، لیکن غلط عقیدے کے لوگ اسے نہیں مانتے، ہم اس نالی یعنی دریائے گھاگرا پر دو ڈھائی بجے کے قریب پہنچے۔ وہاں ہم نے گاڑی روکی اور کچھ دیر کھڑے اِدھر اُدھر دیکھتے رہے، اب معلوم نہیں اس علاقے کی کیا حالت ہے، اس وقت یہ خشک علاقہ اور چاروں طرف

ریت کے ٹیلے تھے جو دُور تک پھیلے ہوئے تھے، ظہر اور عصر کی نمازیں ہم نے اکٹھی وہاں پڑھیں اور مولانا نور محمد کو یاد کیا، جو تمام عمر اس علاقے میں توحید کی تبلیغ کرتے رہے اور جن کی تبلیغ سے اثر پذیر ہو کر بے شار لوگ اسلام کی صراطِ مستقیم پر گامزن ہوئے تھے"۔

(گزر گئی گزران صفحہ ۱۱۷ مطبوعہ نشریات، لاہور/تقسیم کار، کتاب سرائے، فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ اشاعت ۲۰۱۱ء)

☆ غیر مقلد مولوی ابراہیم خلیل نے بھی اپنی کتاب میں مولوی نور محمد سوتروی غیر مقلد کی توثیق کی ہے اور لکھا ہے:

☆ "آپ ایک موحد عالمِ دین تھے، حق گوئی، جرأتِ بیان، بے باکی میں مشہور تھے، اہلِ سنت کے عقیدہ کا تحفظ ان کا اوّلین مقصدِ حیات تھا، صحیح اسلامی تعلیمات عوام الناس تک پہنچانے میں تمام زندگی مصروف رہے، لَایَخَافُونَ فِی اللّٰہِ لَوْمَةَ لَائِمٍ کی سچی تصویر آپ کی حیاتِ مقدسہ میں ملتی ہے"

(ہمارے اکابر صفحہ ۳۰۳ مطبوعہ مکتبہ عزیزیہ، جامع مسجد ربانی، حجرہ شاہ مقیم ضلع اوکاڑہ)

مولوی نور محمد سوتروی غیر مقلد کے متعلق مزید لکھا ہے:

☆ "مولانا نور محمد مرحوم ایک صاحبِ دل بزرگ تھے، علم میں تجربہ حاصل تھا، طبع میں سادگی، فطرت میں نیکی کا جذبہ تھا، پوری زندگی دینِ اسلام کی اشاعت کی فکر میں رہے"۔

(ہمارے اکابر صفحہ ۳۰۳ مطبوعہ مکتبہ عزیزیہ، جامع مسجد ربانی، حجرہ شاہ مقیم ضلع اوکاڑہ)

مولوی ابراہیم خلیل غیر مقلد نے مولوی نور محمد سوتروی غیر مقلد کی کتاب "شہباز شریعت" کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

☆ "جب یہ کتاب زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئی تو حافظ محمد لکھوی نے اس کی مقبولیت اور صوری و معنوی خوبیوں کی بنا پر اس کی طرف توجہ فرمائی اور اس پر مفصل

فارسی زبان میں حواشی لکھے، جن میں بعض مغلق الفاظ کی تسہیل اور عبارات کی تشریح اورادق مسائل کی تفصیل بعض سخت ودرشت الفاظ کی نرم الفاظ میں ترجمانی کا کام سرانجام دیا گیا، حافظ محمد نے بعدازاں یہ کتاب اپنے ہی مطبع محمدی فیروز پور سے شائع فرمائی اور یہ طباعت ۱۲۸۶ھ میں وقوع پذیر ہوئی''۔

(ہمارے اکابر صفحہ ۳۰۴ مطبوعہ مکتبہ عزیزیہ، جامع مسجد ربانی، حجرہ شاہ مقیم ضلع اوکاڑہ)

(۴۲) مولوی ابوالحسن سیالکوٹی غیر مقلد کا اقرار:

(۴۱) مولوی ابوالحسن سیالکوٹی نے امام ابن حجر عسقلانی کی کتاب ''فتح الباری'' کا اُردو ترجمہ کیا ہے اور اس میں اپنی طرف سے ضروری فوائد بھی شامل کیے ہیں، اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے سورج کا روکا جانا، حضرت یوشع علیہ السلام کے لیے سورج کے روکے جانے کے معارض (مخالف) نہیں ہے، اس وضاحت کے بعد غیر مقلد صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حبسِ شمس اور رَدِّ شمس کو ثابت مانا ہے:

''یہ حدیث پہلی حدیث کے حصر کے معارض نہیں، اس واسطے کہ سوائے اس کے نہیں کہ حصر واقع ہوا ہے بیچ حق یوشع کے ساتھ سورج کے، پس نہیں نفی کرتا اس کی کہ روکا جاوے طلوع فجر کا واسطے غیر ان کے کے، اور ایک روایت میں ہے کہ جب معراج کی رات کی صبح کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو خبر دی کہ تمہارا قافلہ سورج ڈوبنے سے پہلے آوے گا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کی تو سورج روکا گیا، یہاں تک کہ قافلہ مکے میں آیا، تو یہ حدیث بھی اس حصر کے معارض نہیں، اس واسطے کہ وہ حصر محمول ہے اُس چیز پر جو گذر چکی ہے واسطے اگلے پیغمبروں کے، پہلے ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ

وسلم سے، پس نہیں روکا گیا سورج مگر واسطے یوشع کے، پس نہیں نفی اس میں اس کی کہ روکا جاوے بعد اس کے واسطے ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے، اور نیز طحاوی اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم علی مرتضیٰؓ کے گھٹنے پر سو گئے اور عصر کی نماز علیؓ سے فوت ہوگئی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو سورج پھیرا گیا یہاں تک کہ علی مرتضیٰؓ نے نماز پڑھی، پھر غروب ہوا، اور یہ بڑا عظیم معجزہ ہے اور ابن جوزی وغیرہ نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے لیکن یہ ابن جوزی کی خطا ہے"

(فیض الباری، کتاب فرض الخمس، پارہ دوازدہم، جلد۲ صفحہ ۱۱۹، ۱۲۰ مطبوعہ مکتبہ اصحاب الحدیث، حسن مارکیٹ، مچھلی منڈی، اردو بازار، لاہور (قدیم عکسی طباعت)۔
ایضاً جلد۲ صفحہ ۶۴۴، ۶۴۵ مطبوعہ مکتبہ اصحاب الحدیث، حافظ پلازہ، نیو مچھلی منڈی، اردو بازار، لاہور۔ (جدید کمپیوٹرا اشاعت))

ضروری نوٹ: "فیض الباری" کے جدید کمپیوٹرائیڈیشن میں ناشر کی طرف سے پرانی طباعت کے متعدد الفاظ کو بدل دیا گیا ہے۔

(۴۲) مولوی ارشاد الحق اثری غیر مقلد کی طرف سے حدیثِ ردشمس کے راوی امام احمد بن صالح المصری رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق:

(۴۲) مولوی ارشاد الحق اثری غیر مقلد وہابی نے حدیثِ ردِشمس کے راوی امام احمد بن صالح پر مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی کی جرح کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے:

"امام احمد بن صالح المصریؒ: آپ مصر کے مشہور محدث اور نامور فقہاء میں شمار ہوتے ہیں، امام بخاریؒ نے "الجامع الصحیح" میں ان سے روایت لی

ہے۔ حافظ ذہبیؒ نے "تذکرۃ الحفاظ" اور "السیر" میں ان کا ترجمہ لکھا ہے اور انہیں حجت قرار دیا ہے، امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ اہلِ مصر کے ہاں حفظِ حدیث میں ان کی وہی پوزیشن تھی جو اہلِ عراق کے نزدیک امام احمد بن حنبلؒ کی۔ مگر افسوس کہ مولانا صفدر صاحب ایسے ثقہ محدث اور فقیہ پر بڑی دلیری سے جرح کرتے ہیں۔ چنانچہ غزوۂ خیبر کے موقع پر سورج کے لوٹنے کی معروف روایت (جو حضرت اسماءؓ سے مروی ہے اور بریلوی حضرات مختارِ کل ہونے کے مسئلہ پر اس سے استدلال کرتے ہیں) پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضرت اسماءؓ کی دوسری سند میں احمد بن صالح واقع ہے "قانون الموضوعات" میں ہے کہ محدثین نے اس میں طعن کیا ہے" الخ۔

(دل کا سرور: ص ۱۵۹)

گویا اس روایت کے ضعف کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس میں احمد بن صالح ہے اور اس پر محدثین نے طعن کیا ہے، مگر دیکھئے کہ:

صفدر صاحب کی بددیانتی:

"قانون الموضوعات" کے حوالہ سے جو کچھ انہوں نے نقل کیا اس کی حقیقت کیا ہے۔ چنانچہ علامہ فتنیؒ کے الفاظ ہیں۔

"احمد بن صالح مطعون فیہ "مقدمۃ" احمد بن صالح ابو جعفر الطبری انہ احد ائمۃ الحدیث الجامع بین الفقہ والحدیث اکثر عنہ البخاری وقال النسائی لیس بثقۃ ولا مامون ونقل عن ابن معین تکذیبہ وھو وھم منہ فقد قال ابن حبان ان الذی تکلم فیہ ھو غیر ابن الطبری وھو الاشمومی المشھور بالوضع واما ابن الطبری فیقارب ابن معین فی

الضبط والا تقان (قانون الموضوعات: ص ۲۳۵)

یعنی ''احمد بن صالحؒ میں کلام کیا گیا ہے۔ (پھر مقدمہ فتح الباری سے نقل کرتے ہیں) مقدمہ میں ہے کہ احمد بن صالح ائمۂ حدیث میں سے ایک امام، حدیث وفقہ کے جامع ہیں، امام بخاریؒ نے ان سے اکثر روایات لی ہیں اور امام نسائیؒ نے کہا ہے کہ وہ **لیس بثقة ولا مامون** ہیں، اور ابن معینؒ سے ان کی تکذیب نقل کی ہے، حالانکہ یہ ان کا وہم ہے، امام ابن حبانؒ نے کہا ہے کہ ابن معین نے جس پر جرح کی ہے وہ احمد بن صالح الاشمومی ہے احمد بن صالح بن الطبری نہیں، اور ''اشمومی'' حدیثیں گھڑنے میں مشہور ہے، اور ابن الطبری تو ضبط واتقان میں امام ابن معینؒ کے قریب ہیں''۔

قارئین کرام یہ ہے ''قانون الموضوعات'' کی عبارت، جس کی بنیاد پر حضرت شیخ الحدیث صاحب فرماتے ہیں: ''محدثین نے اس میں طعن کیا ہے'' **فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن**: (مقدمہ فتح الباری ص ۳۸۶) میں اس کی مزید تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔ جس کا حوالہ علامہ فتنی مرحوم نے دیا ہے۔ بتلایئے یہ طعن کیا ہے اور کیسا ہے؟ یہاں جمہور محدثین کی رائے کا اعتبار، نہ ہی صحیح بخاری کے راوی ہونے کا خیال۔ فکر ہے تو صرف یہ کہ اس کی روایت فریقِ مخالف نے پیش کی ہے۔

تضاد بیانی: حالانکہ خود بھی اپنے موقف کی تائید میں ایک روایت کی صحت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''احمد بن صالح کو علامہ ذہبیؒ، ''**الحافظ الثبت**'' اور ''**احد الاعلام**'' لکھتے ہیں''۔ (الکلام المفید: ص ۱۵۷)

اس کے بعد بجز اس کے اور ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟ ؎

آپ ہی اپنی اداؤں پر غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

(مولانا سرفراز صفدر، اپنی تصانیف کے آئینہ میں صفحہ ۸۱،۸۲ مطبوعہ ادارۂ العلوم الاثریہ، منٹگمری بازار، فیصل آباد)

مولوی ارشاد الحق اثری غیر مقلد کے اس اقتباس سے جہاں مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی کی بددیانتی اور تضاد بیانی ثابت ہوتی ہے، وہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حدیثِ ردِ شمس کے راوی "امام احمد بن صالح" ثقہ ہیں۔ لہٰذا ان کی وجہ سے حدیثِ رَدِ شمس کو تسلیم نہ کرنا بالکل غلط ہے۔

مؤلف "دست وگریبان" توجہ کرے:

"دست وگریبان" نامی کتاب کے مؤلف مولوی ابوایوب دیوبندی کے لیے الزامی طور پر کہنا چاہوں گا کہ راقم نے اس کتاب میں یہ ثابت کیا ہے کہ دیوبندی علما کا ایک گروہ اگر حدیثِ ردِ شمس کو جعلی، من گھڑت، موضوع قرار دیتا ہے تو دوسرا گروہ اس کو نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان معجزہ تسلیم کرتا ہے، مؤلف "دست وگریبان" کے لیے لمحۂ فکریہ ہے کہ (اس کے اُصول کے مطابق یہاں یہ تبصرہ کرنا بالکل درست ہے کہ) معجزۂ ردِ شمس کے اِقرار و اِنکار کے متعلق دیوبندی علما باہم "دست وگریبان، گتھم گتھا" ہیں۔ کیا مولوی ابوایوب دیوبندی اپنے دیوبندی علما کے مابین ہونے والے باہمی شدید اختلافات پر بھی قلم اُٹھائے گا؟

قارئینِ کرام! حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے معجزۂ ردِ شمس کی صحت وتوثیق پر تنگیِ وقت کے باعث یہی کچھ پیش کر سکا ہوں قبول فرمائیے۔ اور اپنی پُر خلوص دعاؤں میں یاد رکھیے۔

تَمَّتْ بِالْخَیْر

نوٹ: "معجزۂ ردِ شمس کا روشن ثبوت" کے مآخذ ومراجع صفحہ ۶۴۱ پر ملاحظہ کریں۔

كَشْفُ اللَّبْسِ فِي حَدِيْثِ رَدِّ الشَّمْسِ للامام السيوطى

و

مُزِيْلُ اللَّبْسِ عَنْ حَدِيْثِ رَدِّ الشَّمْسِ للامام الصالحى

معجزۂ ردِّ شمس

مؤلفین

امام جلال الدین سیوطی وامام حافظ صالحی دمشقی

ترجمہ وتحقیق

شیخ الحدیث

علامہ مفتی رضاء الحق اشرفی مصباحی

(خلیفہ حضرت علامہ سرکار کلاں سید مختار اشرف اشرفی الجیلانی)

ہندوستانی طباعت کا عرضِ ناشر

تمام تعریفیں خالق ارض وسماء، خالق شمس وقمر، اللہ رب العالمین کیلئے اور بے شمار صلوٰۃ وسلام ہو صاحب معجزہ رد الشمس وشق القمر محمد مصطفےٰ المختار پر، ان کے اصحاب واہل بیت اطہار پر۔

معجزہ رد الشمس رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے بے شمار عظیم معجزوں میں سے ایک ہے، ائمہ سلف وخلف نے اس معجزہ کے متعلق احادیث وآثار روایت کئے ہیں اور ان احادیث کی تصحیح فرمائی ہے۔ امام ابن جوزی حنبلی (م:۵۹۷ھ) پہلے محدث تھے، جنہوں نے ان احادیث وآثار کے علل بیان فرمائے اور انہیں موضوع قرار دیا۔ انہیں علل واعتراضات کو بنیاد بنا کر ابن تیمیہ حنبلی حرانی (م:۷۲۸ھ) نے بڑی شد ومد سے معجزہ رد الشمس کا انکار کیا۔ آج مقلدین ابن تیمیہ کا ایک بہت بڑا گروہ اپنے امام کے ان کمزور شکوک وشبہات کی بناء پر اس عظیم معجزہ کو "موضوع" (جھوٹ) کہہ کر عوام اہل سنت کو گمراہ کر رہا ہے۔ اسی وجہ سے راقم ایک عرصہ سے معجزہ رد الشمس پر دلائل اور علمی مواد جمع کر رہا تھا۔[1] اس دوران امام سیوطی اور امام صالحی کے رسائل مل گئے، راقم نے ان رسائل کو حضرت علامہ مفتی رضاء الحق اشرفی مصباحی مدظلہ العالی کی خدمت میں پیش کئے اور اُردو ترجمہ کی خواہش ظاہر کی، حضرت مفتی صاحب نے ان رسائل کا نہ صرف محنت سے ترجمہ کیا بلکہ مزید تحقیق فرماتے ہوئے کئی ایک دلائل کا ان رسائل کے آخر میں اضافہ فرمایا جس کیلئے ہم ان کے بے حد مشکور ہیں۔

رسائل معجزہ ردّ شمس کی خصوصیات

(۱) امام سیوطی نے اپنے رسالہ ''کَشْفُ اللَّبْسِ فِی حَدِیْثِ رَدِّ الشَّمْسِ'' میں معجزہ رد الشمس پر ۱۷؍اسانید کو ذکر فرمایا اور اس معجزہ کو صحیح وثابت قرار دیا۔

(۲) امام صالحی دمشقی نے اپنے رسالہ ''مُزِیْلُ اللَّبْسِ عَنْ حَدِیْثِ رَدِّ الشَّمْسِ'' میں معجزہ رد الشمس کے بعض اسانید کو بیان فرمایا، ان کے راویوں کا تعارف پیش کیا اور احادیث و آثار پر وارد ''علل'' و اعتراضات کا رد فرمایا۔

(۳) مفتی رضاء الحق اشرفی صاحب نے ۳۷؍ائمہ محدثین کے نام جمع فرمائے جنہوں نے اس معجزہ کو صحیح قرار دیا اور اپنی کُتب میں ان احادیث کو بیان فرمایا۔ مزید تحقیق فرماتے ہوئے:

(۴) ۲۱؍ائمہ دین کی کُتب سے معجزہ رد الشمس پر تصریحات و تائیدات نقل فرمائے۔

(۵) معجزہ رد الشمس پر کئے گئے ۵؍مشہور و معروف اعتراضات کے تحقیقی جوابات ارشاد فرمائے۔

ہندوستان میں معجزہ رد الشمس پر پہلی بار یہ رسائل مع تحقیق منظر عام پر آرہے ہیں اور ان رسائل کو ''**اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن**'' حیدرآباد شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہی ہے۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ

عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وسیلہ جلیلہ سے عوام وخواص کے لئے نفع بخش بنائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

فقیر غوث جیلاں وسمناں

محمد بشارت علی صدیقی اشرفی

(خلیفہ شیخ الاسلام سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کچھوچھوی)

جدہ شریف، حجاز مقدس

۱۴۳۵ھ / ۲۰۱۴ء

مقدمہ

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم والحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ المبعوث فینا رحمۃ للعالمین المحلی بخصائص مالم یؤت قبلہ احد من الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ المکرمین المطھرین لاسیما علی اخی رسول اللّٰہ وصھرہ ابی تراب ابی الحسن علی بن ابی طالب مولی المسلمین وعلی اصحابہ الھادین المھدین ۔

اما بعد:

کچھ لوگ کہتے ہیں علمائے دین کو جزوی وفروعی اختلافی مسائل میں اپنی توانائی صرف نہ کرکے انہیں مسلمانوں کے اہم بنیادی دینی، اجتماعی مسائل پر اپنی توجہ مرکوز کرنی چاہئے۔اس بات کے حق ہونے میں شک نہیں، لیکن اس بات کی اہمیت کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جب جزوی اور فروعی مسائل میں تحقیق کے نام پر مسلمانوں کی اجتماعیت کو توڑا جائے۔انہیں جمہور صالحینِ اُمت سے بیزار کیا جائے۔نظریاتی اعتبار سے سوادِ اعظم سے کاٹ کرانہیں اپنی خود ساختہ جماعت میں داخل کرنے کی سازش کی جائے اور سوادِ اعظم کو گمراہ باطل، روایت پرست، آباء واجداد کی اندھی تقلید کرنے والا گروہ باور کرایا جائے۔جن اسلاف امت سے دین ملا خود انہیں سے امت مسلمہ کو علیحدہ کیا جانے لگے، تو ایسے وقت میں علماءِ حق پہ یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اپنی زبان وقلم کے ذریعہ جمہور امت سے امت مسلمہ کا رشتہ استوار رکھنے اور اس رشتہ کو

توڑنے کے لئے بچھائے جانے والے ہر جال کے تار و پود کو بکھیرنے میں اپنی فکری و عملی قوت صرف کریں، کیوں کہ امت کا رشتہ جمہور اسلاف سے ٹوٹ جانے کے بعد اس کے مقدر میں شکست وریخت اور ادبار و پستی کے سوا کچھ نہیں۔ جزوی وفروعی مسائل میں اختلاف فطری ہے۔ اس سے علم و تحقیق کی راہیں کھلتی ہیں، فکری صلاحیتیں پروان چڑھتی ہیں اور امت کی شاہ راہِ عمل میں آسانیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اسی نکتہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے حدیث پاک میں اس امت کے اختلاف کو رحمت کہا گیا ہے۔ کتابوں میں ہزار ہا جزوی وفروعی اختلافی مسائل اس کی مثال ہیں۔ ان مسائل میں سے کچھ نظریاتی ہیں اور کچھ عملی۔ معاملہ خواہ عمل کا ہو یا نظریہ کا (واضح رہے کہ بات جزوی دفروی مسائل کے حوالے سے کہی جارہی ہے) بات وہی قابل قبول و قابل عمل ہوگی جو جمہور اسلاف کی ہوگی۔ اس کے برخلاف شخصی تفردات کو پوری امت کے سر نہیں تھوپا جاسکتا۔ بجائے اس کے کہ جمہور کی رائے کو ترجیح دی جائے، شخصی تفردات کو قبول کرنا بلکہ اسے پوری امت کو ماننے پر مجبور کرنا درست نہیں۔

انہیں تحقیقی مسائل میں سے ایک مسئلہ معجزہ ءردشمس کا ہے۔ اس معجزہ سے متعلق حدیث کو جمہور محدثین نے ثابت وصحیح مانا ہے لیکن علامہ ابن جوزی، شیخ ابن تیمیہ اور علامہ ابن کثیر نے اس معجزہ کو ثابت نہیں مانا ہے اور اس سے متعلق حدیث کو موضوع گڑھی ہوئی قرار دیا ہے۔ حدیث ردشمس کے ثابت وصحیح ہونے پر تقریباً ایک درجن علماء محققین ومحدثین نے کتابیں لکھیں اور تقریباً چالیس علماء محققین ومحدثین نے اس کو اپنی کتابوں میں نقل کیا اور ثابت حسن صحیح قرار دیا۔ اس وقت آپ کے ہاتھوں میں جو کتاب ہے وہ دو عربی رسالوں کا اردو ترجمہ ہے۔ ایک رسالہ امام حافظ الحدیث جلال الدین سیوطی (م۹۱۱ھ) کا اور دوسرا محدث محمد بن یوسف صالحی شامی (م۹۴۲ھ) کا ہے۔ دونوں رسالوں کا ترجمہ شائع کرنے کی ضرورت اس لئے پڑی کہ آج ابن تیمیہ

کے نظریات کے حامل کچھ لوگ جو خود کو اہل حدیث کہتے ہیں وہ عوامِ اہلِ سنت کو یہ کہہ کر گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اہلِ سنت کے علماء اپنے بیان میں کہتے اور کتابوں میں لکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ معجزہ ہے کہ حضرت علی کے لئے آپ نے ڈوبے سورج کو دوبارہ پلٹا دیا۔ یہ حدیث موضوع اور گڑھی ہوئی ہے۔ اس کو ابن الجوزی اور ابن کثیر نے بھی موضوع لکھا ہے۔ حالاں کہ حق یہ ہے کہ یہ معجزہ ثابت ہے اور اس سے متعلق حدیثِ صحیح معتبر موجود ہے۔ امام سیوطی اور امام صالحی نے حدیث ردشمس کی اسانید کو ذکر کیا ہے اور حدیث کے معتبر ہونے کو ثابت کیا ہے۔ فقیر اشرفی نے دونوں رسالوں کا ترجمہ آسان لب ولہجہ میں کیا ہے اور ترجمے میں اپنے درج ذیل افادات بھی شامل کئے ہیں:

(۱) ترجمے میں موقع محل کی مناسبت سے عنوانات قائم کر دئے ہیں اور کہیں کہیں ترجمے کو مربوط اور عام فہم کرنے کے لئے قوسین میں کچھ مناسب عبارتیں بھی لکھ دی ہیں۔

(۲) تفصیلی حوالے جہاں تک دستیاب ہوسکے ہیں لکھ دئے ہیں۔

(۳) ردشمس سے متعلق محدثین کے اقوال تفصیلاً ذکر کر دئے ہیں اور حدیث رد شمس پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات بھی لکھ دئے ہیں۔

اب ذیل میں ہم ایک اجمالی فہرست ان علماء و محدثین کی درج کرتے ہیں جنہوں نے حدیث ردشمس کے ثبوت پر مستقل کتابیں لکھی ہیں اور ان علماء و محدثین کے اسماء بھی ذکر کرتے ہیں جنہوں نے حدیث ردشمس کو اپنی کتابوں میں درج کیا ہے اور اسے ثابت و معتبر مانا ہے۔

حدیث ردشمس پر لکھی گئی کتابیں

(۱) کتاب من روی حدیث رد الشمس: شیخ ابوبکر الوراق۔

(۲) حدیث ردالشمس: شیخ ابوالفتح محمد بن الحسن الازدی متوفی ۳۷۷ھ۔

(۳) جواز ردالشمس: شیخ ابوعبداللہ الجعل الحسین البصری البغدادی متوفی ۳۹۹ھ۔

(۴) مسألة فی تصحیح ردالشمس وترغیب النواصب الشُمس: شیخ ابوالقاسم ابن الحذاء الحاکم الحسکانی الحفی النیسابوری متوفی ۴۸۳ھ۔

(۵) طرق حدیث رد الشمس: شیخ ابوالحسن شاذان الفضلی۔

(۶) رد الشمس لامیر المؤمنین: شیخ ابوالمؤید موفق بن احمد متوفی ۵۶۸ھ۔

(۷) جمع طرق حدیث رد الشمس لعلی رضی الله عنه: شیخ ابوعلی الشریف محمد بن اسد بن علی الحسنی متوفی ۵۸۸ھ۔

(۸) کَشْفُ اللَّبْسِ فِی حَدِیْثِ رَدِّ الشَّمْس: شیخ حافظ جلال الدین السیوطی متوفی ۹۱۱ھ۔

(۹) مُزِیْلُ اللَّبْسِ عَنْ حَدِیْثِ رَدِّ الشَّمْسِ شیخ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ۔ مؤخر الذکر دونوں کتابوں کا ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

جن محدثین نے حدیثِ ردِّ شمس کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے

(۱) شیخ ابوبکر بن مردویہ نے اپنی کتاب المناقب میں۔

(۲) شیخ ابواسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر عرائس المجالس میں۔

(۳) شیخ ابوعبداللہ ابن مندہ نے کتاب المعرفة میں۔

(۴) شیخ ابوعبداللہ النطنزی نے الخصائص میں۔

(۵) شیخ خطیب نے الاربعین میں۔

(۶) شیخ ابواحمد الجرجانی نے تاریخ جرجان میں۔

(۷) حافظ ابوالحسن عثمان بن شیبہ کوفی نے اپنی سنن میں۔

(۸) حافظ الحدیث ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی متوفی ۳۲۲ھ نے الضعفاء الکبیر میں۔

(۹) حافظ الحدیث ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ نے مشکل الآثار میں۔

(۱۰) حافظ الحدیث ابوالقاسم الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ نے المعجم الکبیر میں۔

(۱۱) حاکم ابوحفص عمر بن احمد ابن شاہین متوفی ۳۸۵ھ نے مسند کبیر میں۔

(۱۲) حاکم ابوعبداللہ النیسابوری متوفی ۴۰۵ھ نے تاریخ نیساپور میں۔

(۱۳) حافظ بوبکر البیھقی نے الدلائل میں۔

(۱۴) قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے شفاء میں۔

(۱۵) شیخ ابوالمظفر یوسف الحنفی متوفی ۶۵۴ نے تذکرۃ الخواص میں۔

(۱۶) حافظ ابوعبداللہ محمد بن یوسف الکنجی الشافعی متوفی ۶۵۸ھ نے کفایۃ الطالب میں۔

(۱۷) شیخ ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن احمد الاندلسی متوفی ۶۷۱ھ نے التذکرۃ میں۔

(۱۸) شیخ الاسلام الحموی متوفی ۷۲۲ھ نے فرائد السمطین میں۔

(۱۹) حافظ ولی الدین ابوزرعہ العراقی متوفی ۸۲۶ھ نے طرح التثریب میں۔

(۲۰) امام ابوالربیع سلیمان السبتی ابن سبع نے شفاء الصدور میں۔

(۲۱) حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے فتح الباری میں۔

(۲۲) حافظ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے عمدۃ القاری میں۔

(۲۳) حافظ نور الدین سمہودی الشافعی متوفی ۹۱۱ھ۔

(۲۴) امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں۔

(۲۵) حافظ ابن الربیع متوفی ۹۴۴ھ نے تمییز الطیب من الخبیث میں۔

(۲۶) شیخ عبدالرحیم بن عبدالرحمٰن العباسی متوفی ۹۶۳ھ۔

(۲۷) حافظ شہاب الدین ابن حجر الہیتمی متوفی ۹۷۴ھ نے الصواعق المحرقة میں۔

(۲۸) ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ نے المرقاۃ میں۔

(۲۹) نور الدین الحلبی الشافعی متوفی ۱۰۴۴ھ۔

(۳۰) شیخ شہاب الدین الخفاجی الحنفی متوفی ۱۰۶۹ھ نے شرح الشفاء میں۔

(۳۱) شیخ برہان الدین الکورانی متوفی ۱۱۰۶ھ نے الامم لایظ الھمم میں۔

(۳۲) شیخ ابوعبداللہ الزرقانی المالکی متوفی ۱۱۲۲ھ نے شرح مواہب میں۔

(۳۳) شمس الدین الحنفی متوفی ۱۱۸۱ھ نے۔

(۳۴) شیخ میرزا محمد البدخشی نے نزل الابرار میں۔

(۳۵) شیخ محمد صبان متوفی ۱۲۰۶ھ نے اسعاف الراغبین میں۔

(۳۶) شیخ محمد امین بن عمر بن عابدین الشامی۔

(۳۷) شیخ السید احمد زینی دحلان الشافعی۔

(۳۸) السید محمد مؤمن الشبلنجی۔

یہ مختصر فہرست تھی ان علماء محدثین کی جنہوں نے حدیث ردشمس کو ذکر کیا ہے، اس پر مستقل کتابیں لکھی ہیں اور حدیث مذکور کے معتبر ہونے کو ثابت کیا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی اور امام محمد بن یوسف صالحی کی کتابوں کا ترجمہ مع افادات قارئین کے

سامنے ہے، مطالعہ فرمائیں اور مصنفین کتاب کے ساتھ ناشرین اور حقیر مترجم کو بھی اپنی دعاؤں میں شامل فرمائیں۔

رضاء الحق اشرفی مصباحی

ترجمہ

كَشْفُ اللَّبْسِ فِي حَدِيْثِ رَدِّ الشَّمْسِ للامام السيوطي

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لِلّٰه وسلام على عباده الذين اصطفىٰ

بلاشبہ حدیث ردِّ شمس (سورج کو پلٹانے کا واقعہ) ہمارے نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا ایک عظیم معجزہ ہے۔ حدیثِ مذکور کو امام جعفر طحاوی وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ حافظ ابوالفرج ابن الجوزی نے اس میں افراط سے کام لیتے ہوئے اس کو کتاب الموضوعات میں ذکر کیا ہے۔ زیرِ نظر رسالہ میں حدیثِ مذکور کی اسانید کی چھان بین کی گئی ہے اور اس کے مرتبے کو واضح کیا گیا ہے۔ میں نے اس رسالے کا نام رکھا ہے 'کشف اللبس فی حدیث رد الشمس ۔ حدیثِ مذکور کے چند طُرق یہاں ذکر کئے جاتے ہیں۔

﴿حدیثِ مذکور کی پہلی سند﴾

ابن الجوزی نے جس طریق کو موضوعات میں ذکر کیا ہے وہ یہ ہے:

اخبرنا محمد بن ناصر، انبأنا محمد بن ضافر، انبأنا عبد الوهاب بن محمد بن منده، انبأنا ابی، حدثنا عثمان بن احمد التنيسى، حدثنا ابو اميّة حدثنا عبيد الله بن موسى، حدثنا فضيل بن مرزوق، عن ابراهيم بن الحسن عن فاطمة بنت الحسين: عن اسماء بنت عميس قالت: كان رسو ل الله

صلى الله عليه وسلم يوحىٰ اليه ورأسه فى حجر على فلم يصل العصر حتى غربت الشمس، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلى صليت العصر؟ قال لا قال: اللهم انه كان فى طاعتك وطاعة نبيك فاردد عليه الشمس . قالت اسماء: فرأيتها غربت ثم رأيتها طلعت بعد ماغربت .

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللّٰہ عنھا سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر وحی اُتر رہی تھی اور آپ کا سر حضرت علی (رضی اللّٰہ عنہ) کی گود میں تھا۔سورج غروب ہو گیا اور حضرت علی (رضی اللّٰہ عنہ)نمازِ عصر ادا نہ کر سکے۔نیند سے بیدار ہو کر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پوچھا!علی تم نے عصر کی نماز پڑھی؟ حضرت علی نے جواب دیا نہیں۔آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دعاء کی!اے اللہ علی تیری اور تیرے نبی کی فرماں برداری میں مصروف تھا لہٰذا تُو علی کے لئے سورج پلٹا دے۔حضرت اسماء رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں: میں نے دیکھا سورج ڈوب چکا تھا لیکن پھر علی (رضی اللّٰہ عنہ) کے لئے دوبارہ طلوع ہو گیا۔جوزقانی نے کہا یہ حدیث منکر مضطرب ہے۔کتاب الموضوعات کے مولّف (ابن الجوزی) نے کہا: یہ حدیث موضوع ہے۔اس میں راویوں کا اضطراب موجود ہے۔ چنانچہ سعید بن مسعود نے عبید اللہ بن موسیٰ سے روایت کی، اُنہوں نے فضیل سے، انہوں نے عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن دینار سے، انہوں نے علی بن حسین سے، انہوں نے حضرت فاطمہ بنت علی سے، انہوں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنھا سے۔سند مذکور میں فضیل راوی کو یحییٰ نے ضعیف کہا ہے۔ابن حبان نے کہا ہے کہ وہ موضوع روایات ذکر کرتا ہے اور ثقہ راویوں کو خطا کار ٹھہراتا ہے۔

دوسری سند

حدیثِ مذکور کو ابن شاہین نے اس سند کے ساتھ ذکر کیا ہے

حدثنا احمد بن يحيى الصوفي، حدثنا عبد الرحمن بن شريك، حدثنا ابي عن عروة بن عبد الله بن قشير عن فاطمة بنت علي بن ابي طالب عن اسماء به ۔

ابن الجوزی نے کہا کہ سند مذکور میں ایک راوی عبد الرحمٰن ہے اس کے بارے میں ابوحاتم نے کہا: وہ **واهی الحدیث** (حدیث میں بہت کمزور) ہے۔ اور ابن شاہین کے شیخ ''ابن عقدہ'' رافضی ہے۔ اس پر جھوٹ کی تہمت بھی ہے۔

تیسری سند

حدیث مذکور کو ابن مردویہ نے داؤد بن فراہج کی سند سے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے: رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم حضرت علی کی گود میں سر رکھ کر آرام فرما رہے تھے اور حضرت علی کی نمازِ عصر فوت ہوگئی۔ جب نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم بیدار ہوئے تو حضرت علی کے لئے دعاء فرمائی اور ڈوبا ہوا سورج دوبارہ پلٹ آیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نمازِ عصر ادا فرمائی تو پھر غروب ہوگیا۔

ابن الجوزی نے کہا: سند مذکور کے راوی داؤد کو شعبہ نے ضعیف کہا ہے۔

امام سیوطی کی امام ابنِ جوزی پر تنقید

امام سیوطی نے فرمایا: میں کہتا ہوں حدیث مذکور کی پہلی سند میں 'فضیل راوی' کو غیر معتبر ٹھہرا کر حدیث کی سند کو نا مقبول کہا گیا۔ یہ کہنا غلط ہے۔ کیوں کہ 'فضیل' ثقہ معتبر صدوق (سچے) ہیں۔ ان کی حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں قابلِ حجت قرار

دیا۔اس کے علاوہ ان کی روایات کو امام ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ نے بھی ذکر کیا ہے۔

حدیث مذکور کی دوسری سند میں عبدالرحمٰن راوی کو اگرچہ ابوحاتم نے 'واھی' (بہت کمزور) کہا ہے لیکن ان کے سوا دوسرے ناقدین حدیث نے انہیں ثقہ (معتبر) قرار دیا ہے۔امام بخاری نے 'الادب المفرد' میں ان کی روایت ذکر فرمائی ہے۔رہی بات ابن شاہین کے شیخ 'ابن عقدہ' کی تو وہ اکابر حفاظ حدیث میں سے ہیں۔اگرچہ ان کی مدح وذم میں لوگوں کے اقوال مختلف ہیں پھر بھی صحیح یہ ہے کہ وہ معتبر حافظ الحدیث ہیں۔ان کے تعلق سے دارقطنی نے کہا: ابن عقدہ پر جس نے وضعِ حدیث کی تہمت رکھی ہے وہ جھوٹا ہے۔حمزہ السہمی نے کہا: ابن عقدہ پر وضعِ حدیث کی تہمت رکھنے والا آدمی اندر سے بالکل کھوکھلا ہے (وہ علمِ حدیث سے کورا ہے)۔ابوعلی الحافظ نے کہا: ابوالعباس امام حافظ (حافظ الحدیث) ہے۔اس کا مقام اس کا مقام ہے جو تابعین و تبع تابعین کے بارے میں چھان بین کرتا ہے۔

داؤد بن فراہیج کو بعض لوگوں نے ثقہ کہا اور بعض نے ضعیف کہا۔حدیث مذکور کو ائمہ حدیث وحفاظ حدیث کی ایک جماعت نے صحیح کہا ہے۔قاضی عیاض نے کتاب الشفاء میں کہا: حدیث مذکور کو امام طحاوی نے اپنی کتاب مشکل الحدیث (مشکل الآثار) میں حضرت اسماء بنت عمیس سے دو طریق سے ذکر کیا ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس وحی آرہی تھی اور آپ کا سر مبارک حضرت علی کی گود میں تھا۔پھر پوری حدیث ذکر کی۔

امام طحاوی نے فرمایا: یہ دونوں حدیثیں (حضرت اسماء کی) ثابت ہیں اور ان کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

امام طحاوی نے فرمایا کہ احمد بن صالح (استاذ امام بخاری) یہ فرماتے تھے: جس

نے حصولِ علم کا راستہ اختیار کیا ہے اسے چاہئے کہ حدیثِ اسماء رضی اللہ عنہا کو یاد کرنے سے پیچھے نہ رہے۔ کیوں کہ یہ حدیث 'علاماتِ نبوت' میں سے ہے۔ پہلی حدیث کو امام طبرانی نے بھی معجم کبیر (ج ۲۴ ص ۱۴۷) میں دو سندوں کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

پہلی سند: حدثنا الحسين بن اسحاق التستری، حدثنا عثمان بن ابی شیبه

دوسری سند: حدثنا عبيد بن غنام حدثنا ابو بكر بن ابی شيبة قالا (عثمان بن ابی شيبة وابو بكر بن ابی شيبة) حدثنا موسى به۔

حدیثِ مذکور کو امام عقیلی نے بھی نقل کیا ہے اور اس کی سند یہ ذکر کی ہے: حدثنا احمد بن داؤد بن موسى حدثنا عمار بن مطر حدثنا فضيل بن مرزوق به ۔ عقیلی نے کہا: عمار کی اکثر احادیث میں وہم ہے۔

﴿چوتھی سند﴾

حدیث مذکور کا چوتھا طریق وہ ہے جس کو خطیب بغدادی نے اپنی کتاب 'تلخيص المتشابه' میں ذکر کیا ہے اس کی سند یہ ہے:

حدثنی الحسن بن ابی طالب قال: حدثنا احمد بن ابراهيم بن شاذان قال: حدثنا يوسف بن يعقوب النيسا بوری قال، حدثنا عمرو بن حماد قال، حدثنا سويد بن سعيد حدثنا المطلب بن زياد عن ابراهيم بن حيان عن عبد الله بن الحسن عن فاطمة الصغرىٰ ابنة الحسين عن الحسين بن علی قال: كان رأس رسول الله صلى الله عليه وسلم فی حجر علی وكان يوحى اليه فلما سرى عنه قال: ياعلى

صليت العصر؟ قال: لا، قال: اللّٰهم انك تعلم انه كان في حاجتك وحاجة رسولك فاردد عليه الشمس فردها عليه فصلى علي رضي الله عنه وغابت الشمس.

حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا سر مبارک حضرت علی کی گود میں تھا اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ جب وحی کی کیفیت ختم ہوئی تو آپ نے دریافت فرمایا: علی تم نے نماز عصر پڑھی؟ عرض کیا، نہیں۔ آپ نے دعاء فرمائی: اے اللہ! تو جانتا ہے کہ علی تیری اور تیرے نبی کی حاجت میں مصروف تھا۔ لہٰذا تو علی پر سورج کو پلٹا دے۔ اللہ نے سورج کو پلٹا دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نمازِ عصر ادا فرمائی پھر سورج ڈوب گیا۔ خطیب نے کہا: ابراھیم بن حیان (راوی) مجہولین کے زمرے میں ہے۔ (ابراھیم بن حیان مجہولین میں سے نہیں بلکہ آپ امام باقر علی جده وعلیه السلام کے اصحاب میں سے تھے۔ وکیع سے ان کی روایت موجود ہے۔ ابن حبان نے ان کو ثقہ کہا جیسا کہ لسان المیز ان جلد ا ص ۵۲ پر ابراھیم بن حیان کے ترجمے میں موجود ہے اور اسی طرح معجم رجال الحدیث جلد ا ص ۸۳ پر بھی ہے ۱۲ مترجم غفر له)

حدیثِ مذکور کو ابو البشر الدولابی نے بھی اپنی کتاب الذرية الطاهرة میں ذکر کیا ہے۔ اس کی سند یہ ہے: حدثنی اسحاق بن یونس، حدثنا سوید بن سعید، باقی سند سابق کی طرح ہے۔

پھر مجھے (امام سیوطی کو) معلوم ہوا کہ ابو الحسن شاذان الفضلی نے حدیثِ مذکور کے طرق کو ایک مستقل رسالہ میں جمع کیا ہے۔ میں اس کو ذیل میں درج کر رہا ہوں۔

﴿پانچویں سند﴾

حدیثِ مذکور مع سند: انبأنا ابو الحسن احمد بن عمیر، حدثنا

ابراهیم بن سعید الجوهری، حدثنا یحیی بن یزید بن عبد الملك عن ابیه، عن داؤد بن فراهیج عن ابی هریرة۔

دوسری سند: وعن عمارة بن فیروز عن ابی هریرة: ان رسول الله صلی الله علیه وسلم انزل علیه الوحی حین انصرف من العصر وكان علی ابن ابی طالب قریبا منه ولم یكن ادرك العصر فاقترب علی الی النبی صلی الله علیه وسلم فاسنده الی صدره فلم یسر عن النبی صلی الله علیه و سلم حتی غابت الشمس فالتفت رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال: من هنا؟ فقال علی یارسول الله صلی الله علیه وسلم انا ۔ لم اصل العصر وقد غابت الشمس فقال: اللّٰهم اردد الشمس علی علی حتی یصلّی فرجعت الشمس لموضعها الذی كانت فیه حتی صلّی علی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نمازِ عصر سے فارغ ہوئے تو آپ پر وحی نازل ہونے لگی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے قریب موجود تھے۔ ابھی انہوں نے عصر کی نماز ادا نہیں کی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ (نزول وحی کی کیفیت کو دیکھ کر) آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کے اور زیادہ قریب ہوگئے اور آپ کے سر مبارک کو اپنے سینے سے لگالیا۔ نزول وحی کی کیفیت ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ سورج غروب ہوگیا۔ کچھ وقفہ کے بعد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی توجہ ادھر مبذول ہوئی تو پوچھا کون ہے؟ حضرت علی نے عرض کیا: یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم میں علی ہوں۔ میں نے نماز عصر ابھی ادا نہیں کی ہے اور سورج ڈوب گیا۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے دعا کی: اے اللہ! علی پر سورج لوٹا دے تاکہ وہ نماز ادا کرلے۔ سورج دوبارہ اپنی جگہ پر آگیا یہاں تک کہ حضرت علی نے نماز عصر ادا فرمائی۔

چھٹی سند

حدیث مذکور کی ایک سند یہ بھی ہے: حدثنا ابو الحسن احمد بن عمیر، حدثنا احمد بن الولید بن برد الانطاکی، حدثنامحمد بن اسماعیل بن ابی فدیك، حدثنی محمد بن موسی الفطری عن عون بن محمد عن امه عن ام جعفر عن جدتهااسماء بنت عمیس قالت: ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم صلی الظهر بالصهباء ثم انفذ علیا فی حاجةٍ فرجع وقد صلی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم العصر فوضع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم رأسه فی حجر علی فنام فلم یحرکه حتی غابت الشمس فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: اللّٰهم ان عبدك علیا احتبس بنفسه علی نبیه فردّ علیه شرقها ـ قالت اسماء: فطلعت الشمس حتی وقفت علی الجبال وعلی الارض، فقام علی فتوضأ وصلی العصر، ثم غابت الشمس وذالك فی الصهباء فی غزوة خیبر۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللّٰہ عنہا سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے مقام صہباء میں ظہر کی نماز ادا فرمائی پھر حضرت علی رضی اللّٰہ عنہ کو کسی ضرورت کے لئے بھیجا آپ کے واپس آنے تک رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نماز عصر پڑھ کر فارغ ہو چکے تھے۔رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اپنا سر مبارک حضرت علی کی گود میں رکھ کر آرام فرمانے لگے اور آپ کو نیند آ گئی۔حضرت علی نے آپ کو بیدار نہیں کیا اور سورج ڈوب گیا۔(حضرت علی کی نماز عصر فوت ہوگئی) جب رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم بیدار ہوئے تو حضرت علی کے لئے دعا فرمائی: اے اللہ! تیرا بندہ علی اپنے آپ کو تیرے نبی کے لئے روکے رکھا لہٰذا تو اس کے لئے سورج کو دوبارہ روشن فرمادے۔حضرت اسماء رضی اللّٰہ عنہا بیان

فرماتی ہیں کہ اس وقت سورج دوبارہ طلوع ہوگیا اور اس کی روشنی پہاڑوں اور زمین پر نظر آنے لگی۔ حضرت علی اٹھے، وضو فرمایا اور نماز عصر ادا کی پھر سورج ڈوب گیا۔ یہ واقعہ غزوۂ خیبر کے موقع پر مقام صہباء میں پیش آیا۔

﴿ساتویں سند﴾

حدیث مذکور ایک اور سند کے ساتھ یوں مذکور ہے: حدثنا ابو الحسن علی بن اسماعیل بن کعب الدقاق بالموصل، حدثنا علی بن جابر الاودی حدثنا عبد الرحمن بن شریك حدثنا ابی، حدثنا عروة بن عبد اللّٰہ بن قشیر قال: دخلت علی فاطمة ابنة علی الاکبر (فسألتها هل عنك عن ابیك شیٔ یخشی منه؟ فقالت: (لا ولکن) حدثنی اسماء بنت عمیس قالت: ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم اوحی الیه فستره علی بثوبه حتی غابت الشمس فلما سرّی عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: یا علی صلیت العصر؟ قال: لا، قال: اللهم رد الشمس علی علی ۔قالت: فرجعت الشمس حتی رأیتها فی نصف الحجر او قالت نصف حجرتی۔

فاطمہ بنت علی اکبر فرماتی ہیں: مجھ سے اسماء بنت عمیس رضی اللّٰہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر وحی کا نزول ہو رہا تھا۔ حضرت علی نے آپ کو اپنے کپڑے سے چھپالیا۔ وحی کی یہ کیفیت جاری رہی یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا۔ جب وحی کی کیفیت ختم ہوئی تو فرمایا: علی تم نے نماز عصر پڑھی ہے؟ عرض کیا نہیں۔ آپ نے دعاء فرمائی، اے اللہ! علی پر سورج پلٹا دے۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں: سورج دوبارہ پلٹ آیا یہاں تک کہ میں نے حجروں کے یا فرمایا میرے حجرے کے آدھے حصے پر اس کی روشنی دیکھی۔

آٹھویں سند

حدیثِ مذکور ایک اور سند کے ساتھ یوں منقول ہے: حدثنا ابوا لفضل محمد بن عبد اللّٰہ القصار بمصر حدثنا یحیی بن ایوب العلاّف حدثنا احمد بن صالح، حدثنا محمد بن اسماعیل بن ابی فدیك، اخبرنی محمد بن موسی عن عون بن محمد عن امه عن اُمِ جعفر، عن اسماء بنت عمیس ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم صلی الظهر بالصهباء ثم ارسل علیا فی حاجۃٍ فرجع وقد صلی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم العصر فوضع النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم رأسه فی حجر علی فلم یحرکه حتی غابت الشمس فقال اللّٰھم ان عبدك علیا احتبس بنفسه علی نبیه فرد علیه شرقها ۔ قالت اسماء: فطلعت الشمس حتی وقفت علی الجبال وعلی الارض فقام علی فتوضأ وصلی العصر ثم غابت وذالك بالصهباء فی غزوۃ خیبر۔

عون بن محمد نے اپنی ماں اُمِ جعفر سے روایت کی انہوں نے اسماء بنت عمیس رضی اللّٰہ عنها سے روایت کی کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مقامِ صہباء میں ظہر کی نماز ادا فرمائی پھر حضرت علی رضی اللّٰہ عنه کو کسی ضرورت کے لئے بھیجا۔ حضرت علی رضی اللّٰہ عنه کے واپس آنے تک نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے نمازِ عصر ادا فرمالی تھی۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنا سر حضرت علی رضی اللّٰہ عنه کی گود میں رکھ کر سو گئے۔ حضرت علی نے بیدار نہیں کیا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دعاء فرمائی: اے اللہ! تیرے بندے علی نے اپنے آپ کو اپنے نبی کے لئے روک رکھا لہٰذا تو اس کے لئے سورج کو دوبارہ طلوع فرمادے۔ حضرت اسماء رضی اللّٰہ عنها بیان فرماتی ہیں کہ

سورج طلوع ہوگیا اور اس کی روشنی پہاڑ اور زمین پر دیکھی گئی۔ حضرت علی اٹھے وضو کیا اور عصر کی نماز ادا کی۔ پھر سورج ڈوب گیا۔ یہ واقعہ غزوۂ خیبر کے موقع پر مقام صہباء میں پیش آیا۔

﴿نویں سند﴾

حدیث مذکور کی ایک سند یہ بھی ہے: **حدثنا ابو محمد الصابونی عن عبید الله بن الحسین القاضی بأنطاكية حدثنا علی بن عبد الواحد بن المغيرة حدثنا احمد بن صالح حدثنا ابن ابی فديك نحوه۔**

احمد بن صالح نے فرمایا: یہ نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کی دعا تھی لہذا تم اس واقعہ کو قابل تعجب نہ سمجھو۔ حدیث مذکور کو امام طبرانی نے بھی **المعجم الکبیر** ج ۲۴ ص ۱۴۴ رقم الحدیث ۳۸۲ کے تحت حضرت اسماء بن عمیس رضی اللہ عنہا کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے۔ اس کی سند یہ ہے:

حدثنا اسماعيل بن الحسن الخفاف حدثنا احمد بن صالح به۔

﴿دسویں سند﴾

حدیث مذکور اس سند سے بھی ہے: **حدثنا ابو جعفر محمد بن الحسين الاشنانی، حدثنا اسماعيل بن اسحاق الراشدی، حدثنا يحيى بن سالم عن صباح المروزی عن بعد الرحمن بن عبد الله بن دينار عن عبد الله بن الحسن عن امّه فاطمة ابنة الحسين عن اسماء ابنة عميس قالت: اشتغل علی مع رسول الله صلی الله عليه وسلم فی قسمة الغنائم يوم خيبر حتى غابت الشمس فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا علی صليت العصر؟ قال: لا يا رسول الله ۔ فتوضأ رسول الله صلى الله عليه وسلم وجلس فی المسجد فتكلم كلمتين او ثلاثة كانها من كلام**

الحبشی فارتجعت الشمس کھیئتھا فی العصر فقام علی فتوضأ وصلی العصر ثم تکلم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم بمثل ما تکلم به قبل ذالك فرجعت الشمس الی مغربھا قالت اسماء فسمعت لھا صریرا کالمنشار فی الخشبة فطلعت الکواکب۔

حضرت اسماء رضی اللّٰہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللّٰہ عنہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کے ساتھ خیبر کے دن مال غنیمت بانٹنے میں مصروف تھے کہ سورج ڈوب گیا۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے پوچھا: اے علی! کیا تم نے عصر کی نماز پڑھی ہے؟ عرض کیا نہیں یارسول اللہ۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے وضو فرمایا اور مسجد میں بیٹھ گئے اور تین کلمات زبان سے نکالے گویا وہ حبشی زبان کے کلمات تھے۔ سورج پلٹ آیا اور عصر کا وقت آ گیا۔ حضرت علی نے وضو کیا اور نمازِ عصر ادا کی پھر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے پچھلے کلمات کی طرح کلمات زبان سے نکالے تو سورج دوبارہ ڈوب گیا۔ حضرت اسماء رضی اللّٰہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سورج کے چرچرانے کی آواز سنی جیسا کہ لکڑی چیرتے وقت آرا سے آواز آتی ہے۔ پھر ستارے طلوع ہوئے۔

﴿گیارہویں سند﴾

حدثنا ابو العباس احمدبن یحیی الجراوی بالموصل، حدثنا علی بن المنذر، حدثنا محمد بن فضل، حدثنا فضیل بن مرزوق، عن ابراھیم بن الحسن، عن فاطمة بنت علی عن اسماء بنت عمیس رضی اللّٰہ عنھا قالت: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اذا نزل علیه الوحی یکاد یغشی علیه فانزل علیه یوما ورأسه فی حجر علی حتی غابت الشمس فرفع رسول اللّٰہ صلی الله رأسه فقال: صلیت

العصر یاعلی؟ قال لا یارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، فدعا اللّٰہ فردّ علیہ الشمس حتی صلی العصر ۔ قالت اسماء فرأیت الشمس بعد ما غابت حین ردّت حتی صلی علی العصر۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللّٰہ عنہا سے روایت ہے: انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر جب وحی آتی تھی تو ایسا لگتا تھا کہ آپ پر غشی طاری ہوجائے گی ایک دن آپ پر وحی نازل ہورہی تھی اور آپ اپنا سر مبارک حضرت علی کی گود میں رکھ کر آرام فرمارہے تھے۔ سورج ڈوب گیا۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بیدار ہوئے تو پوچھا اے علی کیا تم نے عصر کی نماز پڑھی ہے؟ عرض کیا نہیں یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اللہ سے دعاء کی تو اللہ نے سورج پلٹا دیا یہاں تک کہ حضرت علی نے عصر کی نماز ادا فرمائی۔ حضرت اسماء رضی اللّٰہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا سورج ڈوب جانے کے بعد دوبارہ پلٹ آیا اور علی نے نماز عصر ادا کی۔

امام طبرانی نے اس حدیث کو المعجم الکبیر (مسند اسماء میں رقم الحدیث ۳۹۱ کے تحت جلد ۲۴ صفحہ ۱۵۲) میں درج فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ ہم سے یہ حدیث بیان کی جعفر بن احمد بن سنان الواسطی نے، انہوں نے کہا ہم سے یہ حدیث بیان کی علی ابن المنذر نے۔

﴿بارہویں سند﴾

اخبرنا ابو طالب محمد بن صبیح بدمشق حدثنا علی بن العباس حدثنا عباد بن یعقوب حدثنا علی بن ھاشم عن صباح بن یحیی عن عبداللّٰہ بن الحسن ابن جعفر عن حسین المقتول بفخ عن فاطمة بنت علی عن ام الحسن بنت علی عن اسماء بنت عمیس قالت: لما کان یوم

خیبر شغل علی بما کان من قسمة الغنائم حتی غابت الشمس فسال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم هل صلیت العصر قال: لا فدعا اللّٰہ تعالیٰ فارتفعت الشمس حتی توسطت المسجد فصلی علی فلما صلی غابت الشمس قالت: فسمعت لها صریرا کصریر المنشار فی الخشبة۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللّٰہ عنہا سے روایت ہے: انہوں نے بیان کیا کہ خیبر کے دن حضرت علی مال غنیمت تقسیم کرنے میں مصروف تھے یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پوچھا، علی! کیا تم نے نماز عصر ادا کی ہے؟ عرض کیا: نہیں یارسول اللہ، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دعاء فرمائی تو سورج طلوع ہوگیا اور مسجد کے بیچ میں آ گیا۔ حضرت علی نے نماز عصر ادا کی جب نماز سے فارغ ہوئے تو سورج پھر غروب ہوگیا۔ حضرت اسماء بیان فرماتی ہیں کہ میں نے سورج کے چر چرانے کی آواز سنی جیسا کہ لکڑی میں آرے کی آواز آتی ہے۔

﴿تیرھویں سند﴾

اخبرنا ابو طالب محمد بن صبیح بدمشق حدثنا علی بن العابس حدثنا عباد بن یعقوب حدثنا علی بن هاشم عن صباح عن ابی سلمة مولی آل عبد اللّٰہ ابن الحارث بن نوفل عن محمد بن جعفر بن محمد بن علی عن امّه ام جعفر بنت محمد بن جعفر بن ابی طالب عن جدتها اسماء بنت عمیس قالت: کان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فی هذا المکان ومعه علی اذا غمی علیه فوضع رأسه فی حجر علی فلم یزل کذالك حتی غابت الشمس ثم افاق فقعد فقال، یا علی هل صلیت العصر؟ قال لا، قال اللّٰھم ان علیا کان فی طاعتك وطاعة رسولك فاردد علیه الشمس قالت: فخرجت من تحت هذاالجبل

كانها خرجت من تحت سحابةٍ فقام على فصلى فلما فرغ آبت الى مكانها۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم اس مکان میں تھے (ایک جگہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) آپ کے ساتھ حضرت علی بھی تھے۔ اچانک آپ پر غشی کی سی کیفیت (وحی کے نزول کی وجہ سے) طاری ہوئی تو آپ نے اپنا سر حضرت علی کی گود میں رکھ دیا۔ اسی حال میں سورج غروب ہوگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی حالت میں افاقہ ہوا تو آپ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: علی! کیا تم نے نمازِ عصر پڑھی ہے؟ عرض کیا: نہیں۔ آپ نے دعاء فرمائی: اے اللہ! علی تیری اور تیرے رسول کی فرماں برداری میں تھے تو ان کیلئے سورج دوبارہ طلوع فرمادے۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ اس وقت سورج پہاڑ کی اوٹ سے نکل آیا ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے بادل کے اندر سے نکل رہا ہو۔ حضرت علی اُٹھے اور نماز ادا فرمائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو سورج اپنی جگہ واپس چلا گیا۔

چودھویں سند

حدثنا عبيد اللّٰه بن الفضل النبهانى الطائى حدثنا عبيد اللّٰه بن سعيدبن كثير بن عفير حدثنا ابو اسحاق ابراهيم بن رشيد الهاشمى الخراسانى حدثنا يحيى بن عبد اللّٰه بن الحسن بن حسن بن على بن ابى طالب قال: اخبرنى ابى عن ابيه عن جده عن على بن ابى طالب قال: لما كنا بخيبر سهر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فى قتال المشركين فلما كان من الغد وكان مع صلاة العصر جئته ولم اصل العصر فوضع رأسه فى حجرى فنام فاستثقل فلم يستيقظ حتى غربت الشمس فقلت يا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ما صليت صلاة العصر كراهية ان

اوقظك من نومك فرفع رسول الله صلى الله عليه وسلم يديه ثم قال: اللّٰهم ان عبدك (عليا تصدق) بنفسه على نبيك فاردد عليه شروقها قال: فرايتها على الحال في وقت العصر بيضاء نقية حتى قمت ثم توضأت ثم صليت ثم غابت۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا: کہ ہم خیبر میں تھے اور رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم مشرکین سے قتال کے لئے رات بھر جاگے ہوئے تھے۔ دوسرے دن نمازِ عصر کے وقت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے نمازِ عصر ادا نہیں کی تھی۔ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اپنا سر مبارک میری گود میں رکھ کر سو گئے۔ آپ گہری نیند سو گئے اور سورج غروب ہونے کے بعد بیدار ہوئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم میں نے نمازِ عصر ادا نہیں کی ہے۔ آپ کو نیند سے بیدار کرنا میں نے پسند نہیں کیا۔ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے دونوں ہاتھوں کو بلند فرمایا اور دعاء کی: اے اللہ! بے شک تیرا بندہ علی اپنے آپ کو تیرے نبی پر فدا کر دیا لہٰذا تو اس پر سورج کو دوبارہ طلوع فرمادے۔ حضرت علی نے فرمایا: کہ میں نے دیکھا کہ جس طرح عصر کے وقت سورج صاف ستھرا روشن رہتا ہے سورج اس طرح طلوع ہو گیا۔ پھر میں نے وضو کیا اور نماز ادا کی پھر سورج غروب ہو گیا۔

﴿ پندرہویں سند ﴾

حدثنا ابو الحسن بن صفرة حدثنا الحسن بن علی بن محمد العلوی الطبری حدثنا احمد بن العلاء الرازی حدثنا اسحاق بن ابراهيم حدثنا محل الضبی عن ابراهيم النخعی عن علقمة عن ابی ذر قال: قال علی يوم الشوری انشدكم بالله هل فيكم من ردّت عليه الشمس غيری حين نام رسول الله صلى الله عليه وسلم وجعل رأسه في حجری حتی

غابت الشمس فانتبه فقال: یا علی صلیت العصر؟ قلت: اللهم لا ۔ فقال: اللّٰهم اردها علیه فانه کان فی طاعتك وطاعة رسولك ۔

حضرت ابوذر رضی اللّٰہ عنہ نے فرمایا کہ علی رضی اللّٰہ عنہ نے ''شوریٰ'' کے دن فرمایا: میں اللہ کے واسطے سے پوچھتا ہوں، تم میں میرے سوا ہے کوئی شخص جس پر سورج پلٹایا گیا ہے۔؟ ایک وقت تھا جب کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنا سر میری گود میں رکھ کر سوئے ہوئے تھے اور سورج ڈوب گیا تھا۔ نیند سے بیدار ہو کر فرمایا: اے علی کیا تم نے نماز عصر ادا کی ہے؟ میں نے کہا: باخدا نہیں۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دعاء فرمائی: اے اللہ! علی پر سورج پلٹا دے بیشک وہ تیری اور تیرے رسول کی فرماں برداری میں تھا۔

﴿سولہویں سند﴾

حدثنا ابو الحسن خیثمة بن سلیمان حدثنا عثمان بن خرزاد حدثنا محفوظ بن بحر حدثنا الولید بن عبد الواحد حدثنا معقل بن عبید اللّٰه عن ابی الزبیر عن جابر بن عبد اللّٰه ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم امرالشمس ان تتأخر ساعة من النهار فتاخرت ساعة من النهار۔

حضرت جابر رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سورج کو حکم دیا کہ وہ کچھ دیر غروب ہونے میں تاخیر کر دے تو سورج نے غروب ہونے میں کچھ دیر تاخیر کر دی۔ حضرت جابر رضی اللّٰہ عنہ کی اسی حدیث کو امام طبرانی نے اپنی کتاب المعجم الاوسط میں ولید بن عبد الواحد کی سند سے ذکر کیا ہے اور کہا کہ ابو الزبیر سے اس کو صرف معقل نے اور معقل سے صرف ولید نے روایت کیا ہے۔

﴿سترہویں سند﴾

محدث ابن ابی شیبہ نے اپنی مسند میں حدیث اسماء رضی اللّٰہ عنہا کا ایک حصہ

ذکر کیا ہے وہ یہ ہے: کان النبی صلی الله علیه وسلم یوحی الیه وراسه فی حجر علی "نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر وحی نازل ہو رہی تھی اور آپ اپنا سر حضرت علی کی گود میں رکھ کر آرام فرما رہے تھے۔ اتنے حصے سے زائد انہوں نے روایت نہیں کیا۔ اس روایت کی صحت کی دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت امام شافعی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم و دیگر ائمہ نے یہ فرمایا ہے کہ کسی بھی نبی کو کوئی بھی معجزہ دیا گیا ہے تو وہ معجزہ بلکہ اس سے بہتر ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بھی دیا گیا ہے۔ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ سورج حضرت یوشع علیہ السلام کیلئے روک دیا گیا تھا تو ضروری ہے کہ یہ معجزہ ہمارے نبی کے لئے بھی ثابت ہو تو مذکورہ واقعہ اس کی نظیر ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

افادہ از مترجم: حدیث ردِّ شمس کو علامہ علی بن محمد بن محمد بن الطیب بن ابی یعلیٰ بن المغازلی م ۴۸۳ھ نے اپنی درج ذیل دو سندوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔

(۱) اخبرنا القاضی ابو جعفر محمد بن اسماعیل بن الحسن العلوی فی جمادی الاولیٰ فی سنة ثمان وثلاثین واربع مأة بقراء تی علیه فاقر به قلت له اخبر کم ابو محمد عبدالله بن محمدبن عثمان المزنی الملقب بابن السقاء الحافظ رحمه الله حدثنا محمود بن محمد وهو الواسطی حدثنا عثمان حدثنا عبیدالله بن موسیٰ حدثنا فضیل بن مرزوق عن ابراهیم بن الحسن عن فاطمة بنت الحسین عن اسماء بنت عمیس قالت کان رسول الله صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یوحیٰ الیه وراسه فی حجر علی فلم یصل العصر حتیٰ غربت الشمس فقال رسول الله صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اصلیت یا علی قال لا، قال رسول الله صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اللهم ان علیا کان فی طاعتك وطاعة رسولك فاردد علیه الشمس فرأیتها غربت ثم رأیتهاطلعت بعد ما غربت۔

(۲) اخبرنا ابو طاهر محمد بن علی الیسع البغدادی حدثهم قال حدثنا ابو العباس احمد بن محمد بن سعید بن عقدة الحافظ الهمدانی حدثنا الفضل بن یوسف الجعفی حدثنا محمد بن عقبة عن محمد بن الحسین عن عون بن عبداللہ عن ابیه عن ابی رافع قال: رقد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم علٰی فخذ علی وحضرت صلاة العصر ولم یکن علی صلّی وکره ان یوقظ النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حتی غابت الشمس فلما استیقظ قال ماصلیت ابا الحسن؟ قال لا یا رسول اللّٰہ فدعا النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فردت الشمس علٰی علی کما غابت حتی رجعت صلاة العصر فی الوقت فقام علی فصلی العصر فلما قضٰی صلاة العصر غابت الشمس فاذا النجوم مشتبکة

(مناقب امیر المومنین علی بن ابی طالب حدیث؛ ۱۴۰، ۱۴۱ دار الآثار الصنعاء ۲۰۰۳ء)

ضروری تنبیہ:

اس عربی رسالے کے کاتب مصطفیٰ مرتجی بن المکرم الحاج ایوب مرتجی ہیں۔ اس رسالے کا نسخہ بروز ہفتہ ۳/ ذوالقعدہ ۱۳۹۶ھ ۱۷/ نومبر ۱۹۷۶ء کو دار الکتب المصریہ القاہرہ سے حاصل کیا گیا تھا۔

الحمد للّٰہ رسالہ ہٰذا کا ترجمہ فقیر اشرفی رضاء الحق مصباحی راج محلی نے ۲۱/ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ بروز جمعۃ المبارکہ ۱۰/ اگست ۲۰۱۲ء کو شروع کیا اور ۲۵/ رمضان ۱۴۳۳ھ ۱۴/ اگست ۲۰۱۲ء بروز منگل ختم کیا۔

فالحمد للّٰہ علٰی ذلك والصلوٰة والسلام علٰی نبیه وآله وصحبه وعترته اجمعین ۔

اُردو ترجمہ

مُزِیْلُ اللَّبْسِ
عَنْ
حَدِیْثِ رَدِّ الشَّمْسِ

مؤلف
امام حافظ صالحی دمشقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعَالٰی عَلَیْہ

الوکیل
النصیر
المولیٰ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله الذی ایّد رسوله محمد اباالآیات البینات الباهرات والمعجزات العظام ومن ذالك انشقاق القمر ورد الشمس بعد ماغربت واستهل الظلام واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریك له الملك العلام واشهد ان سیّدنا محمدا عبده ورسوله خیر الانام ۔ صلی الله علیه وسلم وعلیٰ اٰله واصحابه السادة الکرام ۔

یہ کتاب مُزِیْلُ اللّبْس عن حدیث ردّالشمس ایک مقدمہ دو فصل اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ اس میں اُس حدیث کی حیثیت بیان کی گئی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کے لئے ڈوبے سورج کو پلٹا دیا گیا تھا۔

مقدمہ: اس کتاب کے مقدمہ میں حدیثِ مذکور کے تعلق سے حفاظِ حدیث کے اقوال نقل کئے گئے ہیں۔

فصل اول: اس میں حدیث مذکور کی اسانید اور ہر سند کے راویوں کے تعلق سے گفتگو کی گئی ہے۔

فصل ثانی: اس میں حدیثِ مذکور کے عِلَل کے جواب دیئے گئے ہیں۔

خاتمہ: خاتمہ میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ کس کس کے لئے سورج کو روکا گیا یا دوبارہ پلٹایا گیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ میرے اس عمل کو اپنی خالص رضاء کے لئے بنادے اور مجھے اس کا بدلہ یہ عطا فرمائے کہ بروز جزاء مجھے اپنا دیدار نصیب فرمائے بے شک وہی بہت بڑا جود و کرم والا ہے۔

مقدمہ

یادرکھئے! اس حدیث کوامام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکل الآثار میں حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے دوسندوں سے روایت کیا اور فرمایا: "ھذا ن الحدیثان ثابتان ورواتھما ثقات"۔ "یہ دونوں حدیثیں ثابت ہیں اور دونوں کے سب راوی ثقہ ہیں"۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیثِ مذکور کوامام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الشفاء میں نقل کیا ہے اوراس کوحافظ الحدیث ابن سید الناس نے بھی کتاب "بشری اللبیب "میں ذکرکیاہے۔ کتابِ ہذامیں ایک قصیدہ کے اندرانہوں نے یہ ذکرکیا:

وردّت علیہ الشمس بعد غروبھا

وھذا من الاتقان اعظم موقعا

ترجمہ: سورج غروب ہونے کے بعدوہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر دوبارہ طلوع کیا گیا۔ یہ آپ کے نبی ہونے کے یقین کو پختہ کرنے کا عظیم واقعہ ہے۔

اس سے پہلے ایک شعراس طرح ہے:

لہ وقفت شمس النھار کرامۃ

کما وقفت شمس النھار لیوشعا

ترجمہ: آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لئے آپ کی بزرگی کی خاطر

سورج رک گیا جس طرح حضرت یوشع علیہ السلام کے لئے سورج رک گیا تھا۔

حدیثِ مذکور کو حافظ الحدیث علاء الدین مغلطای نے اپنی دونوں کتاب ''الزھر الباسم فی سیرۃ ابی القاسم ''اور''الاشارۃ الی سیرۃ المصطفیٰ ''اور علامہ شرف الدین ابن البارزی (متوفی ۸۳۸ھ) نے اپنی کتاب ''توثیق عری الایمان فی تفضیل حبیب الرحمن''میں ذکر کیا ہے۔اور امام نووی نے''شرح صحیح مسلم''''باب حل النغانم لھذہ الامۃ''میں ذکر کیا ہے۔

اوران سے اس روایت کو شیخ الاسلام حافظ ابوالفضل ابن حجر نے''تخریج احادیث الرافعی باب الاذان ''میں نقل کیا ہے جیسا کہ صحیح نسخوں میں ہے اور لوگوں نے اس کو برقرار رکھا ہے۔

حدیث مذکور کو حافظ الحدیث ابوالفتح الازدی نے صحیح کہا ہے ابن العدیم نے اپنی ''تاریخ''میں حافظ ابوالفتح الازدی کے ترجمے میں ان کا یہ قول نقل کیا ہے۔

حدیث مذکور کو حافظ الحدیث ابو زرعہ ابن العراقی نے اپنے والد کی کتاب ''تقریب'' کی شرح''تکملہ''میں حَسَن کہا ہے۔

ہمارے شیخ حافظ الحدیث جلال الدین السیوطی نے''الدرر المنثورۃ فی الاحادیث المشھورۃ''میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

حافظ الحدیث احمد بن صالح نے یہ لکھا: اچھی طرح سن لو! کسی بھی علم کی جستجو کرنے والے کے لئے درست نہیں کہ وہ حدیثِ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنھا کونظرانداز کرے۔کیوں کہ یہ عظیم ترین علاماتِ نبوت میں سے ہے۔اس کو امام طحاوی نے روایت کیا ہے اور شاذان الفضلی نے اُن سے روایت کیا ہے اور یہ کہا ہے: یہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ایک معجزہ ہے لہٰذا تم اس پر زیادہ تعجب مت کرو۔

حدیثِ مذکور پر ابن الجوزی کے ریمارک کے جوابات

حفاظِ حدیث نے ابن الجوزی پر انکار کیا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو "کتاب الموضوعات" میں ذکر کیا ہے۔ حافظ ابوالفضل ابن حجر نے فتح الباری باب قول النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم "احلت لکم الغنائم" میں اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد یہ لکھا: ابن الجوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کر کے خطا کی ہے۔

حافظ مغلطائی نے "الزھر الباسم" میں اس حدیث کو ایک جماعتِ محدثین سے نقل کرنے کے بعد یہ لکھا: ابن الجوزی نے جس علت کی بنیاد پر اس حدیث کو نامقبول قرار دیا ہے وہ قابل توجہ نہیں کیوں کہ محدثین کرام کو جس معتبر سند کے ساتھ یہ حدیث ملی ہے اس سند کے ساتھ ابن الجوزی کو نہیں ملی۔

ہمارے شیخ حافظ الحدیث جلال الدین السیوطی نے "مختصر الموضوعات" میں یہ تحریر فرمایا: "ابن الجوزی نے اس حدیث کو یہاں (موضوعات میں) ذکر کر کے حد سے تجاوز کیا ہے"۔

ایک قابلِ توجہ بات

احادیث میں آیا ہے کہ سورج پلٹانے کا واقعہ خیبر میں پیش آیا۔ اس کا بیان آگے آئے گا۔ لیکن قاضی عیاض کی کتاب الاکمال میں ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے لئے سورج کو پلٹایا گیا تھا غزوۂ خندق کے دن۔ آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم جنگ میں مصروف تھے۔ نمازِ عصر ادا کرنے سے پہلے سورج ڈوب گیا۔ آپ نے دعا فرمائی تو سورج پلٹ آیا اور آپ نے نمازِ عصر ادا فرمائی۔ قاضی عیاض نے اس کو امام طحاوی کی 'مشکل الآثار' کے حوالے سے نقل کیا اور نووی نے شرح مسلم باب

حل الغنائم ‘میں قاضی عیاض کے حوالے سے نقل کیا اور حافظ ابن حجر نے کتاب ’تخریج احادیث الرافعی باب الاذان‘ میں اور مغلطائی نے ’الزھر الباسم‘ اور ’الاشارۃ میں قاضی عیاض ہی سے نقل کیا اور اسے ثابت رکھا۔

قاضی عیاض کی ’الاکمال‘ کے حوالے سے جو بات نقل کی گئی ہے وہ دو وجہوں سے قابل توجہ ہے۔

اول: صحیح وغیر صحیح روایات سے ثابت ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے غزوۂ خندق کے موقع پہ سورج غروب ہونے کے بعد نمازِ عصر ادا فرمائی۔

دوم: امام طحاوی نے ’مشکل الآثار‘ میں حدیثِ ردّ شمس کو حضرت اسماء رضی اللّٰہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے تو اسے خیبر کا واقعہ قرار دیا ہے خندق کا واقعہ نہیں۔ خود قاضی عیاض نے ’کتاب الشفاء‘ میں اس کو ’مشکل الآثار‘ کے حوالے سے خیبر کا واقعہ مانا ہے۔ یہی درست ہے۔ پھر حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں باب سابق میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ خیبر کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد طحاوی کے حوالے سے ’الاکمال‘ میں یہ جو منقول ہے کہ یہ واقعہ خندق کا ہے اس کو ذکر کیا ہے لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی تنبیہ کردی ہے کہ میں نے ’مشکل الآثار‘ میں جو روایت دیکھی ہے وہ وہی ہے جو پہلے گزری۔ (کہ یہ خیبر کا واقعہ ہے)

میں نے (امام سالحی نے) طحاوی کی ’مشکل الآثار‘ دیکھا اور ابن رشد کی ترتیب والا نسخہ دیکھا تو دونوں میں کہیں بھی وہ روایت نظر نہیں آئی جو قاضی عیاض کی الاکمال میں ہے (کہ یہ واقعہ خندق کا ہے)

واللہ اعلم بالصواب۔

الفصل الاوّل

حدیث مذکور کی اسانید اور راویوں کے حالات

یہ حدیث درج ذیل حضرات سے مروی ہے۔

☆ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللّٰہ عنہا، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ، حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ۔

(۱) حدیث اسماء رضی اللّٰہ عنہا: حدیث اسماء رضی اللہ عنہا کو پہلے اس لئے ذکر کیا کہ یہی مشہور ہے۔ امام حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی نے المعجم الکبیر (ج۲۴ص۱۴۴، مسند اسماء بنت عمیس) میں فرمایا: ہم سے حدیث بیان کی جعفر بن احمد بن سنان (الواسطی) نے (دوسری سند) امام ابوالحسن شاذان الفضلی نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالعباس احمد بن یحیٰ الخزازی نے موصل میں، دونوں (جعفر بن احمد، ابوالعباس) نے کہا: ہم سے بیان کیا علی بن المنذر نے، انہوں نے بیان کیا ابراھیم بن الحسن (بن الحسن) سے، انہوں نے حضرت فاطمہ بنت حضرت علی سے، انہوں نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو محسوس ہوتا تھا کہ آپ پر غشی طاری ہورہی ہے۔ ایک دن آپ پر وحی نازل ہورہی تھی اور آپ حضرت علی رضی اللّٰہ عنہ کی گود میں سر مبارک رکھے ہوئے تھے۔ حضرت علی نے نمازِ عصر ابھی ادا نہیں کی تھی۔ جب وحی کی کیفیت آپ کی ختم ہوئی تو آپ نے پوچھا: اے علی کیا تم نے نماز عصر ادا کی ہے؟ حضرت علی نے عرض کیا: نہیں یا رسول اللہ! آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے اللہ سے دعاء کی تو ڈوبا ہوا سورج پلٹ آیا اور حضرت علی

نے نماز عصر ادا کی۔

امام طبرانی نے فرمایا: ہم سے بیان کیا حسین بن اسحاق التستری نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عثمان بن ابی شیبہ نے (دوسری سند) ہم سے بیان کیا عبید بن غنام نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابوبکر بن ابی شیبہ نے دونوں نے (عثمان بن ابی شیبہ، ابوبکر بن ابی شیبہ) کہا ہم سے بیان کیا عبید اللہ بن موسیٰ نے، انہوں نے روایت کی فضیل بن مرزوق سے، انہوں نے ابراھیم بن الحسن (بن الحسن) سے، انہوں نے فاطمہ بنت حسین سے، انہوں نے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم پر وحی نازل ہو رہی تھی اور آپ کا سر حضرت علی کی گود میں تھا۔ آپ نماز عصر ادا نہ کر سکے اور سورج ڈوب گیا۔ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے دعا کی: اے اللہ! بے شک علی تیری اطاعت اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا۔ لہٰذا تو اس پر سورج پلٹا دے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے دیکھا سورج ڈوب چکا تھا پھر دیکھا کہ دوبارہ طلوع ہو گیا۔

عقیلی نے کتاب الضعفاء (ترجمۃ عمار بن مطر الرہاوی ج ۳ ص ۳۲۷) میں لکھا ہم سے بیان کیا احمد بن داؤد نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عمار بن مطر نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا فضیل بن مرزوق نے پھر انہوں نے پوری حدیث ذکر کی۔

امام ذہبی نے مختصر موضوعات ابن الجوزی میں نقل کیا کہ اس حدیث کو امام الائمہ ابن خزیمہ نے حسین بن عیسی البسطامی سے روایت کیا، انہوں نے عبید اللہ بن موسیٰ سے، انہوں نے فضیل سے روایت کیا۔ طحاوی نے احمد بن محمد سے، انہوں نے ابو امیہ سے، انہوں نے عبید اللہ بن موسیٰ سے اس کو روایت کیا۔ میں (امام صالحی) کہتا ہوں کہ ابن خزیمہ کی یہ روایت ان کی 'صحیح' کے علاوہ دوسری کتاب

میں ہے۔

حسین بن اسحاق التستری: حدیث مذکور کے راوی حسین بن اسحاق التستری کے بارے میں امام ذہبی نے اپنی کتاب تاریخ الاسلام (ج ۲۳ص ۱۵۸ذکر فیمن توفی عام ۲۸۹) میں لکھا: "محدث، رحّال، ثقة" ۔"وہ محدث علم حدیث کی طلب کے لئے بہت زیادہ سفر کرنے والے ثقہ تھے"۔

عبید بن غنّام: وہ ابن حفص بن غیاث ہیں۔ثقہ ہیں۔

ابوبکر وعثمان: دونوں ابوشیبہ کے بیٹے ہیں۔صحیحین کے راویوں میں سے ہیں۔

فضیل بن مرزوق: ان سے امام مسلم، ترمذی، ابو داوٗد، ابن ماجہ ونسائی نے روایت لی ہے۔امام ابن حجر نے تقریب میں لکھا کہ وہ صدوق (بہت سچے) تھے۔

ابراھیم بن الحسن: ان کے بارے میں پہلے گزرا کہ ابن حبّان نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔

فاطمہ بنت الحسین: امام ابوداوٗد نے اپنی کتاب مراسیل میں ان سے روایت لی ہے اور تقریب (ج ۳ص ۳۰۹) میں ان کو ثقہ لکھا ہے۔

ابن الجوزی کے ایک اعتراض کا جواب

اعتراض: حدیث اسماء رضی اللّٰہ عنہا پر ابن الجوزی نے اعتراض کرتے ہوئے یہ کہا کہ حدیثِ مذکور میں اضطراب ہے۔وہ اس طرح سے کہ ایک روایت میں سند یہ ہے: ابراھیم بن الحسن نے فاطمہ بنت علی بن ابی طالب سے، انہوں نے حضرت اسماء رضی اللّٰہ عنہا سے روایت کی اور دوسری روایت میں سند یہ ہے: فاطمہ بنت الحسین نے حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت کی، تو پہلی سند میں ہے کہ فاطمہ بنت علی نے حضرت اسماء سے سنا اور دوسری سند میں ہے کہ فاطمہ بنت الحسین نے حضرت اسماء سے سنا۔اس طرح سند میں اختلاف ہوا، لہٰذا حدیث میں اضطراب

پایا گیا۔

جواب: حدیث کی سند میں اضطراب نہیں۔ کیوں کہ حضرت فاطمہ بنت علی اور حضرت فاطمہ بنت الحسین حضرت ابراھیم بن عبداللہ بن الحسن بن الحسن کی ماں ہیں۔ انہوں نے اپنی ماں فاطمہ بنت الحسین سے بھی اس حدیث کو سنا ہے اور اپنی پھوپھی حضرت فاطمہ بنت علی سے بھی سنا ہے۔ ایک مرتبہ انہوں نے اس کو اپنی ماں سے روایت کیا اور ایک مرتبہ اپنی پھوپھی سے روایت کیا۔ اس کو ابن الجوزی نے اضطراب شمار کرلیا حالاں کہ یہ اضطراب نہیں۔ لہٰذا یہ حدیث ضعیف نہیں ہوئی۔

﴿ایک قابل توجہ بات﴾

حدیثِ مذکور کے راویوں میں سے ایک راوی سعید بن مسعود نے اس حدیث کو عبید اللہ بن موسیٰ سے روایت کیا، انہوں نے فضیل بن مرزوق سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار سے، انہوں نے علی بن الحسن سے، انہوں نے فاطمہ بنت علی سے، انہوں نے حضرت اسماء رضی اللّٰہ عنہا سے۔

امام ذہبی نے فرمایا: پہلی سند (**فضیل بن مرزوق عن ابراھیم بن الحسن عن فاطمة بنت الحسین**) زیادہ درست ہے۔ رہی یہ روایت تو یہ **حسین الاشقر** کی ہے۔ انہوں نے علی بن ہاشم بن البرید سے، انہوں نے عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن دینار سے، انہوں نے علی بن الحسن بن الحسن سے روایت کی ہے۔

امام طبرانی نے **المعجم الکبیر** (ج ۲۴ ص ۱۴۴ حدیث ۳۸۲، مسند اسماء بنت عمیس مطبوع بغداد) میں ان الفاظ کے ساتھ روایت ذکر کی ہے: "**حدثنا اسماعیل بن الحسن الخفاف حدثنا احمد بن صالح، حدثنا محمد بن ابی فدیك اخبرنی محمد بن موسی الفطری عن عون بن محمد**

عن ام جعفر عن اسماء بنت عميس"

دوسری سند: شاذان فضلی نے فرمایا: "حدثنا ابو الفضل محمد بن عبد الله القصار بمصر حدثنا يحيىٰ بن ايوب العلاف قال، حدثنا احمد بن صالح، حدثنا محمد بن اسماعيل بن ابی فديك اخبرنی محمد بن موسی الفطری عن عون بن محمد عن امّ جعفر عن اسماء بنت عميس"

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مقامِ صہباء میں ظہر کی نماز ادا کی پھر حضرت علی کو کسی ضرورت کے لئے بھیجا۔ ان کے واپس آنے تک نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے نمازِ عصر ادا فرمالی تھی۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حضرت علی کی گود میں سر رکھ کر آرام فرمانے لگے۔ حضرت علی رضی اللّٰہ عنہ نے آپ کو بیدار نہیں کیا اور سورج ڈوب گیا۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دعا کی: اے اللہ! تیرے بندے علی نے اپنے آپ کو اپنے نبی کے لئے روک رکھا لہٰذا تو اس کے لئے سورج کو دوبارہ لوٹا دے۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں سورج طلوع ہو گیا اور اس کی روشنی زمین اور پہاڑوں پر پھیل گئی۔ حضرت علی اُٹھے، وضو کیا اور نمازِ عصر ادا کی پھر سورج ڈوب گیا۔ یہ واقعہ مقام صہباء میں پیش آیا۔

شاذان نے فرمایا: ہم سے بیان کیا ابو الحسن احمد بن عمیر نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا احمد بن ولید بن بردالانطا کی نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن اسماعیل بن ابی فدیک نے، پھر پوری حدیث ذکر کی۔

حدیثِ مذکور کے راویوں کے حالات

اسماعیل بن الحسن الخفّاف: ثقہ ہیں۔

محمد بن عبید اللہ القصار: ابن یونس نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔

یحییٰ بن ایوب العلاّف: یہ نسائی کے رِجال میں سے ہیں۔ امام ابن حجر نے التقریب (ج۲ص۲۴۳) میں انہیں صدوق لکھا ہے۔

احمد بن صالح: بخاری اورابوداؤد کے راویوں میں سے ہیں۔ ترمذی نے الشمائل میں ان کی روایت ذکر کی ہے۔ علامہ ابن حجر نے التقریب (ج۱ص۱۶) میں ان کے بارے میں لکھا: ''ثقة حافظ'' وہ ثقہ حافظ الحدیث ہیں۔ ''تکلم فیه النسائی بلا دلیل'' نسائی نے بلادلیل ان پر کلام کیا ہے۔

ابوالحسن احمد بن عمیر: وہ ابن جوصاء (متوفی ۳۲۰ھ) ہیں۔ امام طبرانی نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ ابوعلی الحافظ نے فرمایا: ''کان رکنا من ارکان الحدیث'' وہ حدیث کے ارکان میں سے ایک رکن تھے۔ ''اماما من ائمة المسلمین'' مسلمانوں کے امام تھے۔ ''قد جاز القنطرة''۔ ''وہ بلندیوں پر فائز تھے''۔

امام ابن کثیر نے (کتاب البدایہ والنہایہ ج۶ ص۱۷۱: ذکر فیمن توفی سنه ۳۲۰) میں لکھا احمد بن عمیر بن جوصاء ابوالحسن الدمشقی احد المحدثین الحفاظ والرواة الایقاظ: ''احمد بن عمیر ابن جوصاء ابوالحسن الدمشقی حفاظ محدثین میں سے تھے اور بیدار دماغ راویوں میں سے تھے''۔ ابن حجر نے لسان المیزان (ج۱ص۲۳۹) میں لکھا: ''صدوق واثنیٰ علیه الائمة وقال الدار قطنی لیس بالقوی ''۔ ''احمد بن عمیر بہت سچے تھے۔ ائمہ جرح وتعدیل نے ان کی تعریف کی ہے۔ دار قطنی نے کہا وہ قوی نہیں تھے''۔ امام ذہبی نے اپنی کتاب تاریخ الاسلام میں لکھا: ''هو ثقة، له غرائب کغیره''۔ ''وہ ثقہ تھے۔ اوروں کی طرح ان کی بھی کچھ غریب روایات ہیں''۔ اس بنیاد پر ان کی روایت کو ضعیف نہیں کہا جا سکتا۔

احمد بن ولید بن برد الانطاکی: ابن ابی حاتم نے ان کا ذکر کیا اور جرح نہیں کی اور کہا:

"کتب عنه ابی" "میرے والد (ابوحاتم) نے ان کی روایات لکھی ہیں۔ ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔

محمد بن اسماعیل بن ابی فُدیک: بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی کے راویوں میں سے ہیں۔ ابن حجر نے التقریب (ج ۱ ص ۱۴۵) میں ان کے ترجمے میں لکھا: "صدوق"۔ "وہ بہت سچے تھے ان پر تشیع کا الزام تھا"۔

عون بن محمد بن علی بن ابی طالب: ابن حبان نے انہیں ثقہ کہا اور امام بخاری نے "التاریخ" میں ان کا ذکر کیا اور انہیں ضعیف نہیں کہا۔

اُمِ جعفر: انہیں اُمِ عون بنت محمد بن جعفر بن ابی طالب بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ابن ماجہ کے رجال میں سے ہیں۔ امام ابن حجر نے التقریب (ج ۲ باب الکنی ص ۶۲۳) میں ان کے ترجمے میں لکھا: "مقبولة من الثالثة"۔ "طبقہ ثالثہ کے رواۃ میں سے مقبول ہیں"۔

امام طحاوی کی سند: امام طحاوی نے فرمایا: ہم سے بیان کیا احمد بن محمد نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا علی بن عبدالرحمٰن بن محمد بن مغیرہ نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا احمد بن صالح نے۔ پھر پوری حدیث ذکر کی۔

امام ذہبی کا نقطۂ نظر

امام ذہبی نے مختصر موضاعات ابن الجوزی میں امام طبرانی کی سند مذکور کے ساتھ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد یہ لکھا: یہ حدیث غریب ہے اس کو تنہا ابن ابی فدیک نے روایت کیا ہے۔ وہ صدوق ہیں اور ان کے شیخ الفطری (محمد بن موسیٰ) بھی صدوق ہیں۔

امام ذہبی نے اس حدیث پر اعتراض کرتے ہوئے یہ حدیث پیش کی کہ "سورج یوشع بن نون علیہ السلام کے سوا کسی کے لئے نہیں روکا گیا"۔

امام صالحی کا امام ذہبی پر ریمارک

امام ذہبی نے اس حدیث کے غریب (ضعیف) ہونے کی کوئی اور وجہ نہیں ذکر کی۔ صرف ایک حدیث ذکر کی جو بظاہر حدیثِ مذکور کے خلاف ہے۔ اس کا تفصیلی جواب عنقریب آ رہا ہے۔

حدیثِ اسماء رضی اللہ عنہا کی سند: حضرت شاذان نے فرمایا: ہم سے بیان کیا ابوالحسن علی بن الادوی نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن بن شریک نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا میرے والد نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عروہ بن عبداللہ بن قشیر نے، انہوں نے کہا: میں فاطمہ بنت علی اکبر کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے کہا: مجھ سے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے بیان کیا۔ پھر انہوں نے پوری روایت ذکر کی۔

سندِ مذکور کے راویوں کے حالات:

علی بن اسماعیل بن کعب: امام ازدی نے انہیں ثقہ قرار دیا جیسا کہ خطیب نے ان کا قول نقل کیا ہے۔

علی بن جابر الادوی: ابن حبان نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔

عبدالرحمٰن بن شریک: ان کی روایت کو امام بخاری نے اپنی کتاب 'الادب المفرد' میں ذکر کیا ہے۔ امام ابن حجر نے التقریب (ج۱ص۴۸۴حرف العین) میں ان کے ترجمے میں لکھا: "صدوقٌ" یہ بہت سچے تھے۔

شریک: عبدالرحمٰن کے والد شریک بن عبداللہ النخعی امام مسلم کے راویوں میں سے ہیں۔ اور ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی نے بھی ان کی روایات ذکر کی ہیں۔ امام بخاری نے ان کی معلق روایت ذکر کی ہیں۔

امام ابن حجر نے (التقریب ج ۱ ص ۳۵۱، حرف الشین) میں ان کے ترجمے میں لکھا: "صدوق یخطئ کثیرا"۔ "بہت سچے تھے۔ کثرت کے ساتھ خطا واقع ہوتی تھی"۔ (جب سے کوفہ کے قاضی بنے تھے حافظہ بدل گیا تھا۔ عادل، فاضل، شدت کے ساتھ اہلِ بدعت کا رد کرنے والے تھے۔ آٹھویں طبقے کے راویوں میں تھے)

عروۃ بن عبداللہ بن قُشَیر: ابوداؤد کے راویوں میں سے ہیں۔ امام ترمذی نے "الشمائل" میں ان کی روایت ذکر کی ہے۔ امام ابن حجر نے التقریب (ج ۲ ص ۱۹ حرف العین) میں عروہ بن عبداللہ بن قشیر کے ترجمے میں لکھا کہ "وہ ثقہ ہیں"۔

فاطمہ بنت علی: ان کے ثقہ ہونے کا ذکر پہلے ہو چکا۔ وہ امام نسائی اور ابن ماجہ کے راویوں میں سے ہیں۔ علامہ ابن حجر نے 'تقریب التہذیب' (ج ۲ ص ۶۰۹ حرف الفاء) میں ان کا ذکر کیا ہے۔

حدیثِ مذکور مع سند: شاذان نے فرمایا: ہم سے بیان کیا ابوجعفر محمد بن حسین اشنانی نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا اسماعیل بن اسحاق الراشدی نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا یحییٰ بن سالم نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا الصباح المروزی نے، انہوں نے روایت کی عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار سے، انہوں نے عبداللہ بن حسن ابن الحسن سے، انہوں نے اپنی ماں فاطمہ بنت حسین سے، انہوں نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے فرمایا: علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ خیبر کے دن رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے ساتھ مال غنیمت تقسیم کرنے میں مشغول تھے کہ سورج غروب ہو گیا۔ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: اے علی! کیا تم نے عصر کی نماز ادا کی۔ عرض کیا نہیں یا رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم۔ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے مسجد میں جا کر وضو فرمایا پھر حبشی زبان کے کلمات کی طرح دو تین کلمات (مغرب کی طرف دیکھتے ہوئے) ارشاد

فرمائے تو سورج دوبارہ لوٹ آیا اس طرح جس طرح عصر کے وقت ہوتا ہے۔ حضرت علی اُٹھے، وضو فرمایا اور عصر کی نماز ادا کی۔ پھر رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے پہلے کی طرح دو تین کلمات زبان سے نکالے تو سورج مغرب میں جا کر غروب ہو گیا۔ میں نے (حضرت اسماء نے) سورج کی آواز سنی جس طرح سے لکڑی میں آرا چلنے کی آواز آتی ہے۔ پھر ستارے طلوع ہو گئے۔

سند مذکور کے راویوں کے حالات

ابو جعفر محمد بن حسین: دار قطنی نے فرمایا: ''ھو ثقة مامون'' وہ ثقہ، عیب سے محفوظ تھے۔ حسین بن سفیان نے فرمایا: ''ثقة حجة'' ابو جعفر ثقہ اور حدیث کے معاملے میں قابل حُجت تھے۔

اسماعیل بن اسحاق الراشدی: یحیٰی بن سالم، صالح المروزی۔ صباح المروزی اگر ابن یحیٰی نہیں جو متروکین میں سے ہے تو وہ مجہول ہے اور جس نے کہا کہ وہ ابن محارب الکوفی ہے اس نے خطا کی ہے۔

عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن دینار: بخاری، ابو داؤد، ترمذی اور نسائی کے راویوں میں سے ہیں۔ علامہ ابن حجر نے التقریب (ج۱ص۴۸۶) میں ان کے ترجمے میں لکھا: ''صدوق یخطیٔ''۔ ''وہ بہت سچے تھے۔ لیکن خطا کرتے تھے''۔

عبد اللہ بن الحسن: حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے۔ علامہ ابن حجر نے التقریب (ج۱ص۴۰۹) میں ان کے ترجمے میں تحریر فرمایا: ''ثقة جليل القدر''۔ ''ثقہ جلیل القدر تھے''۔

فاطمہ بنت الحسین: ان کے ثقہ ہونے کا ذکر پہلے گزر چکا۔

تنبیہ: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے سورج کی آواز سنی جس طرح کہ لکڑی میں آرا چلنے کی آواز آتی ہے۔ یہ بات کرامات اولیاء میں سے ہے

اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور ابن تیمیہ نے اس کے انکار پر جو کچھ کہا ہے اس کی طرف مطلق توجہ نہیں کی جائے۔

حدیثِ علی رضی اللّٰہ عنہ

یہ بھی چند اسناد سے مروی ہے:

پہلی سند: محدث شاذان نے فرمایا: ہم سے بیان کیا عبید اللہ بن فضل نبہانی طائی نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عبید اللہ بن سعید بن کثیر بن عفیر نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابو اسحاق ابراہیم بن رشید الہاشمی الخراسانی نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا یحییٰ بن عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے کہا مجھے خبر دی میرے والد (عبد اللہ) نے، انہوں نے میرے دادا حسن بن حسن سے، انہوں نے حضرت علی رضی اللّٰہ عنہ سے۔ حضرت علی نے فرمایا: ہم خیبر میں تھے۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مشرکین سے جنگ کے معاملے میں پوری رات بیدار تھے۔ دوسرے دن جب کہ آپ نے نماز عصر ادا فرمائی تھی، میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے نمازِ عصر ابھی ادا نہیں کی تھی۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنا سر میری گود میں رکھا اور گہری نیند سے سو گئے۔ آپ بیدار نہیں ہوئے اور سورج ڈوب گیا۔ (آپ کے بیدار ہونے کے بعد) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں نے نماز عصر ادا نہیں کی ہے۔ میں نے پسند نہیں کیا کہ آپ کو نیند سے بیدار کروں۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنا دستِ اقدس بلند کیا اور فرمایا: اے اللہ! تیرے بندے علی نے اپنے آپ کو تیرے نبی پر نثار کر دیا لہٰذا تُو ان کے لئے سورج کو دوبارہ روشن فرما دے۔ حضرت علی نے فرمایا: میں نے دیکھا سورج جس طرح نمازِ عصر کے وقت روشن صاف ہوتا ہے اسی طرح واپس پلٹ آیا میں نے وضو کر کے نماز عصر ادا کی تو سورج دوبارہ غروب ہو گیا۔

راویوں کے حالات

عبیداللہ بن فضل نبہانی طائی

عبید اللہ بن سعید بن کثیر: ان کو ابن عدی اور ابن حبان نے ضعیف قرار دیا ہے اور ان سے ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں حدیث روایت کی ہے۔

ابو اسحاق ابراھیم بن رشید الھاشمی الخراسانی

یحییٰ بن عبداللہ بن حسن: امام ذہبی نے تاریخ الاسلام میں ان کا ذکر کیا ہے اور ان کو ضعیف نہیں کہا ہے۔ان کے والد کی ثقاہت کا ذکر پہلے گزر چکا۔

دوسری سند: محدث شاذان رحمة اللّٰه علیهِ نے فرمایا: ہم سے بیان کیا ابو الحسن بن صفرہ نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا حسن بن علی بن محمد العلومی الطبری نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا احمد بن علاء الرازی نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا اسحاق بن ابراہیم التیمی نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محل الضبی نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابراہیم نخعی نے، انہوں نے علقمہ سے، انہوں نے حضرت ابوذر رضی اللّٰه عنه سے، انہوں نے حضرت علی رضی اللّٰه عنه سے، حضرت علی رضی اللّٰه عنه نے ’’شوریٰ‘‘ کے دن فرمایا: میں تم سے اللہ کے واسطے سے پوچھتا ہوں تم میں سے میرے سوا ہے کوئی جس کے لئے سورج دوبارہ طلوع ہوا ہو؟ ایک وقت تھا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم اپنا سر میری گود میں رکھے ہوئے تھے۔سورج ڈوب چکا تھا (اور میری نماز عصر قضاء ہوگئی تھی) آپ نیند سے بیدار ہوئے تو پوچھا: اے علی! کیا تم نے نماز عصر ادا کی؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم میں نے نماز عصر ادا نہیں کی۔آپ نے دعا فرمائی: اے اللہ! علی کے لئے سورج دوبارہ طلوع فرما دے کیوں کہ علی تیری اور تیرے رسول کی فرماں

برداری میں مشغول تھا۔

راویوں کے حالات

ابوالحسن بن صفرہ: الحسن بن علی بن محمد العلومی الطبری۔ احمد بن العلاء الرازی

اسحاق بن ابراہیم التیمی: اگر یہ معدول اصبہانی ہیں جن کی کنیت ابوعثمان ہے اور ان کے دادا کا نام زید بن سلمہ ہے تو ان کے بارے میں امام ذہبی نے تاریخ کبیر میں یہ لکھا: "ثقة مامون"۔ "یہ ثقہ عیب سے محفوظ ہیں"۔

خطیب نے کتاب "المتفق والمفترق" میں کسی ایسے راوی کا ذکر نہیں کیا جس کا نام اسحاق ہو اور اس کے باپ کا نام ابراہیم ہو۔

مُحِلُ الضبّی: یہ ابن محرز ہیں۔ انہیں امام احمد اور ابن معین نے ثقہ کہا ہے ابو حاتم اور نسائی نے فرمایا: "لا باس به"۔ "ان میں کوئی اعتراض کی بات نہیں"۔ قطان نے فرمایا: "وسط ولم یکن بذاك"۔ "معتدل تھے، تیز ذہن والے نہیں تھے"۔ سند مذکور کے باقی راویوں کے فضل و کمال کے بارے میں کچھ پوچھنا ہی نہیں۔

حدیث حسین بن علی رضی اللہ عنہما:

سند حدیث: خطیب نے کتاب 'تلخیص المتشابہ' (ج ۱ ص ۲۲۵ طبع دمشق ترجمہ ابراہیم بن حیان) میں فرمایا: ہم سے بیان کیا یوسف بن یعقوب النیساپوری نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عمرو بن حماد نے۔

دوسری سند: الدولابی نے کتاب "الذرية الطاهرة (باب ما اسندته فاطمة بنت الحسين عن ابيها احدیث ۱۵۸) میں فرمایا: مجھ سے بیان کیا اسحاق بن یونس نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا سوید بن سعید نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا مطلب بن زیاد نے، انہوں نے روایت کی ابراہیم بن حیان سے،

انہوں نے عبداللہ بن حسن بن حسن سے، انہوں نے اپنی ماں فاطمہ بنت حسین سے، انہوں نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہم سے، حضرت امام حسین رضی اللہ نے فرمایا: رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا سرِ مبارک حضرت علی کی گود میں تھا اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ جب وحی کی کیفیت ختم ہوئی تو فرمایا: اے علی! کیا تم نے عصر کی نماز پڑھی ہے؟ عرض کیا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللھم انك تعلم انه كان فی حاجتك و حاجة رسولك فردّ عليه الشمس'' اے اللہ! تو جانتا ہے بے شک علی تیری اور تیرے رسول کی حاجت میں مشغول تھا۔ لہٰذا تو اس پر سورج دوبارہ طلوع فرما دے۔ اللہ نے دوبارہ سورج طلوع فرما دیا۔ حضرت علی نے نماز عصر ادا کی پھر سورج غروب ہو گیا۔ پوری حدیث ذکر کی۔

ابراہیم بن حیان کوفی کو خطیب نے مجہولین میں شمار کیا ہے لیکن یہ درست نہیں بلکہ وہ معلوم الحال ہیں۔ لسان المیز ان میں ان کا ترجمہ مذکور ہے (دیکھئے ج ا ص ۵۲، امام ابن حبان نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ شیخ طوسی اور البرقی نے انہیں امام باقر علی جدہ وعلیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ جیسا کہ معجم رجال الحدیث ج ا ص ۸۳ میں ہے۔ مترجم غفرله)

حدیثِ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

اس کو محدث ابن مردویہ، ابن شاہین اور ابن مندہ نے روایت کیا ہے اور اس کو ہمارے شیخ (علامہ سیوطی) نے اپنے رسالہ ''الدرر المنتشرة فی الاحادیث المشتھرة'' میں حَسَن لکھا ہے۔

(امام سیوطی نے حدیث مذکور کو اپنی کتاب مذکور ص ۱۵۲ پر ذکر کیا ہے اور یہ تحریر فرمایا ہے: ''اخرجه ابن منده و ابن شاهين من اسماء و ابن مردويه من حديث ابی هريرة و اسنادهما حسن'' ۔ ''حدیث مذکور کو ابن مندہ اور ابن

شاہین نے حضرت اسماء کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور دونوں کی اسناد حسن ہیں"۔ اس کو امام طحاوی اور قاضی عیاض نے صحیح قرار دیا ہے ابن الجوزی نے اس کو موضوع کہا ہے جو خطا ہے جیسا کہ ذہبی کی مختصر الموضوعات اور التعقبات میں ہے۔ مترجم غفر لہ)

حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

اس کو حافظ عبید اللہ بن عبد اللہ احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن حسکان الوالقاسم الحسکانی الحنفی النیشاپوری نے روایت کیا اور اس کے طرق جو املاء کرائے ہیں امام ذہبی کی کتاب مختصر الموضوعات کے مطابق اس کا ایک طریق یہ ہے: (مختصر میں مجھے یہ حدیث نہیں ملی البتہ ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۸۴ پر اور ابن تیمیہ کی "منہاج" ج: ۴ ص: ۱۹۳ پر ہے۔ اور دونوں نے اس پر کلام کیا ہے۔ مترجم غفر لہ)

ہم سے بطور کتابت بیان کیا محمد بن اسماعیل الجرجانی نے کہ ابو طاہر محمد بن علی الواعظ نے لوگوں سے بیان کیا کہ ہمیں خبر دی محمد بن احمد بن متیم (منعم) نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی قاسم بن جعفر بن محمد بن عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب نے، انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا میرے والد (جعفر) نے اپنے والد محمد سے، انہوں نے اپنے والد عبد اللہ سے، انہوں نے اپنے والد عمر سے، انہوں نے کہا: حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میں رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ اپنا سر علی کی گود میں رکھے ہوئے تھے۔ سورج غروب ہو گیا تھا۔ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم بیدار ہوئے اور فرمایا: اے علی کیا تم نے عصر کی

نماز پڑھی ہے؟ عرض کیا: نہیں یا رسول اللہ! میں نے پسند نہیں کیا کہ آپ کا سر اپنی گود سے اٹھاؤں کہ آپ کو تکلیف ہوگی۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: علی تم اللہ سے دعا کرو کہ دوبارہ تمہارے لئے سورج کو پلٹا دے۔ حضرت علی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ دعاء فرمائیں میں آمین کہتا ہوں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دعاء فرمائی: اے پروردگار! بے شک علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں مشغول تھا لہٰذا تو اس کے لئے سورج کو دوبارہ طلوع فرما دے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واللہ میں نے سورج کو دوبارہ روشن دیکھا۔ میں نے سنا سورج سے چرخی چلنے کی آواز کی طرح آواز آرہی تھی۔ (اسی طرح ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ج۶ ص۸۱ پر نقل کیا ہے)۔

فائدہ: حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب لسان المیزان (ج۷ ص۵۳۵) کے آخر میں یہ تحریر فرمایا ہے: اگر کتاب مختصر التھذیب اور لسان المیزان میں کسی راوی کا ترجمہ نہ ہو تو اس کے بارے میں یہ سمجھا جائے کہ یا تو وہ ثقہ ہے یا مستور ہے۔ میں نے (امام صالحی نے) کتاب 'تقریب التھذیب' تعجیل المنفق اور عجلی و ابن حبان کی 'ثقات' کی طرف رجوع کیا تو مجھے کتاب ہذا کے ان راویوں کے حالات نہ ملے جن کے احوال میں نے ذکر نہیں کئے ہیں۔

﴿الفصل الثانی﴾

﴿حدیث ردِّ شمس کی عِلَل کے جوابات﴾

قارئین کرام! اللہ مجھ پر اور آپ پر رحم فرمائے۔ آپ کو حدیثِ ردِّ شمس کے حکم کے بارے میں حفاظ حدیث کے اقوال معلوم ہو گئے اور اس کے راویوں کے حالات بھی واضح ہو گئے۔ ان میں کوئی راوی متہم نہیں۔ کسی راوی کے متروک (نامقبول)

ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق نہیں۔ آپ کے سامنے یہ روشن ہو گیا کہ حدیث ردِّ شمس ثابت ہے باطل نہیں۔ اب ہم ان علل کے جوابات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جن کی بنیاد پر حدیث مذکور کو معلل ٹھہرایا گیا ہے۔

درج ذیل وجوہ سے اس کو معلل قرار دیا گیا ہے۔

﴿پہلی وجہ﴾

اس کے بعض طُرق کے بعض راویوں کی وجہ سے اُسے معلل قرار دیا گیا ہے۔

ابن الجوزی کے قول کا تنقیدی جائزہ:

ابن الجوزی نے اس کو فضیل بن مرزوق کی سند سے روایت کر کے اس کو معلل ٹھہرایا۔ پھر ابن معین کے حوالے سے فضیل بن مرزوق کو ضعیف لکھا اور ابن حبان کا یہ قول نقل کیا: ''یحدث بالموضوعات ویخطیٔ علی الثقات''۔ ''وہ موضوع روایات ذکر کرتے ہیں اور ثقات کی جانب خطا منسوب کرتے ہیں''۔

جواب: مؤلف (امام صالحی) کا کہنا ہے کہ فضیل امام مسلم کے راویوں میں سے ہیں۔ انہیں سفیان بن عیینہ سفیان ثوری اور ابن معین نے ثقہ قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ابن معین کا قول ابن ابی خیثمہ نے نقل کیا ہے۔ ابن معین کا یہ قول عبدالخالق بن منصور نے بھی نقل کیا ہے کہ فضیل بن مرزوق صالح الحدیث ہیں۔

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ''لا اعلم عنہ الا خیراً''۔ ''میں فضیل بن مرزوق کے بارے میں خیر ہی جانتا ہوں''۔

امام عجلی نے فرمایا: ''ھو جائز الحدیث، صدوق''۔ ''حدیث کے معاملے میں وہ قابل قبول ہیں، بہت سچے ہیں''۔

امام ابن عدی نے فرمایا: ''ارجو انہ لا باس بہ''۔ ''میں سمجھتا ہوں ان میں کوئی عیب نہیں''۔

امام بخاری: امام بخاری نے ان کا ذکر 'التاریخ' میں کیا لیکن ان کو ضعیف نہیں لکھا۔

ابن ابی حاتم نے اپنے والد کے حوالے سے لکھا: ''صالح الحدیث، صدوق یهم کثیرا یکتب حدیثه، قلت: یحتج به؟ قال: لا''۔ ''فضیل بن مرزوق صالح الحدیث صدوق ہیں لیکن کثرت سے وہم صادر ہوتا ہے۔ ان کی حدیث لکھی جاتی ہے۔ میں نے (ابن ابی حاتم نے اپنے والد سے) پوچھا: تو کیا ان کی حدیث کو حجت بنا سکتے ہیں فرمایا: نہیں (تنہا ان کی روایت حجت نہیں)''

عبد الرحمان بن شریک: ابن الجوزی نے کہا کہ ابن شاہین نے اس کو اپنے شیخ ابن عقدہ سے عبد الرحمان بن شریک کے طریق سے روایت کیا ہے۔ پھر ابن الجوزی نے امام ابوحاتم کے حوالے سے لکھا کہ عبد الرحمان ''واهی الحدیث'' ہیں۔

ابن الجوزی کی تنقید کا جواب

مؤلف (امام صالحی) کا کہنا ہے کہ عبد الرحمان بن شریک، انہیں ابن حبان نے 'الثقات' میں ذکر کیا ہے اور یہ لکھا ہے: ''ربما اخطأ''۔ ''انہوں نے کبھی روایت میں خطا بھی کی ہے''۔ (اور یہ راوی کے مجروح ہونے کے لئے کافی نہیں۔ م)

حافظ ابن حجر نے التقریب (ج ۱ ص ۴۸۴) میں ان کے ترجمے میں لکھا: ''صدوق''۔ ''عبد الرحمان بہت سچے تھے''۔

ابن الجوزی کی دوسری تنقید:

ابن الجوزی نے کہا: ''میں اس کو متہم صرف اس لئے ٹھہراتا ہوں کہ ابن عقدہ رافضی تھا''۔

جواب: مؤلف (امام صالحی) کا کہنا یہ ہے کہ اگر ابن الجوزی حدیثِ مذکور کو

اس لئے نا قبول ٹھہراتے ہیں کہ ابن عقدہ رافضی تھا اور اس نے اس کو روایت کیا ہے تو سوال یہ ہے کہ کیا ابن عقدہ سے پہلے یہ حدیث کسی نے روایت نہیں کی ہے؟ ایسا نہیں بلکہ ابن عقدہ کی روایت سے پہلے بلکہ ابن عقدہ کے عالمِ وجود میں آنے سے پہلے یہ حدیث معروف تھی۔ اور اگر ابن شاہین کی روایت جس میں ابن عقدہ راوی موجود ہے اس کو ابن عقدہ کی وجہ سے نامقبول قرار دینا مطلوب ہے تو ایسا کرنا بھی درست نہیں کیوں کہ یہ حدیث صرف ابن عقدہ کے طریق سے مروی نہیں بلکہ اس کے دیگر طُرق بھی ہیں اور ابن عقدہ کی روایت کی مُتابع روایت بھی موجود ہے۔ لہذا ابن عقدہ راوی کی وجہ سے اس کو نامقبول قرار نہیں دیا جاسکتا۔

عبدالرحمان بن شریک کی روایت شاذان الفضلی کے طریق سے یہ ہے: ہم سے بیان کیا ابوالحسن علی بن سعید بن کعب الدقاق نے موصل میں، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا علی بن جابر الادوی نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عبدالرحمان بن شریک نے۔ علی بن سعید اور علی بن جابر دونوں ثقہ ہیں۔ علی بن سعید کو ابوالفتح الازدی نے اور علی بن جابر کو ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے۔

ابن الجوزی کی تیسری تنقید:

ابن مردویہ نے داؤد بن فراہیج کے طریق سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور داؤد بن فراہیج کو شعبہ نے ضعیف کہا ہے۔

جواب: موئف (امام صالحی) کا کہنا ہے کہ داؤد بن فراہیج کے بارے میں ابن عدی نے ابن معین کا یہ قول نقل کیا ہے: "لا بأس به"۔ "داؤد بن فراہیج میں کوئی عیب نہیں"۔ امام عجلی نے بھی ایسا ہی کہا۔ امام یحییٰ بن سعید القطان نے انہیں ثقہ قرار دیا۔ امام ابوحاتم نے فرمایا: "ثقة صدوق"۔ "وہ ثقہ بہت سچے تھے"۔

امام ابن حبان نے انہیں 'الثقات' میں ذکر کیا اور اپنی 'صحیح' میں ان کی روایت

ذکر کی۔ ابن عدی نے فرمایا: ''لا اریٰ بمقدار ما یرویه باسا'' ۔ '' جتنی روایات ان کی ہیں میں نہیں دیکھتا کہ ان میں کوئی عیب ہے''۔ امام احمد ابن حنبل نے فرمایا: ''ھو صالح الحدیث''۔ ''وہ صالح الحدیث تھے''۔

حدیث ردِّ شمس کے معلل ہونے کی دوسری وجہ

ابن الجوزقانی، ابن الجوزی اور ذہبی نے 'مختصر الموضوعات' میں یہ لکھا: اس حدیث کا صحیح ہونا اس لئے کمزور ہے کہ یہ احادیثِ صحیحہ کے خلاف ہے۔ کیوں کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ ''سورج حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے سوا کسی کے لئے روکا نہیں گیا''۔

پہلا جواب: امام طحاوی نے اپنی کتاب 'مشکل الآثار' میں اس اعتراض کا جواب دیا ہے اور ان کی طرح ابن رشد نے اپنی کتاب 'مختصر' میں جواب دیا ہے کہ حدیث میں ''حبسِ شمس' (سورج کو روکنا) اور ہے اور حدیث اسماء رضی اللہ عنہا میں 'ردِّ شمس' (سورج کو دوبارہ طلوع کرنا) اور ہے۔ (حضرت علی کیلئے سورج کو روکا نہیں گیا تھا لہٰذا یہ حدیث، حدیث یوشع بن نون کے خلاف نہیں)۔

دوسرا جواب: حافظ ابن حجر نے فتح الباری (ج ۶ ص ۲۲۱ شرح الباب ۸ کتاب فرض الخمس) ''باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم احلّت لکم الغنائم'' میں یہ حدیث ذکر فرمائی کہ شب اسراء کی صبح کو (کچھ دیر کے لئے) سورج کو طلوع ہونے سے روک دیا گیا تھا۔ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد حافظ ابن حجر نے تحریر فرمایا: یہ حدیث اس حدیث کے معارض (خلاف) نہیں جو امام احمد نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ کسی کے لئے سورج کو طلوع ہونے سے روکا نہیں گیا تھا سوائے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے، جب کہ وہ راتوں کو چلتے ہوئے بیت المقدس جا رہے تھے۔

دونوں حدیثوں کے تعارض کا ازالہ

صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لئے لیلۃ الاسراء (معراج کی رات) کی صبح کو سورج روک دیا گیا تھا اور دوسری صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت یوشع علیہ السلام کے سوا کسی کے لئے سورج کو روکا نہیں گیا۔ دونوں حدیثوں کے تعارض کو دور کرتے ہوئے امام صالحی فرماتے ہیں: دونوں حدیثوں کے تعارض کو ختم کرنے کی صورت یہ ہے کہ حضرت یوشع علیہ السلام کے سوا کسی کے لئے سورج نہیں روکا گیا کے معنی یہ بیان کئے جائیں کہ ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پہلے سورج کو حضرت یوشع کے سوا کسی کے لئے روکا نہیں گیا۔ حدیثِ مذکور میں اس بات کی نفی نہیں ہے کہ ہمارے نبی یا آپ کے بعد کسی کے لئے سورج کو روکا گیا۔ (تو حدیث کے معنی یہ ہوئے کہ ہمارے نبی سے پہلے حضرت یوشع علیہ السلام کے سوا کسی کے لئے سورج کو روکا نہیں گیا)۔

ایک اعتراض

بعض حدیث میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں: "لم ترد الشمس لاحد الا لیوشع"۔ "حضرت یوشع علیہ السلام کے سوا کسی کے لئے سورج کو لوٹایا نہیں گیا"۔

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت صحیح نہیں اور اگر اس کو صحیح مان بھی لیا جائے تو اس کا جواب وہی ہے جو علامہ ابن حجر نے سابقہ روایت کے بارے میں دیا ہے۔ (کہ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پہلے حضرت یوشع علیہ السلام کے سوا کسی کے لئے سورج لوٹایا نہیں گیا)۔

حدیثِ مذکور پر چوتھی تنقید

حدیثِ ردِّ شمس میں اضطراب ہے۔

جواب: اس میں اضطراب نہیں جیسا کہ اس کی تفصیل کتاب ہذا کی فصل اول میں گزر چکی۔ (وہاں ملاحظہ فرمائیے)۔

حدیثِ مذکور پر پانچویں تنقید

جوزقانی اور ان کے ہم خیال لوگوں نے کہا کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے سورج لوٹایا گیا تھا تو خندق کے دن نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے لئے بدرجۂ اولیٰ لوٹایا جانا چاہئے تھا۔

جواب: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے سورج کا لوٹانا نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی دعا سے ہوا تھا اور کسی روایت میں یہ نہیں مذکور ہے کہ واقعۂ خندق کے موقع پر نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے سورج لوٹائے جانے کی دعا کی اور سورج نہیں لوٹایا گیا۔ بلکہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے اس کے لئے دعا ہی نہیں فرمائی۔

حدیثِ مذکور پر چھٹی تنقید اور ابن تیمیہ کے اعتراض کا جواب

ابن تیمیہ نے کہا کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ میں تھیں تو مقام صہباء میں حضرت علی کے ساتھ پیش آنے والے واقعہ کو وہ کیسے بیان کر سکتی ہیں؟ لہٰذا معلوم ہوا کہ حدیثِ اسماء معلل ہے۔

جواب: مؤلف (امام صالحی) کا کہنا ہے کہ ابن تیمیہ کا یہ وہم ہے۔ کیوں کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حضرت جعفر اور ان کی زوجہ (حضرت اسماء) حبشہ سے ہجرت کر کے رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی خدمت میں اس وقت آئے تھے

جب آپ فتح خیبر کے بعد خیبر میں قیام پذیر تھے۔ آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے مالِ غنیمت میں سے دونوں میاں بیوی کو اور باقی اصحابِ سفینہ کو بھی جو کہ ان کے ساتھ بذریعہء کشتی سفر کر کے آئے تھے، حصہ عطا فرمایا تھا۔ (اور اسی موقع پر مقامِ صہباء میں حضرت علی کے ساتھ وہ واقعہ پیش آیا تھا)۔

حدیثِ مذکور پر ساتویں تنقید۔ ابن جوزی کی ایک عجیب بات

ابن جوزی نے فرمایا: جس نے اس حدیث کو حضرت علی کی فضیلت کی دلیل بنایا وہ اس بات سے غافل رہا کہ یہ حدیث موضوع ہے اور اس سے حضرت علی کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ کیوں کہ نمازِ عصر سورج ڈوب جانے کے بعد قضا ہو گئی تو دوبارہ سورج واپس آنے کے بعد اس کی ادائیگی قضا ہی ہوگی نہ کہ ادا۔ لہٰذا سورج کے دوبارہ طلوع ہونے سے کیا فائدہ ہوا؟

جواب: مؤلف (امام صالحی) کا کہنا ہے کہ حدیث ردشمس ثابت صحیح ہے۔ جب سورج دوبارہ طلوع ہوا اور نماز عصر کا وقت اس دن معجزانہ طور پر دوبارہ آ گیا اور نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے دعا فرما کر سورج کو واپس پلٹایا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نمازِ عصر ادا ہوئی نہ کہ قضا۔ اس بات کی صراحت امام قرطبی نے اپنی کتاب التذکرہ میں فرمائی ہے۔ انہوں نے فرمایا: اگر سورج کا واپس آنا کچھ مفید نہ تھا اور سورج کو پلٹانے سے دوبارہ نماز عصر کی ادائیگی کا وقت نہ آتا تو نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم حضرت علی کی نماز عصر کی ادائیگی کے لئے دوبارہ سورج پلٹانے کی دعا نہ فرماتے اور اللہ تعالیٰ سورج کو دوبارہ نہ پلٹاتا۔ اسی طرح امام قرطبی نے باب ما یذکر الموت والآخرۃ میں فرمایا: ''سورج دوبارہ پلٹ آیا، گویا وہ غروب ہی نہ ہوا تو سورج کے دوبارہ واپس آنے سے نماز عصر کا وقت متعین آ گیا لہٰذا اس میں جو نماز ادا کی گئی وہ ادا ہوئی نہ کہ قضا''۔

امام تقی الدین ابن دقیق العید کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔(امام صالحی فرماتے ہیں) ہمارے شیخ امام ابو ہریرہ عبدالرحمن بن یوسف العجلونی ثم الدمشقی نزیل القاہرہ فرماتے ہیں: شیخ امام حافظ تقی الدین ابن دقیق العید سے اس سلسلے میں علماء کے دو قول منقول ہیں کہ وہ نماز عصر جو حضرت علی کی فوت ہوگئی تھی دوبارہ سورج واپس آنے کے بعد ادا کی گئی تو ادا ہوئی یا قضا؟ ابن دقیق العید کی یہ روایت اگر صحیح ہے تو اس سے اتنا تو ضرور ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک حدیث رد شمس صحیح ہے۔(بقول ان کے اختلاف اگر ہے تو اس میں کہ نماز عصر ادا ہوئی یا قضا۔مترجم)

﴿ الخاتمة ﴾

وہ حضرات جن کے لئے سورج کو پلٹایا گیا یا روکا گیا ہے

حضرت یوشع بن نون علیہ السلام: امام احمد نے اپنی مسند (ج ۲ ص ۳۲۵، مسند ابو ہریرہ) میں اور امام بخاری نے (کتاب فرض الخمس باب ۸ مع فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۰) میں، امام مسلم (کتاب الجہاد ج ۲ ص ۳۲ باب ۱۱) اور امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی ہے۔ بعض روایت کو بعض کے ساتھ ملا کر ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حضرت یوشع بن نون کے سوا کسی بشر کے لئے سورج کو نہیں روکا گیا، جب کہ وہ بیت المقدس کی طرف سفر کر رہے تھے۔انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا: میرے ہمراہ کوئی ایسا آدمی نہ آئے جس نے نکاح کے بعد ابھی تک بیوی سے ہم بستری نہیں کی ہے۔ایسا آدمی بھی نہ آئے جس نے مکان تعمیر کروایا لیکن ابھی چھت نہیں ڈالی ہے اور وہ آدمی بھی نہ آئے جس نے بھیڑ بکریاں اور حاملہ اُونٹنیاں

خریدی ہیں اور ابھی ان کے جننے کے انتظار میں ہے۔ حضرت یوشع علیہ السلام غزوہ کے ارادے سے نکلے، جب قریہ، بیت المقدس کے پاس پہنچے تو نمازِ عصر کا وقت ہوگیا۔ حضرت یوشع نے سورج سے مخاطب ہوکر فرمایا: اے سورج تو بھی اللہ کے حکم پر مامور ہے اور میں بھی اللہ کے حکم پر مامور ہوں، پھر اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! سورج کو ابھی ڈوبنے سے روک لے۔ جب تک حضرت یوشع کو فتح حاصل نہیں ہوئی سورج غروب نہ ہوا۔ آپ نے مال غنیمت کو جمع فرمایا اور آگ اسے جلانے کو آئی تو جلا نہ سکی۔ آپ نے قوم سے فرمایا: لوگو! تم میں سے کسی نے مال غنیمت میں خیانت کی ہے۔ لوگوں نے کہا ہمیں کیسے معلوم ہوگا کہ کس نے خیانت کی ہے؟ ہم تو بیس گروہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہر گروہ کا سردار میرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر بیعت کرے۔ ہر گروہ کا سردار آپ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرنے لگا تو ایک سردار کا ہاتھ حضرت یوشع علیہ السلام کے ہاتھ سے چپک گیا۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے گروہ میں خیانت ہوئی ہے۔ سردار نے کہا کہ ہمیں یہ کیسے معلوم ہوگا کہ ہمارے گروہ میں کس نے خیانت کی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اپنے گروہ کے سارے لوگوں کو بلاؤ اور ایک ایک کرکے ہر ایک سے اپنے ہاتھ پر بیعت لو۔ سردار نے ویسا ہی کیا۔ بیعت لیتے وقت ایک آدمی کا ہاتھ آپ کے ہاتھ سے چپک گیا۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے پاس خیانت کا مال ہے۔ اس نے اقرار کیا۔ آپ نے پوچھا کہ کون سا مال ہے؟ اس نے کہا کہ ایک بیل کا سینگ جو مجھے پسند آگیا تھا، میں نے اسے اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ وہ آدمی وہ سینگ لے کر آیا تو ایسا لگ رہا تھا کہ وہ سونے کا بنا ہوا ہے۔ اس کو مال غنیمت میں رکھا گیا تو آسمان سے آگ آئی اور اس نے مال غنیمت کو جلا دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے (آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور آپ کی اُمت کے) لئے مال غنیمت کو حلال فرمادیا۔ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اللہ نے ہمارے ضعف اور عجز کو

دیکھا تو اس نے ہمارے لئے مالِ غنیمت کو حلال فرما دیا۔

نبی رحمت سیدنا محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لئے بھی سورج کو روکا گیا ہے

امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے اور اس کو حفاظِ حدیث نے حسن کہا ہے۔ ابوالحسن الہیثمی، ابوالفضل بن حجر، ابوزرعہ ابن العراقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سورج کو حکم دیا کہ کچھ دیر ڈوبنے میں تاخیر کرے تو وہ کچھ دیر تاخیر سے غروب ہوا۔ امام بیہقی نے اسماعیل السدی اور یونس بن بکیر سے روایت کی کہ قریش کے سامنے جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے واقعہء اسراء (معراج) کو بیان فرمایا تو قریش نے از راہِ امتحان کہا: ہمارا قافلہ جو ملک شام سے واپس آنے والا ہے وہ کب آئے گا؟ آپ نے فرمایا: چہار شنبہ کو آئے گا۔ جب چہار شنبہ کا دن آیا تو قریش قافلہ کی آمد کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ دن ڈوبنے کو تھا لیکن قافلہ نہ آیا۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دعا فرمائی تو دن کو لمبا کر دیا گیا اور سورج کو غروب ہونے سے روک دیا گیا۔ جب قافلہ آیا تو سورج غروب ہوا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت جس میں یہ ہے کہ حضرت یوشع علیہ السلام کے سوا کسی کے لئے سورج کو نہیں روکا گیا اس کا جواب وہی ہے جو پہلے دیا جا چکا (یہ کہ ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پہلے حضرت یوشع علیہ السلام کے سوا کسی کے لئے سورج کو نہیں روکا گیا)۔

حضرت سلیمان علیہ السّلام کے لئے سورج کو روکا گیا؟

امام طحاوی اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل فرمائی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام کے واقعے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

رُدّوها علی فطفق مسحًا بالسوق والاعناق۔(الاحزاب:۳۳)

(حضرت سلیمان علیه السلام نے فرمایا کہ انہیں میرے پاس دوبارہ حاضر کرو پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کی پنڈلیاں اور گردنیں کاٹنا شروع کیا) اس ارشاد کے معنی کے بارے میں آپ کو معلوم ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللّٰہ عنه نے فرمایا کہ مجھ سے کعب احبار نے بیان کیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام چودہ گھوڑوں کو دیکھنے میں مصروف تھے، اتنے میں سورج غروب ہو گیا اور وہ نماز عصر ادا نہ کر سکے۔ انہوں نے حکم دیا کہ دوبارہ گھوڑوں کو ان کے پاس لایا جائے۔ جب گھوڑے ان کے پاس لائے گئے تو انہوں نے ان کی پنڈلیاں اور گردنیں کاٹ کر ان کو قتل کر دیا (اس کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ نے ان سے چودہ دنوں تک بادشاہت چھین لی کیوں کہ انہوں نے گھوڑوں کو قتل کیا تھا۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللّٰہ عنه نے فرمایا کہ کعب احبار نے غلط کہا ہے۔ بات دراصل یہ تھی کہ حضرت سلیمان علیه السلام دشمنوں سے جنگ کی تیاری میں مصروف تھے۔ اس کے لئے گھوڑوں کی دیکھ بھال میں لگے ہوئے تھے۔ اتنے میں سورج ڈوب گیا تو انہوں نے سورج کو چلانے پر مامور فرشتوں سے فرمایا: ردوھا علی "میرے اوپر دوبارہ سورج لوٹا دو"۔ فرشتوں نے دوبارہ سورج کو لوٹا دیا۔ بے شک نہ انبیا ظلم کرتے ہیں نہ دوسروں کو ظلم کا حکم دیتے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری (ج۶ص۲۲۲، کتاب فرض الخمس باب ۸ شرح حدیث ۳۱۲۴) میں فرمایا کہ اس اثر کو ایک جماعت نے ذکر کیا ہے۔ لیکن ابن حجر نے (اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے) فرمایا کہ یہ اثر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنه سے ثابت نہیں اور نہ ان کے علاوہ کسی سے ثابت ہے۔ بلکہ جمہور مفسرین صحابہ و تابعین کے نزدیک یہ ثابت ہے کہ حضرت سلیمان علیـه السلام کے قول ردوھا کے معنی یہ ہیں کہ گھوڑوں کو دوبارہ میرے سامنے لاؤ (یہ معنی نہیں کہ سورج کو دوبارہ مجھ پر پلٹاؤ)۔

حضرت داؤد علیہ السّلام کے لیے سورج کو روکا گیا؟

خطیب نے کتاب ذم النجوم میں ابوحذیفہ اسحاق بن بشر کے طریق سے روایت کی (ابوحذیفہ اسحاق متروک ہیں) انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایا: حضرت یوشع سے قوم نے پوچھا کہ ان کی قوم کی عمریں کیا ہیں؟ حضرت یوشع علیہ السلام نے انہیں ان کی عمروں کو اس بادل کے پانی میں دکھایا جو اللہ تعالیٰ نے ان پر برسایا تھا۔ اس کی وجہ سے ان میں سے ہر ایک کو یہ معلوم ہو گیا کہ وہ کب مرے گا۔ وہ اسی حال میں رہے یہاں تک کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کے کفر کی وجہ سے ان سے جنگ کی تو انہوں نے میدان جنگ میں ایسے لوگوں کو اتارا جن کی ابھی موت کا وقت نہیں آیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے اصحاب جنگ میں قتل ہو رہے تھے اور دشمن کا کوئی آدمی قتل نہیں ہو رہا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کی شکایت اللہ تعالیٰ سے کی اور دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر سورج کو روک دیا اور دن کو لمبا کر دیا جس کی وجہ سے رات و دن ان کے اوپر مختلط ہو گئے اور ان پر ان کی عمروں کا حساب گڑبڑ ہو گیا۔

(یہ روایت، روایت اور درایت دونوں اعتبار سے غلط ہے۔ مترجم غفر لہ)

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے لئے سورج کو روکا گیا؟

ابن اسحاق نے کتاب المبتدا میں عروہ بن زبیر کے طریق سے روایت کی ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے تابوت کو بھی ساتھ میں لے کر جائیں حضرت یوسف علیہ السلام کے تابوت کا پتہ لگانے میں طلوع فجر کا وقت قریب آ گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے وعدہ کر رکھا تھا

کہ انہیں طلوع فجر کے وقت لے کر نکلیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ طلوع فجر کو اس وقت تک مؤخر فرمادے جب تک یوسف علیہ السلام کا تابوت نہ مل جائے۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی۔ طلوع فجر کو مؤخر فرمادیا جس کی وجہ سے سورج طلوع ہونے میں بھی تاخیر ہوئی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ یہ حدیث حضرت یوشع علیہ السلام کے خلاف نہیں۔ کیوں کہ حضرت یوشع علیہ السلام کے لئے سورج کو غروب ہونے سے روکا گیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے طلوعِ فجر کو اس کے وقت سے مؤخر کیا گیا۔

شیخ اسماعیل بن محمد الحضرمی کی کرامت

صاحب طبقات الخواص اور ابن السبکی نے طبقات میں اور یافعی نے کفایۃ المعتقد میں ذکر کیا کہ سیدی شیخ اسماعیل بن محمد الحضرمی شارح کتاب المھذب کی بعض کرامات مشہور ہیں۔ یافعی فرماتے ہیں ان کی ایک کرامت تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ ایک دن انہوں نے حالتِ سفر میں اپنے خادم سے فرمایا کہ سورج سے کہہ دو کہ ٹھہر جائے یہاں تک کہ ہم منزل تک پہنچ جائیں۔ اس قت آپ منزل سے بہت دور تھے اور اہلِ مدینہ کا طریقہ تھا کہ وہ سورج غروب ہونے کے بعد کسی بھی آنے والے کے لئے دروازہ نہیں کھولتے تھے۔ خادم نے حکم کے مطابق سورج سے کہا: اے سورج! تجھ سے فقیہ اسماعیل کہتے ہیں کہ ٹھہر جا یہاں تک کہ وہ منزل کو پہنچ جائیں۔ جب منزل آگئی تو آپ نے خادم سے فرمایا: کیا اس قیدی کو آزاد نہیں کروگے؟ خادم نے آپ کے حکم کے مطابق سورج کو غروب ہونے کا حکم دیا تو وہ غروب ہوگیا اور رات کی تاریکی چھا گئی۔

مؤلف کا رسالہ اختتام کو پہنچا۔ وللّٰہ الحمد علٰی کُلِّ حال وصلی اللّٰہ علٰی سیّدنا محمد وعلٰی آلہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا دائما۔

نوٹ:الحمدللہ فقیر اشرفی رضاء الحق مصباحی راج محلی نے حیدرآباد میں دینی و علمی خدمات انجام دینے کے دور میں رسالہ ہذا کا ترجمہ ۲۰ شوال المکرّم ۱۴۳۳ھ روز جمعۃ المبارکۃ سے شروع کیا اور ۲۲ شوال المکرّم ۱۴۳۳ھ بروز یکشنبہ ختم کیا۔
فالحمد لِلّٰہ علیٰ ذالك

افاداتِ مترجم

حدیثِ ردِّ شمس پر اعتراضات کے جوابات

اعتراض ۱

حدیثِ ردِّ شمس کو ابن الجوزی نے موضوع لکھا ہے اور اس کو کتاب الموضوعات میں ذکر کیا ہے۔

جواب

ردِّ شمس کے واقعہ کو شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کے عظیم ترین معجزات میں شمار کیا ہے۔ حدیثِ ردِّ شمس کو بیان فرمانے کے بعد آپ نے تحریر فرمایا: **وھذا ابلغ فی المعجزۃ وقد اخطأ ابن الجوزی بایرادہ لہ فی الموضوعات و کذا ابن تیمیۃفی کتاب الرد علی الروافض فی زعم وضعہ واللّٰہ اعلم ۔** ''سورج کو واپس لانا ایک انتہا درجے کا معجزہ ہے۔ اس حدیث کو ابن الجوزی نے موضوعات میں ذکر کر کے خطا کی ہے۔ اسی طرح ابن تیمیہ نے بھی اس کو موضوع گمان کرتے ہوئے **کتاب الرد علی الروافض** میں ذکر کر کے غلطی کی ہے۔ واللّٰہ اعلم''

(فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۰ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۷۹ھ)

''فتح الباری شرح بخاری'' کے جس نسخے سے میں نے متذکرہ بالا عبارت نقل کی ہے اس پر مشہور اہلِ حدیث عالم شیخ عبدالعزیز بن باز کی تعلیق ہے۔ بن باز نے ابن حجر کے اس ریمارک پر کچھ حاشیہ آرائی نہیں کی ہے۔ حالاں کہ ان کی عادت یہ ہے کہ

اپنے یا اپنی جماعت کے موقف کے خلاف ''فتح الباری'' میں ان کو جو بات بھی نظر آئی ہے اس پر کچھ نہ کچھ لکھنے میں ذرا بھی کوتاہی نہیں کی ہے۔ حدیثِ رَدِّ شمس جمہور محدثین کے نزدیک ثابت معتبر صحیح ہے۔ ہم اگلے صفحات میں ایک مختصر فہرست پیش کریں گے کہ کن محدثین نے اس کو اپنی کتابوں میں درج کیا ہے اور اس کو ثابت، صحیح لکھا ہے اور کن محدثین نے اس کے معتبر ہونے پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔

اعتراض ۲

حدیثِ ردِّ شمس کی سند کو علامہ ابن کثیر نے **مظلم** (تاریک) اور اس کے متن کو منکر اور موضوع قرار دیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۹۲)

جواب

پہلی بات تو یہ ہے کہ حدیث ردِّ شمس صرف ایک سند سے مروی نہیں بلکہ حضرت اسماء **رضی اللہ عنہا** کے علاوہ اس حدیث کے راوی حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو ذر اور خود حضرت علی **رضی اللہ عنہم** بھی ہیں۔ حافظ الحدیث امام جلال الدین سیوطی نے اس کی سترہ اسانید ذکر کی ہیں۔ ان میں سے بعض سندوں پر اگرچہ کلام ہے لیکن بعض کے صحیح و معتبر ہونے میں کلام نہیں۔ جمہور محدثین کے خلاف صرف ابن الجوزی نے اس کو موضوع لکھا اور ان کی پیروی میں ابن تیمیہ نے وہی لکھا اور ابن تیمیہ کے شاگرد علامہ ابن کثیر نے اپنے استاذ کے حوالے سے اس کو موضوع لکھا۔ حدیثِ ردِّ شمس کو موضوع من گڑھت اور رافضیوں کا سرقہ کہنے والے صرف ابن تیمیہ، ابن الجوزی اور ابن کثیر ہیں۔ ابن تیمیہ تو بالاتفاق اہلِ سنت سے خارج ہیں۔ لہٰذا ان کا کہنا اہلِ سنت کے حق میں نا کہنے کی منزل میں ہے۔ رہے ابن الجوزی اور ابن کثیر تو دونوں اگرچہ وقت کے عظیم محدث ہیں لیکن جمہور محدثین

کے قول کے مقابلے میں ان دونوں کے قول کا کیا اعتبار ہوگا اہلِ علم کو سمجھانے کی ضرورت نہیں۔ حدیث ردشمس کو حافظ الحدیث ابن سید الناس، امام طحاوی، امام قاضی عیاض، حافظ الحدیث علاء الدین المغلطائی، شرف الدین البازری، شرف الدین نووی، امام ابوالفتح الازدی، امام ابوذرعہ ابن العراقی، امام احمد بن صالح، امام طبرانی، امام جلال الدین سیوطی، امام صالحی شامی وغیرھم نے ثابت معتبر صحیح قرار دیا ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی نے صاف لکھا ہے کہ ابن الجوزی اور ابن تیمیہ کا اس حدیث کو موضوع کہنا غلط ہے۔ ابن حجر کی بات کو جمہور محدثین کی طرف سے تائید حاصل ہونے کی وجہ سے راجح ماننا ہوگا۔ علاوہ ازیں ابن الجوزی کے بارے میں اہلِ علم اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ کسی حدیث کو موضوع قرار دینے کے معاملے میں احتیاط کے کس درجے میں ہیں؟ مثال کے طور پر ایک صحیح حدیث ہے کہ جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی اس کو دخولِ جنت سے روکنے والی چیز صرف موت ہے۔ اس صحیح الاسناد روایت کو امام طبرانی، ابن مردویہ اور نسائی نے ذکر کیا ہے لیکن ابن الجوزی نے اس کو موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ اس پر ابن الجزری تعجب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **ھذا اسناد علی شرط البخاری والعجب من ابن الجوزی کیف ادخلہ فی کتابہ الموضوعات** ۔ ''اس حدیث کی سند شرط بخاری پر ہے۔ تعجب ہے ابن جوزی پر کہ انہوں نے اس کو اپنی کتاب موضوعات میں کیسے داخل کردیا'' (مناقب الاسد اللہ الغالب ص ۶۰)

دوسری بات یہ ہے کہ حدیثِ رَدِّ شمس کی تمام اسانید کو کسی نے صحیح معتبر نہیں کہا، لہٰذا اگر کوئی خاص سند اس کے راویوں کے مجہول ہونے کی وجہ سے مظلم و تاریک ہو تو اس سے تمام اسانید کا تاریک ہونا لازم نہیں۔ حدیثِ رَدِّ شمس کئی اسانید سے مروی ہے اور اس کی بعض اسانید کو محدثین نے صحیح اور بعض کو حَسَن کہا ہے۔ امام صالحی کے

رسالے میں فصل اول کے تحت آپ نے اس کی تفصیلات پڑھیں۔ذیل میں ہم صرف دو معتبر اسناد کو ذکر کررہے ہیں:

(۱) امام طبرانی نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حسین بن اسحاق تستری نے، ان سے عثمان بن ابی شیبہ نے، (ح) عبید بن غنام نے کہا ہم سے ابوبکر بن ابی شیبہ نے، ان سے عبید اللہ بن موسیٰ نے، ان سے فضیل بن مرزوق نے، ان سے ابراہیم بن حسن نے، ان سے فاطمہ بنت حسین نے، ان سے فاطمہ بنت عمیس نے بیان کیا (الحدیث)۔ اس سند کے تمام راوی ثقہ معتبر ہیں۔ ان میں سے ابوبکر بن ابی شیبہ، عثمان بن ابی شیبہ اور فضیل بن مرزوق تو صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

(تاریخ الاسلام للذھبی ج ۲۳ ص ۱۵۸، التقریب ج ۳ ص ۳۰۹)

(۲) امام طبرانی نے فرمایا ہم سے بیان کیا اسماعیل بن الحسن الخفاف نے، ان سے احمد بن صالح، ان سے محمد بن ابی فدیک، ان سے محمد بن موسی الفطری، ان سے عون بن محمد، ان سے اُمِ جعفر، ان سے اسماء بنت عمیس نے بیان کیا (الحدیث)۔ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ صدوق ہیں اور احمد بن صالح استاذ امام بخاری ثقہ حافظ الحدیث ہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ ان پر نسائی نے بلاوجہ جرح کی ہے۔ (التقریب ج ۲ ص ۲۴۳، ج ۱ ص ۱۶)

﴿اعتراض ۳﴾

اگر حدیث ردشمس حضرت علی کے فضائل میں ہے تو بخاری ومسلم میں مناقب علی کے باب میں اس کو کیوں نہیں ذکر کیا گیا۔ اگر یہ حدیث ثابت ہوتی تو امام بخاری مناقب علی میں اس کو ضرور ذکر کرتے۔

﴿جواب﴾

یہ اعتراض غیر علمی ہے۔ صحیحین میں مناقب علی کے باب میں حدیث ردشمس کو

ذکر نہیں کیا گیا ہے تو اس سے یہ دلیل پکڑنا کہ امام بخاری و مسلم کے نزدیک حدیث رد شمس موضوع ہے، بہت بڑی غلطی ہے۔ صحیحین یا کسی بھی مجموعہء احادیث میں کوئی حدیث نہ ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ حدیث صاحبِ کتاب کے نزدیک موضوع یا غیر معتبر ہے۔ بلکہ حق یہ ہے کہ کسی خاص محدث کے یہاں کسی حدیث کے موضوع ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حدیث مطلقا ہر ایک کے نزدیک موضوع ہے۔ ہزارہا صحیح احادیث بخاری و مسلم بلکہ کتبِ صحاح میں سے کسی میں نہیں بلکہ دوسری کتبِ احادیث میں ہیں۔ خود امام بخاری کی صحیح بخاری میں ان کی بہت سی صحیح احادیث نہیں بلکہ ان کی دوسری تصنیفات **الادب المفرد، التاریخ الکبیر** وغیرہ میں ہیں۔ جب یہ اصول غلط ہے کہ ہر صحیح حدیث کا بخاری یا مسلم یا دوسری کتب صحاح میں ہونا ضروری ہے تو اگر حدیث رد شمس بخاری مسلم اور دیگر کتب صحاح میں مذکور نہیں تو یہ کیسے نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں؟ دیکھئے حدیث رد شمس بخاری میں نہیں لیکن شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس کو شرح بخاری میں ذکر کرنے کے بعد لکھا کہ "ابن الجوزی کا اس حدیث کو موضوع کہنا غلط ہے"۔

اعتراض ۴

حدیثِ رَدِّ شمس اگر ثابت ہوتی تو امام نسائی اس کو اپنی کتاب "خصائصِ علی" میں ذکر کرتے۔ انہوں نے خصائص علی میں اس کو ذکر نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث ثابت نہیں۔

جواب

یہ اعتراض غیر علمی ہے۔ امام نسائی نے خصائص علی کو ایک کتاب میں جمع فرمایا ہے لیکن اس میں انہوں نے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ میں نے حضرت علی کے جو خصائص اس کتاب میں جمع کئے ہیں ان کے علاوہ اور خصائص ثابت نہیں۔ کوئی بھی

محدث احادیث جمع کرنے میں اپنی کچھ شرائط کو پیش نظر رکھتا ہے۔اُن شرائط پر نہ اتر نے والی احادیث کو وہ ذکر نہیں کرتا۔ جیسا کہ امام بخاری نے ''صحیح بخاری'' میں انہیں احادیث کو جمع فرمایا ہے جوان کی مقررہ شرائط کے مطابق تھیں اور جوان کی شرائط کے مطابق نہیں تھیں انہیں ذکر نہیں کیا۔ انہیں امام مسلم یا دیگر محدثین نے یا خود امام بخاری نے اپنی دوسری کتابوں میں ذکر کیا۔ ہوسکتا ہے امام نسائی کو حدیثِ رَدِّ شمس ان کے مقررہ اصول کے مطابق نہیں ملی اس لئے انہوں نے اس کو ذکر نہیں کیا۔ علاوہ ازیں کسی کے بعض خصائص کو ذکر نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خصائص ثابت نہیں، یا جو خصائص بیان کئے گئے ان کے علاوہ اور خصائص ثابت نہیں۔ ذکر نہ ہونا ثابت نہ ہونے کی دلیل نہیں۔ دیکھئے صحیح حدیث میں ہے اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ مجھے پانچ خصوصیات ایسی دی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ اس حدیث سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اور انبیاءِ کرام کے مقابلے میں صرف پانچ ہی خصوصیات دی گئیں۔ امام نسائی نے حضرت علی کے خصائص میں اگر حدیثِ رَدِّ شمس کو ذکر نہیں کیا ہے تو اس سے یہ دلیل لانا غلط ہے کہ وہ اصلاً ثابت نہیں۔ اس کے ثابت ہونے کے لئے یہ دلیل کافی ہے کہ اس کو تقریباً چالیس محدثین نے ذکر کیا ہے اور تقریباً ایک درجن محدثین نے اس کے ثبوت پر کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان کی فہرست اس کتاب کے آخر میں اور اجمالی فہرست شروع میں ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض ۵

غزوۂ خندق میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نمازِ عصر قضا ہوئی تو آپ نے اسے بعد مغرب ادا فرمایا اور سورج آپ کے لئے واپس نہ لوٹایا گیا۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ حضرت علی کی نمازِ عصر کی ادائیگی کے لئے سورج کو واپس پلٹایا گیا تو

اس سے حضرت علی کی فضیلت نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ثابت کرنا لازم آئے گا، اس لئے حدیث رد شمس کو ثابت نہ مانا جائے۔

﴿جواب﴾

یہ سوال بظاہر علمی معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں یہ سطحی فکر پہ مبنی ہے۔ کیوں کہ اہلِ علم اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہر ولی (خواہ صحابی ہو) کی کرامت اس کے نبی کا معجزہ ہوتی ہے۔ حضرت علی کے لئے سورج کا پلٹ آنا حضرت علی کی کرامت ہے تو یہ در حقیقت ہمارے نبی کا معجزہ ہے اور کون نہیں جانتا کہ معجزہ کرامت سے افضل ہے۔ حضرت علی کو یہ کرامت و بزرگی اللہ کے پیارے نبی کے وسیلے اور توسط سے حاصل ہوئی۔ اب ہر عقل مند یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ ڈوبے سورج کا واپس آنا در حقیقت اللہ کے نبی کی افضلیت و محبوبیت کی دلیل ہے۔ غزوۂ خندق میں نبی نے سورج کے پلٹ آنے کی دعا نہیں فرمائی تو سورج واپس نہیں آیا اور حضرت علی کے لئے دعا فرمائی تو واپس آ گیا۔ حضرت علی کو یہ خصوصیت آقائے کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اطاعت کے وسیلے سے حاصل ہوئی۔ حدیثِ مذکور کے الفاظ میں بھی اس کی طرف واضح اشارہ موجود ہے کہ حضرت علی کے لئے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یوں دعا کی تھی: اے اللہ! علی تیری اور تیرے رسول کی فرماں برداری میں مشغول تھا لہٰذا اس کے لئے سورج کو پلٹا دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی کو یہ کرامت و بزرگی اللہ کے نبی کی اطاعت کی وجہ سے حاصل ہوئی اور مُطاع (جس کی اطاعت کی جائے) بہر حال مطیع (اطاعت کرنے والا) سے افضل ہوتا ہے۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مُطاع اور حضرت علی مطیع، تو لامحالہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم افضل اور حضرت علی مفضول۔ اور اگر گہرائی کے ساتھ دیکھا جائے تو واقعہ ردِ شمس رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی فضیلت کی انتہا درجے کی دلیل ہے۔ واقعہ خندق

کے موقع پر آپ نے نمازِ عصر کی ادائیگی کے لئے سورج لوٹنے کی دعا نہیں فرمائی تو سورج نہیں لوٹا اور حضرت علی کیلئے دعا فرمائی تو سورج لوٹ آیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی اور آپ کے توسط سے حضرت علی کی محبوبیت کی دلیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابن حجر عسقلانی نے اس واقعہ کو آپ کا عظیم معجزہ قرار دیا اور امام بخاری کے استاذ امام احمد بن صالح نے اسے علاماتِ نبوت میں شمار فرمایا۔

﴿حدیثِ رَدِّ شمس ائمہ محدثین وعلماء ربانیین کی نظر میں﴾

(۱) امام طحاوی متوفی ۳۲۱ھ: امام ابو جعفر محمد بن احمد الطحاوی نے ''مشکل الآثار'' میں حدیث نمبر ۱۰۶۷، ۱۰۶۸ کے تحت حدیث ردشمس کو دو سندوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔ حدیث نمبر ۱۰۶۸ کی سند کے بارے میں لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند میں ایک راوی محمد بن موسیٰ المدنی المعروف الفطری ہیں، ان کے بارے میں ہمیں جاننے کی ضرورت ہوئی کہ وہ کون ہیں تو معلوم ہوا کہ وہ محمد بن موسیٰ المدنی ہیں اور وہ اپنی روایت میں محمود (قابلِ تعریف) ہیں۔ نیز حدیثِ مذکور کے راوی عون بن محمد کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ عون بن محمد بن علی بن ابو طالب ہیں اور ان کی ماں جن سے یہ روایت منقول ہے، ان کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ اُم جعفر بنتِ محمد بن جعفر بن ابی طالب ہیں (مشکل الآثار ج ۳ ص ۹۴، موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۱۵ھ) امام طحاوی نے حدیث ردشمس کے تمام راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے۔ بعض راویوں کے بارے میں ان کو علم نہیں تھا، جب ان کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو وہ بھی معروف وثقہ ثابت ہوئے۔

(۲) امام ابوبکر بن عاصم الضحاک متوفی ۲۸۷ھ: امام ابوبکر بن ابو عاصم احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی نے حدیث ردشمس کو ذکر کیا اور اس کی سند میں کوئی کلام نہیں کیا۔ (السنۃ باب ما ذکر فی فضل علی رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۵۹۸ حدیث: ۱۳۲۳)

المکتب الاسلامی بیروت طبع اول ۱۴۰۰ھ)

(۳) امام طبرانی متوفی ۳۶۰ھ: امام سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی الشامی نے حدیث رد شمس کو تین اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے۔اس کے تمام راوی ثقہ معتبر ہیں، جیسا کہ امام محدث صالحی شامی نے ان راویوں کے حالات کو ناقدین حدیث کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ گزشتہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

(المعجم الکبیر حدیث: ۳۸۲، ۳۹۱، ۳۹۰)

(۴) امام ابن المغازلی متوفی ۴۸۳ھ: علی بن محمد بن محمد بن الطیب بن ابویعلیٰ بن الجلابی ابوالحسن الواسطی المعروف ابن المغازلی نے حدیثِ رَدِّ شمس کو دو سندوں کے ساتھ ذکر کیا۔اس کے بھی تمام راوی ثقہ معتبر ہیں۔

(مناقب علی ج ۱ ص ۱۵۲ حدیث: ۱۴۰، ۱۴۱، دارالآثار صنعاء ۱۴۲۴ھ)

(۵) استاذِ امام بخاری، شیخ احمد بن صالح المصری الشافعی متوفی ۲۴۸ھ: امام بخاری اور امام سفیان بن عیینہ کے استاذ شیخ حافظ احمد بن صالح المصری کے نزدیک حدیثِ رَدِّ شمس علاماتِ نبوت میں سے ہے۔ امام قاضی عیاض نے امام طحاوی کے حوالے سے امام احمد بن صالح کا قول یوں نقل کیا ہے: **لا ینبغی لمن سبیله العلم التخلف عن حفظ حدیث اسماء لانه من علامات النبوة۔** "جس نے علم کی راہ میں قدم رکھا ہے اسے حدیث اسماء کو یاد رکھنے سے غافل نہیں رہنا چاہئے کیوں کہ وہ علامات نبوت میں سے ہے"۔ (الشفاء الفصل الثانی عشر ص ۵۴۸ دار الفیحاء عمان ۱۴۰۷ھ) قاضی المقریزی الشافعی نے شیخ احمد بن صالح کا یہ قول بھی نقل کیا ہے: **هذه دعوة النبی صلی الله علیه وسلم فلا تستکثر وهی فضیلة لعلی رضی الله عنه۔** (امتاع الاسماع ج ۵ ص ۲۷)

(۶) امام قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ: امام طحاوی کے حوالے سے حدیث رد

شمس کو بیان کرنے کے بعد یہ تحریر فرمایا: هٰذان الحدیثان ثابتان ورواتهما ثقات ۔ ”یہ دونوں حدیثیں ثابت ہیں اور ان کے راوی ثقہ ہیں“۔
(الشفاء مع حاشیہ احمد بن محمد الشمنی م ۸۷۳ھ ج ۱ ص ۲۸۴ فصل فی انشقاق القمر، دار الفکر ۱۴۰۹ھ)

(۷) امام ابن حجر عسقلانی: سورج کو دوبارہ واپس لانا یہ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا انتہا درجے کا معجزہ ہے۔ ابن الجوزی اور ابن تیمیہ نے اس کو موضوعات میں شمار کر کے خطا کی ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۶۰)

(۸) امام ابن قنفذ متوفی ۸۱۰ھ: امام قاضی ابو العباس احمد بن الخطیب ابن قنفذ نے حدیث رد شمس کو ذکر کرنے کے بعد یہ لکھا: وهی آیة عظیمة یہ واقعہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا ایک عظیم معجزہ ہے۔ (وسیلة الاسلام بالنبی علیه الصلاة والسلام ص ۹۹، دار الغرب الاسلامی بیروت لبنان ۱۴۰۴ھ)

(۹) قاضی احمد بن علی المقریزی متوفی ۸۴۵ھ: محدث، فقیہ، مورخ قاضی احمد بن علی المقریزی المصری الشافعی نے حدیث رد شمس کے بارے میں یہ تحریر فرمایا: واما رد الشمس بعد غروبها بدعاء النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فقد روی من حدیث ابی هریرة واسماء بنت عمیس وجابر بن عبداللّٰه وعلی بن ابی طالب رضی اللّٰه عنهم ۔ ” سورج غروب ہونے کے بعد اس کا دوبارہ پلٹ آنا ثابت ہے اس حدیث سے جو حضرت ابو ہریرہ، اسماء بنت عمیس، جابر بن عبداللہ اور علی بن ابو طالب رضی اللّٰه عنهم سے مروی ہے“۔ (امتاع الاسماع بما للنبی من الاحوال والاموال والحفدة والمتاع ج ۵ ص ۲۷، دار الکتب العلمیه بیروت ۱۴۲۰ھ) شیخ المقریزی نے حدیثِ رد شمس کے پانچ طرق ذکر کئے ہیں۔

(۱۰) امام حافظ ابو زکریا العامری متوفی ۸۹۳ھ: امام عامری نے احتباس شمس (سورج کو روکنا) اور رد شمس (سورج کو پلٹانا) کو نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّم کی علاماتِ نبوت میں سے شمار کیا ہے۔ نیز حدیثِ رَدِّ شمس کو ذکر کرنے کے بعد ایک بحث یہ چھیڑی ہے کہ احتباسِ شمس اور رَدِّ شمس دونوں میں سے کون سا معجزہ زیادہ عظیم ہے۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں: قال بعضهم هذا ابلغ فى المعجزة من وقوفها المذكور فى الحديث الاول وقال آخرون بل ذاك ابلغ لان طلوع الشمس من مغربها سيكون بخلاف وقوف الشمس فى مجراها فانه لم يعهد ولا يكون۔ ''بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ سورج کو پلٹانا سورج کو روکنے کے مقابلے میں زیادہ عظیم معجزہ ہے اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ سورج کو روکنا زیادہ بڑا معجزہ ہے۔ کیوں کہ سورج کا واپس آنا یعنی اس کا مغرب سے طلوع ہونا عن قریب (قربِ قیامت میں) واقع ہوگا۔ اور سورج کا اپنے مدار پہ چلتے چلتے رک جانا نہ ہوا ہے نہ ہوگا'' (یہ صرف بطور معجزہ ہوا) پھر امام عامری نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ ''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نماز ادا ہوئی تھی نہ کہ قضا۔ اگر ادا نہ ہوتی تو سورج واپس آنے کا حضرت علی کو کیا فائدہ ملتا؟ اس واقعہ میں اگر چہ معجزہ کا اظہار ہے لیکن اس کا سبب حضرت علی بنے''۔ (بهجة المحافل وبغية الاماثل ج۲ ص ۲۱۴، دار صادر بيروت)

(۱۱) امام سخاوی متوفی ۹۰۲ھ: علامہ محمد بن ابراہیم السخاوی حدیث ردشمس کے بارے میں لکھتے ہیں: امام احمد نے کہا، اس حدیث کی کوئی اصل نہیں۔ ابن جوزی نے بھی ان کی پیروی کی اور اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کیا، لیکن امام طحاوی نے اس حدیث کو صحیح کہا اور صاحبِ شفا نے بھی اس کو صحیح کہا۔ امام ابن مندہ اور امام ابن شاہین نے اس حدیث کو حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور امام ابن مندہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(المقاصد الحسنہ ص ۲۳۶ حدیث ۵۱۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۷ھ)

(۱۲) امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ: امام سیوطی کے رسالہ کشف

الملبس فی حدیث رد الشمس کا ترجمہ آپ کی نگاہوں کے سامنے ہے۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ حدیثِ رَدِّ شمس کی بعض سند صحیح اور بعض حسن ہے۔

(۱۳) امام ابن مندہ، ابن شاہین: امام سیوطی نے ابن مندہ اور ابن شاہین کے حوالے سے لکھا ہے:

اخرج ابن منـدة وابن شاهين والطبراني باسانيد بعضها علٰی شرط الصحيح عن اسماء بنت عميس رضی اللّٰه عنها
''حدیث اسماء کو ابن مندہ، ابن شاہین اور طبرانی نے چند طرق کے ساتھ بیان کیا ہے جن میں سے بعض شرط صحیح پر ہیں''۔

(الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۳۷، دار الکتب العلمیہ)

(۱۴) شارح بخاری امام قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ: ابو العباس شہاب الدین قسطلانی نے امام طبرانی کے حوالے سے تحریر فرمایا: حدیث ردشمس کو امام طبرانی نے سند حسن کے ساتھ اپنی ''معجم کبیر'' میں اسماء بنت عمیس سے نقل کیا ہے۔جیسا کہ شیخ الاسلام ابن العراقی نے ''شرح التقریب'' میں نقل کیا ہے۔

(المواھب اللدنیہ ج ۲ ص ۲۵۸ المکتبۃ التوفیقیۃ القاھرہ مصر)

(۱۴) امام حمیری الشافعی متوفی ۹۳۰ھ: محمد بن عمر بن مبارک الحمیری الحضرمی الشافعی نے عنوان قائم کیا: رد الشمس وحبسها له صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ''رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے لئے سورج کو روکنا اور پلٹانا'' پھر حدیث لکھنے بعد لکھا: وخرج الطحاوی فی مشكل الحديث باسنادين صحيحين ۔ ''حدیث ردشمس کو امام طحاوی نے مشکل الآثار میں دو صحیح سندوں کے ساتھ ذکر کیا''۔ (حدائق الانوار ومطالع الاسرار ج ۱ ص ۱۴۰، دار المنہاج جدہ ۱۴۱۹ھ)

(۱۵) امام محمد بن یوسف الصالحی متوفی ۹۴۲ھ: آپ کے رسالہ مـزیـل

اللبس عن حدیث رد الشمس کا ترجمہ قارئین کے سامنے ہے۔اس رسالے کے علاوہ امام صالحی نے اپنی کتاب ''سبل الھدیٰ و الرشاد'' میں ایک عنوان قائم فرمایا ہے:الباب الخامس فی ردا لشمس بعد غروبھا ببرکۃ دعائہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ۔''آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعا کی برکت سے سورج کا پلٹ آنا'' اس عنوان کے تحت ''معجم کبیر'' کے حوالے سے جعفر بن احمد بن سنان الواسطی کی سند سے حدیثِ اسماء رضی اللہ عنہ کوذکر کرنے کے بعد تحریر فرمایا:قال الحافظ ابو الحسن الھیثمی ورجالہ رجال الصحیح غیر ابراھیم بن الحسن وھو ثقۃ وثقہ ابن حبان ۔''حافظ ابوالحسن ہیثمی نے کہا کہ اس حدیث کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوا ابراہیم بن حسن کے، لیکن وہ ثقہ ہیں۔ابن حبان نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے''۔(سبل الھدیٰ والرشاد ج۹ ص۴۳۵، دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۴ھ)

(۱۶)امام کنانی متوفی ۹۶۳ھ:علامہ ابو الحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی نے حدیثِ رَدِّ شمس کو صحیح حسن قرار دیا ہے اور ابن الجوزی کے اعتراضات کے تفصیلی جوابات دئے ہیں اور لکھا ہے کہ اس حدیث کو ائمہ اور حفاظ کی ایک جماعت نے صحیح کہا ہے۔انہوں نے امام سیوطی کے مذکورہ رسالے کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

(تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ ج۱ ص۳۷۹،۳۷۸، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۱ھ)

(۱۶) شیخ حسین بن محمد الدیار بکری متوفی ۹۶۶ھ:انہوں نے امام طحاوی کے حوالے سے حدیثِ اسماء رضی اللہ عنہا کوذکر کرنے کے بعد لکھا:وھذا حدیث ثابت عن ثقات ۔''یہ حدیث ثقہ راویوں کی روایت سے ثابت ہے''۔پھر شیخ احمد بن صالح کا قول المنبتقی کے حوالے سے ذکر فرمایا کہ ''یہ علاماتِ نبوت میں سے ہے۔اس حدیث کو محفوظ رکھنے سے پیچھے نہیں رہنا چاہئے''۔

(تاریخ الخمیس فی احوال انفس النفیس ج۲ ص۵۸، دار صادر بیروت)

(۱۷) محدث علی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ: طبرانی کی اسانید کے تعلق سے فرمایا:
رواہ باسانید رجال بعضها ثقات ۔ ''طبرانی نے حدیثِ رَدِّ شمس کو چند اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ان میں سے بعض کے رجال ثقہ ہیں''۔ پھر امام طحاوی کی دو سندوں کے تعلق سے تحریر فرمایا: فلا عبرة بمن طعن فی رجالهما۔ ''دونوں سندوں کے راوی ثقہ ہیں اس لئے ان پر طعن کرنے والوں کا کوئی اعتبار نہیں''۔

(شرح الشفاء ج۱ص۹۴، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

(۱۸) ابو الفرج علی بن ابراہیم الحلبی متوفی ۱۰۴۴ھ: انہوں نے الامتاع کے حوالے سے تحریر فرمایا: انه جاء عن اسماء عن خمسة طرق و ذکرها و به یرد ما تقدم عن ابن کثیر بانه تفردت بنقله امرأة من اهل البیت مجهولة لا یعرف حالها وبه یرد علی ابن الجوزی حیث قال فیه انه حدیث موضوع بلاشك۔ ''حدیثِ رَدِّ شمس حضرت اسماء سے پانچ طُرُق سے مروی ہے۔ صاحبِ امتاع نے ان کو ذکر کیا ہے۔ اس سے ابنِ کثیر کا قول رد ہو جاتا ہے کہ یہ حدیث صرف اہلِ بیت کی ایک مجہول الحال عورت سے منقول ہے اور اس سے ابن الجوزی کا قول بھی رد ہو جاتا ہے کہ یہ حدیث بے شک موضوع ہے''۔ (السیرة الحلبیه باب ذکر الاسراء والمعراج ج ۱ ص ۵۴۲، دار الکتب العلمیه ۲۰۰۲ء)

(۱۹) امام زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ: ابو عبد اللہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی المالکی نے حدیثِ رَدِّ شمس کو امام طحاوی، قاضی عیاض و امام طبرانی کے حوالے سے نقل کرنے کے بعد اسکو صحیح اور حسن لکھا ہے۔

(شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیہ ج۶ ص ۴۸۴، دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۷ھ)

(۲۰) علامہ ابن عابدین الشامی: خاتمۃ الفقہاء علامہ ابن عابدین شامی نے تحریر فرمایا: الحدیث صححه الطحاوی وعیاض واخرجه جماعة منهم

الطبرانی بسند حسن ۔ "حدیثِ رَدِّ شمس کو امام طحاوی اور قاضی عیاض نے صحیح کہا ہے اور ایک جماعت محدثین نے اس کو نقل کیا ہے۔ ان میں امام طبرانی بھی ہیں۔ انہوں نے اس کو سند حسن کے ساتھ نقل کیا ہے"۔ (ردالمحتار ج ۱ص ۳۶۱)

(۲۱) علامہ سید محمد زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ: نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مشہور معجزات میں سے یہ ہے کہ آپ کے لئے سورج کو روکا گیا۔ حافظ ابو جعفر طحاوی نے "مشکل الآثار" میں اور امام ابن مندہ اور امام ابن شاہین نے اور امام طبرانی نے "معجم کبیر" میں اسنادِ حسن کے ساتھ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللّٰہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے (مقامِ) صہباء میں ظہر کی نماز پڑھی پھر حضرت علی رضی اللّٰہ عنہ کو کسی کام کے لئے بھیجا۔ وہ کام کر کے آگئے اور نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے نمازِ عصر ادا کر لی تھی۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت علی کی گود میں سر رکھا اور سو گئے۔ حضرت علی نے آپ کو ہلایا نہیں یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دعا فرمائی، اے اللہ! بے شک تیرا بندہ علی اپنے نبی کی خدمت میں مشغول تھا، اس کے لئے تُو سورج کو لوٹا دے۔ اللہ نے سورج کو لوٹا دیا، حضرت علی نے وضو کیا اور نماز ادا کی پھر سورج ڈوب گیا۔ علامہ زبیدی نے حدیثِ مذکور کو امام طحاوی، امام احمد بن صالح (استاذ امام بخاری) امام قاضی عیاض، امام طبرانی کے حوالے سے صحیح حسن لکھا اور یہ بھی لکھا کہ اس حدیث کو موضوع کہنا غلط ہے۔ ابن الجوزی کے بارے میں لکھتے ہیں: اہلِ علم کو معلوم ہے کہ ابن الجوزی احادیثِ صحیحہ کو احادیثِ موضوعہ میں درج کر دیتے ہیں، اس پر ان کے معاصر اور بعد کے بکثرت علماء نے رد کیا ہے۔ جیسا کہ حافظ عراقی نے "نکت ابن الصلاح" میں نقل کیا ہے"۔

(ملخصاً از اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۱۹۲، ۱۹۱، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۲ھ)

حدیثِ رَدِّ شمس

از

غزالیِ زماں حضرت علامہ احمد سعید کاظمی

عن اسمآء بنت عميس ان النبی صلی الله عليه وسلم كان يوحی اليه ورأسه فی حجر علی فلم يصل العصر حتی غربت الشمس فقال رسول الله صلی الله عليه وسلم اصليت يا علی قال لافقال اللهم انه كان فی طاعتك وطاعة رسولك فاردد عليه الشمس قالت اسمآء فرأيتها غربت ثم رأيتها طلعت بعدما غربت ووقفت علی الجبال والارض وذلك بالصهبأ فی خيبر (۱)

---

(۱) اس حدیثِ مبارکہ کے متعلق آئمہ حدیث، اولیائے امت اور علمائے ملت رحمہم اللہ تعالیٰ کے تاثرات وارشادات درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت سیدنا امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "هذان الحديثان ثابتان ورواتهما ثقات" (شفا شریف جلد:۱، ص:۱۸۵ مطبوعہ ملتان) یعنی "اس حدیث پاک کی دونوں سندیں ثابت ہیں اور ان کے راوی ثقہ ہیں"۔

(۲) حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "قال الطحاوی وهذان حديثان ثابتان ای عنده وكفی به حجة ورواتهما ثقات فلا عبرة بمن طعن فی رجالها" (شرح شفا علی نسیم الریاض، جلد:۳، ص:۱۱ مصری) یعنی "جب یہ دونوں حدیثیں امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ثابت ہیں تو یہ حجت کیلئے کافی ہے اور دونوں حدیثوں کے راوی ثقہ ہیں۔ لہٰذا ان دونوں حدیثوں کے راویوں میں طعن کرنے والے کا کوئی اعتبار نہیں"۔

(۳) سیدنا امام احمد بن صالح مصری رحمۃ اللہ علیہ استاذ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حكی الطحاوی ان احمد بن صالح كان يقول لا ينبغی لمن سبيله العلم التخلف عن حفظ حديث اسمآء لانه من علامات النبوة (شفا جلد:۱) یعنی "امام طحاوی نے فرمایا کہ امام احمد بن صالح فرمایا کرتے تھے اہلِ علم کو لائق نہیں کہ وہ حدیثِ اسماء (ردِ شمس والی) حدیث یاد نہ کریں کیونکہ یہ حدیث تو علاماتِ نبوت سے ہے"۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

یعنی ''حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ خیبر میں صہبا کے مقام پر سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں سر مبارک رکھ کر آرام فرما رہے تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ سورج غروب ہو گیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) (۴) حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''رد المحتار'' میں عنوان یوں قائم کیا: ''مطلب لوردت الشمس بعد غروبها'' (ص:۳۶۰، ج:۱) اس کے تحت حضرت اسماء والی حدیثِ پاک جس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کیلئے حبیبِ خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے ڈوبا ہوا سورج واپس آیا، بیان کرنے کے بعد فرمایا: والحدیث صححه الطحاوی و عیاض واخرجه جماعة منهم الطبرانی بسند حسن (ردالمحتار، ص: ۳۶۱، ج:۱) یعنی ''اس حدیث کو امام طحاوی نے اور حضرت قاضی عیاض نے صحیح ثابت کیا ہے اور اس حدیث کو محدثین کی ایک جماعت نے بسند حسن ذکر کیا ہے ان میں سے محدث طبرانی ہیں''۔ اس کے علاوہ علامہ ابن عابدین نے فرمایا: ''واخطا من جعله موضوعا کابن الجوزی وقواعدنا لاتاباه'' (ردالمحتار، ص:۳۶۱، ج:۱) یعنی ''ابن جوزی وغیرہ جنہوں نے اس حدیث کو موضوع کہا انہوں نے غلط کہا ہے اور اہلسنت وجماعت کے قواعد کے یہ بات خلاف نہیں''۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مخفی نہ رہے کہ ان کا (یعنی بعض افراد کا) یہ کہنا کہ کتبِ صحاح میں (حدیثِ مذکورہ کا) ذکر نہیں کیا گیا اور حسن و منفرد ہے۔ یہ بات قابلِ غور وفکر ہے۔ کیونکہ جب امام طحاوی، احمد بن صالح، طبرانی اور قاضی عیاض رحمہم اللہ تعالیٰ اس کی صحت اور اس کے حسن ہونے کے قائل ہیں اور انہوں نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے تو اب یہ کہنا کہ کتبِ صحاح و حسان میں ذکر نہیں کیا گیا، درست نہ ہوگا اور لازم نہیں ہے کہ تمام ہی احادیثِ مبارکہ کتبِ صحاح وحسان میں ذکر ہوں۔ نیز ان کا کہنا کہ اہلِ بیت میں سے ایک مجہول وغیر معروف عورت نے نقل کیا ہے، جس کا حال کسی کو معلوم نہیں، یہ بات سیدہ اسماء بنت عمیس کے بارے میں کہنا ممنوع ہے۔ اس لئے کہ وہ جلیلہ جلیلہ اور عاقلہ و دانا عورت ہیں۔ ان کے احوال معلوم و معروف ہیں''۔ (مدارج النبوۃ، ج: دوم) علامہ خفاجی فرماتے ہیں: ''ابن تیمیہ اور ابن جوزی کا یہ کہنا کہ حدیثِ اسماء موضوع ہے، بے شک ان کا یہ کہنا ان کی اپنی اٹکل ہے''۔ (نسیم الریاض، ج:۳)

اور حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نے ابھی عصر کی نماز نہ پڑھی تھی۔

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے پیارے علی! کیا ابھی نماز نہیں پڑھی؟ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: نہیں۔ تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: یا اللہ! پیارے علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھے۔ لہٰذا سورج کو واپس لوٹا دے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سورج کو دیکھا کہ سورج غروب ہو چکا تھا پھر سورج واپس آیا زمین اور پہاڑوں پر دھوپ چمکی"۔

کسی نے مجھ سے کہا کہ بھئی تم نے تو حضرت علی کرم اللہ وجھہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھا دیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک نماز قضاء ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج واپس کر دیا۔ مگر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز قضاء ہوگئی تو سورج واپس نہیں آیا۔ کیونکہ غزوۂ خندق کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی نمازیں قضاء ہوگئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قضاء نماز کیلئے تو سورج واپس نہیں آیا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک نماز قضاء ہوگئی تو سورج واپس آ گیا۔ بھئی یہ کیا بات ہوئی، تم نے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھا دیا۔

میں نے کہا بھئی یہ بات نہیں کیونکہ غلاموں کا جو کمال ہوتا ہے وہ غلاموں کا نہیں ہوتا، بلکہ آقاؤں کا ہوتا ہے۔ مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ عنہ غلام ہیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، ان کی قضاء نماز کیلئے سورج کا واپس آنا، یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کمال نہیں بلکہ آقائے دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ہے۔

رہا یہ سوال کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قضاء نماز کیلئے سورج واپس

کیوں نہ آیا؟ تو اس کی وجہ یہ تھی کہ تمام قیامت تک آنے والے مومنوں کیلئے اُسوۂ حسنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، قرآن کہتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔(الاحزاب:۲۱)

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قضاء نماز کے لیے ڈوبا ہوا سورج واپس آ جاتا تو قیامت تک کے مسلمانوں کی قضاء نماز کیلئے سورج واپس آتا اور یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہوتا۔ بہرحال مجھے کہنا یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قضاء نماز کیلئے میرے آقا حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کو اشارہ فرمایا تو ڈوبا ہوا سورج واپس آ گیا۔

میرے دوستو! یہ ڈوبا ہوا سورج واپس آیا، آپ نے اس کی حقیقت پر غور کیا۔ درحقیقت سورج بھی تو خدا کی دلیل ہے۔ مگر ایسی خاموش دلیل کہ لوگ سورج کو پوجتے رہے۔ اس دلیل کو دعویٰ بناتے رہے۔ مگر سورج کچھ بولا ہی نہیں لیکن حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان ہے کہ جو خاموش دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں آئے وہ ناطق ہو جاتی ہے۔ تو سورج نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے پر واپس آ کر گویا یہ نطق کیا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کے سچے رسول نہ ہوتے تو میں اشارے سے کیسے واپس آتا؟۔

تو پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناطق دلیل ہیں اور کائنات کا ہر ذرہ اللہ تعالیٰ کی خاموش دلیل ہے اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر ناطق دلیل ان چیزوں کو دلیل نہ بتاتی تو ہمیں کیسے پتہ چلتا کہ یہ دلیل ہیں یا نہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے عقلاء ان دلیلوں کو دعویٰ بتاتے رہے تو معلوم ہوا کہ یہ وہ دلیلیں ہیں جو خاموش ہیں و لیکن فرمایا: اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ان کا دلیل ہونا بھی تو تیرا رہینِ منت ہے

تو نے اپنی زبانِ نبوت سے فرمایا کہ یہ دلیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کہلوایا:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ (آل عمران:190)

''بے شک آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں اہلِ عقول کیلئے نشانیاں ہیں''۔

پیارے محبوب! تُو خدا کی وہ ناطق دلیل ہے کہ ان دلیلوں کے دلیل ہونے کا نطق بھی تُو نے کیا اور یہ خاموش دلیلیں بھی تیری بارگاہ میں آ کر ناطق ہوئیں۔ معلوم ہوا کہ اصل دلیل تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور باقی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے لگ کر دلیل ہوئیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ اصل کے بغیر فرع نہیں ہوتی۔ جب اصل کے بغیر فرع ہوتی نہیں تو کوئی دلیل رسول کے بغیر نہ ہوئی اور دلیل نہ ہو تو دعویٰ کا پتہ نہیں چلتا گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو خدا کا پتہ نہ چلتا۔

عزیزانِ گرامی! اتنی بات آپ کو بتا دوں کہ انسانوں نے مظاہرِ کائنات کو کیوں پوجا؟ انسان کی فطرت میں تو خدا کی محبت تھی اور جس کی محبت تھی اسی کو پوجنا چاہئے تھا۔ یہ کیا کہ فطرت میں تو خدا کی محبت ہے اور پوج رہا ہے چاند اور سورج کو، یہ کیا بات ہوئی؟

عزیزانِ گرامی! یہ دو باتیں ذہن میں یکجا جمع نہیں ہوتیں کہ انسان کے دل میں محبت تو خدا کی ہو اور پوجے غیرِ خدا کو۔ یہ بات کیا ہے؟

اب پہلا جملہ میں نے کہا کہ انسان کے جوہر فطرت میں محبت تو ہے خدا کی۔ یہ پہلا مقدمہ ہے۔ اس مقدمے کیلئے میں فقط لفظ انسان ہی کو پیش کئے دیتا ہوں۔ میں نے کہا کہ انسان کی فطرت کا جوہر ہے کہ اس میں خدا کی محبت ہے یعنی خدا کی محبت

انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ تو بھئی اس کی کیا وجہ ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کو انسان کہتے ہی اس لئے ہیں کہ وہ اَنس سے بنا ہے اور اَنس کے معنی ہیں کہ اس نے محبت کی اور محبت کس سے کی؟ اسی بنانے والے سے محبت کی تو انسان کہتے ہی اس کو ہیں کہ بنانے والے سے محبت اپنی فطرت میں رکھتا ہو۔ بلکہ مجھے کہنے دیجئے کہ انسان کی فطرت کا جوہر ہی خدا کی محبت ہے، خدا کا اُنس ہے کیونکہ اسی اَنس سے تو وہ بنا ہے اور اَنس کے معنی ہیں کہ اس نے محبت کی اور انس کا ماخذ اور اس کا مادہ ہے ا۔ن۔س۔ اور اس کے معنی محبت کے ہیں۔ تو پتہ نہیں چلتا کہ جس کی محبت کا جوہر اس کی فطرت میں ہے اس کی بجائے اس کے غیر کو پوجتا ہے۔

میں نے ایک مرتبہ تقابلِ ادیان کا مضمون جامعہ اسلامیہ، بہاولپور میں پڑھایا۔ یہ سوال میں نے خود کیا اور میں نے کہا کہ بھئی تقابلِ ادیان میں ایک عنوان ''وحدتِ ادیان'' بھی آتا ہے کہ تمام دینوں کی اصل ایک ہے۔ اختلاف بعد میں ہوئے اور اتنے ہوئے کہ پھر وہ اصولی اختلاف سے بھی آگے بڑھ گئے لیکن درحقیقت دین میں وحدت پائی جاتی ہے۔ دین ایک ہے اور پھر اس کے بعد جو مختلف راہیں ہوئیں وہ بعد کی چیز ہیں۔ تو اس سلسلے میں مَیں نے کہا کہ بعض لوگوں نے وحدتِ ادیان کا بنیادی نقطہ یہ قرار دیا کہ بھئی جب انسان خدا کی محبت اپنے اندر رکھتا ہے اور خدا کا اُنس اس کی فطرت میں ہے تو اب یہ مان لو کہ کوئی چاند کو پوجتا ہے تو وہ خدا ہی کو پوجتا ہے۔ اگر کوئی سورج کو پوجتا ہے تو وہ بھی خدا کو پوج رہا ہے۔ یہ دین جو الگ الگ ہیں یہ سب ایک ہی ہیں۔ چاند یا سورج کو پوجنے والا ہو، آگ یا پانی کو پوجنے والا ہو، یہ سب اسی ایک ہی خدا کے پجاری ہیں جو ان تمام کا خالق ہے اور اسی کی محبت سب کے دل میں ہے، لہٰذا خواہ ظاہری صورت میں کوئی کسی کی پوجا کر رہا ہو مگر ہم یہی سمجھتے ہیں کہ یہ خدا کی پوجا کر رہے ہیں۔

میں نے کہا کہ بھئی یہ بڑی خطرناک بات ہے۔ اس شُبہہ کا اِزالہ لوگوں کے

ذہنوں سے نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اس تصویر کا دوسرا رُخ میں آپ حضرات کے سامنے پیش نہ کردوں۔ یہ شبہہ بڑا قوی ہے۔ لوگ اس میں مبتلا ہیں اور لوگ کہتے ہیں کہ بھئی کوئی خدا کو پوجے، کوئی رام کہے، کوئی رحیم کہے، کوئی اللہ کہے، کوئی گاڈ (GOD) کہے، بات ایک ہی ہے۔ وہ اگر مندر میں جاتے ہیں تو تم مسجد میں جاتے ہو۔ ان کا بھی ایک گھر مخصوص ہے۔ تمہارا بھی گھر مخصوص ہے۔ وہ اپنے آگے مورتی کو رکھتے ہیں تو تم اپنے آگے خانہ کعبہ کو رکھتے ہو، اس کے بغیر تمہاری نماز نہیں ہوتی تو آخر خانہ کعبہ بھی تو پتھروں کا بنا ہوا ہے اور کیا ہے؟ کسی نے اپنے آگے پتھر کو رکھ لیا، کوئی اور چیز کو اپنے آگے رکھ کر عبادت کرتا ہے۔ لہٰذا سب آپس کے جھگڑے ختم کرو، اسلام، یہودیت، عیسائیت، مجوسیت، بت پرستی، دہریت وغیرہ یہ کوئی چیز نہیں، جو دہر کو پوج رہے ہیں اصل مراد ان کی بھی یہی ہے کہ کوئی ایسی مخفی طاقت ہے جو درحقیقت مؤثر ہے۔ وہ اس کو دہر کہتے ہیں۔ تم اس کو اللہ کہتے ہو۔ کوئی اس کو گاڈ (GOD) کہتا ہے۔ کوئی رام کہتا ہے۔ کوئی رحیم کہتا ہے۔ لہٰذا سب ایک ہی ہیں۔ یہ شبہہ بڑا قوی ہے۔ میں اس کا ازالہ کرنے کیلئے تصویر کا دوسرا رُخ پیش کرتا ہوں۔

تصویر کا دوسرا رُخ یہ ہے کہ یہاں تک تو میں بھی متفق ہوں کہ خواہ کوئی چاند کو پوجنے والا ہو یا سورج کو، گائے کو پوجے یا پیپل کو، پتھر کو پوجے یا درخت کو۔ اتنا تو میں بھی جانتا ہوں کہ ان تمام کی پوجا کرنے کا سبب ایک ہی ہے کہ ہر پوجا کرنے والا اپنی اندر کی جوہری فطرت کی بنا پر مجبور ہے کہ جس اللہ اور جس رب کی محبت کا جوہر اس کی فطرت میں ہے، اس کی محبت کا جوہر اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ جس کی محبت میں تڑپ رہا ہے اس کو تلاش کر کے اسے پالے۔ کیونکہ محبت کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب مل جائے۔ یہاں تک تو میں کہہ سکتا ہوں کہ چاند کو پوجنے والے، مندر میں جانے والے اور مسجد میں جانے والے کسی ایک ہستی کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں اور اس لئے تلاش کر

رہے ہیں کہ خدا کی محبت کا جوہر ہر فطرت میں موجود ہے اور جب کسی کے دل میں محبت ہو تو ہر محبت والے کو محبت مجبور کرتی ہے کہ محبوب کو تلاش کرے۔

اتنی بات تو آپ سب جانتے ہیں کہ عالمِ ارواح میں اللہ تعالیٰ نے سب روحوں کو فرمایا کہ "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" "کیا میں تمہارا رب نہیں؟" تو سب نے کہا: کیوں نہیں! تُو ہمارا رب ہے، سب سے پہلے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اعتراف فرمایا اور پھر تمام رسولوں نے، نبیوں نے، صدیقوں نے، شہیدوں نے، صالحین نے، اغواث نے، اقطاب نے، ابدال نے، ندباء نے، نقباء نے، تمام معصومین نے، مومنین نے، مومنات نے، عارفین نے، عارفات نے، سالکین نے، سالکات نے، سب نے کہا "بلیٰ" پہلے "بلیٰ" کا نعرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لگایا۔(۲) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعرے پر سب نے "بلیٰ" کا نعرہ لگایا اور سب نے کہا: کیوں نہیں ضرور تُو ہمارا رب ہے۔ اور جب یہ جسم یہاں آیا اور روح اس میں آئی تو روح نے کہا کہ جس کی ربوبیت کا میں نے وہاں اقرار کیا تھا وہ ہے کہاں؟

اب کسی نے چاند کی طرف نظر اُٹھا کر تلاش کیا، کسی نے سورج کی طرف نظر اُٹھا کے تلاش کیا، کسی نے عناصر میں تلاش کیا، کسی نے پہاڑوں میں تلاش کیا۔ اللہ اکبر! بس محبت ہے جو اس کو لئے پھرتی ہے جو کبھی آسمانوں کی جستجو کراتی ہے، کبھی

(۲) ابو سہیل قطان نے اپنی کتاب "امالی" میں حضرت سہیل بن صالح ہمدانی سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ: "میں نے حضرت ابوجعفر محمد بن علی سے دریافت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے کس طرح مقدم ہیں؟ حالانکہ آپ سب کے بعد مبعوث ہوئے۔ تو انہوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے جو بنی آدم کو ان کی پشتوں سے نکال کر ان سے عہد لیا اور ایک دوسرے پر گواہ بنا کے فرمایا: "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے جواب میں کہا: "بلیٰ" ایک وجہ انبیاء پر تقدیم کی یہ بھی ہے"۔ (خصائص الکبریٰ از علامہ جلال الدین سیوطی، ص:۱۱، ج ۱، روح المعانی)

زمینوں کی جستجو کراتی ہے، کبھی پانی کی جستجو کراتی ہے اور مجبور کرتی ہے کہ تلاش کرو اس محبوب کو جس کی ربوبیت کا اعتراف کیا ہے۔

اور قاعدہ یہ ہے کہ محبت تو مجبور کرے گی کہ محبوب کی تلاش کرو لیکن کامیابی ضروری نہیں۔ کامیابی جب ہی ہوگی جب تلاش کا ذریعہ صحیح ہوگا اور اگر تلاش کا ذریعہ غلط ہے تو تلاش جاری رہے گی مگر کامیابی نہیں ہوگی۔

ایک مثال سنئے کہ ایک پیالی میں چائے رکھی ہے اور آپ کو معلوم نہیں کہ اس میں چینی ہے یا نہیں، تو آپ اس کو دیکھتے رہیں تو کیا آپ کو معلوم ہوگا کہ اس میں چینی ہے؟ بالکل معلوم نہیں ہوگا۔ آپ اپنے کان میں ڈالیں کہ شاید چینی کی آواز کان میں آ جائے تو آپ کو پتہ نہیں چلے گا۔ آپ اس میں انگلی ڈال کر دیکھتے رہیں کہ بھئی شاید انگلی کو پتہ چل جائے کہ چینی ہے یا نہیں۔ ہزار برس گزر جائیں تلاش جاری رہے گی مگر کامیابی نہیں ہوگی۔ کامیابی اس وقت ہوگی، جب آپ ایک گھونٹ چائے پئیں گے۔ وہ گھونٹ قوتِ ذائقہ سے مَس ہوگا تو قوتِ ذائقہ بتادے گی کہ چینی ہے یا نہیں۔ تلاش کا ذریعہ اگر غلط ہوگا تو تلاش جاری رہے گی مگر کامیابی نہیں ہوگی۔

میرے عزیزو! ہر انسان اپنی فطرت میں خدا کی محبت کا جوہر لے کر آیا ہے۔ وحدتِ ادیان کے فلسفہ سے یہاں تک تو میں متفق ہوں۔ ہر انسان اسی محبت کے فطری تقاضے کی بناپر اس رب کو تلاش کر رہا ہے کہ جس کو "بلیٰ" کہہ کر رب مانا ہے، وہ کہاں ہے تو تلاش کا ذریعہ جس نے عقل کو بنایا وہ دہریہ ہو گئے اور جس نے حواس کو ذریعہ بنایا وہ مظاہر پرست ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عقل بھی ذریعہ نہیں ہو سکتی، ہاں عقل سے تم میری معرفت کیلئے مدد لے سکتے ہو اور حواس سے بھی تم میری معرفت کیلئے مدد لے سکتے ہو مگر حواس پر بھروسہ نہیں کر سکتے کیونکہ یہ ناقص ہیں۔ عقل سے تم کام لے سکتے ہو لیکن اس عقل پر

تم بھروسہ نہ کرو، کیونکہ یہ عقل، عقلِ ناتمام ہے۔

ارے میں کامل ہوں، عقل ناقص ہے، میں لامتناہی ہوں، حواس متناہی ہیں، میں لامحدود ہوں۔ اب اگر تم لامحدود کو تلاش کرنے کا ذریعہ محدود کو بنالو اور لامتناہی کو تلاش کرنے کا ذریعہ متناہی کو بنالو اور کامل کے لیے ناقص کو ذریعہ بنالو تو کامیاب نہیں ہوسکتے۔ کامیاب وہ ہوگا جس نے صحیح ذریعہ کو اختیار کیا۔ اور وہ ناکام ہوگا جس نے غلط ذریعہ کو اختیار کیا۔ بس اسی دوسرے رُخ کو سامنے رکھ لو اور اس اعتراض کا جواب سمجھ لو۔ اللہ تعالیٰ نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے اور فرمایا: هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى۔

مظاہرِ کائنات کو دیکھو اور ان سے کام لو، ان کو میرے محبوب کی زبان نے دلیل قرار دیا لیکن یاد رکھو کہ اگر تم نے تلاش کرنی ہے تو ان غلط ذریعوں کے اوپر اعتماد نہ کرو۔ میرے تلاش کرنے کا ذریعہ تمہارے حواس نہیں۔ میں حواس میں نہیں سما سکتا۔ میں تمہاری عقل کے دائرے میں محدود نہیں ہوسکتا۔ اگر مجھے تلاش کرنا ہے اور مجھے پانا ہے تو نہ میں حواس کی دنیا میں ملوں گا نہ میں عقل کی دنیا میں ملوں گا۔ اگر ملوں گا تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ملوں گا۔

خدا کی قسم! جس نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا۔ اس نے خدا تعالیٰ کو کبھی نہ پایا اور میں تمہیں پھر کہتا ہوں کہ خدا کو تلاش کرنے کا کامیاب ذریعہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے کا ذریعہ اولیاء اللہ کی ذواتِ قدسیہ ہیں۔ اولیاء اللہ سے ہٹ کر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنا مُحال ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹ کر خدا تک پہنچنا مُحال ہے۔ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ۔

(منقول از: خطباتِ کاظمی جلد ۱ صفحہ ۱۰۴ تا ۱۱۳ مطبوعہ کاظمی پبلی کیشنز، جامعہ اسلامیہ انوار العلوم، ملتان)

کشف اللبس
عن حدیث رَدُّ الشَّمس

مؤلف

شیخ القرآن حضرت علامہ مولانا غلام علی اوکاڑوی
رَحْمَةُ اللّٰهِ تعَالٰی عَلَیْه

وجادلهم بالتی هی احسن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمدُ للّٰهِ و کفٰی وسلامٌ علٰی عبادِہ الذینَ اصطفٰی لاسیما صاحب المعجزاتِ القاھرہ والایاتِ الباھر سیّد ناو مولانا وحبیبنا وشفیعا محمد ن المصطفٰی وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ اولی الصدقِ والصفا ۔

امابعد فقیر حقیر علومِ دینیہ بالخصوص تفسیر وحدیث کا ایک ادنیٰ خادم غلام علی بن سلطان احمد گجراتی ناظرینِ کرام کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ یہ رسالہ حضور پُرنور سرورِ کائنات فخرِ موجودات رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے معجزۂ ردّ الشّمس کے احقاق واثبات میں تالیف کیا گیا ہے اوراس تالیف کے محرکِ اوّل عزیز غلام صابر قریشی اورعزیز محمد اسلم طاہر القادری ہیں۔ جنہوں نے فقیر کی توجہ ''ترجمان القرآن'' جلد:۲۳ عدد: ۳ کے اس مضمون کی طرف مبذول کرائی، جو ''رسائل ومسائل'' کے عنوان کے تحت لکھا گیا ہے۔ اوراس میں ''ابن تیمیہ اورابن جوزی وغیرہ کے اقوال سے حدیثِ ردشمس کوموضوع ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے اوراسی ضمن میں امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی غلط اورنازیبا تضعیف وتجریح کی گئی ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے سورج لوٹائے جانے والی ساری روایات آئمہ حدیث اوراصحابِ جرح وتعدیل کے نزدیک نہایت ہی ضعیف بلکہ موضوع اورمکذوب ہیں۔ اوران روایات کا کوئی ایک طریق بھی محفوظ اورقابلِ

اعتماد نہیں ہے''۔ ترجمان مذکورہ ص۲۰۴ص ۶۰-اس سے قبل کہ فقیر اس حدیثِ عظیم القدر اور جلیل الشان پر قدرے تفصیلی گفتگو کرے۔ تقریبِ مطلوب اور تفہیمِ مقصود کے لیے فنِ حدیث کے چند اُصولِ صحیحہ معتمدہ متفقہ پیش کرتا ہے۔ **وھی ھذہ**۔

بابِ فضائل میں حدیثِ ضعیف بھی معتبر ہے۔ **وان کان مفرداً** اور حدیثِ ضعیف جب طُرُقِ متعددہ سے مروی ہو تو مرتبہ **حسن لغیرہ** کو پہنچ جاتی ہے۔ چنانچہ شیخِ محقق عبدالحق محدث دہلوی **قدس سرہٗ** مقدمہ ((**لمعات**)) میں فرماتے ہیں:

والحدیثُ الضعیفُ الذی بلغَ بتعددِ الطرُقِ مرتبةَ الحسن لغیرہ ایضاً مجمع و ماااشتھران الحدیث الضعیف معتبر فی فضائل الاعمال لافی غیرھا المراد مفرداتھا لامجموعھا لأنه داخل فی الحسن لافی الضعیف صرّح به الائمة ۔ انتھی((لمعات التنقیح))

((ترجمہ))''کسی حدیث کے بعض اسانید کے ضعف سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے تمام اسانید ہی ضعیف ہوں، ہوسکتا ہے کہ ایک اسناد کے ضعیف ہونے کے باوجود دوسرے اسانید کے اعتبار سے حسن صحیح ہو''۔ ''تقریب النواوی'' میں ہے:

واذارایت حدیثا باسنادضعیف فلك ان تقول ھو ضعیف بھذاالإسناد ولاتقل ضعیف المتن لمجردضعف ذالك الاسناد الا ان یقول امام انه لم یرو من وجه صحیح اوانه حدیث ضعیف مفسر أضعفه،

(تقریب مع التدریب صفحہ ۱۹۴، ۱۹۵)

اسی طرح حدیثِ حسن جب چند طُرُق سے مروی ہو، چاہے وہ دوسرا اسناد صحیح ہو یا حسن یا ضعیف، تو وہ اجتماعِ جہتین یا جہات کی وجہ سے مرتبۂ حسن سے ترقی کرکے مرتبہ صحیح تک پہنچ جاتی ہے۔

"شرح الدیباج المذہب" میں علامہ سید شریف جرجانی فرماتے ہیں:

والحسن اذا روی من وجه آخر ترقی من الحسن الی الصحیح لقوته من اجتماع الجهتین فیعتضد و یتقوی احدهما بالاخر۔

ان اُصولِ **مُسَلَّمہ** کے پیشِ نظر ہم جزم و وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ حدیثِ رَدِّ شمس اوّلاً تو بقولِ امام طحاوی **رحمة اللہ علیہ** اور ان کے مصدقین ائمہ کبار صحیح متصل ہے یا حسن ہے اور دوسرے طُرُق سے اعتضاد و تقوٰی کی وجہ سے صحیح لغیرہ کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہے اور "طبرانی" کی سند کے رجال، رجالِ صحیحین ہیں، سوا ابراہیم بن حسن اور فاطمہ بنت علی کے اور یہ ہر دو ثقہ ہیں **کما سیاتی ان شاء اللہ تعالیٰ۔**

ثانیاً: اگر اس حدیث کے بعض طُرُق کو ضعیف کہا گیا ہے تو دوسرے صحیح اور حَسَن طُرُق بھی موجود ہیں۔ اکابر ائمہ حدیث نے اس کو قبول فرمایا ہے اور مخرجین کی پُر زور تائید اور توثیق کی ہے اور جارحین اور منکرین کا رد فرمایا ہے تو طُرُقِ متعددہ اور تلقی بالقبول کی وجہ سے اس کو درجہ حَسَن حاصل ہے اور اَقَل ((کم تر)) مرتبہ یہ کہ **علی سبیل التنزل** اگر اس روایت کو ضعیف محض بھی تسلیم کر لیا جائے تو ضعاف بھی بابِ فضائل میں تو معتبر ہی ہیں اور حضور پُر نور **علیہ السلام** کا یہ معجزۂ عظیمہ بھی بابِ فضائل ہی سے ہے۔

مثبتین اس امر کے کب مدعی ہیں کہ اس کا ثبوت و اعتقاد قطعی اور لازمی ہے ہاں اس پر وضع و کذب و بطلان کا حکم لگانا یا تو سراسر ظلم اور عناد ہے یا تساہل۔ آئندہ اوراق میں فقیر اکابر ائمہ حدیث کے اقوال اس حدیثِ پاک کی تصحیح اور تحسین کے بارے میں ناظرینِ کرام کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ بالخصوص **خاتمة الجهابذہ** امام طحاوی

رحمۃ اللہ علیہ کی روایت پر اصولی تفصیلی گفتگو کی گئی ہے اور نقد و جرح کرنے والوں کا بھی صحیح مقام بتایا گیا ہے۔ بعونہٖ وفضلہٖ تعالیٰ۔

وانا المفتقر الی اللہ الغنی
ابوالبیان غلام علی قادری غفرلہ
ولوالدیہ ولمشائخہ بحرمتہ النبی
والولی
شیخ الحدیث جامعہ حنفیہ
دارالعلوم اشرف المدارس، اوکاڑا
بتاریخ ۷ شعبان ۱۳۸۶ھ

☆☆☆☆☆☆

بیان مشکل ماروی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی مسئلۃ اللہ عَزَّ وَ جَلَّ رد الشمس علیہ بعد غیوبتھا ورد اللہ عَزَّ وَ جَلَّ ایاھا علیہ وما روی عنہ ممّا توھم مضاد ذالک۔

(۱):حَدَّثَنَا أَبُو أُمَيَّةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسَى الْعَبْسِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوقٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَسَنِ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْحُسَيْنِ، عَنْ أَسْمَاءَ ابْنَةِ عُمَيْسٍ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوحَى إِلَيْهِ وَرَأْسُهُ فِي حِجْرِ عَلِيٍّ، فَلَمْ يُصَلِّ الْعَصْرَ حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَّيْتَ يَا عَلِيُّ؟ قَالَ: لَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللّٰهُمَّ إِنَّهُ كَانَ فِي طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ رَسُولِكَ، فَارْدُدْ عَلَيْهِ الشَّمْسَ، قَالَتْ أَسْمَاءُ: فَرَأَيْتُهَا غَرَبَتْ ثُمَّ رَأَيْتُهَا طَلَعَتْ بَعْدَ مَا غَرَبَتْ۔

(مشکل الآثار ،جلد۳صفحہ۹۲،باب بیانِ مُشْكِلِ مَارُوِيَ عَنْ رسول اللہ صَلَّى اللہ عَلَيْهِ وَسَلم فِي مسألتِه اللہ عَزَّ وَ جَلَّ أَنْ يَرُدَّ الشَّمْسَ علیہ بعدغیوبتھا الخ مطبوعہ مؤسسۃ الرّسالۃ، بیروت الطبعۃ الاولٰی، ۱۴۱۵ھ-۱۹۹۴ء)

(۲): حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُغِيرَةِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى، عَنْ عَوْنِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أُمِّهِ أُمِّ

جَعْفَرٍ، عَنْ أَسْمَاءَ ابْنَةِ عُمَيْسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم صَلَّى الظُّهْرَ بِالصَّهْبَاءِ. ثُمَّ أَرْسَلَ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي حَاجَةٍ فَرَجَعَ وَقَدْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم الْعَصْرَ فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم رَأْسَهُ فِي حِجْرِ عَلِيٍّ، فَلَمْ يُحَرِّكْهُ حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم، اللّٰهُمَّ إِنَّ عَبْدَكَ عَلِيًّا احْتَبَسَ بِنَفْسِهٖ عَلٰى نَبِيِّكَ، فَرُدَّ عَلَيْهِ شَرْقَهَا. قَالَتْ أَسْمَاءُ: فَطَلَعَتِ الشَّمْسُ حَتّٰى وَقَعَتْ عَلَى الْجِبَالِ وَعَلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ قَامَ عَلِيٌّ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ غَابَتْ وَ ذٰلِكَ فِي الصَّهْبَاءِ فِي غزوةِ خَيْبَر. قَالَ أَبُوْ جَعْفَرٍ: فَاحْتَجْنَا أَنْ نَعْلَمَ مَنْ مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَى الْمَذْكُوْرُ فِي إِسْنَادِ هٰذَا الْحَدِيْثِ، فَإِذَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَى الْمَدَنِيُّ الْمَعْرُوْفُ بِالْفِطْرِيِّ، وَهُوَ مَحْمُوْدٌ فِي رِوَايَتِهٖ. وَاحْتَجْنَا أَنْ نَعْلَمَ مَنْ عَوْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَذْكُوْرُ فِيْهِ فَإِذَا هُوَ عَوْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَاحْتَجْنَا أَنْ نَعْلَمَ مَنْ أُمُّهُ الَّتِي رُوِيَ عَنْهَا فِي هٰذَا الْحَدِيْثُ فَإِذَا هِيَ أُمُّ جَعْفَرٍ ابْنَةُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ. فَقَالَ قَائِلٌ: كَيْفَ تَقْبَلُوْنَ هٰذَا وَأَنْتُمْ تَرْوُوْنَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم مَا يَدْفَعُهُ، فَذَكَرَ مَا حَدَّثَنَا بِهٖ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ أَبُوْ عُبَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا فَضْلُ بْنُ سَهْلٍ الْأَعْرَجُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَاذَانُ الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ أَبِي

هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم لَمْ تَحْتَبِسِ الشَّمْسُ عَلٰى أَحَدٍ إِلَّا لِيُوْشَعَ

(مشکل الاثار للامام الطحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ ج ۲ ص ۸-۹)

((مشکل الآثار، جلد ۳ صفحہ ۹۵، بابُ بیانِ مُشْکِلِ مَارُوِیَ عَنْ رسول اللہ صَلَّى اللہ عَلَيْهِ وَسَلم فی مسالتِہ اللہَ عَزَّ وَ جَلَّ اَنْ یَرُدَّ الشَّمْسَ علیہ بعد غیُوبتِھا المطبوعہ مؤسّسۃ الرّسالۃ، بیروت ۔الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۱۵ھ ۔ ۱۹۹۴ء))

امام طحاوی ''مشکل الآثار'' جلد دوم ص ۸-۹ پر فرماتے ہیں:

''بیان اس روایت کے حلِ اشکال میں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں مروی ہے، اللہ عزّ وجلّ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کے غائب ہونے کے بعد اس کے واپس لوٹانے کا سوال کیا اور اللہ عزّ وجلّ نے سورج کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لوٹا دیا'' اور وہ روایت جو اس روایت کی مضاد وہم کی جاتی ہے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں روایتوں کی صحت کو تسلیم کر کے دونوں میں تطبیق دیتے ہیں۔

(ا) بیان کیا ہم سے ابو امیہ نے، بیان کیا ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ عبسی نے، بیان کیا ہم سے فضیل بن مرزوق نے ابراہیم ابن حسن سے فاطمہ بنت حسین سے اور وہ اسماء بنت عمیس سے روایت کرتی ہیں کہ انہوں (اسماء) نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی جارہی تھی درآنحالیکہ آپ کا سرِ اقدس حضرت علی کی گود میں تھا پس حضرت علی نمازِ عصر نہ پڑھ سکے یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے علی تُو نے نماز پڑھی، انہوں نے عرض کیا نہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ

تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں دعا کی۔ "اے اللہ بیشک علی تیری طاعت میں تھا لہٰذا سورج کو اس کے لیے واپس لوٹا دے"۔ اسماء فرماتی ہیں، میں نے سورج کو دیکھا کہ غروب ہو گیا، پھر میں نے اس کو دیکھا غروب ہونے کے بعد نکل آیا۔

(۲) بیان کیا ہم سے علی بن عبدالرحمان بن محمد بن مغیرہ نے، بیان کیا ہم سے احمد بن صالح نے، بیان کیا ہم سے ابن ابی فدیک نے، بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ نے عون بن محمد سے، انہوں نے اپنی والدہ اُم جعفر سے، انہوں نے اسماء بنت عمیس سے، تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز مقامِ صہباء میں ادا فرمائی۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کسی کام کے لیے بھیجا، وہ لَوٹے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر پڑھ چکے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر علی رضی اللہ عنہ کی گود میں رکھا اور اس کو حرکت نہ دی۔ یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی "اے اللہ بے شک تیرے بندے علی نے اپنے نفس کو تیرے نبی کے لیے روکے رکھا پس تُو اس کے لیے سورج کو واپس لا"۔

اسماء فرماتی ہیں پس دھوپ نکل آئی۔ یہاں تک کہ پہاڑوں اور زمین پر پڑنے لگی۔ پھر علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، وضو کیا، نماز پڑھی۔ پھر سورج ڈوب گیا اور یہ واقعہ صہباء کا ہے۔ وہ خیبر سے ایک منزل پر ایک جگہ کا نام ہے، امام ابوجعفر طحاوی نے فرمایا پس ہم اس امر کے محتاج ہوئے کہ محمد بن موسیٰ جو اس حدیث کے اسناد میں مذکور ہیں کون ہیں تو وہ محمد بن موسیٰ مدنی ہیں جو کہ فطری کے لقب سے معروف ہیں اور وہ اپنی روایت میں محمود ہیں اور عون بن محمد مذکور فی الروایت کو جاننے کے محتاج ہوئے۔ سو وہ عون بن محمد بن علی بن ابی طالب ہیں اور اس کی والدہ جس سے انہوں نے یہ حدیث روایت کی سو وہ اُمِ جعفر بنت محمد بن جعفر بن ابی طالب ہیں۔ اس کے

بعد امام طحاوی نے وہ حدیث نقل کی جو ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم تحتبس الشمس علی احدالا لیوشع۔

"فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یوشع بن نون علیہما السلام کے سوا سورج کسی کے لیے نہیں روکا گیا" اور دوسری روایت میں (لم ترد الشمس) وارد ہے تو پہلی روایت سے کوئی تعارض ہی نہیں کیونکہ حبس شمس کا معنی یہ ہے کہ اس کو غائب ہونے سے روک لیا گیا اور دن بڑھ گیا اور (ردالشمس) کا مفہوم یہ ہے کہ سورج ڈوبنے کے بعد واپس لوٹ آیا تو اس صورت میں حدیث کا معنی یہ ہوگا کہ حضور علیہ السلام سے قبل جو انبیاء گذرے ہیں ان میں سے سوا حضرت یوشع علیہ السلام کے، سورج کسی کے لیے واپس نہیں لوٹایا گیا اور متکلم یعنی حضور علیہ السلام اس میں داخل نہیں یا جب حضور علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا اس وقت تک معجزہ ٔرد الشمس کا ظہور نہیں ہوا تھا، یہ واقعہ اس ارشادِ گرامی کے بعد کا ہے۔

امام ابو جعفر الطحاوی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ کی جلالتِ شان اظھر من الشمس اور ابین من الامس ہے۔

ھو الامام حافظ الاسلام خاتم الجحابذة النقاد الاعلام شیخ الحدیث و طبیب للہ فی القدیم والحدیث الذی سلم له الفقھاء والمحدثون اجمعون

المحدث المحقق جلال الدین السیوطی نے "حسن المحاضرہ فی اخبار مصر و القاهره" میں اور امام حافظ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں اور علامہ محمود بن سلیمان اللغوی نے "طبقات" میں اور محدث فقیہ علی قاری نے اپنے

طبقات اور دیگر تالیفاتِ جلیلہ میں اور علامہ شیخ عبدالقادر نے طبقات میں اور سمعانی نے ''انساب'' میں اور ابن خلکان نے اپنی ''تاریخ'' میں اور اتقانی نے ''غایۃ البیان'' میں اور امام یافعی نے ''مراۃ الجنان'' میں جن القاب وآداب سے اس جامع بین الحدیث و الفقاھۃ امام کا ذکر فرمایا ہے اس سے ان کی عظمت اور جلالتِ علمی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے ۔(۱)

قال للذهبی فی ترجمة الامام العلام الحافظ صاحب التصانيف البديعة ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامه بن سلمه الدزدی الحجری المصری الطحاوی الحنفی قال ابن يونس ولد سنة سبع وثلاثين ومائتين وكان ثقة مثبتاً فقيها عاقلاً لم يخلف مثله ۔ ''ابن یونس نے کہا کہ امام طحاوی ۲۳۷ھ میں پیدا ہوئے ۔ ثقہ ۔ مثبت ۔ فقیہ ۔ عاقل تھے اپنا مثل پیچھے نہیں چھوڑ گئے'' ۔

ابواسحاق الشیرازی نے طبقات میں فرمایا

انتهت الى ابی جعفر رياست اصحاب ابی حنيفة ''مصر میں اصحابِ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی ریاست ابو جعفر طحاوی پر منتہی ہوئی'' یعنی اپنے زمانے میں محدثِ جلیل القدر ہونے کے ساتھ احناف کے رئیس تھے ۔ ۳۲۱ھ میں وصال ہوا ۔ (تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص۱۱)

---

(۱) حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی پر علامہ زاہد الکوثری مصری نے عربی زبان میں ایک مختصر کتاب بہ نام ''الحاوی فی سيرة الامام ابی جعفر الطحاوی'' لکھی ہے، اس کے علاوہ علامہ عبدالرسول منصور الازہری نے بھی ''امام ابوجعفر طحاوی'' کے نام سے اُردو زبان میں ایک کتاب لکھی ہے، جو ''مکتبہ مصباح القرآن، مسعود ٹاؤن، عارف روڈ، ساہیوال'' سے طبع ہوئی ہے ۔ (میثم قادری)

المحدث المکی علی القاری ''شرح شفا'' میں فرماتے ہیں

ھوالامام الحافظ العلامة صاحب التصانیف المھمه روی عنه الطبرانی وغیره من الائمة وھومصری من اکابر علماء المصر لم یخلف مثله بین الائمة الحنفیه ۔(شرح شفاص۵۸۹ج۱)

امام علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی المالکی فرماتے ہیں

کان ثقته مثبتا فقیھا حنفیا لا مالکیا کمازعم بعض اوران کی کتاب ''مشکل الآثار'' کے متعلق فرماتے ہیں۔

کتاب جلیل اشتھر بالآثار ۔(زرقانی علی المواھب ج۵ص ۱۱۴)

اوّلاً: تو ایسے امام ثقہ، مثبت، فقیہ کا اس روایتِ حدیث کو نقل فرما کر اس کی تصحیح کرنا ہی ثبوت و اعتماد کے لیے کافی ہے۔ پھر مزید برآں ان کا یہ فرمانا کہ احمد بن صالح فرماتے تھے۔

لاینبغی لمن سبیله العلم التخلف عن حفظ حدیث اسماء لا نه من علامات النبوة ۔''معرفتِ علمِ حدیث کے راستہ کے سالک کو حدیثِ اسماء بنت عمیس **رضی اللہ تعالٰی عنھا** کے حفظ سے رہنا چاہئے کیونکہ یہ واقعہ علاماتِ نبوت سے ہے، معجزۂ عظیمہ ہے''۔

علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ امام طحاوی کا یہ فرمانا مؤید صحت ہے۔

فان احمد ھذا من کبائر ائمة الحدیث الثقات۔

((ترجمہ)) ''تحقیق یہ احمد بڑے معتبر آئمہ حدیث سے ہیں'' ان کی ثقاہت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان سے روایت کی ہے امام نسائی نے احمد بن صالح کی جو تضعیف کی وہ قابلِ التفات نہیں۔ علمِ حدیث کا ادنیٰ

طالب علم بھی جانتا ہے کہ ''الفیہ'' میں ہے۔

وربما کان بغیر قادح

کالنسائی فی احمد بن صالح

((ترجمہ)) ''بسا اوقات بغیر قادح کے جرح کی جاتی ہے جیسا کہ نسائی نے احمد بن صالح میں کی''۔ (زرقانی ص۱۱۴ ج۵)

''تقریب التهذیب'' میں ہے: **احمد بن صالح المصری ثقة حافظ من العاشره** (ف۲۴۸ص۔۵ تهذیب التهذیب ج۱ص۳۹ تا۴۲)

احمد بن صالح المصری ابو جعفر الحافظ المعروف باین الطبری

''ابونعیم نے کہا کہ اہلِ حجاز کی حدیث کا اس سے زیادہ عالم نہیں دیکھا''۔

قال البخاری ثقة صدوق، قال المجلی ثقة صاحب سنیة قال حاکم ثقة، قال الخطیب احتج با حمد جمیع الآئمة الا النسائی اور نسائی کے احمد بن صالح میں تکلم کی وجہ یہ لکھی کہ نسائی کو احمد بن صالح نے اپنی مجلس سے نکال دیا اور احمد بن صالح مصری کو احمد بن صالح الشمومی سے خلط کر دیا''۔ **ولم یضر ابن صالح شیأ هو امام ثقة**۔ (تہذیب ج۱ص۴۲)

احمد بن صالح ثقة امام ولا التفات الی کلام من تکلم فیه .

(طبقات الشافعیة لکبری ف ۱۸۱ - لشیخ الاسلام التاج السبکی کتاب الجرح والتعدیل ۷۳- ۲م۴ .احمد بن صالح المصری ج ۱ ص۱۸۷)

ابو جعفر . حدثنا عبدالرحمن قال سئل ابی عن احمد بن صالح فقال ثقة .

یہ ہیں امام ابوجعفر احمد بن صالح جن کا اسمِ گرامی امام طحاوی نے حدیثِ رَدِّ شمس کی تصحیح وتوثیق کے لیے پیش فرمایا۔

''مشکل الآثار'' کی روایت ردِ شمس کی تائید وتوثیق دیگر آئمۂ حدیث کی تصانیفِ عالیہ سے۔

(۱) قاضی امام حافظ ابوالفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض الیحصبی رحمة اللہ تعالیٰ علیه اپنی مشہورِ زمانہ کتاب ''شفا فی حقوق المصطفیٰ'' میں معجزۂ ردِ شمس کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

(قال) الطحاوی (وھذان الحدیثان ثابتان) ای عنده و کفی به حجة ورواتهما ثقات ای فلاعبرة بمن طعن فی رجالها ۔((ترجمہ))

''امام طحاوی نے فرمایا اور یہ دونوں روایتیں ثابت ہیں یعنی طحاوی کے نزدیک اور طحاوی کا حجت ہونا کافی ہے اور ان دونوں حدیثوں کے راوی ثقات ہیں۔ لہٰذا جن لوگوں نے ان دونوں روایتوں کے رجال میں طعن کیا ہے وہ قابلِ اعتبار نہیں ہے''۔

شفا مع شرحه للقاری ج ا ص ۵۹۰

(۲) فاضل محقق محدث فقیہ علی القاری ''شرح شفا'' میں فرماتے ہیں کہ: ''حدیثِ رَدِ شمس کے بارے میں محدثین نے اختلاف کیا ہے پھر اپنا فیصلہ یوں فرماتے ہیں: **فهو فی الجملة ثابت باصله وقد یتقوی بتعاضد الاسانید الی ان یصل الی مرتبة حسنة فیصح الا حتجاج به۔** ((ترجمہ)) ''یہ حدیث فی الجملہ ثابت الاصل ہے اور تعددِ اسانید کی وجہ سے ایک دوسری سند کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ یہ روایت اس اعتبار سے بھی مرتبہ حسن کو پہنچی ہے پس اس حدیث سے احتجاج جائز ہے''۔ (شرح شفا ص ۵۸۹)

(۳) علامہ شہاب الدین الخفاجی ''شرح شفا'' میں فرماتے ہیں:

وقد قال خاتمة الحفاظ السیوطی و کذاالسخاوی ان ابن الجوزی فی موضوعاته تحامل تحاملا کثیراً حتی ادرج فیه کثیرا من

الا حاديث الصحيحة كما اشار اليه ابن الصلاح وهذاالحديث صححه المصنف رحمه الله تعالٰى واشار الى ان تعدد طرقه شاهد صدق على صحته وقد صححه قبله كثير من الائمة كالطحاوى و اخرجه ابن شاهين وابن منده وابن مردويه والطبرانى فى معجمه وقال انه حسن و حكاه العراقى فى التقريب ـ

واقول ان السيوطى صنف فى هذاالحديث رسالة مستقلة سماها "كشف اللبس عن حديث رد الشمس" وقال انه سبق بمثله لابى الحسن الفضلى أَوْرَدَ طرقه باسانيد كثيرة وصححه بمالا مزيد عليه وناز ع ابن جوزى فى بعض من طعن فيه من رجاله ـ

(وحكى الطحاوى عن احمد بن صالح) هوابو جعفر الطبرى الحافظ الثقة روى عنه اصحاب السنن وتوفى سنة ثمان واربعين ومائتين وله ترجمة فى الميزان (كان يقول لاينبغى لمن سبيله العلم) اى لمن طريقة ودابه الا شتغال بالعلم و معرفة الحديث فجعل نفس العلم طريقا لانه يصل به صاحبه الى سعادة الدارين (التخلف عن حفظ حديث اسماء) بنت عميس الذى روته فى ردالشمس (لانه من علامات النبوة) اى من الآيات الدالة على ثبوتها لانه معجزة عظيمة وهذا مؤيد لصحته فان احمد هذا من كبار ائمة الحديث الثقات ويكفى فى توثيقه ان البخارى روى عنه فى صحيحه فلا يلتفت الى من ضعفه وطعن فى روايته وبهذا ايضاسقط ماقاله ابن تيمية وابن الجوزى من ان هذاالحديث موضو ع فانه مجازفة منهما

(نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۱،۱۲)

ترجمہ عبارت نسیم الریاض: ''خاتمۃ الحافظ امام سیوطی اور اسی طرح امام سخاوی نے فرمایا ہے کہ ابن جوزی اپنی کتاب ''موضوعات'' میں ایک ہی طرف بہت زیادہ جھک گیا ہے۔ یہاں تک کہ اس میں بہت سی احادیثِ صحیحہ کو ضعاف میں درج کر دیا ہے جیسا کہ ابن صلاح نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اس حدیث کو مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صحیح قرار دیا ہے اور اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس کے تعددِ طُرُق اس کی صحت پر شاہد ہیں اور اس سے قبل بھی کثیر ائمہ نے اس کی تصحیح فرمائی ہے کالطحاوی اور اس کو ابنِ شاہین اور ابن مندہ اور ابن مردویہ نے اور طبرانی نے اپنے معجم سے روایت کیا ہے اور طبرانی نے کہا ہے کہ یہ حسن ہے وحکاہ العراقی فی التقریب۔

اور میں کہتا ہوں کہ امام سیوطی نے اس حدیث کے بارہ میں ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے اور اس کا نام کشف اللبس عن حدیث ردّالشمس (۱) رکھا ہے اور سیوطی نے کہا ہے کہ اس سے قبل ابوالحسن الفضلی نے بھی اس حدیث کے اسانیدِ کثیرہ کو طُرُقِ متعددہ سے بیان فرمایا ہے اور حدیث کی صحت کو ایسے طریقے سے بیان کیا ہے کہ اس پر ایزاد نہیں ہو سکتا اور ابن جوزی نے جن بعض رجال میں طعن کیا ہے ان کا جواب دیا ہے اور طحاوی نے احمد بن صالح سے حکایت کی وہ ابو جعفر الطبری حافظ ثقہ ہیں، اس سے اصحابِ سنن نے روایت کی، ان کی وفات ۲۴۸ھ میں ہے اور ''میزان الاعتدال'' میں بھی اس کا ترجمہ ہے۔ احمد بن صالح فرماتے تھے کہ جس شخص کو طریقہ اشتغال بالعلم اور معرفتِ حدیث ہو اس کو حدیثِ اسما بنت عمیس کے حفظ سے تخلف نہیں لائق ہے نفسِ علم کو سبیل فرمایا کیونکہ اس علم کے ذریعہ آدمی سعادتِ دارین حاصل کرتا ہے۔(۱)

(۱) باوجود کوشش وہ رسالہ دستیاب نہ ہوسکا۔۱۲منہ (الحمدُ لِلّٰہ یہ کتاب اس مجموعہ میں شامل ہے۔ میثم قادری)

(لانــه مـن عـلامـات النبوة) یعنی یہ حدیث ان علامات سے ہے جوثبوتِ نبوت کی پُر دال ہیں اس لیے کہ یہ معجزۂ عظیمہ ہے اور یہ عبارت صحتِ حدیث کی مؤید ہے کیونکہ یہ احمد بڑے معتبر ائمہ حدیث سے ہیں ان کی توثیق کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان سے روایت کی ہے پس اس شخص کی طرف التفات نہ کیا جائے گا۔ جس نے احمد کو ضعیف کہا ہے اور اس کی روایت پر طعن کیا ہے اور اسی وجہ سے وہ بھی ساقط ہو گیا جو ابن تیمیہ اور ابن جوزی نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے ان کا اس حدیث کو موضوع کہنا مجاز فیہ ہے۔ (نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۱-۱۲)

ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ پر علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی کا تعاقب:

علامہ انور شاہ کاشمیری دیو بندی ''فیض الباری'' جلد رابع ص ۷۶ پر حدیث رجم قردہ بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ثـم ان ابـن الـجـوزی ادخـل هـذاالـحـدیث فی الموضوعات و کـذاحـدیثیـن من صحیح مسلم وقد صرح اصحاب الطبقات ان ابن الـجوزی راکب علی مطایا العجلة فیکثر الاغلاط و رایت فیه مصیبة اخری وهی انه یرد الاحادیث الصحیحة کلما خالفت عقله و فکره

(فیض الباری علی صحیح البخاری جلد۴ص۷۶)

ترجمہ: ''ابن جوزی نے اس حدیث (رجم بندریا) کو موضوعات میں داخل کیا ہے ایسے ہی صحیح مسلم کی دو حدیثوں کو۔ حالانکہ اصحابِ طبقات نے تصریح فرمائی ہے کہ تحقیق ابن جوزی عجلت کی سواری پر سوار ہے اسی لیے (احادیث پر وضع کا حکم لگانے میں) بہت غلطی کرتا ہے اور ابن الجوزی میں ایک دوسری مصیبت یہ ہے کہ وہ ان احادیثِ صحیحہ کو رد کر دیتے ہیں جو ان کی عقل وفکر کے خلاف ہوں''۔

(۴) عـلامـه امـام مـحـمـد بـن عبدالباقی الزرقانی المالکی فی

شرحہ اعلیٰ المواھب الدنیہ للعلامتہ القسطلانی ۔اس سے قبل ان کی تائید توثیق احمد بن صالح المصری کے ذکر میں گذر چکی ہے مزید اس مقام پر جہاں صاحبِ مواہب نے یہ ذکر کیا ہے کہ ابن تیمیہ نے ردِّ روافض میں ایک مستقل تصنیف کی ہے، جس میں اس حدیث کے جملہ طُرُق ورجال کا ذکر کرکے اس کا موضوع ہونا ثابت کیا ہے اور پھر کہا ہے کہ قاضی عیاض پر تعجب ہے کہ علومِ حدیث میں اس قدر جلالتِ قدر اور علوِ منزلت کے باوجود اس حدیث کو انہوں نے کیسے ثابت مان لیا ہے۔

اس پر علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ ''تعجب قاضی عیاض پر نہیں بلکہ تعجب در تعجب ابن تیمیہ پر ہے کیونکہ قاضی عیاض تو اس اصل پر حدیث کی تائید کررہے ہیں جو''الفیہ''وغیرہ اُصولِ حدیث کی جملہ کتابوں میں مصرّح ہے اور صغار ((چھوٹے)) طلبہ سے بھی مخفی نہیں ہے یعنی طُرُقِ متعددہ سے حدیث کا مروی ہونا اس کو درجہ احسن تک پہنچا دیتا ہے اور ضعف باقی نہیں رہتا ہے''کما مر آنفاعن المحدث المکی علی القاری۔

(۵)شیخ الاسلام قاضی القضاۃ حافظ ولی الدین المعروف بابن العراقی فی شرح التقریب

''زرقانی''ج۵ص۱۱۶میں ہے رواہ الطبرانی فی معجمہ الکبیر باسناد حسن لما حکاہ شیخ الاسلام قاضی القضاۃ ابن العراقی الحافظ ولی الدین فیشرح التقریب ۔یعنی''طبرانی نے''معجمِ کبیر''میں اس حدیث کو اسنادِ حَسَن سے روایت کیا ہے جیسا کہ اس کو ابن عراقی نے حکایت کیا''۔

(۶) شیخ الاسلام علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شارحِ بخاری وصاحبِ تصانیفِ کثیرہ شہیرہ

قال الحافظ فی فتح الباری اخطا ابن الجوزی بذکرہ فی

الموضوعات و کذا ابن تیمیه فی کتاب الردعی الروافض فی زعم وضعه .

((ترجمہ)) ''حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''فتح الباری'' میں فرمایا کہ ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کر کے غلطی کی۔ اسی طرح ابن تیمیہ نے بھی غلطی کی ردِ روافض میں جو کتاب لکھی اس میں اس حدیث کی وضع کا زعم کیا''۔ (زرقانی ص۱۱۵)

(۷) الشیخ الاجل علامه بدرالدین العینی عمدة القاری شرح صحیح بخاری ج۷ ص ۱۴۶:

اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں: اخرجه الحاکم عن اسماو ذکره الطحاوی فی مشکل الاثار وهو حدیث متصل ورواته ثقات واعلال ابن الجوزی هذا الحدیث لایلتفت الیه۔ ((ترجمہ)) ''یہ حدیث متصل ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں اور ابن جوزی کا اس حدیثِ پاک کے اعلال کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا''۔

ابنِ حزم ظاہری طور پر رد فرماتے ہوئے رقم پذیر ہیں: قلت والحدیث رواه الطبرانی باسانید قال الحافظ نور الدین الهیثمی رجال احدها رجال الصحیح غیر ابراهیم بن حسن وهو ثقة وفاطمه بنت علی ابن ابی طالب لم اعرفها ۔ انتهی .

واخرجه ابن منده وابن شاهین من حدیث اسماء بنت عمیس وابن مردویه من حدیث ابی هریرة واسنا دهما حسن، ومن صححه الطحاوی وغیره وقال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری بعد ذکر روایت البیهقی له وقد اخطا ابن الجوزی بایراده له فی

الموضوعات ۔ وفاء الوفا للعلامت السمهودی المتوفی سنه ج ۳ ص ۸۲۳۔

((ترجمہ)) ''میں کہتا ہوں۔ اس حدیث ردِ شمس کو طبرانی نے کئی سندوں سے بیان کیا ہے۔ حافظ نور الدین الہیثمی نے فرمایا ان اسانید طبرانی سے ایک سند کے رجال، رجالِ صحیح ہیں۔ سوا ابراہیم بن حسن کے، وہ ثقہ ہے اور فاطمہ بنت علی ابن ابی طالب کو نہیں پہچانتا ہوں۔ انتہی۔ اور اس حدیثِ ردِ شمس کو ابن مندہ اور ابن شاہین نے حدیثِ اسماء بنت عمیس سے بیان کیا اور ابن مردویہ نے حدیثِ ابی ہریرہ سے اور ان دونوں حدیثوں کی اسنادِ حسن ہیں اور طحاوی وغیرہ نے بھی اس کی تصحیح کی ہے اور حافظ ابن حجر نے ''فتح الباری'' میں اس کے متعلق روایتِ بیہقی کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ بلا شک ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں لا کر غلطی کی ہے''۔(۲)

(۸) شیخ محقق افضل الفضلا فرید العصر مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ التوفی ۱۰۵۲ھ فی مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۲۵۳، ۲۵۴

امادر کلام در حدیث رد شمس برائے علی رضی اللّٰہ عنه آنچه علماء گفته اند نقل کنیم بے ثبوت تعصب و تعسف و ماعلینا الا البلاغ۔

((ترجمہ)) ''حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کے لیے ردِ شمس کی حدیث میں کلام جو کچھ علماء نے کہا ہے ہم بغیر تعصب اور تعسف اس کو نقل کرتے ہیں''۔

و ماعلینا الا البلاغ

(۲) فاطمہ بنت علی بن ابی طالب بھی غیر معروف نہیں ہیں۔ ثقات تابعین سے ہیں حضرت علی کے کسی دوسرے حرم سے ہیں فاطمة بنت علی بن ابی طالب ثقة من الوبعة ماتت سنة سبع عشر وقد جاوزت الثمانین، تقریب ص ۲۹۲- اسمائے رجال مشکوۃ میں ہے ''۱۱۷ھ میں وصال ہوا عمر ۸۶ سال پائی''۔ ۱۲ منه

فل سکیپ سائز کے تقریباً اڑھائی صفحے میں ایک بحث کو لائے ہیں اور امام طحاوی، قاضی عیاض، طبرانی، ابن عراقی، احمد بن صالح سے حدیث کی صحت اور حُسن کا ذکر فرمایا ہے اور اس ضمن میں فرماتے ہیں: ابن جوزی مستعجل است در حکم وضع وادعائے آں وثوق نیست۔ ''ابن جوزی وضع کا حکم لگانے میں جلدی کرنے والا ہے اور اس کا دعویٰ قابلِ وثوق نہیں ہے''۔ اور ابن تیمیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''قاضی عیاض کی جلالتِ قدر اور علوِ خطر کو تسلیم کرنے کے بعد ابن تیمیہ کو توقف اور تردد مناسب تھا نہ کہ جزم بہ بطلان وانکار''۔

اور ابنِ کثیر نے جو لکھا ہے کہ اس حدیث کی نقل میں اہلِ بیت کی ایک مجہولہ عورت متفرد ہے، جس کا حال ہی معلوم نہیں ہے۔ اس کے متعلق فرماتے ہیں۔

قول بجهالت و عدم معرفت حال اسماء بنت عميس ممنوع است زيرا كه وے امرءة جميله جليله عاقله كيِّسه است كه احوال وے معلوم و معروف است۔(۳)

((ترجمہ)) ''اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالٰی عنہا کی عدمِ معرفت اور

---

(۳)۔ اسماء بنت عمیس کے حالات دیکھو اصابہ ج۴ ص۲۳۵ – اسماء بنت عميس بن معد بوزن معد ووقع في الاستيعاب بفتح العين اخت ميمونه بنت الحارث زوج النبي صلى الله عليه وسلم لامهاد اخت جماعته والصحابيات اوام اولاب وام يقال ان عدتهن تسع الخ استيعاب مع الاصابه ص ۲۳۹ في ذكر الصحابيات۔ تهذيب الاسماء واللغات ج ص ۱۲۳۰ سلمت اسماء قال ابن سعد اسلمت قبل دخول رسول الله صلى الله عليه وسلم دار الارقم ابن ابي الارقم بمكته وبايعت رسول الله صلى الله عليه وسلم طبقات ابن سعد ج۸ ص ۲۸۰ – ''اولاً جعفر بن ابی طالب سے نکاح کیا اور ان سے عبداللہ محمد عون پیدا ہوئے جعفر غزوہ موتہ میں شہید ہوئے پھر ابو بکر صدیق سے نکاح ہوا محمد بن ابو بکر پیدا ہوئے۔ حضرت صدیق اکبر کے بعد حضرت علی سے نکاح ہوا اور عون اور یحییٰ پیدا ہوئے''۔ (مزید اسمائے رجال کی بحث میں)۔

جہالت کا قول ممنوع ہے کیونکہ وہ ایک نیک، بزرگ، عقلمند اور دانا خاتون ہیں کہ اس کے حالات معلوم ومعروف ہیں"۔

(۹) حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "ازالۃ الخفا" مقصدِ دوم صفحہ ۵۲۸-۵۲۹ مآثر علی کے بیان میں فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نمازِ عصر فوت ہوگئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، آفتاب لوٹ آیا"۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:

"۱۱۴۴ھ میں مدینہ منورہ میں ہمارے شیخ ابو طاہر محمد بن کردی مدنی کے سامنے پڑھا گیا میں سن رہا تھا۔ وہ کہتے ہیں مجھے میرے والد ابراہیم بن حسن کردی مدنی نے خبر دی۔ یہاں تک مع ذکر سنین اسماء بنت عمیس تک دو طریق سے اپنی مکمل سند کو بیان فرمایا۔ بعد دوسرے آئمہ حدیث کی تصحیح کا ذکر فرمایا کہ حافظ جلال الدین سیوطی نے "کشف اللبس فی حدیث ردالشمس" کے ایک مقام میں لکھا ہے کہ ردِ شمس ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ امام ابو جعفر طحاوی وغیرہ نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔ حافظ ابو الفرج ابن جوزی نے بہت زیادتی کی ہے۔ انہوں نے اس حدیث کو موضوعات میں داخل کر دیا۔ ان کے شاگرد محدث ابو عبد اللہ محمد بن یوسف دمشقی صالحی نے "مزیل اللبس عن حدیث ردشمس" (۲) کے ایک مقام میں بیان کیا ہے کہ اس حدیث کو طحاوی نے "مشکل الآثار" میں اسماء بنت عمیس سے دو طریقوں سے نقل کیا ہے۔ اور کہا ہے یہ دونوں حدیثیں ثابت ہیں۔ ان کے راوی ثقہ ہیں۔ اور قاضی عیاض نے اس کو "شفا" میں درج کیا ہے اور حافظ ابن سید الناس نے "بشریٰ اللبیب" میں اور حافظ علاؤالدین مغلطائی نے اپنی کتاب "الزهر الباسم" میں ابو الفتح ازدی نے اس کی تصحیح کی ہے اور ابو زرعہ ابن

عراقی نے "الدر المنتشره فی الاحادیث المشتهره "میں بیان کیا ہے۔۔۔۔اورانہوں نے ابن جوزی پرانکارکیاہے"ملخصاً بقدر الحاجته۔

بعدازاں حضرت شاہ صاحب نے"مشکل الآثار" کی حدیث ردِّشمس کو ہر دوطریق سے بیان فرمایاہے۔ ازالته الخفا مقصددوم ص ۵۳۰ مترجم مطبوعہ کراچی۔

(۱۰)خاتمة المحققين الشيخ محمد امين الشهير بابن عابدين قُدِّسَ سِرُّهُ

رد المحتار على الدرالمختار شرح تنوير الابصار المعروف بہ فتاویٰ شامی ج اص ۳۳۴ میں فرماتے ہیں۔

والحديث صححه الطحاوی وعياض اخرجه جماعة منهم الطبرانی بسند حسن و اخطاء من جعله موضوعا كابن الجوزی

"نیز درایتۃً متنِ حدیث پر جواعتراض کیا گیاہے اس کا جواب علامہ شامی نے یوں ارقام فرمایاہے:۔

ومافی الحديث خصوصية لعلی كما يعطيه قوله عليه السلام انه كان فی طاعتك وطاعت رسولك ص ۳۳۴

اگرچہ اس قدر جلیل القدر آئمہ حدیث کی تائیداور تصحیح کے بعد ایک منصف مزاج ایمان دار شخص کے لیے معجزۂ ردِّشمس سے انکار کرنا درست نہیں ہے تاہم نقدِ حدیث کے اصول کے مطابق"مشکل الآثار" کی حدیث کے ہر دوطریق سے روایت کرنے والے رُوات کا الگ الگ تفصیلی ذکر کرتے ہیں۔

۱۔طریقِ اوّل میں مندرجہ ذیل راوی ہیں:

(ا)۔ اسماء بنت عمیس، مشہورمعروف صحابیہ ہیں۔"اصابہ"،"استیعاب"

"طبقات ابن سعد"، "تہذیب الاسماء" وغیرہ میں ان کا ترجمہ موجود ہے۔ "تہذیب التہذیب" میں علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:۔

كانت اولا تحت جعفر بن ابى طالب ثم تزوجها ابوبكر ثم على بن ابى طالب وولدت لهم .

روت عن النبى صلى الله عليه وسلم وروى عنها ابنها عبدالله بن جعفر وابن ابنها القاسم بن محمد بن ابى بكر وابن اختها عبدالله بن عباس وابن اختها الاخرى عبدالله بن شدادبن الهادو بنت ابنها ام عون بنت محمد بن جعفر وسعيد بن المسيب و فاطمه بنت على وابويزيد المدنى واخرون .

(۲) فاطمه بنت الحسين بن على بن ابى طالب الهاشمية المدنية .

روت عن ابيها واخيهازين العابدين . . . . ابن عباس واسماء بنت عميس .

روى عنهـا اولا دهـا عبدالله و ابـراهيم وحسين وام جعفربنو الحسن الحسن بن على .

ابن سعد نے کہا ہے کہ اس فاطمہ کی اولاد اُم اسحاق بنتِ طلحہ ہے اپنے ابن عم حسن بن حسن بن علی سے نکاح کیا۔ پھر ان کے بعد عبداللہ بن عمر ابن عثمان سے اُن کا نکاح ہوا۔

وذكرها ابن حبان فى الثقات ان کی عمر طویل ہوئی۔ ماتت وقدقار بت التسعين (۹۰) ووقع ذكر هافى صحيح البخارى فى الجنائز .

تهذيب ص ۴۴۲ ج ۱۲

''نور الابصار'' میں ان کا سنِ وفات ۱۱۰ھ لکھا ہے: توفيت رضی الله عنها سنة عشر و مائة (نور الابصار ص ۱۷۹)

اور ''اسمائے رجال متعلقہ مشکوۃ'' ص ۱۳۷و۱۳۸ پر ہے:

''فاطمہ صغریٰ (فاطمہ بنت حسین) ثقات میں سے ہیں، سو برس سے زیادہ عمر پا کر خلافتِ عباسی یا اس سے قبل وفات پائی۔ آپ سے سننِ ثلثہ میں احادیث مروی ہیں''۔ اس کی تائید ''تقریب'' ص ۲۹۶ سے بھی ہوتی ہے، فرماتے ہیں:۔

فاطمه بنت الحسين ثقة من الرابعة ماتت بعد المائة وقد اسنت

سند کا طریقِ اوّل:

ابراهيم بن الحسن بن الحسن بن على بن ابى طالب روى عن امه وروى عنه الفضل بن مرزوق ''كتاب الجرح والتعديل'' ج اقسم اوّل۔

ع ف فاطمه بنت حسين بن على زوجة الحسن بن الحسن بن على ثقة من الرابعة ماتت بعد المائة وقداسنت ۔

تقریب ص ۴۹۲ – تو یہ ابراہیم بن الحسن فاطمہ بنت حسین کے بیٹے ہوئے۔ فاحفظ ۔

فضيل بن مرزوق، قال الثورى ثقة، قال الشافعى سمعت ابن عيينة يقول فضيل بن مرزوق ثقة، (تهذيب ص ۲۹۹ ج۷)

ع فاطمه بنت حسين بن على . . . . روت عن ابيها واخيهازين العابدين . . . . وابن عباس واسماء بنت عميس روى عنها اولا دها عبدالله وابراهيم وحسين وأم جعفر بنوالحسن بن الحسن بن على ووقع ذكرهافى صحيح البخارى فى الجنائز . قال لما مات الحسن

بن الحسن ضربت امرأته القبة الخ ۔(تہذیب التہذیب ص ۴۴۲-۴۴۳ ج ۱۲)

بخاری باب مایکره من اتخاذ المساجد علی القبر وَلَمَّامَاتَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ضَرَبَتِ امْرَأَتُهُ الْقُبَّةَ عَلٰى قَبْرِهٖ سَنَةً، ثُمَّ رُفِعَتْ فَسَمِعُوا صَائِحًا يَقُوْلُ: اَلَا هَلْ وَجَدُوا مَافَقَدُوا، فَأَجَابَهُ الآخَرُ: بَلْ يَئِسُوا فَانْقَلَبُوا ۔ (بخاری ج ۲ ص ۸۸)

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: كَانَتْ وَفَاتُهُ سَنَةَ سَبْعٍ وَتِسْعِيْنَ وَهُوَمِنْ ثِقَاتِ التَّابِعِينَ وَلَهُ وَلَدٌ يُسَمَّى الْحَسَنُ أَيْضًا فَهُمْ ثَلَاثَةٌ فِي نَسَقٍ وَاسْمُ امْرَأَتِهِ الْمَذْكُورَةِ فَاطِمَةُ بِنْتُ الْحُسَيْنِ وَ هِيَ ابْنَةُ عَمِّهِ ۔((فتح الباری))

ماتت وقد قاربت التسعين ووقع ذكر هافى البخارى فى الجنائز ۔ (تہذیب التہذیب ص ۴۴۳ ج ۱۲ - نور الابصار ص ۱۷۹)

توفيت رضى الله تعالىٰ عنها سنة عشر و مائة ۔

''حضرت اسماء کا وصال حضرت علی کے بعد ہوا۔ ۴۰ھ میں''۔

۳: ۔ ابراهيم بن الحسن بن الحسن بن على بن ابى طالب روى عن ابيه وروىٰ عنه الفضيل بن مرزوق ۔ (کتاب الجرح والتعدیل ص ۹۲ جلد اق ۱)

ابراہیم بن الحسن وہ معروف سُنّی راوی ہیں جن کا ذکر امام بخاری ''تاریخ کبیر'' میں بھی لائے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

ابراهيم بن حَسَنِ بْنِ حَسَنِ بْن عَلِيّ بْن ابى طالب، الهاشِمِي، أَخُو عَبداللّٰهِ بْنِ الْحَسَنِ الهاشمى عَنْ أَبِيهِ عَن جَدِّهٖ عَنْ عَلِيٍّ عَن النبىّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: يَكُوْنُ قَوْمٌ، نَبزُهُمُ الرَّافِضَةُ يَرفُضُونَ الدِّيْنَ ۔(ج: ۱، قسم: ۱، ص ۲۷۹)

((ترجمہ)) ''ابراہیم بن حسن بسندِ متصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ایک قوم ایسی ہوگی جن کا لقب رافضی ہوگا وہ دین کو چھوڑ دیں گے"۔

نیز فاطمہ بنت الحسین کے ذکر میں "تہذیب" سے گذر چکا ہے کہ ابراہیم بن الحسن نے اپنی والدہ بنت الحسین سے روایت کی ہے کہ حافظ نور الدین الہیثمی نے فرمایا۔ ابراهیم بن حسن...... هو ثقة وقدمر انفا (وفاء الوفا)

۴۔ فضیل ابن مرزوق الاعزالرقاشی الکوفی ابو عبدالرحمن صاوق من السابقة (تقریب ص ۱۷۰۔ کشف الاستار ص ۸۵)

"تاریخ کبیر" ج ۴ ص ۱۲۲ کے حاشیہ پر فرمایا:

فضیل ابن مرزوق مولی بنی عنز ونحوه فی القاموس ووقع فی التهذیب (۸-۲۹۸) مولی بنی عنزة، وهو تحریف ۔والله اعلم ۔" تاریخ کبیر" میں "الرقاشی" کی جگہ "رداسی" لکھا ہے اور ابن حجر نے "الرقاشی ویقال الرداسی الکوفی" تحریر فرمایا ہے۔اوپر ابراہیم بن حسن کے ترجمہ میں "کتاب الجرح" سے گذر چکا ہے کہ فضیل بن مرزوق نے ابراہیم سے روایت کی ہے (وهو المدعی) "تہذیب التهذیب" میں ہے۔(۸-۲۹۹)

معاذ بن معاذ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ثوری سے دریافت کیا انہوں نے فرمایا کہ فضیل بن مرزوق ثقہ ہے، حسن بن علی الحلوانی نے کہا کہ میں نے امام شافعی سے سنا، وہ فرماتے ہیں۔ میں نے ابن عیینہ سے سنا، وہ فرماتے تھے فضیل ابن مرزوق ثقة ۔ ابن ابی خیثمہ نے ابن معین سے نقل کیا کہ فضیل ثقہ ہے ایسے ائمہ معتمدین کی توثیق کے بعد پھر بھی اگر کوئی صاحب ترجمہ کی تضعیف کرے تو اس کے محتج بہ ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا۔

"کتاب الجرح والتعدیل" (۳-۲۰۴-۷۴) میں ہے۔ امام احمد بن فضیل

بن مرزوق کے بارے میں لا اعلم لاخیر افرمایا۔اس کے علاوہ سفیان ثوری، ابن معین وغیرہ ائمہ سے بھی ثقاہت نقل کی۔

اس پر جرح اوراس کا جواب:

محمود احمد عباسی مؤلف تحقیقِ مزید حدیثِ ردِ شمس پر جرح کرتے ہوئے رقم طراز ہے کہ:"شاہ صاحب (حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی جنہوں نے "ازالۃ الخفا" میں اس حدیث کی تصحیح فرمائی ہے اور حضرت اسماء تک اپنے استاد ابو طاہر کردی کے واسطے سے مکمل اسانید کا ذکر فرمایا ہے کہا مر آنفاً) نے اپنے شیخ سے سماعت کر کے اسے باور کرلیا۔ ورنہ ان کے مختلف طرق اسناد میں متعدد راوی شیعہ اور ناقابلِ اعتبار ہیں مثلاً فضیل بن مرزوق جس کو امام ذہبی "میزان الاعتدال" میں کان معروفا بالتشیع لکھتے ہیں کہ "وہ مشہور شیعہ تھا"۔

اقول:

چہ ولاوراست وزدے کہ بکف چراغ دارد۔ عباسی صاحب نے "میزان" کی عبارت نقل کرنے میں صریح خیانت اور بددیانتی کا بھیانک مظاہرہ کیا ہے اور اگر یہ الفاظ ان کے کسی معتقد پر شاق ہوں تو اتنا تو ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ جرح کر کے انہوں نے اصولِ حدیث میں اپنی کم مائیگی اور لاعلمی کا اعلیٰ شاہکار پیش کیا ہے، جناب عباسی صاحب بالقابہ اور ان کے حواریوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ علامہ ذہبی کی نقل کردہ اصل عبارت یوں ہے۔

وثقه ابن عيينه و ابن معين . . . . قلت و كان معروفا بالتشيع من غير سب ۔یعنی "امام ابن عیینہ اور ابن معین نے اس کی توثیق کی ہے میں کہتا ہوں کہ وہ بغیر سب کے معروف بالتشیع تھا"۔عباسی صاحب نے من غیر سب کو حذف

کردیا۔ خیانة او جهالة وسفاهة ۔ جناب محقق صاحب علامہ ذہبی جو کہ اس فنِ تنقید کے مسلّم امام ہیں۔ انہوں نے من غیر سب کی قید لگا کر واضح فرما دیا ہے کہ وہ ایسا شیعہ نہیں تھا جو صحابہ کرام کو گالی دینے والا ہو، اس کی روایت معتبر ہے اور ناقد اور جرح بالکل بے خبر اور بے بصر ہے۔

ان كنـت لاتـدرى فتـلك مصيبة

وان كنـت تدرى فالمصبية اعظم

۵- عبيـدالله بـن مـوسٰـى بـن ابـى الـمختار العبسى الكوفى ابو محمد ثقة كان من التاسعة (کشف الاستار ص ۷۰ و تقریب ص ۱۳۷)

ايضًا ۔ ثقة، صدوق، حسن الحديث (كتاب الجرح والتعديل ۲۰۲-۳۳۵)

۶- ابـو اُمَيَّة الشَعبـانى الدمشقى، اسمهٗ يُحمِد مقبول من الثانية ۔ تـقريب ايضًا تهذيب ((۵۴۷)) ذكره ابن حبان فى الثقات .(تهذيب التهذيب: جلد: ۱۲، صفحه: ۱۵۰)

بـحمد الله تعالٰی ”مشکل الآثار“ کی حدیث ردِ شمس کی پہلی روایت پر تفصیل سے ایک ایک راوی کے متعلق اسمائے رجال کی کتبِ معتمدہ سے توثیق ہو چکی اور ثابت ہو گیا کہ اس حدیثِ پاک کے رُوات میں سے ایک بھی غیر ثقہ نہیں۔ اب ہم اس حدیث کو دوسری سند پر علی الترتیب گفتگو کرتے ہیں۔

۱- اسما بنت عمیس رضـی اللّٰه تـعـالٰـى عنهـا صحابیہ معروفہ ہیں و قـدمر اور الصحابة كُلُّهُم عدول۔

۲- ام جعفر انہی کو اُم عون بھی کہتے ہیں: ام عـون بـنت محمد بن جعفر بن ابى طالب الهاشمية ۔ ويقال ام جعفر زوجة محمد بن الحنفيه وام ابنـه عـون ۔ روت عـن جـدتهـا اسـمـاء بـنـت عميـس وعنها ابنها

عون ۔ تہذیب التہذیب ج ۱۲-ص ۴۷۴ ایضا ص ۳۹۹ فی ذکر اسماء بنت عمیس وقدمر انفا ۔ ام جعفر مقبولة من الثالثة ۔ تقریب فی الکنی ص ۲۶۵

(۳) عون بن محمد بن علی بن ابی طالب ۔ اُم جعفر میں گذر چکا ہے کہ عون بن محمد نے اپنی والدہ اُم عون سے روایت کی یعنی ان کا سماع ثابت ہے۔

(۴) محمد بن موسیٰ بن عون بن محمد الفطری قال الطحاوی محمود فی الروایة وفی التقریب صدوق من السابعة (تقریب ص ۱۹۶- کشف ص ۹۷)

روی عن عون بن محمد الحنفیه وروی عنه الدار تیمی و ابن ابی فدیك ۔ صدوق صالح الحدیث کتاب الجرح والتعدیل ۴-۱-۸۲

قال الترمذی ثقة وقال الطحاوی محمود فی روایته وذکر ابن حبان فی الثقات وفی موضع اخرمقبول الروایة قال ابن شاهین فی الثقات قال احمدبن صالح محمدبن موسیٰ الفطری شیخ ثقة من الفطر یین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الفطری هو المعروف ۔ (تہذیب ۹-۴۸۵)

ایضا ۔ روی عن عون بن محمد ۔ التاریخ الکبیر (۱-۱-۲۳۷)

(۵) محمد بن اسماعیل بن مسلم بن ابی فدیك ذکره ابن حبان فی الثقات قال النسائی لیس به باس قال ابن معین ثقة ۔ قال البخاری مات ۲۰۰ ھ (تہذیب ۹-۶۱)

صدوق من صغار الثالثة (تقریب)

(۶) احمد بن صالح المصری ثقة حافظ من العاشر (تقریب ص ۲۴۸) ان کے متعلق پہلے بھی کافی لکھ جا چکا ہے۔

(۷) علی بن عبدالرحمن بن محمد ابن المغیره المصری المخزومی ۔ صدوق، کتاب الجرح (۳- ۱۹۵) روی عنه ابن ابی

حاتم الرازی(صاحب کتاب الجرح) وابو جعفر احمد بن محمد بن سلامه الطحاوی اخرون و کان ثقة حسن الحدیث توفی بمصر یوم الخمیس لعشر خلون من شعبان ۲۷۲ھ . ذکرہ ابن احبان فی الثقات . تهذیب التهذیب(۷-۳۶۱)ثقة من الحادی عشر . تقریب ص ۱۵۰-

تحقیق اس امر کی کہ اہلِ بدعت کی روایت قابلِ اعتبار ہے یا نہیں

علمِ اُصولِ حدیث کی معروف متداول کتاب ''تقریب النواوی'' میں فرماتے ہیں:

السابعة من کفر ببدعته لم یحتج بالاتفاق و من لم یکفر قیل لا یحتج مطلقا وقیل . یحتج به ان لم یکن ممن یستحل الکذب فی نصرة مذهبه اولا هل مذهبه وحکی عن الشافعی وقیل یحتج به ان لم یکن داعیة الی بدعته ولا یحتج به ان کان داعیة وهذاهو الا زهر اعدل وقول الکثیر اوالاکثر وضعف الاول باحتجاج صاحبی الصحیحین وغیر هما بکثیرین من المبتدعنة غیر الدعاة

النوع الثالث والعشرون . تقریب النواوی شرح تدریب الراوی صفحه ۲۲

ترجمہ: ''ساتواں مسئلہ: جس شخص کی بدعت کی وجہ سے تکفیر کی جائے وہ بالاتفاق محتج نہیں (وہ شخص جو کسی ایسے امرِ متواتر کا منکر ہو جو ضروریاتِ دین سے ہو) اور جس کی تکفیر نہ کی جائے اس کے متعلق بعض کا قول ہے کہ مطلقاً محتج بہ نہیں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اگر اپنے

مذہب اور اہلِ مذہب کی نصرت کے لیے کذب کو حلال نہیں جانتا ہے تو قابلِ حتجاج ہے''۔

(سواء كان داعية لا يقبل ان استحل ذلك) اور یہ قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے حکایت کیا گیا ہے (حكاه عنه الخطيب في الكفايه) اور کہا گیا ہے کہ اگر اس کی وہ روایت اس کی بدعت کی طرف داعیہ نہ ہو تو محتج بہ ہے۔ اور اگر داعیہ الی البدعت ہے۔ تو محتج بہ نہیں ہے اور یہی قول اظہر اور اعدل ہے اور قولِ کثیر یا اکثر ہے اور قولِ اوّل اس لئے ضعیف ہے کہ صاحبِ صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور ان دونوں کے علاوہ دوسرے ائمہ حدیث نے بہت سے مبتدعین سے احتجاج کیا ہے جو کہ دعاۃ نہیں تھے (جیسے عمران بن حطان، داؤد بن الحصین دونوں ہی خارجی تھے) قال الحاكم وكتاب مسلم ملان من الشيعة۔ اور حاکم صاحبِ مستدرک نے کہا ہے کہ کتاب مسلم شیعہ رُوات سے بھری ہوئی ہے۔

(تدریب الراوی)

قدصرح الذهبي في الميزان البدعة على ضربين صغرى كا لتشيع بلاغلو اوربغلو كمن تكلم في حق من حارب عليا فهذا كثير في التابعين و تابعيهم مع الدين الورا ع والصدق فلورد هولا ء لذهب جملة من الا ثار ثم بدعة كبرى كالرفض الكامل والغلوفيه والحط على ابى بكر وعمر والدعا الى ذلك فهذا النوع لا يحتج بهم .

''امام ذہبی نے میزان میں تصریح کی ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں: صغریٰ جیسے تشیع بلا غلو یا با غلو۔ جیسے وہ شخص جس نے حضرت علی کے محاربین کے بارے میں کلام کیا۔ تابعین اور تبع تابعین میں ایسے بہت سے لوگ

گذرے ہیں حالانکہ وہ دین دار متورع اور صادق تھے اگر ان اہلِ بدعت کو رد کیا جائے تو بہت سے آثار ہاتھ سے چلے جائیں گے۔ دوسری بدعتِ کبریٰ ہے جیسے رفض کامل اور اس میں غلو اور ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرتبہ کو گرانا اور لوگوں کو اس بدعتِ کبریٰ کی طرف بلانا پس ایسے مبتدعہ کی روایات قابلِ احتجاج نہیں ہوتی ہے''۔(تدریب ص ۲۱۸)

اسی بحث کے ماتحت امام سیوطی نے ایک طویل فہرست ان راویوں کی پیش کی ہے جن سے بخاری اور مسلم دونوں یا ایک نے صحیحین میں روایت کی ہے۔ حالانکہ وہ رواۃ مبتدعین ہیں بلکہ بعض معروف داعیان الی البدعت بھی ہیں۔ ان میں مرجیہ، ناصبی، خارجی، حروریہ، قدریہ، جہمیہ، قعدیہ اور شیعہ بھی ہیں۔ فضیل بن مرزوق الکوفی کو بھی اسی فہرست میں لائے ہیں چنانچہ فضیل اور کچھ اور رواۃ کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ فھؤلاء رموابا لتشیع وھو تقدیم علی علی الصحابة ۔ ''پس یہ وہ لوگ ہیں جن کی تشیع کی طرف نسبت کی گئی ہے اور وہ حضرت علی کرم اللہ وجھہ کی باقی صحابہ پر تقدیم ہے''یعنی فضیل بن مرزوق اور ان کے دوسرے ساتھی جو اس فہرست میں مرقوم ہیں۔ ان شیعوں سے ہیں جو صرف حضرت علی سے فرطِ محبت کی وجہ سے ان کو دیگر صحابہ سے افضل سمجھتے تھے۔

پھر تمام فہرست مبتدعین درج کرنے کے بعد امام سیوطی فرماتے ہیں۔

فھؤلاء المبتدعة ممن اخرج لھم الشیخان او احدھما۔

(تدریب الراوی ص ۲۱۹، ۲۲۰)

جس نے ان اہلِ بدعت رواۃ کی مزید تفصیل دیکھنی ہو تو وہ ''الاقوال الصحیحه'' مؤلفہ مولانا نور بخش صاحب توکلی ص ۲۱۴ تا ۲۳۰ کا مطالعہ فرمائے۔ تو

جب امام بخاری جیسے محدث شیعہ راویوں سے ''صحیح بخاری'' میں روایت کر رہے ہیں تو امام طحاوی پر کیا اعتراض ہے۔

ولکن الناس اعداء لماجهلوا

امام ملا علی قاری مکی رحمة الله علیه ''شرح شفا'' میں اسی حدیثِ ردِّ شمس کا ذکر فرماتے ہوئے ابن تیمیہ، ابن قیم اور ابن جوزی کی تضعیف و تجریح کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

ولایخفی ان مجرد کونه راو من الرواة رافضیاً اوخار جیاًلا یوجب الجزم بوضع حدیثه اذاکان ثقة من جهة دینه وکا ن الطحاوی لاحظ هذا المعنی و بنی علیه هذا المعنی ثم من المعلوم ان من حفظ حجة علی من لم یحفظ والا صل هو العدالة حتی یثبت الجرح المبطل للروایة ۔

ترجمہ: ''یہ امر مخفی نہیں کہ محض کسی راوی کا شیعہ یا خارجی ہونا وضع حدیث کے جزم کا موجب نہیں ہے جبکہ وہ راوی اپنے دین کی جہت سے ثقہ ہو اور حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مبنی کو ملحوظ رکھا ہے اور اسی معنی پر بنا رکھی ہے پھر یہ امر بھی معلوم ہے کہ حافظ، غیر حافظ پر حجت ہوتا ہے اور اصل راوی میں عدالت ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ ایسی جرح ثابت ہو جو روایت کو باطل [illegible] والی ہو'' (شرح شفا للقاری ج ا ص-۵۹)

الله رب محمد صلی علیه وسلما

نحن عبید محمد صلی علیه وسلما

((محمود عباسی کا اعتراض))

س:۔ مشتے نمونہ از خروارے ایک مہمل روایت سنیے جس کو جلی عنوان کے ساتھ

متعدد طُرقِ روایت سے اس اہتمام سے بیان کیا ہے کہ فل سکیپ سائز کا ڈیڑھ صفحہ بھر دیا ہے، عنوان ہے۔

آفتاب کے غروب ہو جانے کے بعد اس کے لوٹ آنے کا معجزہ: کہتے ہیں کہ حضرت علی کی نمازِ عصر فوت ہوگئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی آفتاب غروب ہو جانے کے بعد لوٹ آیا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ روایت میں نے مدینہ منورہ میں اپنے استاد شیخ ابراہیم بن الحسن الکردی سے ۱۱۴۴ھ میں سماعت کی تھی پھر اپنے شیخ سے لے کر سترہ راویوں کا نام بنام تعارف کراتے ہوئے حضرت علی کی زوجہ محترمہ اسماء بنت عمیس پر ان کو منتہی کیا ہے اور اس طرح عن فاطمہ بنت الحسین عن اسماء بنت عمیس یعنی پہلی راویہ اسماء بنت عمیس زوجہ علی ہیں۔ انہوں نے اپنی پوتی فاطمہ بنت الحسین سے یہ روایت بیان کی۔ اور فاطمہ نے اپنے چچیرے بھائی عبداللہ بن حسن اور ابراہیم بن حسن سے اور ان حضرات نے دوسروں سے نفسِ مضمون کی غرابت سے۔ قطع نظر شاہ صاحب اگر پہلی اور دوسری راویہ خواتین کے سن وفات وسن ولادت ہی کو پیشِ نظر رکھتے تو بآسانی معلوم ہو جاتا کہ یہ دونوں ہم زمانہ نہیں تھی۔ یعنی پہلی راویہ اسماء کی وفات ۴۰ھ میں ہوگئی تھی۔ (خلاصۂ تہذیب ص ۴۴۸) ان کے مرنے کے دس گیارہ سال بعد ۵۰ یا ۵۱ھ میں دوسری راویہ خاتون فاطمہ بنت الحسین عالمِ وجود میں آئیں، تو جس دوسری راویہ کی ولادت ہی پہلی راویہ کے مرنے سے دس برس بعد ہوئی ہو۔ اس کا نام سلسلۂ راویان میں لینا ظاہر ہے کہ محض لغو اور مہمل ہے۔ شاہ صاحب نے اپنے شیخ سے سماعت کر کے اسے باور کر لیا۔ ورنہ ان کے مختلف طُرقِ اسناد میں متعدد راوی شیعہ اور ناقابلِ اعتبار ہیں مثلاً فضیل بن مرزوق جس کو امام ذہبی ''میزان الاعتدال'' میں **کان معروفا بالتشیع** لکھتے ہیں''۔

یہ ہیں وہ تحقیق کے جواہر پارے جو محمود احمد صاحب عباسی نے ''تحقیقِ مزید''

ص۹۳-۹۴ میں بڑے فخر وغرور سے شاہ صاحب کا استہزا کرتے ہوئے پیش کیے ہیں۔

((محمود عباسی کو جواب))

الجواب:۔فاطمہ بنت الحسین کے متعلق ''نور الابصار'' میں ہے:

توفیت رضی اللہ عنہا سنة عشر ومائة کذافی کتب التواریخ۔

یعنی ''فاطمہ مذکورہ کا سن وفات کتبِ تواریخ میں ۱۱۰ھ مذکور ہے۔ اور تہذیب ج ۱۲ ص۴۴۳ پر فاطمہ بنت حسین کے ترجمہ میں مذکور ہے۔

ماتت وقدقاربت التسعین ووقع ذکرھافی البخاری فی الجنائز ۔''یعنی'' فاطمہ کی عمر وصال کے وقت ۹۰ کے قریب تھی اور اس کا ذکر امام بخاری کتاب الجنائز میں بھی لائے ہیں''۔ان ہر دو عبارتوں کو ملانے سے معلوم ہوا کہ فاطمہ کی عمر جب ۹۰ کے قریب تھی اور وفات ۱۱۰ ھ میں ہوئی۔تو لامحالہ ان کی پیدائش ۲۰ ھ کے قریب تسلیم کرنی پڑے گی۔تو یہ کہنا کہ ان کی ولادت ۵۰-۵۱ میں ہوئی غلط اور باطل ٹھہرا۔

اور تقریب میں ہے **ماتت بعدالمائة وقداسنت** ص۴۹۲-''سن ۱۰۰ھ کے بعد ان کا انتقال ہوا اور تحقیق عمر رسیدہ تھیں''۔ یہ قول بھی ۵۰ھ میں ان کی ولادت کے ادعا کو باطل ٹھہراتا ہے۔

اسی طرح ''**الاعلام للزر کلی**'' میں آپ کا سن وصال ۱۱۰ھ مذکور ہے۔

دوسرا قول تتبع وتلاش سے یہ ملتا ہے کہ آپ کا وصال ۱۱۸ھ میں ہوا۔ چنانچہ ''**خلاصہ تذھیب الکمال**'' میں ان کے ترجمہ کے ماتحت فرمایا۔**بقیت الی بعد ستة عشر ومائة۔**

''**منتھی الامال فی تواریخ النبی والآل للقمی**'' میں ہے در سال یک

صدوھفد ھم در مدینه وفات یافت۔ ص ۴۲۵۔

ضروری نوٹ:

وتزوج الحسن کثیرامن النساء و کان مطلاقا و کان له خمسة عشرولدأذکرا وثمانی بنات (تاریخ ابوالفدا، ج ۲ ص ۹۶)

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثیر الزوج اور مطلاق تھے اس لیے ممکن ہے کہ اُم اسحاق بنت ابوطلحہ ان کی مطلقہ ہوں۔ فافھم و تدبر:۔

اب ذرا منکرینِ معجزۂ ردشمس کے ماخذ کا حال بھی ملاحظہ فرما لیا جائے۔
اوّلاً ''منہاج السنۃ'' کے مصنف ابن تیمیہ کے متعلق اکابر علمائے اہلِ سنت کے اقوال (مشتے نمونہ از خروارے) پیش خدمت ہیں۔

(۱) خاتم المحدثین شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''فتاویٰ عزیزی'' جلد ۲ صفحہ ۸۰، ۸۱، ۸۵ میں فرماتے ہیں:

کلام ابن تیمیه فی منهاج السنة وغیره من الکتب موحش جدافی بعض المواضع لاسیمافی تفریط حق اهل البیت وفی منع زیارة النبی علیه السلام وفی انکار الغوث والقطب والابدال و تحقیر الصوفیة وامثال ذالك هذه المواضع منقولة موجودة عندی وقد تصدی لرد کلامه فی زمانه جهابذة علماء الشام و المغرب والمصر ثم ان ابن القیم تلمیذه الرشید قد بالغ فی توجیهه کلامه لکن لم یقبله العلماء حتی ان المخدوم معین الدین السندی فی عصر سیدی الوالد اطال رسالته فی رده واذاکان کلامه مردوداعند علماء اهل السنة فای طعن یلحقهم فی ذالك

فقط ۔

((فتاوی عزیزی (فارسی) جلد۲صفحہ ۷۸، ۷۹مطبوعہ در مطبع مجتبائی، دہلی۔اشاعت ۱۳۲۲ھ۔ایضاًاردوترجمہ بنام سرورِ عزیزی جلد۲صفحہ ۱۸۷مطبوعہ مطبع مجیدی، کانپور۔اشاعت ۱۳۳۲ھ، مترجم مولوی عبدالواجدنولوی غازی پوری۔ ایضاً اردو ترجمہ صفحہ ۴۴۷، ۴۴۸مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔اشاعت ۱۳۸۷ھ/ ۱۴۰۸ھ،مترجم ایضاً))

((ترجمہ)): ''ابن تیمیہ کا کلام ''منہاج السنۃ'' وغیرہ میں بعض مقامات پر نہایت ہی وحشت ناک ہے۔خصوصاً اہلِ بیت کے حق میں تفریط اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارات کوروکنے اور غوث، قطب اورابدال اورصوفیہ کی تحقیر کے انکار کے بارے میں اور امثال ذالک ۔اور یہ مقامات میرے پاس موجودمنقول ہیں۔ابن تیمیہ کے زمانہ ہی میں شام مغرب اورمصر کے علماء جہابذہ اس کے رَد کے درپے ہوئے ہیں۔ پھراس کے شاگردِرشید ابن قیم نے اس کے کلام کی توجیہ میں مبالغہ کیا۔لیکن علماء اہلِ سنت نے اس کوقبول نہ کیا۔ یہاں تک کہ میرے والد ماجد (حضرت شاہ ولی اللہ صاحب) کے زمانہ میں مخدوم معین الدین السندی نے ایک طویل رسالہ ابن تیمیہ کے رد میں تحریر فرمایا۔توجب ابن تیمیہ کا کلام علمائے اہلِ سنت کے نزدیک مردود ہےتو ان پراس بارے میں کیا طعن لاحق ہے''۔

(۲) علامہ عبدالحئ لکھنوی ''تحفۃ الکملۃ علی حواشی تحفۃ الطلبۃ'' میں فرماتے ہیں:

ان من المحدثین من لہ افراط و مبالغۃ فی الحکم بوضع

الاحادیث وبابطالها و ضعفها منهم ابن الجوزی و ابن تیمیه الحنبلی و الجوز قانی و الصنعانی و غیرہ (از حاشیہ الرفع والتکمیل ص ۹۰)

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی ''لسان المیزان'' میں فرماتے ہیں

طلعت ردابن تیمیه علی الحلی فوجدته کثیر التحامل فی ردالاحادیث التی یوردها ابن المطهر الحلی ورد فی رده کثیرا من الاحادیث الجیاد ۔ انتهی ۔

ابن تیمیہ اوران کے شاگرد ابن کثیر نے حدیثِ ردشمس کے اسمائے رجال پر جرح میں اکثر ابن الجوزی کا اتباع کیا ہے اور ابن جوزی خود احادیث پر ضعف کا حکم لگانے میں افراط وتفریط سے نہیں بچے ہیں۔ انہوں نے بہت سی حسان بلکہ صحاح پر ضعف کا حکم لگا دیا ہے اور ضعاف پر وضع وابطال کا (۴) کما لا یخفی علی من له ادنی مسکته بالعلم الحدیث تفصیل کے لیے تعقبات السیوطی علی موضوعات ابن الجوزی ملاحظہ فرمائیں (تدریب الراوی ص ۱۸۰) بلکہ خود علامہ ذہبی جن کی تلخیص منہاج سے ملک غلام علی صاحب نے ''ترجمان القرآن'' میں استدلال کیا ہے۔ ''میزان الاعتدال'' میں ابان بن یزید العطار کے ترجمہ میں فرماتے ہیں۔ علامہ ابن الجوزی نے اس کو ضعفا میں ذکر کیا ہے۔

ولم یذکر فیه اقوال من وثقه وهذامن عیوب کتابه یسرد الجرح ویسکت عن التوثیق ۔ انتهی ۔

(۴) علامہ علی قاری ''موضوعات کبیر'' ص ۲۴ پر فرماتے ہیں:

ادعی ابن الجوزی انه موضوع لکن قال السیوطی اخرجه

---

(۴) بلکہ صحیح مسلم تک کو نہیں چھوڑا ہے (تدریب)

ابن منده وابن شاهین وابن مردویه وصححه الطحاوی والقاضی عیاض اقول ولعل المنفی ردها بامر علی والمثبت بدعاء النبی علیه السلام

((موضوعات کبیر، حرف الھمزۃ صفحہ۱۴۱مطبوعہ نور محمد کارخانہ کتب، آرام باغ، کراچی))

((ترجمہ: ابنِ الجوزی نے اس کے موضوع ہونے کا دعویٰ کیا ہے، لیکن سیوطی کہتے ہیں کہ ابن مندہ، ابن شاہینؒ، ابن مردویہؒ نے اسے روایت کیا ہے، طحاویؒ اور قاضی عیاض نے اس کی تصحیح کی ہے، ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ جن علما نے انکار کیا ہے انہوں نے اس بنا پر کیا ہو کہ حضرت علیؓ کے حکم سے سورج لَوٹا اور جنہوں نے صحیح قرار دیا انہوں نے حضور کی دُعا کو اس کا اثر سمجھا ہو"))

((موضوعاتِ کبیر، اردو ترجمہ صفحہ۱۱۶مطبوعہ نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ مترجم حافظ انور زاہد غیر مقلد)) .

اس کے بعد علامہ علی قاری فرماتے ہیں:۔"میں کہتا ہوں کہ ہوسکتا ہے کہ منفی ردِ شمس بامر علی ہے کرم اللہ وجھہ اور مثبت کا ثبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ہے"۔

(۵):۔ انور شاہ کاشمیری دیوبندی "فیض الباری" ج۳ص۵۲۳ میں لکھتے ہیں۔

قال الطحاوی وھو حدیث متصل ورواته ثقات واعلال ابن الجوزی ھذا الحدیث لایلتفت الیه .

((ترجمہ))"یہ حدیث متصل ہے اور اس کے راوی ثقات ہیں۔ اور ابن جوزی وغیرہ ابن تیمیہ اور اس کے اتباع کا اعلال اس حدیث کے

بارے میں قابلِ التفات نہیں"۔

اب اہلِ علم ناظرینِ کرام سے التماس ہے کہ اس رسالہ کے مضمون کو بغور مطالعہ فرمائیں اور خود فیصلہ کریں کہ منکرین کا پلہ بھاری ہے یا مثبتین کا۔ بفضلہ تعالیٰ۔ "ترجمان القرآن" نے تفصیل کا مطالبہ کیا تھا۔ اس لیے یہ مقالہ قدرے طویل ہوگیا ہے اور بصورتِ رسالہ حاضرِ خدمت ہے۔ ان ارید الا الا صلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب وصلی اللہ علی حبیبہ محمد والہ واصحابہ اجمعین۔

غلام علی غفرلہٗ

☆☆☆☆☆☆

معجزۂ ردّ شمس

کی

تاریخی تحقیق

مؤلف

علامہ مفتی غلام فرید ہزاروی

جنات عدن مفتحة لهم الأبواب
۱۳۲۸

صفحہ ۲۴۴ پر مولوی سرفراز صاحب، ''مولوی محمد عمر صاحب کا مبلغِ علم'' کے عنوان میں سورج لوٹ آنے کے جملہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''یہ حدیث کہ سورج لوٹ آیا بالکل جعلی اور من گھڑت ہے۔ دیکھئے راقم کی کتاب دل کا سرور''۔

ناچیز نے سرفراز صاحب کی کتاب (جو کمالاتِ نبوت وولایت کے انکار پر مشتمل ہے اور شانِ رسالت ونبوت کی توہین سے لبریز ہے اور اپنے مؤلف کی آنکھوں بلکہ فرقہ دیوبندیہ ووہابیہ کی آنکھوں اور دل کا سرور ہے) مذکور دیکھی اور متعلقہ صفحات پڑھے تو مندرجہ ذیل سوالات نظر سے گزرے پہلے تو سوالات بمع جوابات عرض کروں گا۔ پھر ''مشکل الآثار'' کی دوسندوں کے راویوں کی توثیق نقل ہوگی۔

سوال نمبر ۱: سورج لوٹائے جانے والی روایت کی کوئی سند بھی صحیح نہیں ہے۔ جس کی پہلی سند کے رُوات یہ ہیں: (۱) ابوامیہ۔ (۲) عبداللہ بن موسیٰ العبسی، جو شیعہ تھا۔ قانون الموضوعات صفحہ ۲۷۵ تقریب صفحہ ۲۵۳۔

جواب: اولاً: سرفراز صاحب نے نام غلط لکھا ہے عبداللہ نہیں بلکہ تصغیر کے ساتھ عبیداللہ ہے (ممکن ہے کاتب کی غلطی ہو)۔

ثانیاً: یہ کہ یہاں عبارت کو نقل کرنے میں بھی سرفراز صاحب نے خیانت کر کے اپنی بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے۔ کیونکہ ''تقریب'' کے صفحہ ۲۵۳ پر جہاں اس راوی کو شیعہ لکھا ہے اس سے متصل پہلے اس راوی کے متعلق لکھا ہے۔ ثِقَۃٌ مگر سرفراز صاحب نے ثِقَۃٌ کو شیرِ مادر کی طرح ہضم کر لیا ہے۔ (۱)

---

(۱) میزان الاعتدال جلد: ۳، صفحہ: ۱۶ پر علامہ ذہبی فرماتے ہیں: عبیداللہ بن موسیٰ العبسی الکوفی کے ترجمہ میں شیخ البخاری ثقۃٌ فی نفسہٖ لکنہ شیعی متحرفاً وثقہ ابو حاتم و ابن معین و قال احمد بن عبداللہ العجلی کان عالماً بالقرآن رأساً فیہ.
یعنی ''یہ بخاری کا استاد ہے اور ثقہ ہے اس کی توثیق ابوحاتم ابن معین وعجلی نے کی ہے اور شیعہ تھا''۔ ۱۲

نقلِ عبارت میں خیانت کا ثبوت:

ثالثاً: سرفراز صاحب یہاں یا تو آپ جہالت کا ثبوت دے رہے ہیں اور یا پھر بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے۔ کیونکہ کسی راوی کا شیعہ ہونا ہرگز اس کے مجروح ہونے یا ضعیف ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

چنانچہ امام علامہ ذہبی "میزان الاعتدال" جلد اول، صفحہ ۴، ۵ میں فرماتے ہیں۔ عبارت یہ ہے:

قد صرح الذهبى فى الميزان البلاعة علىٰ ضربين صغرىٰ كالتشيح بلاغلوٍ او بغلوٍ كمن تكلم فى حق من حارب عليا رضى اللّٰه عنه فهٰذا كثير فى التابعين وتابعيهم مع الدين والورع والصدق فلورُدَّ هؤلاءِ لذهب جملة من الآثار ثم بدعته كبرىٰ كالرفض الكامل والغلو فيه والحط علىٰ ابى بكر و عمر والدعاء الىٰ ذٰلك فهٰذا النوع لا يتحج بهم .

اس عبارت میں واضح کر دیا گیا ہے کہ "بدعتِ صغریٰ جیسے بلاغلو شیعہ ہونا یا غالی شیعہ ہونا (جیسے علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے والوں کے متعلق اعتراض کرنے والے) یہ بدعتِ صغریٰ ہے ان سے روایت کرنا بالکل حق و درست ہے اور دوسری بدعتِ کبریٰ ہے۔ جیسے کامل رافضی اور غالی رافضی ہونا ہے تو ایسے رُوات سے روایت کرنا منع ہے اور نا جائز ہے"۔ یہی مضمون "تدریب الراوی" صفحہ ۲۱۸ میں بھی موجود ہے۔ بلکہ امام حاکم نے فرمایا ہے: مسلم شریف شیعہ راویوں سے بھری پڑی ہے۔ ملاحظہ ہو "تقریب النواوی شرح تدریب الراوی"۔ بلکہ اسی بحث میں امام سیوطی نے ایک فہرست ایسے راویوں کی لکھی ہے۔ جن سے بخاری و مسلم دونوں یا ایک نے صحیحین میں روایت کی ہے ان میں خارجی وقدریہ اور شیعہ بھی ہیں۔ بلکہ فرماتے

ہیں:

فهولاء المبتدعته ممن اخرج لهم الشيخان او احدهما ۔

یعنی ''امام سیوطی مبتدعین کی ایک فہرست درج کرنے کے بعد فرماتے ہیں:
''ان مبتدعین سے بخاری ومسلم سے یا ایک سے روایتیں کی ہیں''۔

اور ملا علی قاری فرماتے ہیں:

ولا يخفى ان مجرد كون الراوى من الرواة رافضاً او خارجاً لا يوجب الجزم بوضع حديثه اذا كان ثقته من جهته دينه الخ ۔

یعنی ''یہ بات پوشیدہ نہیں کہ کسی راوی کا صرف رافضی یا خارجی ہونا اس کی روایت کے موضوع ہونے کو واجب نہیں کرتا۔ جبکہ وہ دین کے لحاظ سے ثقہ ہو''۔ (شرح شفاء للقاری، جلد اول، صفحہ: ۵۹۰)

ان چار حوالہ جات سے ثابت ہو گیا کہ شیعہ یا غالی شیعہ اور اسی طرح صرف رافضی یا خارجی ہونا یا قدری وغیرہ ہونے سے نہ راوی مجروح ہوتا ہے نہ روایت مجروح ہوتی ہے جبکہ دین کے لحاظ سے یہ لوگ ثِقَتہٌ ہوں۔ علاوہ ازیں یہ بھی ثابت ہوا کہ ہوسکتا ہے کہ راوی شیعہ غالی شیعہ رافضی خارجی ہوتے ہوئے بھی ثِقَتہٌ ہوسکتا ہے۔

نوٹ: آج کل کے شیعہ کی بات نہیں۔ تابعین وتبع تابعین کے زمانہ کے لوگوں کی بات ہے۔ اس زمانہ کے شیعہ وغیرہ اور آج کے شیعہ میں بہت بڑا فرق ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سرفراز صاحب کا راوی مذکور کو شیعہ کہہ کر رد کرنا مبنی بر جہالت یا مبنی بر خیانت ہے۔ سرفراز صاحب اپنی کتاب ''دل کے سرور'' صفحہ ۱۷۱ پر حضرت اسماء بنت عمیس کی پہلی سند کے تیسرے راوی پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''امام نسائی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور عثمان بن سعید نے بھی ضعیف قرار دیا ہے، امام حاکم نے بھی ضعیف قرار دیا ہے اور ابن حبان نے منکر الحدیث جدا کہا ہے اور معروف بالتشیع بھی من غیر سب تھا۔ امام یحییٰ بھی اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں''۔

اسماء کی حدیث کی پہلی سند کی جرح کا جواب

جواب:۔ ''میزان الاعتدال'' جلد: ۳، صفحہ: ۳۶۲ پر لکھا ہے، فضیل بن مرزوق کے ترجمہ میں:

وثقه سفيان بن عُيينة وابن معين وقال ابن عدى ارجوانه لابأس به وقال هيثم بن جميل جاء فضيل بن مرذوق . وكان من ائمة الهدىٰ زهدًا و فضلاً .

یعنی ''سفیان بن عیینہ اور ابن معین نے اس کی توثیق فرمائی ہے اور امام ابن عدی فرماتے ہیں، امید ہے کہ وہ ٹھیک ہے۔ ہیثم کہتے ہیں فضیل بن مرزوق ہدایت کے اماموں میں سے ایک تھے اور فضیلت میں یہ پانچ جلیل القدر امام توثیق فرماتے ہیں''۔

رہی امام نسائی اور عثمان بن سعید اور امام حاکم کی جرح، تو وہ جرح مبہم ہے۔ مفسر نہیں ہے اس لئے قابلِ قبول نہیں ہے۔ وجہِ ضعف نہیں بتائی انہوں نے اور امام ابن حبان کا **منکر الحدیث** کہنا بھی جرح مبہم ہے۔ امام یحییٰ کی جرح بھی مبہم ہے مفسر نہیں ہے اور جرح مبہم کا کوئی اعتبار نہیں جیسے **نور الانوار، حسامی، نامی، توضیح تلویح، مقدمہ مشکوٰۃ، نخبۃ الفکر، الرفع والتکمیل** وغیرہ بلکہ ''خیر الاصول فی حدیث الرسول'' مؤلفہ مولوی خیر محمد صاحب جالندھری ((دیوبندی)) میں صراحۃً لکھا ہے کہ ''جرحِ مبہم قابلِ قبول نہیں'' بلکہ خود سرفراز صاحب اپنی

کتاب ''سماعِ موتی''، صفحہ ۲۰۹ پر ایک سوال کے جواب میں ''الرفع والتکمیل'' کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ: ''ثالثاً ابن رجب کی جرح اور تضعیف مبہم ہے اور اصولِ حدیث کی رو سے اس کا کوئی اعتبار نہیں جمہور کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر کوئی کہے کہ

فهذا الحديث غير ثابت او منكرا و فلان متروك الحديث او ذاهب الحديث او مجروح اولیس بعدل من غير ان يذكر سبب الطعن وهو مذهب عامة الفقهاء والمحدثين .

یعنی ''جمہور فقہاء اور محدثین کے نزدیک غیر ثابت کہنا یا منکر الحدیث کہنا یا متروک الحدیث کہنا یا ذاہب الحدیث کہنا یا مجروح کہنا یا عادل نہیں کہنا۔ سببِ طعن کو بیان کیے بغیر، تو یہ جرح چونکہ مبہم ہے اس لئے قابلِ قبول اور قابلِ اعتبار نہ ہوگی''۔

آگے لکھتے ہیں:

''اور جرح صرف مفسر ہی قبول کی جاسکتی ہے''۔

اور سوال میں بھی یہی تھا کہ ابن رجب نے کسی روایت کو ضعیف اور منکر کہا تھا، تو سرفراز صاحب فرماتے ہیں کہ ضعیف یا منکر کہنا جرح مبہم ہے مفسر نہیں۔ سرفراز صاحب اپنا ہی فیصلہ مان لیں آپ کی اپنی کتاب سے آپ کے تحریر کردہ ضابطۂ جمہور کو بندہ نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔

انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زباں میری ہے بات اُن کی
انہی کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات اُن کی

اور امام ذہبی کا یہ کہنا کہ:

كان معروفاً بالتشيع من غير سب

یعنی ''وہ شیعہ مشہور تھے مگر صحابہ کو گالیاں دینے والے نہ تھے''۔ شیعہ ہونا سببِ جرح نہیں، جیسے پہلے مفصل طور پر بیان کردیا گیا ہے۔

اس عبارت کو سرفراز صاحب نے من غیر سبب لکھا ہے یعنی "لوگوں میں بغیر سبب کے شیعہ مشہور تھے"۔ یہ عبارت غلط لفظ سبب نہیں بلکہ اصل میں یہ سبُّ ہے یعنی گالی دینا، بُرا کہنا یا نسخہ کا فرق ہوگا۔ بہر حال سرفراز صاحب کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔

حضرت اسماء کی دوسری سند پر اعتراض کرتے ہوئے مولوی سرفراز صاحب "دل کے سرور" صفحہ ۱۷۲ پر لکھتے ہیں کہ: "اس سند میں احمد بن صالح راوی ہے۔ "قانون الموضوعات" میں ہے کہ محدثین نے اس پر طعن کیا ہے اور اس سند کا دوسرا راوی محمد بن موسیٰ ہے۔ جو شیعہ تھا تقریب صفحہ ۳۳۹"۔

جواب: احمد بن صالح پر جو جرح کی گئی ہے اور سرفراز صاحب نے نقل کی ہے وہ مبہم ہے مفسر نہیں اور ان کو خود اقرار ہے کہ ایسی جرح قابلِ اعتبار و قابلِ قبول نہیں ہے جیسا کہ "سماع موتی" نامی کتاب کے حوالے سے پیش کیا گیا ہے، باقی محمد بن موسیٰ پر شیعہ کہہ کر جو جرح کی ہے وہ بھی قابلِ التفات و قابلِ اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ یہ راوی صــــدوق ہے۔ چنانچہ "تقریب" صفحہ ۳۳۹ میں لکھا ہے "صــــدوق اولیابالتشیع صدوق ہے اور شیعہ ہونے کا اس پر الزام ہے" اول: تو یہ نہیں فرمایا کہ واقعی وہ شیعہ تھا بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اس پر الزام ہے کہ وہ شیعہ تھا۔

ثانیاً: اگر فی الواقع شیعہ بھی ہوتا تب بھی یہ جرح غلط تھی کیونکہ "میزان" اور "تدریب الراوی"، "شرح شفا" وغیرہ سے ہم نقل کر چکے ہیں کہ شیعہ و غالی شیعہ یا رافضی و خارجی ہونا محدثین کے نزدیک اسبابِ جرح سے نہیں ہے اور "میزان الاعتدال" جلد: ۴، صفحہ: ۵۰ پر لکھا ہے:

محـمـد بـن موسیٰ الفِطری المدنی، قال ابو حاتم صدوق یتشیع وقال الترمذی ثقة

"امام ابوحاتم اس کو صدوق اور امام ترمذی اس کو ثقہ قرار دیتے ہیں"۔

اور احمد بن صالح کے ترجمہ میں لکھا ہے:

احمد بن صالح ابو جعفر المصری الحافظ الثبت احد الاعلام آذیٰ النسائی نفسه بکلامه فیه قال ابن معین قال ابن نمیر ما قدم علینا احد اعلم بحدیث اهل الحجاز من هذا الفتی وقال ابو زرعة الدمشقی سألنی احمد بن حنبل من خلفت بمصر قلت: احمد بن صالح فسر بذکره ودعاله وقال الفسوی: کتبتُ عن ألف شیخ و کسر، ماأحد منهم أتخذه عند الله حجةً الاأحمد بن حنبل و احمد بن صالح ،وقال البخاری احمد بن صالح ثقة ما رأیت احدا یتکلم فیه بحجة وقال ابن وارة: احمد بن صالح بمصر واحمد بن حنبل ببغداد ومحمد بن عبدالله بن نمیر بالکوفة والنفیلی بحران هؤلاءَ ارکان الدین وقال ابو حاتم والعجلی وجماعة ثقة قال ابو سعید ابن یونس لم یکن احمد عندنا بحمد الله کما قال النسائی لم یکن له آفة۔

یعنی ''احمد بن صالح جن کی نسبت ابوجعفر مصری ہے، یہ حافظ اور ثبت ہیں بڑے علماء میں ایک ہیں، ابن نمیر اور ابونعیم کہتے ہیں کہ اہلِ حجاز کی احادیث اس سے زیادہ جاننے والا ہمارے پاس نہیں آیا۔ امام ابوذرعۃ فرماتے کہ مجھے امام احمد بن حنبل نے سوال کیا کہ مصر میں اپنی جگہ کس کو چھوڑ آئے ہو؟ تو میں نے جواب دیا کہ میں احمد بن صالح کو چھوڑ آیا ہوں، تو وہ ان کا ذکر سن کر بہت خوش ہوئے اور ان کے حق میں دعا فرمائی۔ امام فسوی کہتے ہیں کہ میں نے ایک ہزار سے کچھ زائد اساتذہ اور شیوخ سے حدیث لکھی ہے مگر ان میں سے خدا کے پاس بطور حجت میں صرف احمد بن حنبل اور احمد

بن صالح ہی کو پیش کرسکتا ہوں۔امام بخاری فرماتے ہیں احمد بن صالح ثقہ ہے ابن وارہ کہتے ہیں یہ دین کا مصر میں رکن رکین ہے۔امام ابوحاتم فرماتے ہیں اوراسی طرح امام عجلی اور محدثین کی ایک جماعت بھی اس کی توثیق کرتی ہے۔اورابوسعید ابن یونس کہتے ہیں کہ احمد بن صالح ایسا نہ تھا جیسا امام نسائی نے کہا ہے۔

قارئین کرام!ان راویوں کے متعلق سرفراز صاحب کی جرح کا حال اور حشر آپ نے ملاحظہ فرمالیا ہے،اب آگے چلئے۔

اعتراض: سرفراز صاحب ''دل کا سرور'' صفحہ ۱۷۳ پر ہی لکھتے ہیں کہ ''حضرت اسماء کی روایت کی تیسری سند میں عمار بن مطر واقع ہے۔امام ابوحاتم رازی کہتے ہیں کـان یـکـذب ''جھوٹ کہا کرتا تھا'' ابن مہدی کہتے ہیں اس کی تمام حدیثیں باطل ہیں۔دارقطنی نے کہا وہ ضعیف ہے''۔

جواب: میزان الاعتدال جلد:۳،صفحہ:۱۶۹ پر اس کے ترجمہ میں لکھا ہے:

وثقه بعضهم منهم من وصفه بالحفظ و كان حافظاً للحديث .

یعنی ''بعض محدثین نے اس کی توثیق فرمائی ہے اور بعض نے اس کو موصوف بالحفظ قرار دیا ہے اور یہ حافظ الحدیث تھے''۔

رہا ابوحاتم رازی اور احمد ابن مہدی اور دارقطنی کا اس کی تضعیف کرنا تو اگر یہ مفسر بھی ہوتو بھی چونکہ یہ راوی حضرت اسماء کی تیسری سند میں ہے اور دوسندوں میں ہرگز یہ راوی موجود نہیں،اس لیے دوسندوں میں کوئی بھی ایسا راوی نہیں ہے جس پر جرح مفسر کی گئی ہو۔جس کو سرفراز صاحب نے نقل کیا ہے وہ مبہم ہے جو نامقبول ہے، اس لیے حدیث کی صحت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ہر سند صحیح ہو بلکہ اگر ایک سند بھی صحیح ثابت ہو جائے تو روایت کی صحت کیلئے یہ کافی ہے۔

سرفراز صاحب اپنے ''دل کے سرور'' میں لکھتے ہیں کہ ''ردِّشمس کی روایت کے متعلق امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں لا اصل لہ اور ابن جوزی کہتے ہیں یہ موضوع ہے ابن تیمیہ منہاج میں اس کو موضوع قرار دیتے ہیں''۔

جواب: یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ امام احمد بن حنبل نے کیا اس حدیث کو ہر سند کے لحاظ سے بے اصل قرار دیا ہے یا صرف ایک خاص سند کے لحاظ سے۔ اگر ہر سند کے لحاظ سے فرمایا ہے تو اس پر کوئی دلیل موجود نہیں۔ اس شق کو دلیل سے ثابت کرنا ہوگا نیز امام احمد کے نزدیک کسی روایت یا سند کا بے اصل ہونا اس بات کو مستلزم نہیں کہ تمام آئمہ ومحدثین کے نزدیک۔ اور فی الواقع بھی یہ روایت ہر لحاظ سے بے اصل ہو جائے۔ باقی ابن جوزی اور ابن تیمیہ وغیرہ کی جرح معتبر نہیں ہم آپ کے اکابر سے ان کی جرح کا غیر معتبر غیر مقبول ہونا ثابت کریں گے۔ ان شاء اللّٰہ تعالیٰ۔

((مُلّا علی قاری کے حوالے سے حدیثِ ردِّشمس کے انکار کا جواب))

مزید یہ کہ ملا علی قاری نے خود ''موضوعاتِ کبیر'' میں ان کی جرح کو قبول نہیں کیا۔ اسی لیے وہ لکھتے ہیں:

☆ **لکن قال السیوطی اخرجهٗ ابن منده وابن شاهین وابن مردویهٗ وصححه الطحاوی والقاضی عیاض . اقول ولعل المنفی ردّها بامر علی والمثبت بدعاء النبی علیه السلام**

((ترجمہ: لیکن سیوطی کہتے ہیں کہ ابن مندہ، ابن شاہینؒ، ابن مردویہؒ نے اسے روایت کیا ہے، طحاویؒ اور قاضی عیاض نے اس کی تصحیح کی ہے، ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ جن علما نے انکار کیا ہے انہوں نے اس بنا پر کیا ہو کہ حضرت علیؓ کے حکم سے سورج لَوٹا اور جنہوں نے صحیح قرار دیا انہوں نے حضور کی دُعا کو اس کا اثر سمجھا ہو''))

((موضوعاتِ کبیر، اردو ترجمہ صفحہ ۱۱۶ مطبوعہ نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ مترجم حافظ انور زاہد غیر مقلد، نومبر ۲۰۰۸ء))

اگر ملا علی قاری نے اس کو ضعیف یا موضوع و باطل مانا ہوتا تو تطبیق مذکور ہرگز نہ دیتے تطبیق ضرع ہے تسلیم کا،

موضوعات کے صفحہ ۷۰ پر فرماتے ہیں:

☆ولکن قد صححه الطحاوی وصاحب الشفاء واخرجه ابن مندة وابن شاهین وغیرهما کالطبرانی فی الاوسطه الکبیر باسناد حسن الخ ۔

((ترجمہ: "لیکن طحاوی اور صاحب الشفاء نے اسے صحیح قرار دیا ہے، ((اور)) ابن مندہ، ابن شاہین نے اور طبرانی نے "اوسط" میں حَسَن سند کے ساتھ روایت کیا ہے"))

((موضوعاتِ کبیر، اردو ترجمہ صفحہ ۱۸۶ مطبوعہ نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ مترجم حافظ انور زاہد غیر مقلد۔ نومبر ۲۰۰۸ء))

اس عبارت میں ملا علی قاری نے اس کی ایک سند کو حَسَن تسلیم فرمایا ہے(۱)،

(۱) حضرت مُلّا علی قاری کے حوالے سے حدیثِ ردِّ شمس کا انکار پیش کرنے والوں کی معلومات میں اضافہ کے لیے عرض ہے کہ حضرت مُلّا علی قاری نے اپنی دو کُتب "مرقاۃ المفاتیح" (الجزء السابع، کتاب الجهاد، باب قسمة الغنائم، صفحہ ۵۴۴، ۵۴۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان۔ ایضاً اُردو ترجمہ، جلد ۷ صفحہ ۸۴۷، ۸۴۸، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ، اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔ مترجم راؤ ندیم دیوبندی) اور "شرح الشفا للقاضی عیاض" (فصل: فیما أظهره الله تعالی علی یدیه من المعجزات وشرفه به من الخصائص والکرامات، صفحہ ۵۹۵، ۵۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان) میں حدیثِ ردِّ شمس کو بیان کیا ہے، اور حضرت یوشع علیہ السلام کے لیے سورج رو کے جانے کی حدیث کے ساتھ تطبیق فرمائی ہے۔ (میثم قادری)

ہمارے نزدیک اس سلسلہ کی تمام روایات کی صحت کا دعویٰ نہیں کیا جاتا۔ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ''مشکل الآثار'' میں جو دو سندیں موجود ہیں وہ صحیح ہیں، ہر سند کی صحت کا ادعاء ہم نے نہیں کیا، جن کی صحت کا ادعاء ہم کرتے ہیں وہ ''مشکل الآثار'' کی دو سندیں ہیں، ہم ذیل میں ان دونوں سندوں کے ایک ایک راوی کی توثیق نمبروار نقل کرتے ہیں، ملاحظہ ہو:

۱- ابو اُمَيَّة الشَعبانی الدمشقی، اسمهٔ يُحمِد مقبول من الثانية۔ تقريب((۵۴۷)) ذكره ابن حبان فی الثقات

(تہذیب التہذیب: جلد:۱۲،صفحہ:۱۵)

۲- عبیداللّٰه بن موسیٰ العبسی الكوفی: ثقة ۔ كشف الاستار ص: ۷۰- ثقة صدوق حسن الحديث

(كتاب الجرح والتعديل:۵/۳۳۶،۳۳۵)

اس کے متعلق بحث کے آغاز میں سرفراز صاحب کی جرح کے جواب میں مفصل طور پر کافی لکھا گیا ہے۔

۳- فضيل بن مرزوق وثقة ابن عُيينة وابن معين قلت وكان معروفاً بالتشيع من غير سبٍّ ۔ (میزان: جلد:۳،صفحہ:۳۶۲)

''کتاب الجرح والتعدیل'' میں ہے: امام احمد بن حنبل نے فرمایا: **لا اعلـم الاخيراً** (ص:۷/۷۵)

۴- ابراہیم بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب۔ان کے متعلق امام بخاری ''تاریخِ کبیر'' میں فرماتے ہیں:

ابـراهيم بـن حَسَنِ بُنِ حَسَنِ بن عَلِىّ بن ابى طالِب، الهاشِمى ۔ أَخُو عَبداللّٰهِ بْنِ الْحَسَنِ الهاشمى عَنْ أَبيهِ عَن

جَدِّہٖ عَنْ عَلِیّ عَنِ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: یَکُوْنُ قَوْمٌ، نَبزُھُمُ الرّافِضَۃُ یرفُضُونَ الدِّینَ (جلد ایک، قسم ایک، صفحہ: ۲۷۹)

حافظ نور الدین الہیثمی فرماتے ہیں: ھو ثقۃ (وثاء الوفاء) •

۵- فاطمۃ، بنت الحسین بن علی بن أبی طالب الھاشمیۃ المدنیۃ وذکرھا بن حبان فی الثقات ووقع ذکرھا فی البخاری فی الجنائز ۔ (تھذیب التھذیب: جلد:۱۲، صفحہ:۴۴۳)

''تقریب'' صفحہ ۳۹۳ میں فرماتے ہیں:

فاطمۃ بنت الحسین ثقۃ من الرابعۃ ماتت بعد المأتۃ وقد اسنت ۔

۶- اسماء بنت عمیس مشہور و معروف صحابیہ ہیں: ملاحظہ ہو تھذیب التھذیب ۔ استیعاب، طبقاتِ ابن سعد، تھذیب الاسماء وغیرہ۔

اور فرمانِ رسول ہے: اصحابی کُلُّھم عدول ۔

حضرت اسماء کی دوسری سند:

جس کو ''مشکل الآثار'' میں لکھا گیا ہے:

۱- علی ابن عبدالرحمن ابن محمد ابن المغیرۃ المخزومی صدوق من الحادیۃ عشرۃ مات سنۃ اثنتین وسبعین ۔ تقریب التھذیب ص ۲۷۳ وذکرہٗ ابن حبان فی الثقات تھذیب التھذیب جلد ۷، ص ۳۶۱ علی بن عبدالرحمٰن بن محمد بن مغیرہ المخزومی صدوق کتاب الجرح والتعدیل جلد ۳، ص ۱۹۵ وکان ثقۃ حسن الحدیث توفی بمصر یوم الخمیس لعشر خلون من شعبان

۲۷۵۔((تہذیب التھذیب))

۲۔ احمد ابن صالح المصری ابو جعفر ابن الطبری ثقة حافظ من العاشرة تکلم فیه النسائی بسبب اوهام له قلیلة۔ ونقل عن ابن معین تکذیبه وجزم ابن حبان بأنهٔ انما تکلم فی احمد ابن صالح الشمومی فظن النسائی أنه عنی ابن الطبری مات سنة ثمان واربعین((تقریب التهذیب))

اس عبارت میں احمد بن صالح پر امام نسائی کی جرح کا ابن حبان نے جواب بھی دیا ہے کہ ''درحقیقت ابن معین نے احمد بن صالح مصری طبری میں کلام نہیں کیا۔ بلکہ احمد بن صالح الشمومی میں کلام کیا ہے۔ مگر امام نسائی نے گمان کیا کہ ابن معین کا متکلم فیه احمد بن صالح مصری طبری ہے حالانکہ یہ غلط ہے''۔ احمد بن صالح کے متعلق سرفراز صاحب کی جرح کے جواب میں کافی لکھا جا چکا ہے گذشتہ صفحات میں۔

۳۔ محمد بن اسماعیل بن مسلم بن ابی فدیك صدوق ۔ تقریب ص ۳۱۳۔ محمد بن اسماعیل بن ابی فدیك المدنی صدوق مشهور یتحجّ به فی الکتب الستة وثقة جماعته ۔ وذکرهٔ ابن حبان فی الثقاة قال النسائی لیس به بأس قال ابن معین ثقة قال البخاری مات سنة مائتین هجری ۔

۴۔ محمد بن موسٰی عن عون بن محمد الفطری المدنی قال ابو حاتم صدوق یتشیح قال الترمذی ثقة میزان الاعتدال جلد ۴، ص ۵۰ صدوق من السابعة رمی بالتشیع ۔تقریب ص ۳۲۹۔ صدوق صالح الحدیث کتاب

الجرح والتعديل ۔ ۴-۱-۸۲-قال الترمذی ثقة وقال الطحاوی محمود فی رواية وذكر ابن حبان فی اثقاة مقبول الراوية وقال ابن شاهين فی اثقاة قال احمد بن صالح محمد بن موسٰی الفطری شيخ ثقه تهذيب ۹- ص ۴۸۵

۵-عون بن محمد بن علی بن ابی طالب اوران کا سماع اُمِ عون سے ثابت ہے انہی کو اُمِ جعفر بھی کہتے ہیں:

اُم عون بنت محمد بن جعفر بن أبی طالب الهاشمية ويقال أم جعفر زوجة محمد بن الحنفية وأم ابنه عون روت عن جدتها اسماء بنت عميس وعنها ابنها عون ۔ تهذيب التهذيب ۔ جلد ۱۲، ص ۴۷۴/۳۹۹-فی ذكر اسماء بنت عميس اُم جعفر مقبولة من الثالثة تقريب فی الكنی وكشف الاستار ص ۹۷-

۶-ام جعفر عون بن محمد کے ترجمہ میں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

۷-اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا صحابیہ معروفہ ہیں اور صحابیہ وصحابہ کے متعلق حدیثِ پاک ہے: اصحابی كلهم عدول ۔

جلیل القدر علمائے اعلام کی تصریحات:

۱-"مشکل الآثار" کی روایتوں کے متعلق قاضی عیاض "شفاء" میں فرماتے ہیں:

قال الطحاوی وهذان الحديثان ثابتان ای عندهٗ وكفٰی به حجةً ورواتهما ثقاة ای فلا عبرة عن طعن فی رجالهما ۔

۲-ملا علی قاری "شرح شفاء" میں صفحہ ۵۸۹ میں فرماتے ہیں:

فهو فی الجملة ثابت باصله وقد یتقوی بتعاضد الاسانید الیٰ ان یصل الی مرتبة حسنة فیصح الاحتجاج به۔

((نسیم الریاض مع شرح الشفا جلد۳ صفحہ۱ مطبوعہ مرکز اہل سنت برکاتِ رضا، پور بندر، گجرات ہندوستان))

علامہ خفاجی ''شرح شفاء'' میں فرماتے ہیں:

وقد قال خاتمة الحفاظ السیوطی و کذا السخاوی ان ابن الجوزی فی موضوعاته تحامل تحاملاً کثیرًا حتیٰ ادرج فیه کثیرا من الاحادیث الصحیحة کما أشار الیه ابن الصلاح وهٰذا الحدیث صححه المصنف و اشار الیٰ ان تعدد طرقه شاهد صدق علیٰ صحته وقد صححه قبله کثیر من الائمة کالطحاوی۔

یعنی ''امام سیوطی اور سخاوی فرماتے ہیں کہ: ابن جوزی نے اپنی ''موضوعات'' میں بہت زیادتی کی ہے کہ اس میں کثرت سے صحیح حدیثوں کو موضوعات میں داخل کر دیا ہے اور ان کی اس زیادتی اور بے احتیاطی کی طرف امام ابن الصلاح نے بھی اشارہ فرمایا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے ان کی صحت اور تعددِ طرُق کی طرف مصنف نے اشارہ کیا ہے کہ تعددِ طرق اس کی صحت پر شاہدِ عدل ہے، بہت سے اماموں نے اس کی تصحیح فرمائی ہے۔ جیسے امام طحاوی وغیرہ''۔

۳۔ انور شاہ کشمیری ''فیض الباری'' جلد رابع صفحہ ۶۷ پر لکھتے ہیں:

ثم ان ابن الجوزی ادخل هٰذا الحدیث فی الموضوعات وکذا حدیثین من صحیح مسلم وقد صرح اصحاب

الطبقات ان ابن الجوزی راکب علی مطایا العجلة فیکثر الاغلاط ورأیتُ فیه مصیبةً اخریٰ وهی انّه یرد الاحادیث الصحیحة کلما خلقت عقلهٗ و فکرهٗ ۔

"پھر بے شک ابن جوزی نے (رجم قردہ) کی حدیث کو اور اسی طرح مسلم کی دو حدیثوں کو موضوعات میں داخل کر دیا ہے اور بے شک اصحابِ طبقات نے تصریح فرمائی ہے کہ ابن جوزی تیزی کی سواریوں پر سوار ہے اس لیے کثرت سے غلطیاں کرتا ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ اس میں ایک یہ مصیبت بھی ہے کہ ایسی صحیح حدیثوں کو رد کر دیتا ہے۔ جو اس کے عقل و فکر کے خلاف ہوتی ہیں"۔

۴-ابن حجر عسقلانی شارح بخاری فرماتے ہیں:

قال الحافظ فی فتح الباری اخطأ ابن الجوزی بذکرہٖ فی الموضوعات وکذا ابن تیمیة فی کتاب الرد علی الروافض فی زعم وضعهٖ (زرقانی، صفحہ:۱۱۵)

((ترجمہ)) "امام ابن حجر عسقلانی بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: ابن جوزی نے خطاء کی ہے اس کو موضوعات میں ذکر کر کے، اسی طرح ابنِ تیمیہ نے بھی غلطی کی ہے اس کو موضوع گمان کر کے "کتاب الرد علی الروافض" میں"۔

۵-علامہ امام بدر الدین عینی "عمدۃ القاری شرح بخاری" جلد:۷، صفحہ:۱۴۶ پر لکھتے ہیں:

اخرجهٗ الحاکم عن اسماء وذکرہ الطحاوی فی مشکل الآثار وهو حدیث متصل و رواتهٗ ثقاة واعلال ابن الجوزی

هذا الحديث لا يلتفت اليه ۔

امام عینی حنفی فرماتے ہیں شرح بخاری میں کہ: ''اس حدیث کو امام حاکم نے حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت کیا ہے اور امام طحاوی نے ''مشکل الآثار'' میں ذکر کیا ہے اور یہ حدیث متصل ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ابن جوزی کا موضوع وغیرہ کہنا قابل توجہ نہیں ہے''۔

۶- شیخ محقق ''مدارج النبوت'' جلد:۲، صفحہ:۲۵۳، ۲۵۴ پر فرماتے ہیں:

اما کلام در حدیث رد شمس برائے علی رضی اللّٰہ عنہ آنچہ علماء گفتہ اند. نقل کنیم بے ثبوت تعصب وتعسف اس کے بعد امام طحاوی، قاضی عیاض، طبرانی، ابن عراقی، احمد بن صالح سے حدیث کی صحت اور حسن ہونے کا ذکر کیا اور احمد بن جوزی کے بارے میں فرمایا:

ابن جوزی مستعجل است در حکم وضع و ادعاء آں وثوق نیست۔

۷- شاہ ولی اللہ صاحب ''ازالۃ الخفاء'' میں فرماتے ہیں کہ:

''حافظ جلال الدین سیوطی اور امام ابوجعفر طحاوی وغیرہ نے اس کی تصحیح فرمائی اور یہ کہ قاضی عیاض نے ابنِ جوزی پر انکار کیا ہے''۔

۸- ''فتاویٰ شامی'' جلد اول صفحہ ۳۳۴ میں لکھا ہے:

والحديث صححه الطحاوى وعياض و اخرجهٗ جماعة منهم الطبرانى بسند حسنٍ واخطأ من جعلهٗ موضوعاً كابن الجوزى ۔

''اور حدیث کی تصحیح فرمائی ہے امام طحاوی اور قاضی عیاض نے اور اس کی روایت کی محدثین کی ایک جماعت نے، اُن میں سے ایک امام طبرانی

ہیں جنہوں نے سَنَدِ حَسَن کے ساتھ روایت کیا اس کو اور علامہ شامی فرماتے ہیں کہ جنہوں نے ابنِ جوزی کی طرح اس کو موضوع قرار دیا ہے انہوں نے غلطی کی ہے''۔

قارئین کرام بندۂ ناچیز نے بحث کی ابتداء میں سورج لَوٹائے جانے والی روایت کے راویوں پر سرفراز صاحب کی جرح کے جوابات پیش کیے اور ایک ایک راوی کی توثیق وتعدیل بحمدہٖ تعالیٰ اسماء الرجال کی معتبر ومستند کتابوں سے ثابت کی ہے اس کے بعد ''مشکل الآثار'' کی دو سندوں کے ہر ایک راوی کی توثیق و تعدیل، معتبر ومستند کتبِ اسماء الرجال سے پیش کی ہے جو آپ پڑھ چکے ہیں اس کے بعد ان روایات کے متعلق علماءِ اعلام واکابرینِ اسلام وشارحینِ احادیثِ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معتبر ومستند کتابوں کے حوالوں سے اس کی صحت وحسن و تعددِ طرق کے متعلق ان کے ارشادات نقل کر دیئے اور ساتھ ہی یہ بھی نقل ہوا کہ ابن جوزی اور ابن تیمیہ وغیرہ کی جرح قابلِ التفات نہیں ہے خصوصاً انور شاہ صاحب کشمیری کا فیصلہ ابن جوزی کے خلاف باحوالہ پیش کر دیا گیا ہے اور یہ شاہ صاحب علماءِ دیوبند کے اکابرین میں سے ایک ہیں۔

۹- بلکہ علامہ عبدالحئی لکھنوی بھی ''تحفة الكملة على حواشي تحفة الطلبة'' صفحہ۵ پر فرماتے ہیں:

ان من المحدثين عن له افراط و مبالغة في الحكم بوضع الاحاديث وبابطالها وضعفها منهم ابن الجوزي و ابن تيميه الحنبلي والجوزقاني والصنعاني وغيره ۔

(منقول از حاشیہ الرفع والتکمیل صفحہ:۹۰)

یعنی ''محدثین میں بعض ایسے ہیں جو احادیث کی وضع وابطال وضعف کا

حکم لگاتے ہیں بہت افراط و مبالغہ کر جاتے ہیں۔ جیسے ابن جوزی اور ابن تیمیہ جوزقانی اور صنعانی وغیرہ"۔

۱۰۔ حافظ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری "لسان المیزان" میں فرماتے ہیں:

طالعتُ رد ابن تیمیه علی العلی فوجدتهٗ کثیر التحامل فی رد الاحادیث التی یوردها ابن المطهر الحلی وردّ فی ردّهٖ کثیراً من الاحادیث الجیاد۔

یعنی "میں نے ابن تیمیہ نے جو رد کیا ابن مطہر علی کا، اس کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ کثرت سے صحیح اور جید حدیثوں کو بھی رد کر گیا ہے"۔

قارئین کرام! یہ دس حضرات علماءِ علام و اکابرین کی عبارات تھیں جن سے واضح ہے کہ ابن جوزی اور ابن تیمیہ وغیرہ احادیث کی جرح کے جوش میں کثرت سے صحیح اور جید حدیثوں کو بھی رد کر دیتے ہیں اور حدیثوں پر وضع وضعف کا حکم لگانے میں جلد بازی اور بے احتیاطی کا شکار ہو جاتے تھے اس لیے ان کی جرح قابلِ قبول و معتبر نہیں ہے ان مذکورہ بالا علماءِ اعلام عشرہ کے نزدیک۔

قارئین کرام! ان عبارات میں سے ایک عبارت علامہ شامی کی بھی لکھی گئی ہے جیسا کہ آپ نے پڑھا، وہ بھی فرماتے ہیں کہ:

"اس کی تصحیح امام طحاوی، قاضی عیاض نے فرمائی ہے اور اس کو طبرانی نے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے اس کے بعد اپنی طرف سے فرماتے ہیں کہ جنہوں نے اس کو موضوع قرار دیا ہے انہوں نے غلطی کی ہے جیسے ابن جوزی وغیرہ"۔

اب تو سرفراز کو ماننا ہی پڑے گا کہ یہ حدیث قابلِ قبول و معتبر و قابلِ احتجاج ہے کیونکہ وہ خود "تسکین الصدور" صفحہ ۱۲۹ پر لکھتے ہیں کہ:

''جس مسئلہ کی بنیاد امام علامہ شامی حدیث پر رکھیں اس حدیث کی صحت ان کے نزدیک مُسلّم ہوتی ہے''۔ (خواہ شامی میں ہو یا رسائل میں)

جبکہ آپ کو اس امر کا اقرار ہے تو پھر آپ کو تعصب چھوڑ کر اور عناد کی عینک اتار کر تسلیم کرنا چاہیے کہ مذکورہ متنازعہ روایت کی صحت علامہ شامی کو مسلّم ہے اگر اتنی عظیم شخصیات اس کی صحت اور حسن ہونے کو مانتی ہیں تو پھر سرفراز صاحب کو ماننے سے انکار ہے تو ہوتا رہے۔ ان کی وقعت اور اہمیت ہی کیا ہے ان اکابرین کی نسبت سے۔ سچ کہا گیا ہے۔ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا۔

سوال: ابن کثیر وغیرہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند میں اہلِ بیت کی ایک عورت ہے جو مجہولہ ہے۔

جواب: شیخ محقق ''مدارج'' میں فرماتے ہیں کہ:

قول بجهالت وعدم معرفت حال اسماء بنت عميس ممنوع است زيرانكه وے امرأت جميله جليله عاقله است كه احوال وے معلوم و معروف است۔

یعنی ''اسماء کے مجہول اور غیر معروف ہونے کا قول منع ہے کیونکہ وہ ایک بزرگ عقلمند عورت ہے جس کے حالات معلوم اور مشہور ہیں''۔

''اصابہ'' جلد: ۴، صفحہ: ۲۳۵ میں ہے:

اسماء بنت عميس بن معد، بوزن سعد ووقع في الاستيعاب بفتح العين اُخت ميمونة بنت الحارث زوج النبي صلى الله عليه وسلم۔

اور ''تہذیب الاسماء والصفاۃ'' جلد: ۲، صفحہ: ۳۳۰ میں ہے:

اسلمت اسماء قديما قال ابن سعد اسلمت قبل دخول

رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم دار الارقم ابن ابی الارقم بمکة وبالبیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ۔

''طبقات ابن سعد'' جلد: ۸، صفحہ: ۲۸۰ میں ہے کہ:

''اولاً: ان کا نکاح جعفر بن ابی طالب سے ہوا ان سے عبداللہ و محمد اور عون پیدا ہوئے۔ جعفر غزوۂ موتہ میں شہید ہو گئے، پھر ان کا نکاح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوا تو محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد ان کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا تو عون اور یحییٰ پیدا ہوئے''۔

ان کے متعلق یہ کہنا کہ یہ مجہولہ ہیں انتہائی جہالت کا ثبوت ہے۔

سوال: حضرت اسماء کی وفات ۴۰ ہجری میں ہوئی تھی اور ان کے وفات پانے کے دس یا گیارہ سال بعد ۵۰ یا ۵۱ ہجری میں حضرت فاطمہ بنت حسین پیدا ہوتی ہیں۔ اس لیے ان کی ملاقات ثابت نہیں۔ فلہٰذا اسماع بھی ثابت نہیں۔

جواب: حضرت فاطمہ بنت حسین کے بارے میں کتبِ تواریخ ((میں)) سنہ وفات ۱۱۰ھ لکھا ہے اور ''نور الابصار'' میں لکھا ہے: توفیت رضی اللّٰہ تعالٰی عنها سنة الرابعه عشر ومائة ۔

''تقریب'' میں ہے:

فاطمة بنت الحسین ثقة من الرابعة ماتت بعد المائة وقد اسنت الاکمال فی اسماء الرجال متعلقه ۔

''مشکوٰۃ'' میں بھی ان کو ثنات تابعین میں لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ سو سال کی عمر پائی، ان عبارات کو ملانے سے نتیجہ یہ نکلا کہ جب حضرت فاطمہ بنت حسین کی عمر ۹۰ سال ہے کیونکہ ''تہذیب التہذیب'' جلد: ۱۲، صفحہ: ۴۴۳ پر لکھا ہے کہ:

یعنی" ۹۰ سال کی ہو کر وصال فرمایا۔ جب عمر ۹۰ سال ہے اور وفات ۱۱۰ھ میں ہے تو لامحالہ ان کی پیدائش ۲۰ھ کے قریب تسلیم کرنا پڑے گی۔ اس لیے یہ کہنا کہ ان کی ولادت ۵۰ یا ۵۱ ہجری میں ہوئی، غلط اور باطل ہے۔ اور" تقریب" میں وقد اسنت کا جملہ بھی ادعاءِ مذکور کو غلط ٹھہراتا ہے۔

قارئینِ کرام! اس بحث میں ناچیز نے دیگر کتبِ معتبرہ کے علاوہ بعض جگہ استاذی و استاذ العلماء شیخ القرآن و الحدیث حضرت علامہ مولانا غلام علی صاحب اوکاڑوی دامت برکاتہم کے رسالہ معجزۂ ردِّ شمس سے بھی استفادہ کیا ہے اور یہ رسالہ قابل دید و قابلِ مطالعہ ہے۔ علماء کرام کیلئے اور نہایت مفید ہے۔ اور اس میں حضرت قبلہ استاذی المکرّم نے ردِّ شمس کی روایت کی جو متعدد سندیں لکھی ہیں۔ ان کے بعض راویوں مثلاً عبید اللہ بن موسیٰ اور احمد بن صالح اور فضیل بن مرزوق اور محمد بن موسیٰ فطری عمار بن مطر وغیرہ پر جو جرح سرفراز صاحب نے" دل کا سرور" نامی کتاب میں کی تھی، بحمدہٖ تعالیٰ ان کے دندان شکن اور نہایت مسکت جوابات دیئے گئے ہیں وفیه کفایةٌ لمن له هدایةٌ

اعتراض: سرفراز صاحب اس حدیث کی ایک سند کے ایک راوی عبدالرحمٰن بن شریک پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ" یہ راوی فنِ حدیث میں نہایت کمزور ہے"۔

جواب: اوّل تو یہ جرح مبہم ہے۔ ثانیاً یہ کہ" تقریب" صفحہ ۲۳۰ پر ان کے بارے میں لکھا ہے صدوق من العاشرة ۔ یعنی" یہ صدوق ہے"۔" میزان" جلد: ۲، صفحہ: ۵۶۹ پر لکھا ہے کہ:

عن ابیه ۔وثق ۔روی عنه البخاری فی آدابه، وقال ابن حبان فی الثقات

یعنی" اس کی توثیق کی گئی ہے اور آداب میں بخاری نے اس سے روایت

کی ہے اور ابن حبان نے اس کو ثقاۃ میں شمار کیا ہے''۔

اعتراض: آگے ابن عقدہ پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''یہ ابن عقدہ رافضی ہے''۔

جواب: پہلے باحوالہ لکھا جاچکا ہے کہ اگر رِفض کامل نہ ہو تو یہ سببِ جرح نہیں ہے۔ رِفض اُسی وقت سببِ طعن ہوگا جب کامل ہو۔

اعتراض: آگے لکھتے ہیں کہ جو روایت اس سلسلہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کی سند میں یزید بن عبدالملک نوفلی ہے اس کو امام احمد، امام یحییٰ، امام احمد بن صالح، امام ابوزرعہ، امام ابن عدی، امام بخاری اور امام نسائی وغیرہ تمام ضعیف اور متروک الحدیث کہتے ہیں:

جواب: ''میزان الاعتدال'' جلد:۴، صفحہ:۴۳۳ پر لکھا ہے کہ:

وقال عثمان سعید سألتُ یحییٰ عنه فقال ما کان به باس ۔

یعنی ''امام یحییٰ نے اس کی توثیق فرمائی ہے''۔

رہا امام احمد کا ضعیف کہنا یا امام ابوزرعہ جتنے حضرات کی طرف سرفراز صاحب نے جرح کی نسبت کی ہے ان سب کی جرح مبہم ہے کسی نے جرح مفسر نہیں کی اور جرح جب تک مفسر نہ ہو قابلِ قبول نہیں ہے۔ جیسا کہ سرفراز صاحب نے ''سماعِ موتی'' میں خود تسلیم کیا ہے۔

((مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی کی مخبوط الحواسی))

کیوں جناب سرفراز صاحب رواۃ پر جرح کرکے مخبوط الحواس تو نہیں ہوگئے؟۔ آپ خود ''دل کا سرور'' صفحہ ۱۷۲ پر احمد بن صالح کو مطعون و مجروح قرار دے کر پھر خود ہی صفحہ ۱۷۳ پر جرح کنندگان کی فہرست میں امام احمد بن صالح کو لکھتے ہیں۔ جب بقول آپ کے یہ مطعون و مجروح ہیں تو پھر یہاں جرح میں ان کا قول کیسے نقل کردیا

اور یہاں ان کو امام احمد بن صالح بھی لکھ دیا ہے، جو شخص روایت کرنے میں بقول آپ کے ضعیف و مطعون ہے۔ اس کی جرح کیسے قابلِ قبول ہوگئی۔

اعتراض: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے ایک راوی یحییٰ بن یزید پر جرح کرتے ہوئے سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ ''علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ بہت ہی ضعیف اور کمزور تھا''۔

جواب: ''میزان الاعتدال'' جلد چار، صفحہ: ۴۱۴ پر لکھا ہے:

یحییٰ بن یزید ابو شیبة الرهاوی وقال ابن عدی ارجوان یکون صدوق وقال ابو حاتم لابأس به ۔

اس کے علاوہ یحییٰ بن یزید، اس نام کے چار راوی لکھتے ہیں۔ سرفراز صاحب نے تعین نہیں کی بلکہ بلا تعیین جرح نقل کر دی ہے، مزید یہ کہ ان کی منقول جرح مفسر نہیں بلکہ مبہم ہے جو خود اس کے نزدیک بھی قابل قبول نہیں ہے۔

قارئین کرام ''دل کا سرور'' نامی کتاب میں سرفراز صاحب نے جتنی روایتوں کی جس جس سند کے جس راوی پر جرح نقل کر کے اعتراض کیا تھا اور اسی بنیاد پر ردِّ شمس کی ہر روایت یا ہر سند کو مجروح و مطعون قرار دینے کی ناکام کوشش کی تھی۔ ناچیز نے ان سب کی توثیق باحوالہ نقل کر کے ان کی جرح کا جواب بھی ساتھ ہی عرض کر دیا ہے۔ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے پھر جواب مسلمات سے دیا گیا ہے اس لئے تسلیم کرنے سے چارہ نہیں مگر انصاف پسند اصول پسند کو۔ ہٹ دھرم، ضدی، معاند اور متعصب کے لیے تو دفتر کے دفتر اور دلائل کا انبار بھی ناکافی ہوتا۔

اعتراض: سرفراز صاحب تکبر و غرور میں آ کر ''ازالہ'' اور اپنی دیگر کتابوں میں بعض جگہ یہ لکھتے آئے ہیں کہ:

میں وہ بلا ہوں کہ پتھر کو شیشے سے توڑ دوں

جواب: ہمیں یہ بات اپنے متعلق لکھتے ہوئے شرم بھی آتی ہے اور خوف بھی،

اس لئے بجائے اس کے ہم صرف یہ کہتے ہیں:

خرد کا نام جنون رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حُسنِ کرشمہ ساز کرے

سوال: یہاں یہ سوال وارد ہوسکتا ہے کہ فریقِ مخالف نے معتبر کتابوں کے حوالے سے جرح نقل کی ہے اور تم نے مستند کتابوں کے حوالے سے توثیق وتعدیل نقل کی ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ ایسی صورت میں **الجرح مقدم علی التعدیل** پر عمل کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ تم خود سابقہ صفحات میں تسلیم کر چکے ہو۔

جواب: بے شک سرفراز صاحب کی نقل کردہ جرح کے مقابلہ میں توثیق و تعدیل نقل کی ہے۔ مگر یہ کہنا غلط ہے کہ علی الاطلاق جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔ نہیں۔ ہرگز ایسا نہیں بلکہ صرف وہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے جو **مبیّن السبب** اور جرح مفسر ہو۔ اگر جرح **مبیّن السبب** اور مفسر نہ ہوتو پھر اس کو تعدیل پر مقدم نہیں کیا جاتا اور اس کو تعدیل پر ترجیح نہیں ہوتی۔

کتبِ اُصولِ حدیث کے علاوہ خود سرفراز صاحب اپنی کتاب ''سماعِ موتی'' ص:۲۱۰ پر لکھتے ہیں کہ ''ہاں اگر جارح آئمہ جرح وتعدیل میں سے ہو۔ متشدد، متعصت اور متعصب نہ ہو اور جرح کے اسباب کو جانتا ہو تو پھر جرح تعدیل پر مقدم ہوگی۔ بشرط کہ جمہور کے قول سے متصادم نہ ہو''۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

والجرح مقدم علی التعدیل واطلق ذلك جماعة ولکن محلهٗ ان صدر مبیّناً من عارف باسبابه لانهٗ ان کان غیر مفسر لم یقدح فی من ثبت عدالته شرح نخبة الفکر (ص:۱۱۱)

((ترجمہ)) ''جرح تعدیل پر مقدم ہے اور ایک جماعت نے اس کو مطلق رکھا ہے لیکن اس تقدیم کا صحیح محل یہ ہے کہ جرح مفسر ہو اور ایسے

شخص کی طرف سے ہو جو جرح کے اسباب کو جانتا ہو۔ کیونکہ اگر جرح مفسر نہ ہوئی تو ایسے شخص کے بارے میں اس سے کوئی عیب پیدا نہیں ہوگا جس کی عدالت ثابت ہو چکی ہو"۔

اس عبارت میں فریقِ مخالف فرقۂ دیوبندیہ کے مشہور و معروف شیخ الحدیث نے تسلیم کرلیا ہے کہ جرح غیر مفسر کو تعدیل پر تقدیم و ترجیح حاصل نہیں ہوتی اور سرفراز صاحب کی جرح چونکہ مبہم و غیر مفسر ہے اس لئے ہماری پیش کردہ تعدیل پر سرفراز صاحب کی جرح کو تقدیم و ترجیح ہرگز نہیں دی جاسکتی۔

(منقول از اثبات علم الغیب، جلد اول، صفحہ: 325 تا 346، مطبوعہ قادری کتب خانہ، تحصیل بازار، سیالکوٹ)

معجزہ ردّ الشمس

مؤلف

مولانا فیض احمد اُویسی

لقد خلقنا الانسان في احسن تقويم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی و نسلّم علیٰ رسولہ الکریم

امّا بعد!

معجزۂ رَدِّ شمس:

((یعنی نبی پاک صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سورج کو واپس لوٹانے کا معجزہ)) مسلمانوں کے دلوں پر اتنا راسخ ہو چکا ہے کہ اتنا سورج کا تصور بھی ان کے ذہنوں پر نہ ہوگا لیکن نامعلوم ((یعنی معلوم نہیں)) اسلام کے ((نام نہاد)) ٹھیکیداروں کو کون سی اسلام کی خدمت ملحوظِ خاطر تھی کہ اس معجزہ کا نہ صرف انکار بلکہ اس کے غلط ہونے پر عقلی دلائل کے ساتھ جن احادیثِ صحیحہ سے یہ معجزہ ثابت ہے انہیں بھی غلط قرار دیا۔ دورِ سابق میں چند ایک مثلاً ابن تیمیہ وابن الجوزی منکر تھے وہ کیوں اس کی وجہ آئے گی (ان شاء اللہ) ہمارے دور میں عوام میں مشہور دین کے ٹھیکیدار مودودی، شبلی وعباسی وسلیمان ندوی (۱) نے انکار کیا اور ان کی ترجمانی اسلام کی خدمت کے دم بھرنے والے ایک رسالے نے کی۔ وہ ہے ''سیارہ ڈائجسٹ''۔

اس ''سیارہ ڈائجسٹ'' والوں نے ایک شمارہ ''رسول نمبر'' نکالا اس میں کسی عبدالکریم عابد (۲) نے دیگر مشہور ومعروف معجزات کو بے ثبوت کہنے کے ساتھ ساتھ عظیم الشان معجزہ ''ردشمس'' کو بھی غلط قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ روایت ثابت نہیں

(۱) یہ خود نہیں، مودودی بول رہا ہے تفصیل آتی ہے۔ اویسی غفرلہ۔

(۲) ابھی ان کے ساتھ ((کالعدم دیوبندی تنظیم)) ''انجمن سپاہِ صحابہ'' بھی شامل ہوگئی۔ دیوبندیوں کو مبارک اس کی تفصیل پروفیسر علامہ آسی صاحب کے رسالہ ردالشمس میں ہے۔ اویسی غفرلہ۔

ہے (فقیر آگے چل کر احادیث کے اصول پر صحیح حدیث ثابت کرے گا لیکن اس سے یہ تو مسلمانوں کو معلوم ہوگیا کہ معجزات کا انکار نہ صرف کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کو تھا بلکہ اسلام کا نام لے کر مسلمانوں میں بھی ہر دور میں منکر موجود ہیں اور تا قیامت انکار کرتے چلے جائیں گے اور دورِ سابق میں کسی اصول پر بعض محدثین کو انکار ہوگا لیکن ابن تیمیہ نے خوارج و معتزلہ کے نظریات کو زندہ کرنے کے لئے مختلف اطوار سے اسلام کو مسخ کرنے کی کوشش کی اس کے بعد یہودیوں اور دیگر دشمنانِ اسلام نے مسلمانوں کو مختلف روپوں میں اُبھارا اور تا قیامت اس طرح کی سازشیں کرتے رہیں گے۔

ہمارے دور میں ان کا رنگ و روپ حضور نبی پاک صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عشق و محبت کو مسلمانوں کے دلوں سے نکالنے کے لئے آپ کے کمالات کے انکار میں ہے، چنانچہ ہمارے دور میں منکرینِ کمالات کو دیکھ لیجئے کہ نبی پاک صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہر کمال کی ہر بات کو اپنی تحریر و تقریر کا نشانہ بناتے ہیں۔

منجملہ ان کے معجزۂ ردالشمس بھی ہے کہ جس پر صدیوں سے مسلمانوں کے دلوں میں یہ عقیدہ راسخ ہو کر چلا آرہا ہے لیکن ان یہودیوں مسلمان نما اسلام کے دشمنوں نے برملا اس کا انکار کر دیا۔ نہ صرف حضور صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معجزۂ ردالشمس بلکہ جن آیات و روایات میں جن حضرات (انبیاء علیہم السلام) کے لئے ردالشمس وقوع پذیر ہوا ان کا بھی انکار کر دیا۔ مثلاً۔

(۱) حضرت سلیمان علیہ السلام کا ردالشمس جس کا ذکر آیۃ "رُدُّوْهَا عَلَيَّ" میں ہے یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا مانگی تو ان کے لئے سورج لوٹایا گیا۔

(۲) حضرت یوشع علیہ السلام کا ردالشمس، مفسرین نے فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِيْنَ کے تحت لکھا کہ حضرت یوشع بن نون کے لئے سورج روکا گیا۔

(۳) نبی پاک صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے لئے ردِ شمس ہوا، جس کے متعلق بے شمار دلائل تفسیر حدیثِ پاک، کتبِ حدیث وکتبِ فقہ واصول وتفسیر وتواریخ میں موجود ہیں، جو آئندہ صفحات میں ہدیہ ناظرین ہوں گے۔ان شاء اللہ۔

(۴) نبی کریم صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے لئے ردالشمس اور حبس الشمس وقوع پذیر ہوا۔ مگر حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے لئے ردالشمس نہیں ہوا۔

تو اس کے لئے بھی حوالہ جات کتبِ احادیث وسِیَر میں موجود ہیں۔ان شاءَ اللہ فقیر ان اعدائے اسلام اور منکرینِ کمالاتِ مصطفٰی صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے رد میں بھرپور دلائل قائم کرے گا۔

(۵) منکرینِ معجزۂ ردالشمس کی فہرست:

انکار کس قسم کے لوگ کرتے ہیں اور کس وجہ سے انکار کرتے ہیں۔

(۱) ابن تیمیہ (جو کہ معتزلہ تھا) سب سے پہلے انکار کیا۔

(۲) کفار نے کمالاتِ نبوی ومعجزاتِ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا انکار کیا۔

(۳) مودودی وعباسی اور شبلی اور سرسید علی گڑھی اور ان کے ہمنوا تمام نیچری اور منکرینِ حدیث (چکڑالوی، پرویزی) اور ((کالعدم دیوبندی)) انجمن سپاہِ صحابہ کے بعض افراد وغیرہ۔

دعوتِ فکر وانتباہ:

اسلام کا شیدائی لیکن بانی اسلام صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے کمالات کا منکر سوچ لے کہ منکرین کون ہیں کیوں ہیں اور پھر مرنے کے بعد ہر اس گروہ میں

شمولیت کرنی ہوگی جس سے قلبی لگاؤ اور عقیدہ کی وابستگی ہے۔

اگر انکار معجزۂ ردالشمس صرف اور صرف انہی مذکورہ بالا کی تحقیق پر مبنی ہے تو کل قیامت میں انہیں کے ساتھ جگہ ملے گی۔ اگر اقرار ہے تو ان مقدس ہستیوں کا ساتھ نصیب ہوگا جن کے اسماءِ گرامی و تحقیقِ سامی مندرجہ ذیل ہے۔

قائلین معجزۂ ردالشمس:

اس حدیث پاک کو بڑے بڑے جلیل القدر علماء اور ثقہ محدثین نے صحیح ((اور)) ثابت کہا ہے۔ ان میں سے چند ایک حضرات یہ ہیں۔

(۱) سیدنا امام طحاوی نے ''مشکل الحدیث'' میں۔ (۲) حضرت قاضی عیاض ''شفاء شریف'' میں (۳) محدث طبرانی نے ''معجم کبیر'' میں۔ (۴) ابن من۔ (۵) ابنِ مردویہ۔ (۶) ابنِ شاہین (نے) ''زرقانی شرح مواہب'' (۷) امام قسطلانی نے ''مواہب لدنیہ''۔ (۸) امام عبدالباقی زرقانی ((''شرح مواہب'')) (۹) امام احمد بن صالح (''زرقانی'' ''نسیم الریاض'') (۱۰) علامہ شہاب الدین خفاجی (''نسیم الریاض'' میں) (۱۱) ملا علی قاری نے ''شرح شفا''۔ (۱۲) علامہ ابنِ عابدین شامی (ردالمحتار) (۱۳) عارف باللہ شیخ فرید الدین عطار (منطق الطیر) (۱۴) علامہ حلبی (سیرت حلبیہ) (۱۵) امام سخاوی (مقاصد حسنہ) (۱۶) علامہ نبہانی (انوار محمدیہ) (۱۷) علامہ تقی الدین (نزہتہ الناظرین۔ (۱۸) شیخ عماد الدین یحیٰی بن ابوبکر عامری (بہجتہ المحافل) (۱۹) علامہ جمال الدین محمد اشخر یمنی (شرح بہجۃ المحافل) (۲۰) خاتمۃ الحفاظ علامہ سیوطی (کشف اللبس) (۲۱) قاضی القضاۃ امام عراقی (تقریب بحوالہ نسیم الریاض) (۲۲) علامہ عبدالرحمٰن صفوری (نزہۃ المجالس) (۲۳) شیخ المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی (مدارج النبوۃ) (۲۴) مفسرِ قرآن علامہ محمود آلوسی (تفسیر روح المعانی) (۲۵) حضرت مُلّا جیون (نورالانوار

میں)(۲۶)علامہ حسینی (تفسیر حسینی (قادری)(۲۷)حضرت ابوالحسن الفضلی صاحب تصنیف (نسیم الریاض)(۲۸)علامہ قصوری نے (تحفۂ رسولیہ میں)(۲۹)امام ابن حجر (شرح الارشاد)(۳۰)امام المفسرین اسماعیل حقی (روح البیان)(۳۱)علامہ نامی (شرح حسامی)(۳۲)شاہ ولی اللہ (ازالۃ الخفاء)(۳۳)علامہ عبدالحلیم والد مولانا عبدالحیٔ لکھنوی (قمرالاقمار)(۳۴)عارف صاوی (تفسیر صاوی)(۳۵)مفسر خازن (تفسیر خازن)(۳۶) امامِ اہلسنّت الشاہ احمد رضا خان بریلوی (مختلف تصانیف) (حدائق) (۳۷) مولوی انور کشمیری دیوبندی (فیض الباری حواشی البخاری) (۳۸) صاحب مدارک (تفسیر مدارک) (۳۹) ابن سیدالناس (بشری اللبیب) (۴۰) حافظ علاؤالدین مخلفائی (الزہر الباسم) (۴۱) ابو الفتح ازدی (ازالۃ الخفاء)(۴۲)ابوزرعہ ابن عراقی ("الدر المنتشرہ فی الاحادیث المشتهرہ")(۴۳)علامہ ابن حجر (شرح اسیر الکبیر)

ان کے علاوہ بے شمار وہ آئمہ وعلماء ومشائخ کرام جن کے مقابلہ میں ابنِ تیمیہ جیسے طفلِ مکتب سے بھی کمتر ہیں پھر اس کے مقلدینِ سرسید علی گڑھی اور مودودی اور پرویزی وغیرہ تو کسی قطار میں نہیں۔

ناظرین

غور فرمائیں کل قیامت میں ردالشمس کے قائلین ومنکرین خدا تعالیٰ کے روبرو پیش ہوں تو تم کو منکرین کے ساتھ نتھی کر کے دوزخ میں بھیج دیا گیا تو پھر کیا کرو گے جب کہ قائلین کی فہرست ملاحظہ فرمالیں کہ ان کے دوزخ میں جانے کا امکان بھی نظر نہیں آتا۔ علاوہ ازیں قائلین کے پاس ردالشمس کی قوی اور مضبوط سندات موجود ہیں اور منکرین کے پاس ایک ایسی سند بھی نہیں جس سے وہ دعویٰ کر سکیں کہ فلاں حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج نہیں لوٹایا اور جس کے

پاس کوئی سند نہ ہو وہ انکار کرے تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

احادیث مع السند

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ ((ظاہری)) دورِ نبوت کے قریب تر ہیں۔ وہ اپنی سند الحدیث حضور صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم تک مع اسماء راویان بیان فرماتے ہیں، آپ نے ردالشمس کا عنوان کرکے روایت کی ہے چنانچہ آپ کی کتاب ''مشکل الآثار'' میں ہے کہ:

بیان مشکل ماروی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فی مسئلۃ اللہ عَزَّ وَ جَلَّ رد الشمس علیہ بعد غیوبتہا ورد اللہ عَزَّ وَ جَلَّ ایاھا علیہ وما روی عنہ ممّا توھم مضاد ذالک۔

(۱): حَدَّثَنَا أَبُوْ أُمَيَّةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسَى الْعَبْسِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوْقٍ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْحَسَنِ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْحُسَيْنِ، عَنْ أَسْمَاءَ ابْنَةِ عُمَيْسٍ، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْحٰى اِلَيْهِ وَ رَأْسُهُ فِي حِجْرِ عَلِيٍّ، فَلَمْ يُصَلِّ الْعَصْرَ حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَّيْتَ يَا عَلِيُّ؟ قَالَ: لَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ كَانَ فِي طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ رَسُوْلِكَ، فَارْدُدْ عَلَيْهِ الشَّمْسَ، قَالَتْ أَسْمَاءُ: فَرَأَيْتُهَا غَرَبَتْ ثُمَّ رَأَيْتُهَا طَلَعَتْ بَعْدَ مَا غَرَبَتْ۔

((مشکل الآثار، جلد۳ صفحہ۹۲، بابُ بیانِ مُشْکِلِ مَارُوی عَنْ رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلم فی مسألتِہ اللہَ عَزَّ وَ جَلَّ أنْ یَرُدَّ

الشَّمْـسَ عـليـه بعدغيُوبتِها الخ مطبوعہ مؤسّسة الرّسالة، بيروت۔الطبعة الاولیٰ، ۱۴۱۵ھ۔۱۹۹۴ء))

(۲): حَـدَّثَـنَـا عَـلِـيُّ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، قَالَ حَدَّثَنِـي مُـحَمَّدُ بْنُ مُوْسٰى، عَنْ عَوْنِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ اُمِّهٖ أُمِّ جَعْفَـرٍ، عَـنْ أَسْـمَـاءَ ابْـنَـةِ عُمَيْسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم صَلَّى الظُّهْرَ بِالصَّهْبَاءِ ۔ثُمَّ أَرْسَلَ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي حَاجَةٍ فَـرَجَـعَ وَقَدْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم الْعَصْرَ فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم رَأْسَهُ فِي حِجْرِ عَلِيٍّ، فَلَمْ يُحَرِّكْـهُ حَتّٰـى غَـابَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّـم، اَللّٰهُمَّ اِنَّ عَبْدَكَ عَلِيًّا احْتَبَسَ بِنَفْسِهٖ عَلٰى نَبِيِّكَ، فَرُدَّ عَلَيْـهِ شَـرْقَهَا ۔ قَالَتْ أَسْمَاءُ: فَطَلَعَتِ الشَّمْسُ حَتّٰى وَقَعَتْ عَلَـى الْـجِبَـالِ وَعَـلَـى الْأَرْضِ، ثُـمَّ قَـامَ عَلِيٌّ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى الْـعَـصْـرَ، ثُمَّ غَابَتْ وَ ذٰلِكَ فِي الصَّهْبَاءِ فِي غزوةِ خَيْبَر ۔ قَالَ أَبُـوْ جَـعْفَرٍ: فَاحْتَجْنَا أَنْ نَعْلَمَ مَنْ مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَى الْمَذْكُوْرُ فِـي اِسْـنَـادِ هٰـذَا الْحَدِيْثِ، فَإِذَا هُوَمُحَمَّدُبْنُ مُوْسَى الْمَدَنِيُّ الْـمَعْرُوْفُ بِالْفِطْرِيِّ، وَهُوَ مَحْمُوْدٌ فِي رِوَايَتِهٖ ۔ وَاحْتَجْنَا أَنْ نَـعْـلَـمَ مَـنْ عَـوْنُ بْـنُ مُـحَـمَّـدٍالْمَذْكُوْرُفِيْهِ فَإِذَاهُوَعَوْنُ بْنُ مُـحَـمَّدِبْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَاحْتَجْنَاأَنْ نَعْلَمَ مَنْ أُمُّهُ الَّتِي رُوِيَ عَنْهَا فِي هٰذَا الْحَدِيْثُ فَإِذَا هِيَ أُمُّ جَعْفَرٍ ابْنَةُ مُحَمَّدِ بْنِ جَـعْفَرِبْنِ أَبِي طَالِبٍ (مشـكـل بالآثار للامام الطحاوی رحمة الله

علیہ ج ۲ ص ۸، ۹)

((مشکل الآثار، جلد۳ صفحہ ۹۵، بابُ بیانِ مُشکِلِ مارُوی عَنْ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلم فی مسائلتِہ اللہَ عَزَّ وَ جَلّ اَنْ یَرُدَّ الشَّمْسَ علیہ بعدغیُوبتِھا الخ مطبوعہ مؤسَّسَۃ الرّسالۃ، بیروت۔الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۱۵ھ۔۱۹۹۴ء))

امام طحاوی رحمۃُ اللہ علیہ کی عبارتِ مذکورہ کا ترجمہ

اس روایت کا بیان حل اشکال میں جو رسول اللہ صلّی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم سے اس بارے میں مروی ہے۔ اللہ عزّوجلّ سے حضور صلّی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم نے سورج کے غائب ہونے کے بعد اس کے واپس لوٹانے کا سوال کیا اور اللہ عزّوجلّ نے سورج کو حضور صلّی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم کے لئے لوٹا دیا اور وہ روایت جو اس کی مضاد وہم کی جاتی ہے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں روایات کی صحت کو تسلیم کر کے دونوں میں تطبیق دیتے ہیں۔

(۱) ترجمہ: "ہمیں ابوامیہ نے، بیان کیا ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ عبسی نے، بیان کیا ہمیں فضیل بن مرزوق نے، ابراہیم ابن حسن سے فاطمہ بنت حسین سے اور وہ اسماء بنت عمیس سے روایت کرتی ہیں کہ انہوں (اسماء) نے فرمایا کہ رسول اللہ صلّی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم کی طرف وحی کی جارہی تھی۔ در آنحالیکہ ((اس حال میں کہ)) آپ کا سرِ اقدس حضرت علی ((کرم اللّٰہ وجھہ الکریم)) کی گود میں تھا۔ پس حضرت علی نمازِ عصر نہ پڑھ سکے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ پس رسول اللہ صلّی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا۔ اے علی! تُو نے نماز پڑھی؟۔ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ تو رسول اللہ صلّی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں دعا کی، اے اللہ! بیشک علی تیری اطاعت میں تیرے رسول کی اطاعت

میں تھا لہٰذا سورج کو اس کے لئے واپس لوٹا دے۔ اسماء فرماتی ہیں میں نے سورج کو دیکھا کہ غروب ہو گیا پھر میں نے اس کو دیکھا غروب ہونے کے بعد نکل آیا''۔

(۲) ترجمہ: ''بیان کیا ہمیں علی بن عبدالرحمان بن محمد بن مغیرہ نے، بیان کیا ہم نے احمد بن صالح نے، بیان کیا ہم سے ابن ابی فدیک نے، بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ نے عون بن محمد سے، اُنہوں نے اپنی والدہ اُمِ جعفر سے، اُنہوں نے اسماء بنت عمیس سے، تحقیق نبی صلّی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم نے ظہر کی نماز مقام صہباء میں ادا فرمائی۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کسی کام کے لئے بھیجا، وہ لَوٹے تو نبی صلّی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم نے ((عصر ادا کر کے)) اپنا سر حضرت علی کی گود میں رکھا اور اس کو حرکت نہ دی یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا تو نبی صلّی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم نے دعا فرمائی، اے اللہ! بے شک تیرے بندے علی نے اپنے نفس کو تیرے نبی کے لئے روکے رکھا پس تُو اس کے لئے سورج کو واپس لا۔ اسماء فرماتی ہیں پس دھوپ نکل آئی یہاں تک کہ پہاڑوں اور زمین پر پڑنے لگی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، وضو کیا نماز پڑھی، پھر سورج ڈوب گیا اور یہ واقعہ صہباء (۳) کا ہے''۔

راویوں کا تعارف

امام ابو جعفر طحاوی نے فرمایا پس ہم اس امر کے محتاج ہوئے کہ محمد بن موسیٰ جو اس حدیث کے اسناد میں مذکور ہیں کون ہیں تو وہ محمد بن موسیٰ مدنی ہیں جو کہ فطری کے لقب سے معروف ہیں اور وہ اپنی روایت میں محمود ہیں اور عون بن محمد مذکور فی الروایت کو جاننے کے محتاج ہوئے سو وہ عون بن محمد علی بن ابی طالب ہیں اور اس کی والدہ جس سے انہوں نے یہ حدیث روایت کی، سو وہ امام جعفر بنت محمد بن جعفر بن ابی طالب

(۳) خیبر شریف سے ایک منزل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے۔ ۱۲ مِنہُ

ہیں۔ مزید تحقیق آئے گی (ان شاء اللہ)

ردالشّمس برائے یوشع نبی علٰی نبیّنا علیہ الصلوٰۃ والسّلام

اس کے بعد امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت یوشع علیہ السلام کے ردالشمس والی روایت درج فرمائی۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم تحتبس الشمس علی احد الالیوشع۔ ''رسول اللہ صلّی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ یوشع بن نون علیہ السلام کے سوا سورج کسی کے لئے نہیں روکا گیا'' اور دوسری روایت میں (لم تردد الشمس) وارد ہے تو پہلی روایت سے تو کوئی تعارض ہی نہیں کیونکہ حبسِ شمس کا معنی یہ ہے کہ اس کو غائب ہونے سے روک لیا گیا اور دن بڑھ گیا اور (رد الشّمس) کا مفہوم یہ ہے کہ سورج ڈوبنے کے بعد واپس لوٹ آیا۔ تو اس صورت میں حدیث کا معنی یہ ہوگا کہ حضور صلّی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم سے قبل جو انبیاء کرام گزرے ہیں ان میں سے سوا حضرت یوشع علیہ السلام کے سورج کسی کے لئے واپس نہیں لوٹایا گیا اور متکلم یعنی حضور صلّی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم اس میں داخل نہیں۔ یا جب حضور صلّی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا اس وقت تک معجزہ ردالشمس کا ظہور نہیں ہوا تھا یہ واقعہ اس ارشادِ گرامی کے بعد کا ہے۔

تعارف امام طحاوی

جس محدث نے ردالشّمس کی حدیث سنداً روایت کی ہے ان کا تعارف حاضر ہے۔ حضرت امام ابوجعفر الطحاوی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ کی جلالتِ شان اظہر من الشّمس وابین من الامس (سورج سے زیادہ روشن اور کل آنے والے دن سے زیادہ ظاہر ہے) اکابر محدثین نے آپ کا تعارف یوں کرایا ہے:

ھو الامام حافظ الاسلام خاتم الجھابذة النقاد الاعلام شیخ الحدیث و طبیب علله القدیم والحدیث الّذی سلم له الفقهاء والمحدثون اجمعون (وہ امام حافظ الاسلام بڑے اونچے طبقے کے ناقدین علماء کے خاتم اور شیخ الحدیث اور قدیم وجدید دور کے احادیث کے علل کے طبیب، جنہیں فقہاء و محدثین نے المحدث المحقق ((کہا)))"

جلال الدین السیوطی نے "حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاھرہ" میں اور امام حافظ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں اور علامہ محمود بن سلیمان اللغوی نے "طبقات" میں اور محدث فقیہ علی قاری نے اپنے "طبقات" اور دیگر تالیفات جلیلہ میں اور علامہ شیخ عبدالقادر نے "طبقات" میں اور سمعانی نے "انساب" میں اور ابنِ خلکان نے اپنی "تاریخ" میں اور اتقانی نے "غایة البیان" میں اور امام یافعی نے "مراۃ الجنان" میں جن القاب وآداب سے اس جامع بین التحدیث والفقاھة والثقاھة امام کا ذکر فرمایا ہے اس سے ان کی عظمت اور جلالتِ علمی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

تعارف از محدثین

(۱) امام ذہبی نے فرمایا:

الامام العلامه الحافظ صاحب التصانیف البدیعة ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامه بن سلمه الدزدی الحجری المصری الطحاوی الحنفی یعنی "امام علامہ حافظ صاحب تصانیفِ عجیبہ ابو جعفر حنفی طحاوی"۔ قال ابن یونس ولد سنة سبع و ثلاثین و ائتین و کان ثقة مثبتا فقیها عاقلالم یخلف مثله "ابن یونس نے کہا کہ امام طحاوی ۲۳۷ھ میں پیدا ہوئے۔ ثقہ، ثبت،

فقیہ عاقل تھے اپنا مثل پیچھے نہیں چھوڑ گئے''۔

(۲) ابواسحاق الشیرازی نے ''طبقات'' میں فرمایا:

انتهت الی ابی جعفر ریاست اصحاب ابی حنفیه بمصر .

''مصر میں اصحاب امامِ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی ریاست ابوجعفر طحاوی پرختم ہوئی''۔ یعنی اپنے زمانے میں محدث جلیل القدر ہونے کے ساتھ احناف کے رئیس تھے۔ ۳۲۱ھ میں وصال ہوا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج۳ ط ۱۱)

(۳) المحدث المکی علی قاری ''شرح شفا'' میں فرماتے ہیں:

هو الامام الحافظ العلامة صاحب التصانيف المهمه روى عنه الطبرانى وغيره من الائمة و هو مصرى من اكابر علماء المصرلم يخلف مثله بين الائمة الحنيفة اكابر علماء المصر لم يخلف مثله بين الائمة الحنفية (شرح شفا ص ۵۸۹ ج ۱)

''وہ امام حافظ علامہ اہم تصانیف والے ان سے امام طبرانی و دیگر آئمہ نے احادیث روایت کی ہیں اور آپ مصر میں اکابر علماء سے ہیں۔ آئمہ احناف میں مصر میں ان جیسا کوئی نہ ہوا''۔

(۴) امام علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی المالکی فرماتے ہیں:

كان ثقة مثبتا فقيها حنفيا لامالكيا كما زعم بعض

''امام طحاوی ثقہ اور مثبت اور حنفی...... فقیہ تھے مالکی نہیں جیسے بعض کا گمان ہے'' اوران کی کتاب ''مشکل الآثار'' کے متعلق فرماتے ہیں۔

كتاب جليل اشتهر بالآثار ''آپ کی تصنیف جلیل ''الآثار'' (کے نام) سے مشہور ہے''۔ (زرقانی علی المواہب ج ۵ ص ۱۱۴)

لا ینبغی لمن سبیله العلم التخلف عن حفظ حدیث اسماء لانه من علامات النبوۃ ''معرفتِ علمِ حدیث کے راستہ کے سالک کو حدیث اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالٰی عنها کے حفظ سے نہ رہنا چاہئے کیونکہ یہ واقعہ علامات نبوت سے ہے۔ معجزہ علمیہ ہے''۔ (شفاء ج ا ص ۲۸۴)

تعارف امام احمد

(ا) علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ امام طحاوی کا یہ فرمانا موید صحت ہے

فان احمد هذا من کبائر ائمة الحدیث الثقات ۔

یہ احمد بڑے معتبر آئمہ حدیث سے ہیں۔ ان کی ثقاہت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان سے روایت کی ہے۔ امام نسائی نے احمد بن صالح کی جو تضعیف کی وہ قابلِ التفات نہیں۔ علمِ حدیث کا ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ الفیہ میں ہے:۔

وربما کان بغیر قادح
کالنسائی فی احمد بن صالح

''بسا اوقات بغیر قادح کے جرح کی جاتی ہے۔ جیسا کہ نسائی نے احمد بن صالح میں کی ہے''۔ (زرقانی ص ۱۱۴ ج ۵)

(۲) ''تقریب التہذیب'' میں ہے: احمد بن صالح المصری ثقة حافظ من العاشرۃ (ف ۲۴۸ ص ۵ تہذیب التہذیب ج ا ص ۳۹ تا ۴۲) احمد بن صالح المصری ابو جعفر الحافظ المعروف بابن الطبری۔

ابو نعیم نے کہا: ''اہلِ حجاز کی حدیث کا اس سے زیادہ عالم نہیں دیکھا''۔

(۳) قال البخاری ثقة صادق ۔

(۴)قال العجلی ثقة صاحب سنةٍ ۔

(۵)قال ابو حاتم ثقة ۔

(۶)قال الخطیب احتج با حمد جمیع الائمة الا النسائی ۔

((ترجمہ))''امام بخاری نے فرمایا کہ وہ ثقہ وصادق ہیں''۔''العجلی نے فرمایا کہ وہ ثقہ اور صاحبِ سنۃ ہیں''۔''ابو حاتم نے فرمایا وہ ثقہ ہیں''۔''خطیب نے فرمایا امام احمد سے تمام آئمہ نے حجت لی ہے سوائے نسائی کے''۔

ازالہُ وہم

نسائی کے احمد بن صالح میں تکلم کی وجہ یہ لکھی کہ نسائی کو احمد بن صالح نے اپنی مجلس سے نکال دیا اور احمد بن صالح مصری کو احمد بن صالح الشموی سے خلط کر دیا۔

ولم یضر ابن صالح شیئاًھو امام ثقة (تہذیب ص۴۲ ج۱)

(۷) شیخ الاسلام امام تاج الدین سبکی رحمه الله نے فرمایا:

احمد بن صالح ثقة امام ولا التفات الی کلام من تکلم فیه طبقات الشافعیة الکبریٰ (ص۱۸۷)

''احمد بن صالح معتبر امام ہیں اس کی بات نہ سُنیے جو ان کے خلاف بولے''۔

''کتاب الجرح والتعدیل ''۳۷ میں ہے: احمد بن صالح المصری ھو ابوجعفر حدثنا عبدالرحمٰن قال سئل ابی عن احمد بن صالح فقال ثقه ''مجھے عبدالرحمٰن نے فرمایا کہ میرے والد احمد بن صالح کے بارے میں پوچھے گئے تو فرمایا وہ ثقہ ہیں''۔

انصاف:

یہ ہیں امام ابوجعفر احمد بن صالح جن کا اسمِ گرامی امام طحاوی نے حدیثِ ردِ شمس

کی تصحیح و توثیق کے لئے پیش فرمایا جن کو امام بخاری(۴) کے علاوہ دیگر جلیل القدر محدثین و ناقدین نے ((بھی)) معتبر و مستند مانا۔ امام نسائی نے غلط فہمی کی وجہ سے انکار کیا تو اس کا بھی ازالہ ہو گیا۔

وہ علمائے اُمت جن پر علم کو ناز ہے

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام ہی سند کے لئے کافی ہے لیکن پھر وہمی کے وہم مٹانے کے لئے محدثین و فقہاء کی سُنیے :

(۱) قاضی امام حافظ ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض المالکی رحمۃ اللہ علیہ

اپنی مشہورِ زمانہ کتاب ''الشفا بتعریف حقوق المصطفٰی ''میں معجزۂ رَدِ شمس کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

(قال) الطحاوی وھذان الحدیثان ثابتان ای عندہ و کفی بہ حجۃ رد رواتھم ثقات ای فلا عبرۃ بمن طعن فی رجالھم'' امام طحاوی نے فرمایا اور یہ دونوں روایتیں ثابت ہیں یعنی طحاوی کے نزدیک اور طحاوی کا حجت ہونا کافی ہے اور ان دونوں حدیثوں کے راوی ثقات ہیں۔ لہٰذا جن لوگوں نے ان دونوں روایتوں کے رجال میں طعن کیا ہے وہ قابل اعتبار نہیں ہے''۔

(شفا مع شرحہ للقاری ج ا ص ۵۹۰)

(۲) فاضل محقق محدث فقیہ علی القاری

''شرح شفا'' میں فرماتے ہیں کہ حدیث ردِ شمس کے بارے میں محدثین نے اختلاف کیا ہے۔ پھر اپنا فیصلہ یوں فرماتے: **فھو فی الجملۃ ثابت باصلہ وقد**

---

(۴) یہ بزرگ امام بخاری سند الحدیث کے استاذ بھی ہیں۔ ۱۲ مِنہُ

يتقوى بتعاضد الاسانيد الى ان يصل الى مرتبة حسنة فيصح الاحتجاج به "یہ حدیث فی الجملہ ثابت الاصل ہے اور تعددِ اسانید کی وجہ سے ایک دوسری سند کو تقویت حاصل ہوتی ہے، یہاں تک کہ یہ روایت اس اعتبار سے بھی مرتبہ حسن کو پہنچی ہے۔ پس اس حدیث سے احتجاج جائز ہے"۔ (شرح شفاص ۵۸۹)

(۴) علامہ شہاب الدین الخفاجی "شرح شفا" میں فرماتے ہیں:

وقد قال خاتمة الحفاظ السيوطى وكذا السخاوى ان ابن الجوزى فى موضوعاته تحامل تحاملا كثيرا حتى ادرج فيه كثيرا من الاحاديث الصحيحة كما اشار اليه ابن الصلاح وهذا الحديث صححه المصنف رحمه الله تعالىٰ و اشار الى ان تعدد طرقه شاهد صدق على صحته وقد صححه قبله كثير من الائمة كالطحاوى واخرجه ابن شاهين و ابن منده و ابن مردويه والطبرانى فى معجمه وقال انه حسن و حكاه العراقى فى التقريب .

واقول ان السيوطى صنف فى هذا الحديث رسالة مستقلة سماها "كشف اللبس عن حديث رد الشمس" وقال انه سبق بمثله لابى الحسن الفضلى اورد طرقه باسانيد كثيرة و صححه بما لا مزيد عليه و نازع ابن جوزى فى بعض من طعن فيه من رجاله .

(وحكى الطحاوى عن احمد بن صالح) هو ابو جعفر الطبرى الحافظ الثقة روى عنه اصحاب السنن وتوفى سنة ثمان و اربعين ومائتين ولم ترجمة فى الميزان و كان يقول لا ينبغى لمن سبيله العلم) اى لمن طريقة و دابه الاشتغال بالعلم ومعرفة الحديث فجعل نفس العلم طريقاً لانه يصل به صاحبه الى سعادة الدارين و التخلف عن

حفظ حدیث اسماء بنت عمیس الذی روته فی رد الشمس (لانه من علامات النبو ة) ای من الایات الدالة علی ثبوتها لانه معجزة عظمة وهذا موید لصحته فان احمد هذا من کبار ائمة الحدیث الثقات ویکفی فی توثیقه ان البخاری روی عنه فی صحیحه فلا یلتفت الی من ضعفه وطعن فی روایته وبهذا ایضاً سقط ما قاله ابن تیمیة و ابن الجوزی من ان هذا الحدیث موضوع فانه مجازفة منهما

(نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۱، ۱۲)

(۵) امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ :

''خاتمۃ الحفاظ امام سیوطی اوراسی طرح امام سخاوی نے فرمایا ہے کہ ابن جوزی اپنی کتاب ''موضوعات'' میں ایک ہی طرف بہت زیادہ جھک گیا ہے۔ یہاں تک کہ اس میں بہت سی احادیث صحیحہ کوضعاف میں درد کردیا ہے جیسا کہ ابن صلاح نے اس کی طرف اشارہ کیا ہےاوراس حدیث کومصنف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے صحیح قرار دیا ہےاوراس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس کے تعددِ طرق اس کی صحت پر شاہد ہیں اوراس سے قبل بھی کثیر آئمہ نے اس کی تصحیح فرمائی ہے کالطحاوی ۔اوراس کوابنِ شاہین اورابنِ مندہ اورابنِ مردویہ نے اورطبرانی نے اپنے ''معجم'' سے روایت کیا ہے اورطبرانی نے کہاہے کہ یہ حَسَن ہے وحکاہ العراقی فی التقریب ۔

اور میں کہتا ہوں کہ امام سیوطی نے اس حدیث کے بارے میں ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایاہےاوراس کانام (کشف اللبس عن حدیث رد الشمس) رکھاہےاورسیوطی نے کہاہے کہ اس سے قبل ابوالحسن الفضلی نے بھی اس حدیث کے اسانیدِ کثیرہ کوطُرُقِ متعددہ سے بیان فرمایاہےاورحدیث کی صحت کوایسے طریقے سے بیان کیاہے کہ اس پر ایزادنہیں ہوسکتااورابن جوزی نے جن بعض رجال میں طعن کیا

ہے ان کا جواب دیا ہے۔
اور طحاوی نے احمد بن صالح سے حکایت کی۔ وہ ابو جعفر الطبری، ثقہ ہیں۔ اس سے اصحاب سنن نے روایت کی ان کی وفات ۲۴۸ھ میں ہے اور ''میزان الاعتدال'' میں بھی اس کا ترجمہ ہے۔ احمد بن صالح فرماتے تھے کہ جس شخص کو طریقہ اشتغال بالعلم اور معرفتِ حدیث ہو اس کو حدیث اسماء بنت عمیس کے حفظ سے تخلف نہیں لائق ہے۔ نفسِ علم کو سبیل فرمایا کیونکہ اس علم کے ذریعے آدمی سعادتِ دارین حاصل کرتا ہے۔ حضرت امام شہاب الدین خفاجی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہلانہ من علامات النبوۃ الخ۔ ''یہ حدیث ان علامات سے ہے جو ثبوتِ نبوت پر دال ہیں۔ اس لئے کہ یہ معجزۂ عظیمہ ہے اور یہ عبارت صحت حدیث کی مؤید ہے کیونکہ یہ احمد بڑے معتبر آئمۂ حدیث سے ہیں۔ ان کی توثیق کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان سے روایت کی ہے پس اس شخص کی طرف التفات نہ کیا جائے گا جس نے احمد کو ضعیف کہا ہے اور اس کی روایت پر طعن کیا ہے اور اسی وجہ سے وہ بھی ساقط ہو گیا جو ابنِ تیمیہ اور ابنِ جوزی نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ ان کا اس حدیث کو موضوع کہنا زیادتی ہے''۔ (نسیم الریاض ص ۱۱، ۱۲، ج ۳)

امام شہاب خفاجی حنفی رحمۃ اللہ علیہ امام جلال الدین سیوطی قدس سرہٗ اور امام ابو الحسن فضلی رحمۃ اللہ علیہ کی دو تصنیفوں کا انکشاف فرماتے ہیں کہ: ان السیوطی صنف فی ھذا الحدیث رسالۃ مستقلۃ سماھا کشف اللبس عن حدیث رد الشمس وقال انہ سبق لمثلہ لابی الحسن الفضلی اورد طرقہ باسانید کثیرۃ و صححہ بمالا مزید علیہ و نازع ابن الجوزی فی بعض من طعن فیہ من رجالہ (نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۲)
''علامہ سیوطی نے اس حدیث پاک کے متعلق ایک مستقل رسالہ تحریر کیا ہے

جس کا نام ''كشف اللبس عن حديث رد الشمس '' رکھا ہے اور فرمایا کہ ایسا ہی شیخ ابوالحسن فضلی نے بھی لکھا ہے۔ اس میں ان روایتوں کو کثیر سندوں سے روایت کیا ہے اور اس حدیث پاک کی ایسی صحت بیان فرمائی کہ اس سے زیادہ صحیح نہیں ہو سکتی اور حضرت شیخ نے ابن جوزی سے روایوں پر طعن کنندگان کے متعلق مناظرہ بھی کیا ہے۔ والحمد لله علىٰ ذٰلك اور یہ امام سیوطی وہ ہیں جو بیداری کی حالت میں بار بار رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں''۔

(۶) حضرت شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وهذا الحديث صححه المصنف رحمه الله تعالى و اشار الى ان تعدد طرقه شاهد صدق على صحته وقد صححه قبله كثير من الائمة كالطحاوى واخرجه ابن شاهين و ابن مردويه والطبرانى فى معجمه وقال انه حسن رحكاه العراقى فى التقريب ۔(نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۱)

اس ردِّ شمس والی حدیثِ پاک کی تصحیح مصنف نے کی ہے اور مصنف حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ فرمایا کہ اس حدیثِ پاک کی متعدد سندیں ہونا اس حدیث پاک کے صحیح ہونے پر سچے گواہ ہیں حالانکہ اس سے پہلے بھی بہت سارے آئمہ حدیث مثلاً امام طحاوی نے اس حدیثِ پاک کو صحیح ثابت کیا ہے اور اس کو ابن شاہین، ابن مندہ، ابن مردویہ نے کتبِ معتبرہ سے باسند نقل کیا ہے اور محدث طبرانی نے ''معجم کبیر'' میں نقل فرما کر فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس کو شیخ الاسلام قاضی القضاۃ حافظ ولی الدین ابن عراقی نے تقریب میں ذکر فرمایا ہے۔ فللّٰه الحمد۔

(۷) یہی علامہ خفاجی نے فرمایا:

واذ اصح الحديث علم منه ان الصلاة ليست بقضاء بل يتعين

بهذا الدعاء الاذا و الالم یکن له فائدة (نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۲)

سبحان الله ! محدثین کو اس حدیثِ پاک کی صحت پر کتنا وثوق ہے کہ اس کی صحت پر مسائل مستنبط ہو رہے ہیں۔ رضی الله تعالٰی عنهم و جعل الجنة ماواهم ۔

(۸) حضرت ملا علی قاری رحمة الله علیه کا ایمان افروز ارشاد:

فهو فی الجملة ثابت باصله و قد یتقوی بتعاضد الاسانید الی ان یصل الی مرتبة حسنة فیصح الاحتجاج به (شرح شفا علی، نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۰)

((ترجمہ)) "یہ حدیثِ پاک فی الجملہ اپنی اصل کے اعتبار سے ثابت ہے اور پھر تعددِ طُرُق کثرتِ اَسناد کی وجہ سے قوت پا کر حسن کے درجہ تک پہنچ گئی ہے۔ لہٰذا اس حدیث پاک سے حجت پکڑنا درست ہے"۔ بعض اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں کیونکہ جس سند سے ان تک پہنچی اس میں ضعف تھا جب کثرتِ اسناد سے قوت حاصل کر گئی تو ضعف ختم ہو گیا اسی پر جلیل القدر محدثین نے اس کو صحیح کہا لیکن اس کو موضوع کہنا جیسا کہ ابن تیمیہ نے کہا یہ سراسر ظلم ہے۔

(۹) علامہ حلبی کا ارشاد عالی:

هو حدیث متصل و قد ذکر فی الامتاع انه جاء عن الاسماء من خمسة طرق ۔ (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۳۶۸)

"یہ حدیثِ پاک متصل ہے، "امتاع" میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت اسماء رضی الله تعالٰی عنها کی رَدِّ شمس والی حدیث پانچ سندوں سے مروی ہے"۔ (اور حضرت ابو ہریرہ رضی الله عنه والی حدیثِ پاک اس کے علاوہ ہے) جو لوگ تعصب کی بنا پر بے ثبوتِ شرعی اس حدیثِ پاک کو موضوع کہتے ہیں وہ مذکورہ

بالا ارشاداتِ عالیہ کو انصاف کی نظر سے دیکھیں۔ خدا تعالیٰ دولتِ ایمان نصیب کرے۔

(۹) امام سخاوی نے فرمایا:

قد صححه الطحاوی و صاحب الشفا و اخرجه ابن منده و ابن شاهين من حديث اسماء ابنة عميس و ابن مردويه من حديث ابی هريرة (مقاصد حسنہ ص ۲۲۶)

"اس صحیح حدیث کو امام طحاوی و امام قاضی عیاض صاحبِ شفا کی تصحیح کی رو سے ابن مندہ و ابن شاہین نے بی بی اسماء بنت عمیس سے اور ابن مردویہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے امام المفسرین علامہ اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیثِ مذکور کو فارسی میں بیان کرنے کے بعد فرمایا:

ونزد محدثان مشهور است و امام طحاوی در شرح آثار خويش فرمود كه روات اين ثقات اند و از احمد ابن صالح نقل كرده كه اهل علم را سزاوار نيست كه تغافل كنند از حفظه اين حديث كه از علامات نبوت ست ولا عبرة يقول بعضهم بوضعه (روح البیان ص ۳۰)

((ترجمہ)) "یہ حدیثِ پاک محدثین کے نزدیک مشہور ہے اور امام طحاوی نے "شرح آثار" میں فرمایا کہ اس حدیثِ پاک کے راوی ثقہ معتبر ہیں اور امام احمد بن صالح سے نقل کیا کہ علم والوں کو لائق نہیں ہے کہ وہ اس حدیثِ پاک کو یاد کرنے سے غفلت کریں کیونکہ یہ علاماتِ نبوت سے ہے اور جو لوگ اس کو موضوع کہتے ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے"۔

(۱۱) شیخ المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا:

حضرت شیخ المحدثین نے اس معجزۂ مبارکہ کے متعلق تعصب سے بالاتر ہو کر بحث کرنے کے بعد فرمایا:

''مخفی نہ رہے کہ ان کا یہ کہنا کہ کتبِ صحاح میں (حدیثِ مذکورہ کو) ذکر نہیں کیا گیا اور حسن ومنفرد ہے۔ یہ بات قابلِ غور وفکر ہے کیونکہ جب امام طحاوی، احمد بن صالح، طبرانی اور قاضی عیاض رحمہم اللہ تعالیٰ اس کی صحت اور اس کے حسن ہونے کے قائل ہیں اور انہوں نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے تو اب یہ کہنا کہ کتبِ صحاح وحسان میں ذکر نہیں کیا گیا، درست نہ ہوگا۔ اور لازم نہیں ہے کہ تمام ہی احادیثِ مبارکہ کتبِ صحاح وحسان میں ذکر ہوں۔ نیز ان کا کہنا کہ اہلِ بیت میں سے ایک مجہول وغیر معروف عورت نے نقل کیا ہے جس کا حال کسی کو معلوم نہیں یہ بات سیدہ اسماء بنت عمیس کے بارے میں کہنا ممنوع ہے اس لئے کہ وہ جمیلہ جلیلہ اور عاقلہ ودانا عورت ہیں اور ان کے احوال معلوم ومعروف ہیں''۔ الخ

(مدارج النبوۃ مترجم ج ۲ ص ۵۳۰)

حضرت شیخ المحدثین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان تمام بیہودہ اعتراضات کا قلع قمع کر دیا جو کہ مخالفین عام طور پر بے سوچے سمجھے فضائل ومناقب کا انکار کرنے کے لئے یہ بہانہ تراش لیتے ہیں کہ چونکہ یہ حدیث صحاح ستہ میں نہیں لہٰذا ہم نہیں مانتے۔ نیز مخالفین کے اس لچر قول سے یہ بات بھی سامنے آجاتی ہے کہ ان کا صحاح ستہ پر ایمان، بحیثیت صحاح ستہ ہے لیکن ایمان والوں کا ایمان رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیثِ پاک پر اس حیثیت سے ہے کہ وہ رسولِ خدا کی حدیث ہے لہٰذا ایماندار کو جہاں کہیں تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثِ پاک مل جائے وہ مان لیتا ہے خواہ وہ صحاحِ ستہ ہو خواہ وہ کسی دوسری کتاب

ہیں ہو۔ خدا تعالیٰ ایمان کی نعمت سے نوازے۔ تو مسئلہ سمجھ آجائے گا ورنہ قرآن مجید کی صریح نص سے بھی سمجھ نہ آسکے گی۔

(۱۲) حضرت شیخ الاسلام قاضی القضاہ حافظ ولی الدین المعروف بابن العراقی شرح التقریب میں لکھتے ہیں:

رواہ الطبرانی فی معجمہ الکبیر باسناد حَسَنٌ (زرقانی ج ۵ ص ۱۱۶)۔
''طبرانی نے ''معجم کبیر'' میں اس حدیث کو اسنادِ حسن سے روایت کیا''۔

فائدہ

امام طحاوی اور امام قاضی عیاض رحمہما اللہ کی طرح امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا ہے۔

(۱۳) فقیہ عدیم المثال حضرت علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ:

نے اپنی کتاب ''رد المحتار'' میں عنوان یوں قائم کیا: مطلب لو ردت الشمس بعد غروبھا (ج ا ص ۳۶۰) اس کے تحت حضرت اسماء والی حدیث پاک جس میں حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے لئے حبیبِ خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے ڈوبا ہوا سورج واپس آیا، بیان کرنے کے بعد فرمایا والحدیث صححہ الطحاوی و عیاض واخرجہ جماعۃ منھم الطبرانی بسند حسن (ردالمحتار جلد اول ج ا ص ۲۶۱) یعنی ''ابنِ جوزی وغیرہ جنہوں نے اس حدیثِ پاک کو موضوع کہا انہوں نے غلط کہا ہے اور اُصولِ اہلسنّت کے خلاف نہیں کہ اللہ چاہے تو ڈوبا سورج لوٹا دے کیونکہ وہ اس پہ قادر ہے''۔

شوافع کی گواہی:

احناف کے علاوہ شوافع بھی یہی لکھتے ہیں، چنانچہ امام شافعی نے لکھا کہ:

ذکر الشافعیة ان الوقت یعود کانه علیه الصلٰوة والسلام فی حجر علی رضی اللہ تعالٰی عنه حتی غربت الشمس فلما استیقظ ذکر له انه فاتتهُ العصر فقال اللهم انه کان طاعتك و طاعتِ رسولك فاردّوها علیه فاردت حتی صلی العصر و کان ذٰلك بخیر الحدیث

(رد المحتار علی در المختار ج ۱ ص ۴۶۵)

"شوافع نے ذکر کیا ہے کہ وقت لوٹ سکتا ہے کیونکہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی گود میں آرام فرما رہے تھے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا پس جبکہ نبی پاک بیدار ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ذکر کیا کہ ان کی نمازِ عصر قضا ہو گئی پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ یہ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا تو اس کے اوپر سورج لوٹا دے۔ پس سورج لوٹا دیا گیا یہاں تک کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی نماز پڑھ لی اور یہ ردِّ شمس خیبر میں وقوع ہوا۔

فائدہ:

"یہ وہ جلیل القدر معجزہ ہے کہ امام شافعی نے اس پر ایک مسئلہ فقہیہ کی بنیاد رکھی اور وہ حدیث کس طرح موضوع قرار دی جا سکتی ہے جس سے امام شافعی جیسے مجتہد نے مسائلِ فقہیہ کا استنباط کیا ہو، اور یہ اجتہاد صرف امام شافعی ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ دوسرے آئمہ اور ہمارے امام اعظم حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس واقعہ سے امکانِ اعادۂ وقت کا استنباط کیا اور قدرت کی ممکنہ اور مُیسّرہ کی طرف تقسیم

گئی اور اذنی ما یتمکن العبد کے سبب سے عبد کو مکلف کیا اور یہ مسئلہ تفصیل کے ساتھ کتبِ اُصولِ فقہیہ میں مرقوم ہے"۔ (نورالانوار ص۴۹)

علاوہ اُصولِ فقہ کی کتب میں بھی بڑی بسط کے ساتھ مذکور ہے۔

مجددِ ذیشان امام احمد رضا خان قدس سرہ نے فرمایا:

سورج اُلٹے پاؤں پلٹے، چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے منکر دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

اِشارے سے چاند چیر دیا ڈوبے ہوئے خور (سورج) کو پھیر دیا
گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب و تواں تمہارے لئے

تیری مرضی پا گیا سورج پھر اُلٹے قدم
تیری اُنگلی اُٹھ گئی ماہ کا کلیجہ چر گیا

تفاسیر:

(۱) "تفسیر روح البیان" میں ہے کہ

"حضرت کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ حدیث کہ جس میں وارد ہے کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نمازِ عصر قضا ہوگئی تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے سورج عصر کی جگہ پر واپس لوٹ آیا۔ محدثینِ کرام کے نزدیک مشہور حدیث ہے اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح آثار" میں فرمایا کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ حضرت احمد بن صالح رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کر کے فرمایا کہ اہلِ علم پر لازم ہے کہ اس حدیث کے حفظ میں غفلت نہ کریں کیونکہ یہ حدیث نبوت کی علامات سے ہے۔ لا عبرۃ بقول بعضھم بوضعہ "ان بعض (جہال) کے قول کا کوئی اعتبار نہیں جو اس حدیث شریف کو موضوع کہتے ہیں"۔ (پ۲۳ ص۳۶۷، ۳۶۶ اردو)

(۲) تفسیر خازن ج ۱ ص ۲۴۷: قال القاضی و قد روی ان نبیا محمداً صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حبست له الشمس مرتین احداهما یوم الخندق حسین شغلوا عن صلاة العصر حتی غربت الشمس فردها الیہ علی حتی صلی العصر ذکر ذلك الطحاوی وقال رواته ثقات والثانیة صبیحه لیلة الاسراء حین انتظر العیر لما اخبر بوصولها مع شروق الشمس ذکره یونس۔

((ترجمہ)) ''قاضی نے کہا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی روایت کی گئی کہ آپ کے لئے سورج دوبارہ روکا گیا۔ ایک دفعہ غزوۂ خندق کے دن جبکہ آپ اور صحابہ کرام مشغول تھے اور نماز عصر ادا نہ کر سکے حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے سورج کو لوٹایا اور آپ نے نماز عصر ادا کی۔ اس کو طحاوی نے بیان کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ دوسری دفعہ شب معراج کی صبح کو جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قریش کے قافلہ کے پہنچنے کی خبر دی تھی کہ قافلہ دن نکلنے سے پہلے پہنچ جائے گا تو کفار نے اس کی انتظار کی اللہ تعالیٰ نے سورج کو روک دیا حتیٰ کہ قافلہ پہنچ گیا۔ اس کو یونس بن بکیر نے زیادات میں ذکر کیا ہے سیرت ابن اسحاق سے''۔ (تفسیر خازن جلد ۳ ص ۱۳۱)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قافلے کے پہنچنے کی خبر دی کفار آپ کو جھٹلانے کے لئے قافلے کا انتظار کرنے لگے، قافلے کو پہنچنے میں دیر ہو گئی اللہ تعالیٰ نے سورج کو روک دیا۔ حتیٰ کہ قافلہ سورج طلوع ہونے سے پہلے مقامِ مقررہ تک پہنچ گیا۔

(۱۳) عارف صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

فقد حبست نبینا مرتین یوم الخندق حین شغل هو واصحابه عن صلوٰة العصر حتی غربت الشمس فردها اللہ

علیه حتی صلی العصر صبیحة لیلة الاسراء حین انتظر قدوم العیر و زید فی روایة مرة لعلی بن ابی طالب حین کان النبی نائما علی فخذه ولم یکن صلی العصر فما استیقظ حتی غربت الشمس فقال النبی صلی الله علیه وسلم اللهم ان علیا فی طاعتك وطاعته رسولك فارددعلیه الشمس فی یصلی العصر ۔(صاوی ج۱ص۲۶۲)

((ترجمہ)) ''تحقیق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سورج دوبارہ روکا گیا ایک خندق کے دن، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام مشغولِ جنگ تھے اور نماز ادا نہ کر سکے اور سورج غروب ہو گیا تو پس اللہ تعالیٰ نے سورج کو لوٹایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی اور شبِ معراج کی صبح کو جب کہ آپ نے دن نکلنے سے پہلے قافلے کے پہنچنے کی خبر دی تھی اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک دفعہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے لئے جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ران پر سر مبارک رکھ کے آرام فرما رہے تھے اور حضرت علی نے نماز نہ پڑھی تھی آپ جب اٹھے تو سورج غروب ہو چکا تھا آپ نے دعا مانگی یا اللہ علی تیری اطاعت اور تیرے محبوب کی اطاعت میں تھا اس کے لئے سورج لوٹا تا کہ یہ نماز ادا کر سکے''۔

(۴) تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۰

(۵) تفسیر جلالین ص ۹۸

لم تحبس علی بشر ای قبل یوشع والا فهی جست بعد نبینا

بل و لبعض الاولیاء وقد روی ان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم
صلی اللہ علیہ وسلم حبست لہ الشمس مرارا یوم الخندق
حین شغلوہ عن صلوۃ العصر حتی غربت الشمس فردھا
اللہ علیہ صلی العصر روی ذلک الطحاوی ۔

((ترجمہ)) "کسی بشر کے لئے سورج نہ روکا گیا یعنی یوشع سے پہلے کسی کے لئے نہ روکا گیا اور یوشع کے بعد ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بھی روکا گیا اور بے شک روایت کی گئی، تحقیق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے سورج کئی دفعہ روکا گیا۔ ایک بار یوم خندق میں جب کہ آپ نمازِ عصر میں مصروفیت کی وجہ سے ادا نہ کر سکے اور سورج غروب ہو گیا پس اللہ تعالیٰ نے سورج کو لوٹایا اور آپ نے نماز ادا کی اسے طحاوی نے روایت کیا"۔

دوسری دفعہ شبِ معراج کی صبح کو جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دن نکلتے ہی قافلہ کے پہنچنے کی اطلاع دی تھی ایک روایت میں سورج غروب ہونے کے وقت آیا ہے۔ تیسری دفعہ مقام صہبا میں جب کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں سر مبارک رکھ کر آرام فرماتے تھے حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز نہ پڑھی تھی۔ بحوالہ مدارک و خازن۔ رَدِّ شمس، ((یعنی سورج کو واپس اُلٹی سمت لوٹا دینا)) حبسِ شمس ((یعنی سورج کو اس کی جگہ پر روک دینا)) ابطاء الحرکۃ ((یعنی سورج کی حرکت کو "بطی" یعنی آہستہ کر دینا)) تمام ہی معجزات کی وجہ سے ہوتے ہیں، ہر صورت میں ہمارا مدعا ثابت ہے۔

محدثین کرام:

محدثین کرام کے اسماء مع ان کے اکثر حوالہ جات درج ہو چکے ہیں کچھ یہاں مطلق ردالشمس کی روایات ملاحظہ ہوں:

مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۸۵: فقال الشمس انت ماموره وانا مامور اللهم حبسها علی شیئاً فجست علیه حتی فتح الله علیه

''تو حضرت یوشع بن نون نے سورج کو کہا کہ تجھے بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور مجھے بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، یا اللہ سورج کو مجھ پر کچھ دیر روک، پس آپ کے لئے روک دیا گیا حتیٰ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے فتح دی''۔

امام نوَوِی شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۸۵: مذکورۃ الصدر حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت یوشع کے لئے ردِ شمس حبسِ شمس اور بطئی حرکت میں اختلاف کیا گیا ہے۔

وکل ذلك من معجزات النبوة وقال القاضی قد روی ان نبینا محمد صلی الله علیه وسلم جست له الشمس مرتین۔

اور یہ تمام واقعہ نبوت کے معجزات میں سے ہے۔

قاضی رحمة الله علیه نے کہا:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی دوبار سورج روکا گیا۔ ایک دفعہ یوم خندق میں اور ایک دفعہ قافلہ کے نہ پہنچنے پر۔ اسے طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

اُصولِ فقہ:

علمائے اُصولیین نے جو قواعد و ضوابط برائے فقہ مرتب فرمائے ہیں ان کا ماخذ قرآن اور احادیث مبارکہ ہیں اسی لئے ان کا قاعدہ ہے کہ ان کا وہ قیاس جو قرآن و حدیث کے خلاف ہوا سے دیوار پر مار وانہی اصولیوں نے ردالشمس والی روایات سے بھی قواعد اخذ کئے ہیں۔

چند ان کے حوالہ جات بھی ملاحظہ ہوں۔

(۱) نامی شرح حسامی ص ۹۳:

وقد وقع ذلك ليوشع عليه السلام حتى ظفر قيل دخول ليلة السبت و قصه مذكوره فى صحيح البخارى وقد وقع ذلك نبينا عليه الصلوٰة و السلام حين فاتت صلوٰة العصر من على كما حكاه القاضى العياض فى الشفاء .

''اور تحقیق رَدِّ شمس حضرت یوشع علیه السلام کے لئے بھی ہوا، حتیٰ کہ آپ نے سنیچر کی رات داخل ہونے سے پہلے فتح حاصل کرلی اور یہ واقعہ ''صحیح بخاری'' میں مذکور ہے اور تحقیق ردِ شمس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی ہوا جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نمازِ عصر قضا ہوگئی جس طرح کہ قاضی عیاض نے ''شفا'' میں بیان کیا ہے''۔

(۲) نورالانوار ص ۴۹:

وقد كان نبينا عليه السلام حين فاتت صلوٰة العصر من على كما ذكر فى كتاب السِيَر

((ترجمہ)): ''اور بے شک ردِ شمس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کے لئے ہوا جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نمازِ عصر قضا ہوگئی جس طرح کہ کتابِ سِیَر میں ذکر کیا گیا ہے"۔

(۳) قمر الاقمار شرح نور الانوار ص ۴۹:

"مطلب، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رَدِّ شمس ہوا جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں آپ سر مبارک رکھ کر لیٹ رہے تھے اور آپ پر وحی آرہی تھی جب کہ آپ اُٹھے تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا نمازِ عصر پڑھی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا نہیں پڑھی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا مانگی۔

اللھم ان کان فی طاعتك و طاعت رسولك .

یا اللہ علی رضی اللہ عنہ تیری طاعت اور تیرے رسول کی طاعت میں ((تھے))، اس پر سورج لوٹا۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ڈوبا ہوا سورج واپس عصر کے مقام پر آگیا اور اس کی روشنی پہاڑوں اور زمین پر پڑی یہ واقعہ مقام صہبا علاقہ خیبر میں ہوا"۔

((قمر الاقمار صفحہ 98 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان))

بے ڈھنگی چال:

منکرینِ کمالاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت کتنی قبیح ہے کہ مستند و معتبر محدثین و محققین اور فقہاء کی تصریحات کا انکار کر کے براہ راست راویوں پر تنقید اور جرح و قدح کرتے ہیں اور وہ تنقید اور جرح و قدح بھی بے اصولی اور بے ڈھنگی مثلاً کسی دوسرے راوی جھوٹے اور وضاع کو ہمنامی کی وجہ سے یا اس کے مذہب کی غلط تعبیر کر کے یا اس کے کسی مخالف کی مخالفت کا پہلو سامنے رکھ کر ہر طرح سے صحیح حدیث کو موضوع یا ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کریں گے یا ان کو اپنی رائے پر کچھ لکھ

دیا ہوگا۔اسی لئے فقیراحادیث ردالشمس مع سند کے بعد اسلاف کی تصریحات کی نقل کے بعدراویوں پر گفتگو کرتا ہے تا کہ منکر کوانکار کی گنجائش نہ رہے ہاں ضد کرے تو اس کا علاج ہمارے پاس نہیں۔

رواۃالحدیث:

مخالفین دھوکہ دینے میں ماہر ہیں ان کا بڑا حربہ یہی ہوتا ہے کہ اس حدیث کے راوی ایسے ویسے ہیں۔فلہٰذا یہ حدیث ضعیف یا موضوع ہے فقیر''طحاوی شریف'' کی دونوں سندوں کے روایوں کا تعارف کراتا ہے۔

سَنَدِ اَوّل کی راویہ

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا:

حضرت اسماء بنت عمیس۔مشہورومعروف صحابیہ ہیں۔''اصابہ''،''استیعاب''، ''طبقات ابن سعد''،''تہذیب الاسماء'' وغیرہ میں ان کا ترجمہ موجود ہے۔''تہذیب التہذیب''میں علامہ ابن حجرعسقلانی فرماتے ہیں۔

کانت اولاً تحت جعفر بن ابی طالب ثم تزوجها ابوبکر ثم علی بن ابی طالب وولدت لهم ۔

روت عن النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم و روی عنها ابنها عبداللہ بن جعفر و ابن ابنها القاسم بن محمد بن ابی بکر وابن اختها عبداللہ بن عباس و ابن اختها الاخریٰ عبداللہ بن شداد بن الهاد و بنت ابنها ام عون بنت محمد بن جعفر وسعید بن المسیب و فاطمه بنت علی و ابو یزید المدنی واخرون ۔

((ترجمہ)) ''بی بی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا پہلے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، ان کی وفات کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا، ان کے وصال کے بعد سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں، ان تمام بزرگوں سے آپ کی اولاد ہوئی۔ بی بی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کی اور آپ سے آپ کے بیٹے عبداللہ بن جعفر اور آپ کے پوتے قاسم بن محمد بن ابوبکر نے اور بھانجے عبداللہ بن عباس اور دوسرے بھانجے عبداللہ بن شداد بن الہاد اور آپ کی پوتی ام عون بنت محمد جعفر اور سعید بن المسیب اور فاطمہ بنت علی بن ابی طالب اور ابو یزید المدنی رضی اللہ عنھم ودیگر بہت سے راویوں نے روایت کی ہے''۔

مزید توثیق:

بی بی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنھا کی شہرت کے لئے اتنا کافی ہے آپ کے شوہرانِ نامدار مثلاً صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدنا جعفر بن ابی طالب ہیں رضی اللہ عنھم ۔اور آپ مشاہیر صحابہ وصحابیات کی ماں اور متعدد تابعین کی دادی، نانی ہیں۔ بڑی عمر پائی ہے۔شرف صحابیت بھی ان کے لئے فضیلت کافی ہے لیکن مخالفین چور حوالے خور اور خیانت اور دھوکہ میں شہ زور ہیں اپنے مطلب کی تکمیل کے لئے ہر طرح کا حربہ استعمال کرتے ہیں۔صحابی تک ضعیف قرار دینے سے نہیں چوکتے۔کبھی عمر کے بارے میں دھوکہ دیتے ہیں کبھی کسی ملاقات نہ ہونے پر حدیث کو منقطع بنانے کے، کسی کی عمر بڑھادی، کسی کی گھٹادی، اسی لیے یہ تمام حربے ناظرین یادرکھیں۔

یہاں دھوکہ دینے کی یوں کوشش کی گئی ہے کہ آپ کی عمر گھٹا کر اور ان سے روایہ

بی بی فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہم کی بہت کم ثابت کی تاکہ یہ روایت منقطع ہو کر ناقابلِ قبول ہو، اگرچہ منقطع کے راوی ثقہ ہوں تو بھی قابلِ قبول ہوتی ہے لیکن یہ روایت تو متصل ہے کیونکہ بی بی اسماء کی عمر بہت بڑی ہوئی، اپنے آخری شوہرِ نامدار سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بعد فوت ہوئیں یعنی بی بی کا وصال ۴۰ھ ہجری ہے۔

طویل العمری و دیگر حالات:

بی بی کے حالات میں طوالت کی ضرورت نہیں آپ کی طویل العمری و دیگر حالات کے لئے دیکھئے۔ (الاصابہ ص۲۳۵ ج۴، الاستیعاب فی ذکر الصحابیات ص۲۳۰، تہذیب الاسماء والصفات ص۳۳۰ ج۱، طبقات ابن سعد ج۸ ص۲۸۰)

(۲) حضرت فاطمہ بنت الحسین بن علی رضی اللہ عنہم:

آپ کے تعارف سے پہلے علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

كانت وفاته سنة سبع و تسعين وهو من ثقات التابعين ولها ولد يسمى الحسن ايضاًفهم ثلاثة في نسق و اسم امراته المذكورة فاطمه بنت الحسين هي انتم عمر ماتت وقد قاربت التسعين ووقع ذكرها في البخارى في الجنائز .

((ترجمہ)) ''بی بی کی وفات ۹۷ھ میں ہوئی اور ثقہ تابعین میں سے ہیں، ان کا ایک صاحبزادہ حسن نامی بھی تھا، وہ تینوں ایک نسق پر ہیں، ان کی زوجہ مذکورہ فاطمہ بنت الحسین تھیں یہ آپ کے چچا کی لڑکی تھیں، نوے سال کی عمر کے قریب وفات پائی''۔

(تہذیب التہذیب ج۲ ص۴۴۳)

اور ''نورالابصار'' ص ۷۰ میں فرماتے ہیں:

توفیت رضی الله عنه ستته عشرة وماة

''۱۱۶ھ میں وفات پائی''۔

امام بخاری رحمة الله علیه کی گواہی:

بخاری شریف باب مایکر من اتحاد المساجد علی القبور (قبروں پر مساجد بنانے کی کراہت کے باب) میں روایت کی کہ لمامات الحسن بن الحسن بن علی رضی الله عنهم ضربت امراته القبة علی قبره سنة ثم رفعت فسمعوا صائحاً یقول الاهل وجد و اما قعدوا فاجابه اخربل یسئوا فانقلبوا۔ ''جب حضرت حسن بن الحسن بن علی رضی الله عنهم کا وصال ہوا تو بی بی فاطمہ صغریٰ ایک سال تک مزار پر قبہ بنا کر بیٹھی رہیں اس کے بعد گھر چلی گئیں تو غیب سے آواز آئی کیا انہوں کچھ پالیا جسے گم کیا؟ دوسرے نے جواب دیا نہیں بلکہ نا اُمید ہو کر گھر چلے گئے'' اس حدیث کی مزید تحقیق وحالات ''فتح الباری'' ص ۴۴۳ ج ۳ اور ''تہذیب التہذیب'' ص ۴۴۲ وص ۴۴۳ ج ۳ میں دیکھئے۔

تعارف فاطمہ صغریٰ:

امام ذہبی رحمة الله علیه فرماتے ہیں:

فاطمه بنت الحسین بن علی بن ابی طالب الهاشمیه المدنیه

روت عن ابیها و اخیها زین العابدین...... و ابن عباس واسماء بنت عمیس.

روی عنها اولادها عبدالله و ابراهیم و حسین وام جعفر بنو

الحسن الحسن بن علی۔

ابن سعد نے کہا ہے کہ اس فاطمہ کی اولادامِ اسحاق بنت طلحہ ہے اپنے ابن عم حسن بن حسن بن علی سے نکاح کیا، پھر ان کے بعد عبداللہ بن عمر ابن عثمان نے ان کا نکاح ہوا و ذکرھا ابن حبان فی الثقات ان کی عمر طویل ہوئی۔

ماتت وقد قاربت التسعین (۹۰) ووقع ذکرھا فی صحیح البخاری فی الجنائز (تہذیب ص۴۴۲ ج۱۲)

''نور الابصار'' میں ان کا سن وفات ۱۱۰ھ لکھا ہے۔ توفیت رضی اللہ عنھا سنۃ عشر ومائۃ (نور الابصار ص۱۷۰)

اور اسمائے رجال متعلقہ مشکوٰۃ ص۱۳۷ و ۱۳۸ پر ہے۔ فاطمہ صغریٰ (فاطمہ بنت حسین) ثقات تابعین میں سے ہیں۔ سو برس سے زیادہ عمر پا کر خلافتِ عباسی یا اس سے قبل وفات پائی آپ سے سننِ ثلاثہ میں احادیث مروی ہیں اس کی تائید ''تقریب'' ص۲۹۲ سے بھی ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں۔

فاطمہ بنت الحسین ثقۃ من الرابعۃ ما تت بعد المائۃ وقد اسنّت۔

((ترجمہ)) ''بی بی صغریٰ یعنی فاطمہ بنت الحسین بن علی رضی اللہ عنھم ثقہ طبقۂ رابعہ سے ہیں، آپ کا وصال ۱۰۰ھ کے بعد ہوا، آپ سن رسیدہ ہو کر فوت ہوئیں''۔

(۳) ابراہیم بن الحسن رضی اللہ عنہما:

آپ اہلِ بیت کی بزرگ شخصیت ہیں آپ کے تعارف میں یوں ہے

ابراھیم بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنھم روی عن امو ودی عنہ الفضیل بن مرزوق رضی

اللہ عنهم ۔ (کتاب الجرح والتعدیل،قسم اول ص۹۲)

''ابراہیم بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنهم انہوں نے اپنی والدہ سے روایت لی اوران سے فضیل بن مرزوق رضی اللہ عنہ نے''۔

فائدہ:

حضرت ابراہیم بن الحسن رضی اللہ عنہ اپنی والدہ رضی اللہ عنہا سے روایت والے راوی ہیں اور تو مخالفین سے کچھ نہ ہوسکا ان کے شاگرد یعنی ان سے روایت کرنے والے راوی پر حملہ آور ہوئے ،اس کی تفصیل آتی ہے۔

ابراہیم بن الحسن: وہ معروف سنی راوی ہیں جن کا ذکر امام بخاری ''تاریخ کبیر'' میں بھی لائے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ابراهيم بن حسن بن حسن علی بن ابی طالب اخو عبداللہ ابن الحسن الهاشمی عن ابيه عن جده عن علی عن النبی صلی اللہ عليه وسلم قال يكون قوم هم الرافضة يرفضون الدين ۔ ''ابراہیم بن حسن بسند متصل نبی کریم علیه الصلوٰة والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیه الصلوٰة والسلام نے فرمایا ایک قوم ایسی ہوگی جن کا لقب رافضی ہوگا وہ دین کو چھوڑ دیں گے''۔ (ج ا ق ا ص ۲۷۹)

نیز فاطمہ بن الحسین کے ذکر میں تہذیب سے گذر چکا ہے کہ ابراہیم بن الحسین نے اپنی والدہ فاطمہ بنت الحسین سے روایت کی ہے حافظ نورالدین الہیثمی نے فرمایا: ابراهيم بن حسن...... هو ثقة وقد مر انفا (وفاءالوفاء) ''ابراہیم بن حسن ثقہ ہیں جیسا کہ ابھی گزرا''۔

(۴) فضیل بن مرزق الاعزاله قاضی الکونی ابو عبدالرحمن صدوق من السابقه (تقریب ص۲۰۷،کشف الاستار ص۸۵) ''فضیل بن مرزوق صدوق سابقہ سے ہیں''۔ ''تاریخ کبیر'' ج۴ص۱۲۲ کے حاشیہ پر ہے۔

فضیل بن مرزوق مولی بنی عنز و نحوہ فی القاموس والتھذیب ج ص ۲۹۸ میں ہے۔ مولی بنی عنزہ: یہ تحریف ہے اور ''تاریخِ کبیر'' میں الرقاشی کے بجائے الرواسی ہے اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے الرقاشی ویقال الرواسی لکھا ہے اور ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ انہی فضیل بن مرزوق نے حضرت ابراہیم سے روایتِ ہذا روایت کی ہے (یہی ہمارا مدعا ہے) معاذ بن معاذ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ثوری سے پوچھا تو آپ نے فرمایا فضیل بن مرزوق ثقہ ہے۔
(تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۲۹۹)

حسن بن علی الحلوانی نے کہا کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا، فرماتے تھے کہ میں نے ابن عیینہ سے سنا، وہ فرماتے کہ فضیل بن مرزوق ثقہ ہے ابن ابی خیثمہ نے ابن معین سے نقل کیا کہ فضیل بن مرزق ثقہ ہے۔ ایسے آئمہ معتمدین اور ناقدین کی توثیق کے بعد پھر بھی کوئی نہیں مانتا تو ہم کیا کریں۔

کتاب الجرح والتعدیل ص ۲۰۳ اور ص ۴۷ میں ہے امام احمد نے فضیل بن مرزوق کے متعلق فرمایا:

لا اعلم الاخیر ''میں ان میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتا''۔ ان کے علاوہ سفیان ثوری وابن معین وغیرہ آئمہ نے ان کی ثقاہت بیان کی ہے۔

تائید وانکار کا موازنہ:

اُصولِ حدیث کے مطابق حدیث کی صحت کے بعد ملاحظہ ہو کہ اس حدیث شریف کے بارے میں تائید کس نے اور انکار کس نے کیا۔

تائیدات:

اس حدیثِ پاک کے متعلق علماءِ کرام اور محدثینِ عظام کے تاثرات وارشادات ملاحظہ ہوں۔

(۱) سیدنا امام طحاوی نے فرمایا یہ ایمان افروز حدیثِ پاک دو روایتوں سے ثابت ہے اور دونوں روایتوں کے راوی ثقہ ہیں۔

(۲) حضرت ملا علی قاری نے فرمایا یہ دونوں روایتیں امام طحاوی کے نزدیک ثابت ہیں اور یہ حجت کے لئے کافی ہے اور جب ان دونوں روایتوں کے راوی ثقہ ہیں تو انکار کیوں۔ اس کی وجہ آئے گی۔

(۳) امام احمد صالح نے فرمایا یہ معجزہ علاماتِ نبوت ہے لہٰذا کسی اہلِ علم کو لائق نہیں کہ وہ اس کا انکار کرے۔

(۴) علامہ ابن عابدین امام شامی نے فرمایا کہ اس حدیث کو محدثین کی بڑی جماعت نے روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے جس نے اسے موضوع کہا اس نے غلط کہا۔

(۵) علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس حدیثِ پاک کے تعددِ طرُق اس کے صحیح ہونے کے عادل گواہ ہیں۔

(۶) حضرت ملا علی قاری نے فرمایا یہ حدیث پاک اصل کے اعتبار سے ثابت ہے اور تعددِ طرق سے درجہ حسن کو پہنچتی ہے۔

(۷) علامہ حلبی نے فرمایا یہ حدیث متصل ہے اور اس کی پانچ سندیں ہیں۔

(۸) عارف باللہ علامہ حنفی نے فرمایا یہ حدیث پاک محدثین کرام کے نزدیک مشہور ہے اور کسی کے اس حدیث پاک کو موضوع کہنے کا اعتبار نہیں۔

(۹) شیخ المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا جب امام طحاوی، امام احمد بن صالح، حضرت قاضی عیاض، محدث طبرانی اس حدیث پاک کے صحیح ہونے کے قائل ہیں۔

انکار:

دورِ سابق میں اس کا انکار صرف ابن الجوزی نے کیا، اس کے بعد ابنِ تیمیہ

نے۔اب ابنِ تیمیہ کے نقشِ قدم پر چلنے والے منکر ہیں جو صرف دو چار ہیں جنہیں ہمارے دور کے محققین نے گمراہی کے جال اور زمانہ کے دجال بتایا اور سابق دور کے انکار پر بھی محققین خاموش نہیں رہے تھے۔

تردید:

(۱) علامہ شہاب الدین خفاجی نے فرمایا: ''اس حدیث پاک کو ابن جوزی اور ابن تیمیہ کا موضوع کہنا یہ ان کی اپنی اٹکل ہے''۔

(۲) امام ابن حجر نے ''فتح الباری'' میں فرمایا: ''ابن جوزی اور ابن تیمیہ کا اس حدیث کو اپنے گمان سے موضوع کہنا غلط ہے''۔

(۳) امام زرقانی نے فرمایا: ''اس حدیثِ پاک کو موضوع کہنے والے کا کوئی اعتبار نہیں''۔

(۴) امام طحاوی اور قاضی عیاض نے صحیح ثابت کیا ہے اور یہ دونوں امام کافی ہیں۔

(۵) خاتمۃ الحفاظ امام سیوطی نے اس حدیث پاک کے متعلق ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور اس حدیثِ پاک کو اسنادِ کثیرہ سے روایت کیا اور اس کی ایسی تصحیح کی (صحیح ثابت کیا) کہ اس سے زیادہ تصحیح ناممکن ہے۔

(۶) موصوف نے ''الحاوی للفتاویٰ'' میں ج ۱ ص ۱۷۵ میں ایک سوال کے جواب میں لکھا:

الثابت فی الصحاح فی غزوۃ الخندق انه صلی العصر بعد المغرب لکن روی الطحاوی ان الشمس ردت الیه حتی صلاها وقال ان رواته ثقات حکاه عنه النووی فی شرح مسلم ـ والحافظ ابن حجر فی تخریج أحادیث الشرح الکبیر و یمکن الجمع بین هذه الرؤایة وما فی الصحاح

بان یحمل قوله: بعد ما غربت او بعد المغرب علی وجود الغروب الاوّل ولا ینافی ذلك کونها عادت فغایة ما فی الباب ان روایة الصحاح سکتت عن العود الثابت فی غیرها، وقد ورد ایضًا ان الشمس ردت لاجله بعد ما غربت عن علی رضی اللہ عنه وکانت العصر فاتته ورأی النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم فی حجره فقال اللّٰهم انه کان فی طاعتك و طاعة رسولك فاردد علیه الشمس فطلعت بعد ما غربت ووردأن الشمس حبست له فی قصةالاسراء حین اخبر بقدوم العیر فابطأت والقصتان فی الشفاء۔

((الحاوی للفتاوی، مسألة هل ردت الشمس للنبی صلی اللہ علیه وسلم، جلد ۱ صفحہ ۳۶۹ مطبوعه دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان))

((ترجمہ))''صحاح میں ثابت ہے کہ آپ نے عصر کی نماز مغرب کے بعد پڑھی لیکن امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ کے لئے سورج لوٹایا گیا اور آپ نے عصر کی نماز وقت پر پڑھی اور یہ بھی فرمایا کہ اس کے راوی ثقہ ہیں اسے امام نووی نے ''شرح مسلم'' میں اور حافظ ابن حجر نے ''الشرح الکبیر'' کی احادیث کی تخریج میں ذکر کیا، اور اس روایت وصحاح کی روایت میں تطبیق یوں ہے بعد ما غربت ما بعد المغرب غروب الاول پر محمول کیا جائے اور یہ عود الشمس کے منافی نہیں خلاصہ یہ کہ صحاح کی روایات عود الشمس سے ساکت ہیں اور دوسری روایات میں ثابت ہے اور حدیث میں ہے کہ حضرت علی کی نماز عصر قضا ہوئی اور حضور

ان کی گود میں آرام فرماتے تھے آپ نے دعا مانگی اے اللہ! علی تیری اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت میں تھا اسی لئے اس کے لئے سورج لوٹا تو سورج غروب کے بعد طلوع ہوا اور وارد ہے کہ قصہ اسراء میں بھی آپ کے لئے سورج رک گیا جب آپ نے قافلہ کی آمد کی خبر دی اور یہ دونوں قصے ''شفاء شریف'' میں ہیں''۔

یک نشد سہ شد:

منکرینِ رَدّ الشمس ایک بار کو روتے رہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تین بار ثابت کر دیا۔ (۱) بعدِ اسراء۔ (۲) خیبر۔ (۳) خندق۔

فائدہ:

یہاں وہ واقعات بیان کرنا مطلوب نہیں۔ صرف دکھانا یہ ہے کہ جن کمالات و معجزات کو اسلاف رحمھم اللہ نہایت فخر سے بیان کرتے چلے آئے آج منکر انہیں محض اپنی افتادِ طبع سے انکار کر دے اس سے کون پوچھے اور پھر انکار پر نہ کوئی دلیل نہ تحقیق۔ اس کے اس انکار کا حساب قیامت میں ہوگا اور سخت ہوگا۔ (ان شاء اللہ)

خلاصۃ البحث:

رَدِّ شمس والی حدیثِ اسماء ہر حیثیت سے صحیح ہے۔ یہ مشہور عند الناس بھی ہے اور مشہور عند المحدثین بھی۔ جیسا کہ ''روح البیان'' سے گزرا۔ اور اس کے طُرق بھی متعدد ہیں کہ اس کی پانچ سندیں ہیں جیسا کہ ''سیرتِ حلبیہ'' کی عبارت سے واضح ہوا اور یہ حسن حدیث دوسری حسن کے ساتھ مل کر بھی درجہ صحت پر فائز ہوئی۔ لان اسناد حدیث اسماء حسن و کذا اسناد حدیث ابی هریرہ الاتی کما صرح بہ السیوطی قائلا و من ثم صححہ الطحاوی و القاضی عیاض . (زرقانی)

ج۵ص۱۱۵) ''اس لئے کہ اسماء کی حدیث کی سند اور ابو ہریرہ والی روایت کی سند ایک ہے جیسا کہ امام سیوطی نے تصحیح کی اسی لئے اسے امام طحاوی وقاضی عیاض رحمہما اللہ نے صحیح بتایا''۔

اب بھی اگر کوئی شخص اس ایمان افروز معجزۂ مبارک کے متعلق کہے کہ یہ ثابت نہیں تو وہ اپنا انجام خود دیکھ لے۔ اور ناظرینِ کرام بھی اندازہ کریں کہ ایسے دلائلِ قاہرہ سے ثابت ہونے کے بعد بھی نہ مانے اور کہتا جائے کہ یہ ثابت نہیں، اس شخص کے دل میں محبتِ مصطفیٰ ہے یا بُغضِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

محدثینِ کرام کے تاثرات وارشادات مبارکہ کا خلاصہ:

(۱) امام طحاوی نے یہ ایمان افروز معجزہ دو روایتوں سے ثابت کیا ہے اور دونوں روایتوں کے راوی ثقہ ہیں۔

(۲) حضرت ملا علی قاری: یہ دونوں روایتیں امام طحاوی کے نزدیک ثابت ہیں اور یہ حجت کے لئے کافی ہے اور جب ان دونوں روایتوں کے راوی ثقہ ہیں تو جو ان پر طعن کرے اس کا اعتبار نہیں ہے۔

(۳) یہ معجزہ علاماتِ نبوت سے ہے، لہٰذا کسی علم والے کو لائق نہیں کہ اسے یاد نہ کرے۔

(۴) علامہ شامی: جس نے اس حدیثِ پاک کو موضوع کہا اس نے غلط کہا۔

(۵) علامہ شامی: اس حدیثِ پاک کو محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔

(۶) امام حدیث خاتمۃ الحفاظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیثِ پاک کی ایسی تصحیح فرمائی کہ اس سے زیادہ ناممکن۔

(۷) علامہ خفاجی: اس حدیثِ پاک کے تعددِ طرق اس کے صحیح ہونے کے عادل گواہ ہیں۔

(۸) ملا علی قاری: یہ حدیثِ پاک اصل کے اعتبار سے ثابت ہے اور تعددِ طرق سے حسن کے درجہ کو پہنچی۔

(۹) علامہ حلبی: یہ حدیث متصل ہے اور اس کی پانچ سندیں ہیں۔

(۱۰) امام سخاوی: اس حدیثِ پاک کی تصحیح محدثینِ کرام نے کی اور حضرت ابو ہریرہ والی حدیثِ پاک ابنِ مردویہ نے باسندِ حسن نقل فرمائی۔

(۱۱) علامہ یحییٰ صاحبِ روح البیان: یہ حدیثِ پاک محدثین کرام کے نزدیک مشہور ہے اور کسی کے موضوع کہنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

(۱۲) شیخ المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی: جب امام طحاوی، امام احمد بن صالح، حضرت قاضی عیاض، محدث طبرانی اس حدیث پاک کے صحیح ہونے کے قائل ہیں تو یہ کہنا فضول ہے کہ صحاح ستہ میں کیوں نہیں۔ نیز تمام کی تمام حدیثیں صحاح ستہ میں نہیں ہیں۔

(۱۳) امام زرقانی: جب ایک حدیث حسن دوسری حدیث حسن کے ساتھ مل جائے تو وہ درجہ صحت پر فائز ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ردشمس والی دونوں حدیثیں صحت کو پہنچی ہوئی ہیں۔

مخالفین کے دو ستون:

منکرینِ کمالاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کا جھونپڑا دو ستونوں کے سہارا پر تیار کیا۔ علماء محققین نے ان دونوں ستونوں کو اپنی تحقیق کی قوت سے نہ صرف مار گرایا بلکہ ان کا اس مسئلہ میں نام و نشان تک ختم کر ڈالا، چنانچہ ملاحظہ ہو۔

ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ و ابن تیمیہ:

ان دونوں کا علمی پایہ جیسا بھی ہے لیکن حدیث کو ضعیف و موضوع کہنے میں بیباک اور غلط گو اور عجلت باز تھے بالخصوص ردالشمس کی حدیث کے بارے میں محدثین

کی آراء ملاحظہ ہوں۔

(۱) انور شاہ کشمیری دیوبندی:

اس نے ''فیض الباری'' جلد رابع ص ۷۶ پر حدیث رجم قردہ پر بحث کرتے ہوئے لکھا کہ

ثم ان ابن الجوزی ادخل هذا الحدیث فی الموضوعات وکذا حدیثین من صحیح مسلم و قدصرح اصحاب الطبقات ان ابن الجوزی راکب علی مطایا الحجلة فیکثر الاغلاط رایت فیه مصیبة اخری وهی انه یرد الاحادیث الصحیحة کلما خالفت عقله وفکره

(فیض الباری علی صحیح البخاری جلد ۴ ص ۷۶)

((ترجمہ)) ''ابنِ جوزی نے اس حدیث (رجم بندریا) کو موضوعات میں داخل کیا ہے۔ ایسے ہی صحیح مسلم کی دو حدیثوں کو حالانکہ اصحابِ طبقات نے تصریح فرمائی ہے کہ تحقیق ابن جوزی عجلت کی سواریوں پر سوار ہے۔ اسی لئے (احادیث پر وضع کا حکم لگانے میں) بہت غلطی کرتا ہے اور ابن الجوزی میں ایک دوسری مصیبت یہ ہے کہ وہ ان احادیثِ صحیحہ کو رد کردیتے ہیں وان کی عقل وفکر کے خلاف ہوں''۔

(۲) علامہ امام محمد بن عبد الباقی الزرقانی المالکی کی شرح علی المواهب اللدنیه:

علامہ قسطلانی: ''اس سے قبل ان کی تائید وتوثیق احمد بن صالح المصری کے ذکر میں گزر چکی ہے۔ مزید اس مقام پر جہاں صاحبِ مواہب نے یہ ذکر کیا ہے کہ ابن

تیمیہ نے رد روافض میں ایک مستقل تصنیف کی ہے جس میں اس حدیث کے جملہ طرق ورجال کا ذکر کر کے اس کا موضوع ہونا ثابت کیا ہے اور پھر کہا ہے کہ قاضی عیاض پر تعجب ہے کہ علوم حدیث میں اس قدر جلالتِ قدر اور علوِ منزلت کے باوجود اس حدیث کو انہوں نے کیسے ثابت مان لیا ہے، اس پر علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ تعجب قاضی عیاض پر نہیں بلکہ تعجب در تعجب ابن تیمیہ پر ہے کیونکہ قاضی عیاض تو اس اصل پر حدیث کی تائید کر رہے ہیں جو ''الفیہ'' وغیرہ اُصولِ حدیث کی جملہ کتابوں میں مُصرّح ہے اور عربی کے طلبہ سے بھی مخفی نہیں ہے۔ یعنی طُرُقِ متعددہ سے حدیث کا مروی ہونا اس کو درجۂ حسن تک پہنچا دیتا ہے اور ضعف باقی نہیں رہتا''۔

اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے:

ابنِ تیمیہ کی شوخ چشمی دیکھئے کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی جلالتِ علمی کے اعتراف کے بعد اُلٹا ان کو ڈانٹ رہا ہے کہ انہوں نے ردالشمس والی حدیث کو کیسے صحیح مان لیا گویا ابن تیمیہ حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کو اس حدیث کی صحت کی تسلیم پر موردِ طعن بنا رہا ہے حالانکہ اس نے اپنی بدقسمتی کی طرف توجہ نہ کی وہ معجزۂ ردالشمس کے انکار پر کس گڑھے میں گر رہا ہے۔

(۳) شیخ الاسلام علامہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ:

شارح بخاری وصاحبِ تصانیف کثیرہ شہیرہ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قال الحافظ فی فتح الباری اخطاء ابن الجوزی بذکرہ فی الموضوعات وکذا ابن تیمیہ فی کتاب الرد علی الروافض فی زعم وضعہ۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''فتح الباری'' میں فرمایا:

''ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کر کے غلطی کی۔ اسی طرح ابن تیمیہ نے بھی غلطی کی رَدِروافض میں جو کتاب لکھی اس میں اس حدیث کی وضع کا زعم کیا''۔ (زرقانی ص ۱۱۵ ج ۵)

(۵) الشیخ الاجل علامہ بدرالدین العینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری:

ج ۷ ص ۱۴۶ میں اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں: اخرجه الحاكم عن اسماء...... وذكره الطحاوی فی مشكل الاثار...... وهو حديث متصل و رواته ثقات و اعلال ابن الجوزی هذا الحديث لا يلتفت اليه ''یہ حدیث متصل ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں اور ابنِ جوزی کا اس حدیثِ پاک کے اعلال کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا''۔

(۶) ابنِ حزم ظاہری طور پر رد فرماتے ہوئے رقم پذیر ہیں۔ قلت والحديث رواه الطبرانی باسانيد قال الحافظ نور الدين الهيثمی رجال احدها رجال الصحيح غير ابراهيم بن حسن وهو ثقة و فاطمه بنت علی ابن ابی طالب لم اعرفها ۔ انتهٰی ۔

واخرجه ابن منده و ابن شاهين من حديث اسماء بنت عميس و ابن مردويه من حديث ابی هريرة و اسنادهما حسن وممن صححه الطحاوی وغيره وقال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری بعد ذكر روايت البيهقی له وقد اخطا ابن الجوزی بايراده له فی الموضوعات
(وفاء الوفاء للعلامة السمهودی ج ۳ ص ۸۲۲)

''میں کہتا ہوں اس حدیث ردشمس کو طبرانی نے کئی سندوں سے بیان کیا ہے،

حافظ نور الدین الہیثمی نے فرمایا ان اسانید طبرانی سے ایک سند کے رجال، رجال صحیح ہیں۔ سوا ابراہیم بن حسن کے وہ ثقہ ہے اور فاطمہ بنت علی بن ابی طالب کو میں نہیں پہچانتا ہوں''۔ (۵)

اور اس حدیثِ ردِّ شمس کو ابن مندہ اور ابن شاہین نے حدیث اسماء بنت عمیس سے بیان کیا اور ابن مردویہ نے حدیث ابی ہریرہ سے اور ان دونوں حدیثوں کی اسناد حسن ہیں اور طحاوی وغیرہ نے بھی اس کی تصحیح کی ہے اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کے متعلق روایت بیہقی کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ بلاشک ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں لا کر غلطی کی ہے''۔

(۷) شیخ محقق افضل الفضلاء فرید العصر مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۰۵۲ھ۔ ''مدارج النبوت'' جلد ۲ ص ۲۵۳، ۲۵۴ میں لکھتے ہیں کہ

اما در کلام در حدیث رد شمس برائے علی رضی اللہ عنہ آنچہ علماء گفتہ اند نقل کنیم بے ثبوت تعصب وتعسف وما علینا الاالبلاغ ۔

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے رَدِّ شمس کی حدیث میں کلام جو کچھ علماء نے کہا ہے ہم بغیر تعصب اور تعسف اس کو نقل کرتے ہیں''۔

فائدہ:

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بڑے سائز کے تقریباً اڑھائی صفحے میں اس بحث کو لائے ہیں۔ اور امام طحاوی، قاضی عیاض، طبرانی، ابن

(۵) یہ ان کی اپنی معلومات پر ہے ورنہ یہ بی بی محدثین میں بہت بڑی مشہور ہیں ان کے متعلق تحقیق آئے گی۔ (ان شاء اللہ)

عراقی، احمد بن صالح سے حدیث کی صحت اور حسن کا ذکر فرمایا ہے اور اس ضمن میں فرماتے ہیں۔ ابن جوزی مستعجل است در حکم وضع و ادعائے آل و ثوق نیست۔ ''ابن جوزی وضع کا حکم لگانے میں جلدی کرنے والا ہے اور اس کا دعویٰ قابلِ وثوق نہیں ہے''۔

ابن تیمیہ:

ابن تیمیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ: ''قاضی عیاض کی جلالتِ قدر اور علوِ خطر کو تسلیم کرنے کے بعد ابن تیمیہ کو توقف اور تردد مناسب تھا نہ جزم ببطلان و انکار''۔

ابن کثیر:

ابن کثیر نے جو یہ لکھا ہے کہ اس حدیث کی نقل میں اہل بیت کی ایک مجہولہ عورت متفرد ہے (۶) جس کا حال ہی معلوم نہیں ہے اس کے متعلق فرماتے ہیں:

قول بجہالت و عدم معرفت حال اسماء بنت عمیس ممنوع است زیرا کہ دے امرۃ جمیلہ جلیلہ عاقلہ کیسہ است کہ احوال وے معلوم و معروف است۔

((ترجمہ)) ''اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عدمِ معرفت اور جہالت کا قول ممنوع ہے کیونکہ وہ ایک نیک، بزرگ، عقلمند اور دانا خاتون ہیں کہ اس کے حالات معلوم و معروف ہیں''۔ (ان کے مزید حالات آئیں گے ان شاء اللہ)

---

(۶) یہ ابن کثیر کی اہلِ بیت دشمنی کا واضح ثبوت ہے کہ اسماء بنت عمیس جیسی مشہور بی بی کو مجہولہ کہہ دیا۔ ہم ایسے علماؤں کو کیا کہہ سکتے ہیں جب بڑوں کا یہ حال ہے ان کے چھوٹوں کا کتنا بُرا حال ہوگا۔ ۲ امینہ۔

(۸) حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:

"ازالۃ الخفا" مقصد دوم ص ۵۲۸، ۵۲۹ مآثر علی کے بیان میں فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجھہ کی نمازِ عصر فوت ہوگئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی آفتاب لوٹ آیا"۔

اس کے بعد فرماتے ہیں: "۱۱۴۴ھ میں مدینہ منورہ میں ہمارے شیخ ابو طاہر محمد بن کردی مدنی کے سامنے پڑھا گیا۔ میں سُن رہا تھا۔ وہ کہتے ہیں مجھے میرے والد ابراہیم بن حسن کردی مدنی نے خبر دی یہاں تک مع ذکر سنین اسماء بنت عمیس تک دو طریق سے اپنی مکمل سند کو بیان فرمایا۔

بعد دوسرے آئمہ حدیث کی تصحیح کا ذکر فرمایا کہ حافظ جلال الدین سیوطی نے "کشف اللبس فی حدیث رد الشمس" کے ایک مقام میں لکھا ہے کہ ردِّ شمس ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ امام ابو جعفر طحاوی وغیرہ نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔ حافظ ابو الفرج ابن جوزی نے بہت زیادتی کی ہے۔ انہوں نے اس حدیث کو موضوعات میں داخل کر دیا۔ ان کے شاگرد محدث ابو عبد اللہ محمد بن یوسف دمشقی صالحی نے "مزیل اللبس عن حدیث رد شمس" کے ایک مقام میں بیان کیا ہے کہ اس حدیث کو طحاوی نے "مشکل الآثار" میں اسماء بنت عمیس سے دو طریقوں سے نقل کیا ہے اور کہا ہے یہ دونوں حدیثیں ثابت ہیں۔ ان کے راوی ثقہ ہیں اور قاضی عیاض نے اس کو "شفا" میں درج کیا ہے اور حافظ ابن سید الناس نے "بشری اللبیب" میں اور حافظ علاؤ الدین مغلطائی نے اپنی کتاب "الزاہر الباسم" میں ابو الفتح ازدی نے اس کی تصحیح کی ہے اور ابو زرعہ عراقی نے "الــــدر

المنتشره فی الاحادیث المشتهره" میں بیان کیا ہے اور انہوں نے ابن الجوزی کا بھی رد فرمایا ہے"۔

اس کے بعد شاہ صاحب موصوف نے حدیثِ مشکل الآثار کی حدیثِ رد الشمس کو ہر دو طریق سے بیان فرمایا ہے۔ (ازالۃ الخفاء مقصد دوم ص ۹۵۰ مترجم مطبوعہ کراچی)

(۹) خاتمہ المحققین سند الفقہاء علامہ ابن العابدین شامی قدس سرہٗ:

نے "رد المحتار" یعنی فتاویٰ شامی ج ا ص ۳۳۴ میں لکھتے ہیں کہ:

والحدیث صححه الطحاوی و عیاض اخرجه جماعته منهم الطبرانی بسند حسن و اخطا من جعله موضوعاً کابن الجوزی۔ "اور حدیث کی امام طحاوی و عیاض نے تصحیح کی ہے اور اسے بڑی جماعت نے روایت کیا ان میں امام طبرانی ہیں، سندِ صحیح کے ساتھ اور جسے اس حدیث کو موضوع کہا اس کی خطاء کا اظہار فرمایا"۔

اس حدیث پر جو درایۃً اعتراض کیا گیا اس کا جواب امام شامی موصوف الصدر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ **وما فی الحدیث خصوصیته لعلی کما یعطیه قوله علیه السلام انه فی طاعتك و طاعته رسولك** (شامی ج ا ص ۳۳۴)

"اور وہ جو حدیث میں ہے: اس میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں (کہ وہ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا) سے اشارہ ملتا ہے"۔

(۱۰) سیّدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "جذب القلوب" ص ۲۰۷ میں لکھا کہ: "اس میں شک نہیں کہ (صہبا) وہ جگہ ہے جہاں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے سورج لوٹایا گیا کیونکہ یہ واقعہ صہبا (جو خیبر کے قریب ہے) میں واقع ہوا تھا۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح کی۔

ہے اور یاد رہے کہ حدیث ردالشمس بروایۃ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ باسنادِ حسن اور طرق متعددہ سے ثابت ہے امام طحاوی نے اس کی تصحیح کی ہے۔ ابن جوزی کا اسے موضوعات میں لانے کے متعلق شیخ ابن حجر ''فتح الباری شرح بخاری'' میں لکھتے ہیں کہ ابن جوزی نے خطاء کی ہے کہ اس حدیث کو موضوعات میں شمار کیا''۔

نوٹ: صرف چند نمونے عرض کر دیئے ورنہ ابن الجوزی و ابن تیمیہ کی ایسی عجلت بازی پر سینکڑوں محققین نے مذمت فرمائی ہے اسی لئے حق کے متلاشی کو یقین ہو جانا چاہئے کہ ردالشمس کے منکرین نے ان دو عجلت بازوں کا حوالہ دے کر نبوت دشمنی کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔

(۱۱) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''فتاویٰ عزیزی'' ج۲ص۸۵ میں لکھتے ہیں کہ: کلام ابن تیمیہ فی منهاج السنة وغیره من الکتب متوحش جداً فی بعض المواضع لا سیما فی تفریط حق اهل البیت وفی منع زیارة النبی علیه السلام وفی انکار الغوث والقطب والابدال و امثال ذلك وهذه المواضع منقولة موجودة عندی وقد تصدّی برده کلامه فی زمانه جهابذة علماء والشام والمغرب والمصرخم ان ابن القیم تلمیذه الرشید قد بالغ فی توجیهه کلام لکن لم یقبله العلماء حتی ان المخدوم معین الدین الهندی فی عصر سیدی الوالد اطال رسالة فی رده اذا کان کلامه مردوداً عند علماء اهل السنة فایّ طعن یلحقهم فی ذلك (انتہٰی)

((فتاوی عزیزی (فارسی) جلد۲ صفحہ۷۸، ۷۹ مطبوعہ در مطبع مجتبائی، دہلی۔ اشاعت ۱۳۲۶ھ۔ ایضاً اردو ترجمہ بنام سرورِ عزیزی جلد۲ صفحہ ۱۸۷ مطبوعہ مطبع مجیدی، کانپور۔ اشاعت ۱۳۳۲ھ، مترجم مولوی عبدالواجد نولوی غازی پوری۔ ایضاً اردو ترجمہ صفحہ ۴۴۷،

۴۴۸ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔ اشاعت ۱۳۸۷ھ/

۱۴۰۸ھ، مترجم ایضاً))

((ترجمہ)) ''ابن تیمیہ کا کلام منہاج السنۃ وغیرہ میں بعض مقامات پر نہایت وحشت ناک ہے۔ خصوصاً اہلِ بیت کے حق میں تفریط اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو روکنے اور غوث، قطب اور ابدال کے انکار کے بارے میں اور امثال ذالك اور یہ مقامات میرے پاس موجود منقول ہیں۔ ابن تیمیہ کے زمانہ ہی میں شام، مغرب اور مصر کے علماء جہابذہ اس کے رد کے درپے ہوئے ہیں پھر اس کے شاگرد رشید ابن قیم نے اس کے کلام کی توجیہہ میں مبالغہ کیا لیکن علماءِ اہل سنت نے اس کو قبول نہ کیا۔ یہاں تک کہ میرے والد ماجد (حضرت شاہ ولی اللہ صاحب) کے زمانہ میں مخدوم معین الدین السندی نے ایک طویل رسالہ ابن تیمیہ کے رد میں تحریر فرمایا تو جب ابن تیمیہ کا کلام علمائے اہل سنت کے نزدیک مردود ہے تو ان پر اس بارے میں کیا طعن لاحق ہوتا ہے''۔

(۱۲) علامہ عبدالحیٔ لکھنوی ''تحفة الكملة على حواشى تحفة الطلبة'' ص ۵ میں فرماتے ہیں: ان من المحدثين من له افراط و مبالغة فى الحكم بوضع الاحاديث وبا بطالها وضعفها منهم ابن الجوزى و ابن تيمية الحنبلى و الجوزقانى و الصنعانى وغيره . (حاشیہ الرفع التکمیل ص ۹۰)

(۱۳) شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی ''لسان المیزان'' میں فرماتے ہیں: طالعت رد ابن تيميه على الحلى فوجدته كثير التحامل فى رد الاحاديث التى يوردها ابن المطهرو ردفى رده كثيرا من الاحاديث الجياد . انتهى -

ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن کثیر نے حدیث ردشمس کے اسمائے رجال پر

جرح میں اکثر ابن الجوزی کا اتباع کیا ہے اور ابن جوزی خود احادیث پر وضع وضعف کا حکم لگانے میں افراط وتفریط سے نہیں بچے ہیں انہوں نے بہت سی حسان بلکہ صحاح پر ضعف کا حکم لگادیا ہے اور ضعاف پر وضع وابطال(۷) کار كما لا يخفى على من اونى مسكته بالعلم الحديث ۔ تفصیل کے لئے ''تعقبات السيوطى على موضوعات ابن الجوزى'' ملاحظہ فرمائیں (تدریب الراوی ص ۱۸۰) بلکہ خود علامہ ذہبی ''میزان الاعتدال'' میں ابان بن یزید العطار کے ترجمہ میں فرماتے ہیں۔ علامہ ابن الجوزی نے اس کو ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔

ولم يذكر فيه اقول من وثقه وهذا من عيوب كتابه يسرد الجرح ويسكت عن التوثيق ۔ انتهى ۔

(۱۴) مُلّا علی قاری ''موضوعات کبیر'' ص ۲۴ پر فرماتے ہیں:

وادعى ابن الجوزى انه موضوع لكن قال السيوطى اخرجه ابن منده و ابن شاهين و ابن مردويه و صححه الطحاوى والقاضى عياض اقول و لعل المنفى ردها بامر على والمثبت بدعاء النبى عليه السلام۔

((موضوعات کبیر، حرف الهمزة صفحہ ۴۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ کتب، آرام باغ، کراچی))

اس کے بعد علامہ علی قاری فرماتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ ہوسکتا ہے کہ ردِّ شمس بامرِ علی ہے كرم الله وجهه اور مثبت کا ثبوت نبی کریم صلى الله عليه وسلم کی دعا سے ہے''۔

(۱۵) انور شاہ کاشمیری دیوبندی فیض الباری ج ۳ ص ۶۳ ۴ میں لکھتے ہیں: قال (الطحاوى) وهو حديث متصل و رواته ثقات

(۷) بلکہ صحیح مسلم تک کو نہیں چھوڑا ہے۔ (تدریب)

و اعلال ابن الجوزی هذا الحدیث لا یلتفت الیه ۔

((ترجمہ)) ''یہ حدیث متصل ہے اور اس کے راوی ثقات ہیں اور ابن جوزی وغیرہ (ابن تیمیہ اور اس کے اتباع) کا اعلال اس حدیث کے بارے میں قابل التفات نہیں''۔

انتباہ

ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف اسی عجلت کی بیماری میں مبتلا تھے بلکہ اولیاء دشمنی میں بھی آپ اپنی مثال خود تھے لیکن جونہی حضور غوث اعظم سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی نگاہِ کریمانہ سے نوازے گئے یہ تمام بیماریاں مٹ کر رہ گئیں۔ تحقیق کے لئے دیکھئے فقیر کی کتاب (غوثِ اعظم) مخالفین انکارِ کمالاتِ مصطفیٰ و اولیاء میں جتنی عبارات نقل کرتے ہیں یہ ان کے زمانہ سابق کی ہیں۔

سابقہ ادوار کے منکرین:

دورِ سابق میں انکار میں ایک نام امام رحمۃ اللہ علیہ کا آیا ہے انہیں نفسِ مسئلہ سے انکار نہیں حدیث کی سند سے ہے اس کا جواب فقیر عرض کرے گا۔ وہ اپنے انکار میں معذور تھے۔ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بھی فقیر نے عذر عرض کر دیا ہے اب انکار میں صرف ابن تیمیہ اکیلا رہ جاتا ہے اور وہ جملہ علمائے اہل سنت کے نزدیک گمراہ اور بے دین خارجی المذہب اور معتزلی المسلک تھا اس کی کشتی میں نجدی وہابی مودودی وغیرہ سوار ہیں اور وہ اس ابن تیمیہ کی اس گمراہی پر نازاں بھی ہیں۔ ہم اہل سنت کو ابن تیمیہ کا نام سننا تک گوارہ نہیں۔ اس لئے کہ وہ گمراہ وضلالت میں اپنی مثال خود ہے۔ علاوہ ازیں اسے اہل بیت کی دشمنی اور بغض وعداوت میں خصوصیت سے مشہور ہے۔ ردالشمس کی حدیث کا انکار بھی صرف اسی لئے ہے اس

کے اکثر راوی اہلِ بیتِ کرام ہیں (رضی اللہ عنہم) سے راوی ہیں اور ثقہ ومعتبر ہیں لیکن ع

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

دورِ حاضرہ کے منکرین کون ہیں:

یہودیوں کے ایجنٹ ہیں یا خوارج کا بقایا۔ اگر یہ گوارہ نہیں تو یقین کرلیں کہ یہ ابن تیمیہ کے پرستار ہیں (ابن تیمیہ کا تعارف آخر میں آئے گا) ہم دیکھ رہے ہیں کہ تنقیص کاروں کا ایک طائفہ اس برصغیر میں ایک مدت سے عظمتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منہ چڑا رہا ہے الفاظ کی بے سری راگنی ہو یا خامہ وقرطاس کی بو العجبیاں۔ یہ بے لگام شرذمہ بہر طور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب و مناقب میں تنقیص کی سعی مذموم کرتا رہا ہے۔ ان جفا کاروں نے اسلامی نام کے صحائف میں توہین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ زہریلے تیر چھپا رکھے ہیں جو اہل اسلام کا سینہ چیر کر رکھ دیتے ہیں۔ یہ طائفہ امت مسلمہ کے لئے کوئی اجنبی فرقہ نہیں ہے۔ مداحانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دور میں اعداءِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا کیا ہے کبھی یہ حرب بے لگام اسلام کے اُفق پر ابوجہل وابولہب بن کر اُبھرا اور کبھی ابنِ سباء کا مکر وفریب بن کے نکلا۔ اسلام کے فرزندوں سے اپلیں کی ہیں۔ دردمندانہ درخواستیں کی ہیں کہ جب تم اسلام کا نام لیتے ہو تو بانیٔ اسلام کو بُرا نہ کہو۔ رسول عربی کی شان کوتاہ فکر و تنقیصِ رسالت کے پیچھے نہ پڑو، مگر ان شقی القلوب انسانوں پر التجاؤں اور درخواستوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا کوئی باب ہو انہیں راس نہیں آتا۔ کبھی احاطہ زحمت میں تقصیر کی کوشش کرتے ہیں کبھی فیضان رسالت کا انکار ہوتا ہے کبھی علم نبوت میں درازدستی کرتے ہیں۔ غرضیکہ ہر عنوان یہ توہینِ رسالت صلی

اللہ علیہ وسلم کے درپے ہیں۔ اس وقت ہم نے جس موضوع پر قلم اٹھایا ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا ایک مسئلہ ہے اور لاریب فضیلتِ رسالت کا ہر باب محبِّ رسول کی موت وحیات کا مسئلہ ہے جس طرح شق القمر کا معجزہ جمہورِ اُمت میں مقبول ہے۔ اسی طرح رَدِّ شمس بھی معجزاتِ رسالت میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ معجزہ تواتر کے ساتھ اُمت میں مقبول ہوتا چلا آیا ہے۔ فرزندانِ اسلام میں یہ معجزہ ہمیشہ ریب وشک سے بالاتر رہا ہے۔ امت کے صلحاء اور اجلہ بزرگ اس معجزے پر اعتقاد رکھتے ہیں مگر اس دور کے تنقیص کاروں نے کمالاتِ رسول کی دشمنی میں اس کا بھی انکار کردیا اور حدیث وسیَر کی کتابوں میں جو روایت اس باب میں منقول ہے اس کو موضوع تک کہہ بیٹھے اور استدلال میں ابن تیمیہ جیسے دشمنِ رسول کا حوالہ دے ڈالا۔ زیادہ ہاتھ پاؤں مارے تو ابنِ جوزی کو تلاش کرلائے۔ عداوتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس قدر اندھے ہوچکے ہیں کہ ان جوزی کے بارے میں وہ تمام کلمات ان کی آنکھوں سے مفقود ہوگئے جو اس بارے میں محدثین اور فقہائے اسلام نے کہے ہیں۔ آئمہ مسلمین نے جس طرح ابن جوزی پر جرح قدح کی ہے وہ اہلِ تحقیق کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہے مگر اس تعصب کا کیا کیا جائے جو تعظیمِ مصطفیٰ کو کسی طرح دل میں جگہ نہیں دیتا۔

خوارج کے متعلق فیصلہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

ردالشمس کے اکثر رواۃ اہلِ بیت ہیں اور اس میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا پہلو ہے اسی لئے خوارج کو تو اس کا انکار لازم ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خارجی مجھ سے اور میری اولاد سے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھیں گے نیز فرمایا کہ خوارج جہنم کے کتے ہیں۔
(طبرانی شریف ص ۱۲۱ وص ۱۱۷)

انتباہ

ردالشمس کے انکار میں پیش پیش ابن تیمیہ ہے اور وہ خارجی المذہب ہے تفصیل آئے گی (ان شاء اللہ)

دلائلِ منکرین مع تردید مختصراً

ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ

آپ واقعی پایہ کے محدث تھے ابتداء میں اولیائے کرام کے منکر تھے پر حضور غوثِ اعظم جیلانی شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے مرید ہوئے، تفصیل فقیر کی کتاب ''غوثِ اعظم'' میں ملاحظہ ہو۔

باوجوداں ہمہ احادیثِ صحیحہ کو ضعیف اور موضوع کہہ دینے میں عجلت باز تھے ان کی اس خامی بالخصوص ردالشمس والی روایت میں غلطی کے بارے میں آپ نے محدثین کی آراء گزشتہ اوراق میں ملاحظہ فرمائیں ان کی اس عجلت ((کا)) ہمارے دور کے منکرینِ کمالاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اعتراف ہے۔

ابن تیمیہ

یہ خارجی مزاج اور اپنے دور کے علماء و مشائخ کی نظروں میں نہایت ہی گمراہ اور فتان ((فتنہ پرور)) سمجھا جاتا تھا اس کے علاوہ اس حدیث کے انکار میں اس نے بھی ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کردار ادا کیا۔ اسی لیے محدثین کے نزدیک یہ بھی عجلت باز مشہور ہے اور اس نے امام طحاوی رحمۃ اللہ کی سند پر جرح وتنقید کی ہے تو وہ بھی غلط بلکہ اس کی اس تنقید و جرح سے علماء کرام نے فرمایا کہ اپنی خارجیت مزاجی کے پیشِ نظر اس نے اہلِ بیتِ کرام رضی اللہ عنہم کی عداوت کا مظاہرہ کیا ہے۔

تفصیل آئے گی۔

منکرین کی فہرست:

دورِ حاضر میں اکثر ((منکرین)) صاحبان، ابن تیمیہ کے پرستار ہیں۔ جب ان کے امام و مقتدا کا حال مخدوش ہے تو مقتدیوں کا حال تو اس سے زبوں تر ہوگا۔ ان میں مزید جدید کوئی اعتراض نہیں اٹھایا بلکہ ابن تیمیہ کے اعتراضات کو نیا لباس پہنا کر پیش کیا ہے البتہ محمود عباسی نے اہلِ بیت کی دشمنی میں کچھ غلط بیانی کی ہے اس کی تفصیل و تردید آئے گی۔ (ان شاء اللہ)

مودودی بولتا ہے:

جس طرح اس نے معجزۂ شق القمر کے انکار میں ہاتھ پاؤں مارا ہے اور فقیر نے اس کی مفصل تردید "تحقیق شقُّ القمر" میں لکھ دی ہے یہاں اس طرح نہیں کیا۔ صرف ابن تیمیہ کے نظریہ کو اپنی مرصع عبارت میں ڈھالا ہے چنانچہ "تفہیم القرآن" ص ۳۴۳ سورۃ ص آیۃ رُدُّوْهَا عَلَيَّ کے تحت لکھا۔

"ایک گروہ نے مذکورہ بالا ترجمہ و تفسیر سے تھوڑا سا اختلاف کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ اور رُدُّوْهَا عَلَيَّ دونوں کی ضمیر سورج ہی کی طرف پھرتی ہے یعنی جب نمازِ عصر فوت ہوگئی اور سورج پردۂ مغرب میں چھپ گیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے کارکنانِ قضاوقدر سے کہا کہ پھیرلاؤ سورج کو تاکہ عصر کا وقت واپس آجائے اور میں نماز ادا کرلوں، چنانچہ سورج پلٹ آیا اور انہوں نے نماز پڑھ لی، لیکن یہ تفسیر اوپر والی تفسیر سے بھی زیادہ ناقابلِ قبول ہے۔ اس لئے نہیں کہ اللہ تعالیٰ سورج کو واپس لانے پر قادر نہیں بلکہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا قطعاً کوئی ذکر نہیں فرمایا ہے، حالانکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے اتنا بڑا

معجزہ صادر ہوا ہوتا تو وہ ضرور قابلِ ذکر ہونا چاہئے تھا اور اس لئے بھی کہ سورج کا غروب ہو کر پلٹ آنا ایسا غیر معمولی واقعہ ہے کہ اگر وہ درحقیقت پیش آیا ہوتا تو دنیا کی تاریخ اس کے ذکر سے ہرگز خالی نہ رہتی۔ اس تفسیر کی تائید میں یہ حضرات بعض احادیث بھی پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ سورج کا غروب ہو کر دوبارہ پلٹ آنا ایک ہی دفعہ کا واقعہ نہیں ہے بلکہ یہ کئی دفعہ پیش آیا ہے۔ قصۂ معراج میں نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے سورج کے واپس لائے جانے کا ذکر ہے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر بھی حضور کے لئے وہ واپس لایا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے بھی، جب کہ حضور ان کی گود میں سر رکھے سو رہے تھے اور ان کی نماز عصر قضا ہوگئی تھی، حضور نے سورج کی واپسی کی دعا فرمائی تھی اور وہ پلٹ آیا تھا لیکن ان روایات سے استدلال اُس تفسیر سے بھی زیادہ کمزور ہے جس کی تائید کے لئے انہیں پیش کیا گیا ہے۔ حضرت علی کے متعلق جو روایت بیان کی جاتی ہے اُس کے تمام طُرق اور رجال پر تفصیلی بحث کر کے ابن تیمیہ نے اسے موضوع ثابت کیا ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور ابن جوزی کہتے ہیں کہ وہ بلاشک و شبہہ موضوع ہے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر سورج کی واپسی والی روایت بھی بعض محدثین کے نزدیک ضعیف اور بعض کے نزدیک موضوع ہے۔ رہی قصۂ معراج والی روایت تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفارِ مکہ سے شب معراج کے حالات بیان فرما رہے تھے تو کفار نے آپ سے ثبوت طلب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بیت المقدس کے راستے میں فلاں مقام پر ایک قافلہ ملا تھا جس کے ساتھ فلاں واقعہ پیش آیا تھا۔ کفار نے پوچھا وہ قافلہ کس روز مکہ پہنچے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فلاں روز، جب وہ دن آیا تو قریش کے لوگ دن بھر قافلہ کا انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ شام ہونے کو آ گئی۔ اس موقع پر حضور نے دعا کی کہ

دن اس وقت تک غروب نہ ہو جب تک قافلہ نہ آجائے چنانچہ فی الواقع سورج ڈوبنے سے پہلے وہ پہنچ گیا۔ اس واقعہ کو بعض راویوں نے اس طرح بیان کیا ہے کہ اس روز دن میں ایک گھنٹہ کا اضافہ کر دیا گیا اور سورج اتنی دیر تک کھڑا رہا۔ سوال یہ ہے کہ اس قسم کی روایات کیا اتنے بڑے غیر معمولی واقعہ کے ثبوت میں کافی شہادت ہیں؟ جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں، سورج کا پلٹ آنا یا گھنٹہ بھر رُکا رہنا کوئی معمولی واقعہ تو نہیں ہے، ایسا واقعہ اگر فی الواقع پیش آ گیا ہوتا تو دنیا بھر میں اُس کی دھوم مچ گئی ہوتی۔ بعض اخبارِ احاد تک اس کا ذکر کیسے محدود رہ سکتا تھا؟''

(تفہیم القرآن ص ۳۳۴، ۳۳۵) تحت آیت: حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ رکوع)

انتباہ:

مودودی ہمارے دور میں خوارج و معتزلہ کا نمائندہ تھا اس کی تصانیف شاہد ہیں کہ اس نے صرف اور صرف وہابیت کی ترجمانی پر زور لگایا، اسلاف صالحین کو یہاں تک کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم تک کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ اپنی من مانی منوانا اپنے خلاف ہر تحقیق کو ضعیف اور بیکار سمجھتا۔ ہر گھاٹ کا پانی پیتا خارجیت و وہابیت کی تائید میں جس طرح بن پڑتا زور لگاتا خواہ اس کی تائید میں صحابہ اور راویوں کو ضعیف قرار دینے میں کوئی باک نہ سمجھتا اسی لئے فضلائے دیوبند ((نے)) خود گستاخ ہونے کے باوجود مودودی کو گستاخ اور بے ادب ثابت کر کے کافر کہا۔

تبصرۂ اویسی غفرلہٗ:

(۱) مودودی کا عذر کہ اتنا بڑا واقعہ اگر ہوتا تو تواریخ میں مذکور ہوتا یہ وہی عذر لنگ ہے جو چاند کے دو ٹکڑے ہونے کے منکرین نے کیا جس کا رد خود مودودی نے ''تفہیم القرآن'' اور ''سیرتِ دو عالم'' میں لکھا دیکھئے۔ تفصیل فقیر کی تصنیف ''تحقیق شق القمر'' ((میں دیکھیں))۔ نیز مذکور نہ ہونا وجود کی نفی نہیں کرتا یہ اُصولِ فقہ و حدیث

((کا))مُسَلَّم قاعدہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے فرمایا:

لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا (دہر،پ:۲۹،آیت:۱۱) انسان مذکور نہ تھا۔مفسرین فرماتے ہیں انسان (روحانیت) میں موجود تھا اس معنی پر اس کا عدم ذکر عدمِ وجود کی دلیل نہیں۔

(۲) ابن تیمیہ کے متعلق تفصیل آئی ہے تمام محدثین متفق ہیں یہ دونوں احادیث کو موضوع وضعیف کہنے میں عجلت باز ہے۔لہٰذا اس کا قول غیر معتبر ہے۔ بالخصوص معجزہ ردالشمس کی روایت میں خصوصیت سے اس کی محدثین نے خوب خبر لی ہے۔امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی باصول حدیث نا قابلِ قبول ہے۔ اُصول کا قاعدہ مُسَلَّم ہے کہ ایک محدث کا کسی حدیث کو بے اصل کہنا وہ حدیث بے اصل نہیں ہو جاتی اس لئے کہ ممکن ہے کہ اس محدث کو وہ حدیث نہ پہنچی ہو یا وہ اس حدیث کو بے اصل اپنی شرائط پر کہتا ہو کیونکہ ہر محدث کا اخذِ حدیث کی اپنی شرائط ہوتی ہیں۔مثلاً امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سیدنا اُویس قرنی رضی اللہ عنہ کے سرے سے وجود کے قائل نہیں۔اس کا جواب امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے وہی لکھا ہے جو فقیر نے عرض کیا، اِس قاعدہ پر ہم امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول تسلیم نہیں کریں گے تو ایسے ہی امام رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہاں سمجھئے(امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے جوابات کی مزید تفصیل فقیر کی کتاب ''ذکرِ اویس'' میں دیکھئے)۔

(۳) واقعۂ معراج والی حدیث حبسِ شمسی کا انکار بھی مودودی کی جہالت کی زندہ مثال ہے، کہتا ہے کہ ایسا واقعہ ہوتا تو عوام میں دھوم مچ جاتی اور اخبارِ احاد میں اس کا ذکر ہوتا۔بھلا اس جاہل کو کون سمجھائے کہ اخبارِ احاد میں اس کا ذکر ہے ہاں دھوم نہ مچی تو اس کا جواب وہی ہے جو شق القمر کا ہے۔

عباسی بولتا ہے:

اہلِ علم کو معلوم ہے کہ یہ عباسی دیوبندیوں کا ننگ ہے جس سے خود علمائے دیوبند تنگ ہیں اس نے زندگی اس تصور میں تباہ کی کہ اہلِ بیتِ کرام رضی اللہ عنہم کے ہر فرد کی جی بھر کر توہین و گستاخی کرے۔ ہمارے دور میں یہ فتنہ اسی کا کھڑا کیا ہوا ہے کہ "سیدنا امام حسین باغی (معاذ اللہ) ہیں اور امامِ برحق یزید پلید ہے اور وہ قطعی جنتی ہے"۔ اور اہل بیت یہاں تک کہ حسنین کریمین کے علاوہ فاطمۃ الزہراء و علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم وغیرھم۔ واللہ اعلم وغیرہ۔ اگر وہ ردالشمس کا معجزہ نہیں مانتا تو وہ مجبور ہے اس لئے کہ اس کے اکثر راوی اہلِ بیت کرام کے افراد ہیں اسی لئے وہ ان پر اعتراضات اُٹھاتا ہے۔ فقیر ان کے اعتراضات کے جوابات لکھتا ہے۔

سوال: محمود عباسی (۸) نے کہا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے "ازالۃ الخفاء" میں اس حدیث کی تصحیح فرمائی ہے اور حضرت اسماء تک اپنے استاد ابو طاہر کردی کے واسطے سے مکمل اسانید کا ذکر فرمایا ہے (کما مر آنفا) نے اپنے شیخ سے سماعت کر کے اسے باور کرلیا ورنہ ان کے مختلف طُرُقِ اسناد میں متعدد راوی شیعہ اور نا قابلِ اعتبار ہیں۔ مثلاً فضیل بن مرزوق جس کو امام ذہبی میزان الاعتدال میں کان معروفا بالتشیع لکھتے ہیں کہ وہ مشہور شیعہ تھا۔

جواب ۱: لفظ شیعہ سے عباسی اور اس جیسے دھوکہ باز دھوکہ دیتے ہیں۔ اس لئے کہ دورِ سابق کی اصطلاح میں لفظ شیعہ اہلِ سنت کے ان افراد پر بولا جاتا جو حضرت

---

(۸) یہ عباسی وہی ہے جو خوارج و نواصب کے مذہب کو زندہ کرنے کے در پے رہا، جس نے امام حسین کو باغی اور یزید کو امام برحق ثابت کرنے پر زندگی برباد کی، اپنی تمام تصانیف میں اہلِ بیت کی دشمنی میں ہزاروں اوراق سیاہ کئے اس کی تردید میں نہ صرف علمائے اہل سنت بلکہ دیوبند کے مہتمم قاری طیب نے بھی کتابیں لکھیں۔ (اویسی غُفِرَ لَہٗ)

علی رضی اللہ عنہ کے طرفدار تھے۔

جواب ۲: عباسی نے ''میزان'' کی عبارت نقل کرنے میں صریح خیانت اور بددیانتی کا بھیانک مظاہرہ کیا ہے اور اگر یہ الفاظ ان کے کسی معتقد پر شاق ہوں تو اتنا تو ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ جرح کر کے انہوں نے اُصولِ حدیث میں اپنی کم مائیگی اور لاعلمی کا اعلیٰ شاہکار پیش کیا ہے عباسی اور ان کے حواریوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ علامہ ذہبی کی نقل کردہ اصل عبارت یوں ہے:

وثقه ابن عُيينه و ابن معين......قلت و كان معروفا بالتشيع من غير سب۔ ''یعنی امام ابن عُیینہ اور ابن معین نے اس کی توثیق کی ہے میں کہتا ہوں کہ وہ بغیر سب کے معروف بالتشیع''۔

امام ذہبی کی گواہی:

علامہ ذہبی جو کہ اس فنِ تنقید کے مُسلّم امام ہیں انہوں نے ''**من غیر سب**'' کی قید لگا کر واضح فرمادیا ہے کہ وہ ایسا شیعہ نہیں تھا جو صحابہٗ کرام کو گالی دینے والا ہو اس کی روایت معتبر ہے۔

انتباہ:

دورِ سابق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرفدار کو شیعہ کہا جاتا اسی لئے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ''تحفہ اثنا عشریہ'' میں فرمایا کہ: ''سب سے پہلے شیعانِ علی ہم (سنی) ہیں''۔ اسی لفظی ملابست سے مخالفین دھوکہ دے کر امام عبدالرزاق وغیرہ کو شیعہ کہہ دیتے ہیں۔

(۵) عبداللہ بن موسی بن ابو المختار العبسی الکوفی ابو محمد ثقۃ کان من التاسعۃ (کشف الاستار ص ۷۰ و ترقیب ص ۳۷۱

عبداللہ بن ابو المختار العبسی الکوفی ابومحمد ثقہ ہیں تاسعہ سے شمار ہوتے ہیں۔ایضاً ثقہ، صدوق حسن الحدیث

(کتاب الجرح والتعدیل ص۲۰۲وص۲۳۵)

''نیز فرمایا کہ وہ ثقہ صدوق حسن الحدیث ہیں''۔

(٦) ابو امیہ الشعبانی الدمشقی اسمہ محمد مقبول من الثانیہ (تقریب) ابو امیہ الشعبانی الدمشقی ۔''ان کا نام محمد ہے مقبول ہیں ثانیہ سے ہیں''۔

ذکرہ ابن حبان فی الثقات ''ابن جبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے''۔(تہذیب التہذیب ۱۳،۱۵)

فائدہ:

بحمداللہ تعالیٰ '' مشکل الآثار'' کی حدیثِ ردِ شمس کی پہلی روایت پر تفصیل سے ایک ایک راوی کے متعلق اسمائے رجال کی کتبِ معتمدہ سے توثیق ہو چکی اور ثابت ہو گیا کہ اس حدیث پاک کے روایت میں سے کوئی راوی بھی ضعیف یا مجروح نہیں۔

دوسری حدیث طحاوی کی سند کے رواۃ:

صرف اتماماً للحجۃ فقیر اس دوسری سند کے راویوں کے متعلق تفصیل عرض کر رہا ہے ورنہ امام طحاوی کے راوی اور ضعیف، یہ کیسے ہو سکتا ہے، جب کہ امام طحاوی کا پلہ امام بخاری سے بھی کچھ کم نہیں۔

(۱) اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا صحابیہ معروفہ ہیں وقد مر اور الصحابۃ کُلُّھُم عدول صحابیہ ہیں اور صحابہ کُل عادل ثقہ ہیں۔

(۲) ام جعفر، انہی کو اُمِ عون بھی کہتے ہیں۔ اُمِ عون (۹) بنت محمد بن جعفر بن ابی طالب الهاشمية ويقال ام جعفر زوجه محمد بن الحنفية و ام ابنه عون۔ روت عن جدتها اسماء بنت عميس وعنها ابنها عون (تهذيب التهذيب ج ۱۲ ص ۴۷۴ ايضاً ص ۳۹۹ في ذكر اسماء بنت عميس وقد مرانفا ام جعفر مقبولة من الثالثة تقريب في الكنى ص ۲۶۵)

(۳) عون بن محمد بن علی بن ابی طالب: اُمِ جعفر میں گذر چکا ہے کہ عون بن محمد نے اپنی والدہ اُمِ عون سے روایت کی، یعنی "ان کا سماع ثابت ہے"۔

(۴) محمد بن موسیٰ بن عون بن محمد الفطری: قال الطحاوی محمود فی الرواية وفی التقريب صدوق من السابعة بالتشيع (تقریب ۱۹۶)

محمد بن موسیٰ کے متعلق طحاوی نے فرمایا کہ محمود فی الروایت ہے اور "تقریب" کشف ص ۱۷ میں ہے کہ "وہ صدوق اور تشیع سے منسوب اور سابعہ سے ہیں"۔ روی عن عون بن محمد الحنفيه وروى عنه و ابن ابی فديك صدوق صالح الحديث۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۴، ۱۰۴، ۸۲)

محمد بن موسیٰ نے عون سے روایت کی اور اس سے ابن فدیک نے روایت کی وہ صدوق اور صالح الحدیث ہیں۔ قال الترمذی ثقة وقال الطحاوی محمود في روايته و ذكر ابن حبان في الثقات وفي موضع اخر مقبول الرواية قال ابن شاهين في الثقات قال احمد بن صالح محمد بن موسى الفطری شيخ ثقة من الفطربين...... الفطری هو المعروف

(تہذیب ص ۴۸۵)

(۹) اُمِ عون ہاشمیہ انہیں اُمِ جعفر کہا جاتا، محمد بن حنفیہ کی زوجہ اور عون کی ماں ہیں۔ اپنی جدہ بنت عمیس سے روایت کی اور ان سے ان کے بیٹے عون نے روایت کی اور اُمِ جعفر مقبول ہیں اور ثانیہ سے ہیں۔ ۱۲ منہ

((ترجمہ)) امام ترمذی نے فرمایا کہ وہ ثقہ ہیں اور طحاوی نے فرمایا کہ وہ محمود فی الروایۃ، ابنِ حبان نے انہیں ثقات میں لکھا ہے دوسری جگہ انہیں مقبول الروایۃ فرمایا۔ ابن شاہین نے ثقات میں لکھا، احمد بن صالح نے فرمایا کہ محمد بن موسیٰ فطری شیخ ثقہ ہیں''۔

(ایضاروی عن عون بن محمد التاریخ الکبیر ۱-۱-۲۳۷)

نیز انہوں نے عون بن محمد سے روایت کی ہے۔

(۵) **محمد بن اسماعیل بن مسلم بن ابی فدیك ذكره ابن حبان فی الثقات قال النسائی لیس به باس قال ابن معین ثقة قال البخاری مات ۲۰۰ ھ** تہذیب، جلد۹، صفحہ۶۱، **صدوق من صغار الثانیه** (تقریب) محمد بن اسماعیل کو ابنِ حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے، نسائی نے ''لیس به باس'' فرمایا، ابن معین نے ثقہ کہا، امام بخاری نے فرمایا کہ آپ ۲۰۰ھ میں فوت ہوئے۔

(۶) ''**احمد بن صالح المصری ثقة حافظ من العاشر**'' احمد بن صالح مصری ثقہ حافظ عاشر سے ہیں۔ (تقریب، صفحہ ۲۴۸) ان کے متعلق پہلے بھی کافی لکھا جا چکا ہے۔

(۷) ''**علی بن عبد الرحمن بن محمد بن المغیرة المصری المخزومی صدوق** . كتاب الجرح (۳-۱۹۵)'' **روی عنه ابن ابی حاتم الرازی**'' (صاحب کتاب الجرح)'' **وأبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامه الطحاوی وآخرون وكان ثقة حسن الحدیث توفی بمصر یوم الخمیس لعشر خلون من شعبان سنة ۲۷۲ ھ۔ وذكره ابن حبان فی الثقات**'' (تہذیب التہذیب، جلد۷، صفحہ ۳۶۱) ''ثقة من الحادی عشر'' (تقریب، صفحہ ۱۵۰)

''ابو جعفر طحاوی اور دوسرے راوی ثقہ اور حسن الحدیث ہیں، خمیس کے دن ۱۰

شعبان ۲۷۱ھ میں مصر میں وفات پائی، ابنِ حبان نے ثقات میں لکھا ہے"۔

﴿قاعدہ﴾ علمِ اُصولِ حدیث کی معروف متداول کتاب "تقریب النواوی" میں فرماتے ہیں:

اَلسَّابِعَۃُ: مَنْ كُفِّرَ بِبِدْعَتِهِ لَمْ يُحْتَجَّ بِهِ بِالاتِّفَاقِ، وَمَنْ لَمْ يُكَفَّرْ قِيلَ :لَا يُحْتَجُّ مُطْلَقًا، وَقِيلَ :يُحْتَجُّ بِهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ مِمَّنْ يَسْتَحِلُّ الْكَذِبَ فِي نُصْرَةِ مَذْهَبِهِ، أَوْ لِأَهْلِ مَذْهَبِهِ، وَحُكِيَ عَنِ الشَّافِعِيِّ .وَقِيلَ :يُحْتَجُّ بِهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ دَاعِيَةً إِلَى بِدْعَتِهِ، وَلَا يُحْتَجُّ بِهِ إِنْ كَانَ دَاعِيَةً، وَهَذَا هُوَ الْأَظْهَرُ الْأَعْدَلُ، وَقَوْلُ الْكَثِيرِ اوالْأَكْثَرِ ، وَضُعِّفَ الْأَوَّلُ بِاحْتِجَاجِ صَاحِبَيِ الصَّحِيحَيْنِ وَغَيْرِهِمَا بِكَثِيرٍ مِنَ الْمُبْتَدِعَةِ غَيْرِ الدُّعَاةِ۔

(النوع الثالث والعشرون، تقریب النوادی شرح تدریب الراوی، صفحہ ۲۱۶)

((ترجمہ)) "ساتواں مسئلہ: جس شخص کی بدعت کی وجہ سے تکفیر کی جائے وہ بالاتفاق محتج نہیں (وہ شخص جو کسی ایسے امرِ متواتر کا منکر ہو جو ضروریاتِ دین سے ہو اور جس کی تکفیر نہ کی جائے اس کے متعلق بعض کا قول ہے کہ مطلقاً محتج بہ نہیں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اگر اپنے مذہب اور اہلِ مذہب کی نصرت کے لئے کذب کو حلال نہیں جانتا ہے تو قابلِ احتجاج ہے"۔

"سَوَاءٌ كَانَ دَاعِيَةً أَمْ لَا، وَلَا يُقْبَلُ إِنِ اسْتَحَلَّ ذَلِكَ"

((ترجمہ)) "داعیہ ہو یا نہ، اس کی روایت مقبول ہے اگرچہ وہ کذب کو جائز رکھتا ہے"۔ یہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حکایت کیا گیا ہے۔ "حَكَاهُ عَنْهُ الْخَطِيبُ فِي الْكِفَايَةِ" اور کہا گیا ہے کہ اگر اس کی وہ روایت اس کی بدعت کی طرف داعیہ نہ ہو تو محتج بہ ہے اور اگر داعیہ الی البدعت ہے تو محتج بہ نہیں ہے اور یہی قول اظہر اور اعدل ہے اور قولِ کثیر یا اکثر ہے اور قولِ اوّل اس لئے

ضعیف ہے کہ صاحبِ صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور اِن دونوں کے علاوہ دوسرے ائمۂ حدیث نے بہت سے مبتدعین سے احتجاج کیا ہے جوکہ دعاۃ نہیں تھے (جیسے عمران بن حطان، داؤد بن الحصین دونوں ہی خارجی تھے)

''قَالَ الْحَاكِمُ وَكِتَابُ مُسْلِمٍ مَلْآنُ مِنَ الشِّيْعَةِ''((ترجمہ))

''اور حاکم صاحبِ مستدرک نے کہا ہے کہ کتاب مسلم شیعہ روایت سے بھری ہوئی ہے''۔

نیز اسی تدریب میں ہے کہ

''وَقَدْ صَرَّحَ بِذَلِكَ الذَّهَبِيُّ فِي "الْمِيزَانِ"، فَقَالَ :الْبِدْعَةُ عَلَى ضَرْبَيْنِ :صُغْرَى كَالتَّشَيُّعِ بِلَا غُلُوٍّ، أَوْ بِغُلُوٍّ، كَمَنْ تَكَلَّمَ فِي حَقِّ مَنْ حَارَبَ عَلِيًّا، فَهَذَا كَثِيرٌ فِي التَّابِعِينَ وَتَابِعِيهِمْ مَعَ الدِّينِ وَالْوَرَعِ وَالصِّدْقِ، فَلَوْ رُدَّ حَدِيثُ هَؤُلَاءِ لَذَهَبَ جُمْلَةٌ مِنَ الْآثَارِ النَّبَوِيَّةِ، وَهَذِهِ مَفْسَدَةٌ بَيِّنَةٌ ثُمَّ بِدْعَةٌ كُبْرَى كَالرَّفْضِ الْكَامِلِ وَالْغُلُوِّ فِيهِ، وَالْحَطِّ عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَالدُّعَاءِ إِلَى ذَلِكَ، فَهَذَا النَّوْعُ لَا يُحْتَجُّ بِهِمْ''

امام ذہبی نے میزان میں تصریح کی ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ صغریٰ جیسے تشیع بلا غلو یا باغلو، جیسے وہ شخص جس نے حضرت علی کے محاربین کے بارے میں کلام کیا۔ تابعین اور تبع تابعین میں ایسے بہت سے لوگ گذرے ہیں حالانکہ دیندار، متورع اور صادق تھے۔ اگر ان اہلِ بدعت کو رد کیا جائے تو بہت سے آثار ہاتھ سے چلے جائیں گے۔ دوسری بدعتِ کبریٰ ہے جیسے رفض کامل اور اس میں غلو اور ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مرتبہ کے گرانا اور لوگوں کو اس بدعتِ کبریٰ کی طرف بلانا، پس ایسے مبتدعہ کی روایات قابلِ احتجاج نہیں ہوتی۔

فائدہ:

اسی بحث کے ماتحت امام جلال الدین سیوطی نے ایک طویل فہرست اِن راویوں کی پیش کی ہے جن سے بخاری اور مسلم دونوں یا ایک نے صحیحین میں روایت کی ہے حالانکہ وہ رواۃ مبتدعین ہیں۔ بلکہ بعض معروف داعیان الی البدعت بھی ہیں، ان میں مُرجیہ، ناصبی، خارجی، حروریہ، قدریہ، جہمیہ، قعدیہ اور شیعہ بھی ہیں۔ فضیل بن مرزوق الکوفی کو بھی اسی فہرست میں لائے ہیں چنانچہ فضیل اور کچھ اور رواۃ کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں

هٰؤُلَاءِ رُمُوا بِالتَّشَيُّعِ وَهُوَ تَقْدِيمُ عَلِيٍّ عَلَى الصَّحَابَةِ

''پس یہ وہ لوگ ہیں جن کی تشیُّع کی طرف نسبت کی گئی ہے اور وہ حضرت علی کرم اللہ وجھہ الکریم کی باقی صحابہ پر تقدیم ہے''۔

یعنی فضیل بن مرزوق اور ان کے دوسرے ساتھی جو اس فہرست میں مرقوم ہیں ان شیعوں سے ہیں جو صرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرطِ محبت کی وجہ سے اِن کو دیگر صحابہ سے افضل سمجھتے تھے۔

پھر تمام فہرست مبتدعین درج کرنے کے بعد امام سیوطی فرماتے ہیں

''فَهٰؤُلَاءِ الْمُبْتَدِعَةُ مِمَّنْ أَخْرَجَ لَهُمُ الشَّيْخَانِ أَوْ أَحَدُهُمَا''

((ترجمہ)) ''یہ وہ مبتدعہ ہیں جن سے شیخین یا ان کے ایک نے روایت لی ہے''۔

(تدریب الراوی، صفحہ ۲۱۹، ۲۲۰)

جس نے اِن اہلِ بدعت روایت کی مزید تفصیل دیکھنی ہو وہ ''الاقــــوال الصــحیحــہ'' مؤلفہ مولانا نور بخش صاحب توکلی، صفحہ ۲۱۴ تا ۲۳۰ کا مطالعہ فرمائے، تو جب امام بخاری جیسے محدث شیعہ راویوں سے ''صحیح بخاری'' میں روایت کر رہے ہیں تو امام طحاوی پر کیا اعتراض ہے؟۔

"ولکن الناس اعداء ماجهلوا"

فائدہ: امام ملا علی مکی رحمہ اللہ تعالیٰ "شرح شفا" میں اسی حدیثِ ردِّ شمس کا ذکر فرماتے ہوئے ابن تیمیہ، ابن قیم اور ابن جوزی کی تضعیف وتجریح کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولا يخفى أن مجرد كون راوٍ من الرواة رافضيا أو خارجيا لا يوجب الجزم بوضع حديثه إذا كان ثقة من جهة دينه و كان الطحاوی لاحظ هذا المبنى وبنى عليه هذا المعنى ثم من المعلوم أن من حفظ حجة على من لم يحفظ والأصل هو العدالة حتى يثبت الجرح المبطل للرواية

ترجمہ: یہ امر مخفی نہیں کہ محض کسی راوی کا شیعہ یا خارجی ہونا وضع حدیث کے جزم کا موجب نہیں ہے جبکہ وہ راوی اپنے دین کی جہت سے ثقہ ہو، اور حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مبنی کو ملحوظ رکھا ہے اور اسی معنی پر بنا رکھی ہے۔ پھر یہ امر بھی معلوم ہے کہ حافظ غیر حافظ پر حجت ہوتا ہے اور اصل راوی میں عدالت ہوتی ہے یہاں تک کہ ایسی جرح ثابت جو روایت کو باطل کرنے والی ہو۔ (شرح شفا للقاری ص ۵۹۰ ج ۱)

انتباہ:

اس بحث کو فقیر نے عمداً طویل کیا ہے تا کہ سنی محفوظ ہو جائے جبکہ کمالاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی روایت میں خوارج زمانہ کہہ اُٹھتے ہیں کہ اس کا فلاں راوی شیعہ، قدری ہے وغیرہ وغیرہ۔ تو سُنّی کہہ سکے کہ اگر ایسا راوی کمالاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں نا قابلِ قبول ہے تو پھر تمام صحاحِ ستہ کی روایات کو بھی تسلیم نہ کرو۔

سوال: محمود عباسی ایک اور اعتراض اُٹھاتا ہے، ملاحظہ ہو۔

مشتے از نمونہ خروارے: ایک مہمل روایت سُنیے، جس کو جلی عنوان کے ساتھ متعدد طُرقِ روایت سے اس اہتمام سے بیان کیا ہے کہ فل سکیپ سائز کا ڈیڑھ صفحہ بھر دیا ہے۔ عنوان ہے۔

''آفتاب کے غروب ہو جانے کے بعد اس کے لوٹ آنے کا معجزہ''

''لکھتے ہیں کہ حضرت علی کی نمازِ عصر فوت ہو گئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی آفتاب غروب ہو جانے کے بعد لوٹ آیا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ روایت میں نے مدینہ منورہ میں اپنے استاد شیخ ابراہیم بن الحسن اکردی سے ۱۱۴۴ھ میں سماعت کی تھی۔ پھر اپنے شیخ سے لے کر سترہ راویوں کا نام بنام تعارف کراتے ہوئے حضرت علی کی زوجہ محترمہ اسماء بنت عمیس یعنی پہلی راویہ اسماء بنت عمیس زوجہ علی ہیں انہوں نے اپنی پوتی فاطمہ بنت الحسین سے یہ روایت بیان کی اور فاطمہ نے اپنے چچیرے بھائی عبداللہ بن حسن اور ابراہیم بن حسن سے، اور ان حضرات نے دوسروں سے۔ نفسِ مضمون کی غرابت سے قطع نظر شاہ صاحب اگر پہلی اور دوسری راویہ خواتین کے سنِ وفات و سنِ ولادت ہی کو پیشِ نظر رکھتے تو بآسانی معلوم ہو جاتا کہ یہ دونوں ہم زمانہ نہیں تھیں یعنی پہلی راویہ اسماء کی وفات ۴۰ھ میں ہو گئی تھی۔ (خلاصہ تہذیب ص ۴۲۸) ان کے مرنے کے دس گیارہ سال بعد ۵۰ھ یا ۵۱ھ میں دوسری راویہ خاتون فاطمہ بنت الحسین عالمِ وجود میں آئیں تو جس دوسری راویہ کی ولادت ہی پہلی راویہ کے مرنے سے دس برس بعد ہوئی ہو اس کا نام سلسلہ رُاویان میں لینا ظاہر ہے کہ محض لغو اور مہمل ہے شاہ صاحب نے اپنے شیخ سے سماعت کر کے اسے باور کر لیا ورنہ ان کے مختلف طُرقِ اسناد میں متعدد راوی شیعہ اور نا قابلِ اعتبار ہیں۔ مثلاً فضیل بن مرزوق جس کو امام ذہبی ''میزان الاعتدال'' میں کان معروفا بالتشیع لکھتے ہیں'':

یہ وہ تحقیق کے جواہر پارے جو محمود احمد صاحب عباسی نے ''تحقیقِ مزید'' ص

۹۳-۹۴ میں بڑے فخر و غرور سے شاہ صاحب کا استہزاء کرتے ہوئے پیش کئے ہیں۔

الجواب:

فاطمہ بنت الحسین کے متعلق ''نور الابصار'' میں ہے:

توفیت رضی اللہ عنہا سنۃ عشر و مائۃ کذا فی کتب التواریخ یعنی ''فاطمہ مذکورہ کا سِنِ وفات کتبِ تواریخ میں ۱۱۰ھ مذکور ہے''۔ اور ''تہذیب التہذیب'' ج ۱۲ ص ۴۴۳ پر فاطمہ بنت حسین کے ترجمہ میں مذکور ہے۔

ماتت وقد قاربت التسعین و وقع ذکرھا فی البخاری فی الجنائز یعنی ''فاطمہ کی عمر وصال کے وقت ۹۰ کے قریب تھی اور اس کا ذکر امام بخاری کتاب الجنائز میں بھی لائے ہیں''۔

ان ہر دو عبارتوں کو ملانے سے معلوم ہوا کہ فاطمہ کی عمر جب ۹۰ کے قریب تھی تسلیم کرنی پڑے گی تو یہ کہنا کہ ان کی ولادت ۵۰-۵۱ھ میں ہوئی غلط اور باطل ٹھہرا۔

اور تقریب میں ہے: **ماتت بعد المائۃ وقد اسنت** ص ۲۹۲ سن ۱۰۰ھ کے بعد ان کا انتقال ہوا اور تحقیق عمر رسیدہ تھیں یہ قول بھی ۵۰ھ ان کی ولادت کے ادعا کو باطل ٹھہراتا ہے۔

اسی طرح ''**الاعلام للزرکلی**'' میں آپ کا سِنِ وصال ۱۱۰ھ مذکور ہے۔

دوسرا قول تتبع و تلاش سے یہ ملتا ہے کہ آپ کا وصال ۱۱۷ھ میں ہوا۔ چنانچہ ''خلاصہ تذہیب الکمال'' میں ان کے ترجمہ کے ماتحت فرمایا: **بقیت الی بعدا ستہ عشی ومائۃ** ((ترجمہ)) ''یہ بی بی ۱۱۶ھ کے بعد تک زندہ تھیں''۔

''**منتھی الامال فی تواریخ النبی والآل للقمی**'' میں ہے۔ **در سال یک صد و ھفدھم در مدینہ وفات یافت** (ص ۴۲۵) ''۱۱۷ھ میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی''۔

نوزائیدہ ((کالعدم)) انجمنِ سپاہِ صحابہ (۱۰) اور ردِّ شمس

"سپاہِ صحابہ" کے ترجمان ماہنامہ "خلافت راشدہ" (۱۱) فیصل آباد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور معجزۂ مبارکہ ردِّ شمس کو شیعی عقائدِ باطلہ سے منسوب کرکے بدیں عنوان اس کا انکار کیا ہے کہ

"کیا حضرت علی (کرم اللّٰہ وجھہ الکریم) کے لئے سورج لوٹا تھا"۔

جواب: معجزۂ ردِّ شمس سے نہ اس عنوان کی مناسبت ہے اور نہ ہی شیعی عقائدِ باطلہ سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ یہ محض "سپاہِ صحابہ" اور اسکے ترجمان کی شرارت و حماقت ہے جس نے ایسا تاثر دینے کی کوشش کی ہے کیونکہ فی الحقیقت حضرت علی (کرم اللّٰہ وجھہ الکریم) کے لیے نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی رضا اور دعا پر آپ کے لئے سورج لوٹایا گیا تھا اگرچہ اس کا سبب حضرت علی رضی اللّٰہ عنہ کی عصر کی نماز قضا ہو جانا تھا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے اسی حقیقت کو بدیں الفاظ بیان کیا ہے کہ:

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا اُلٹے قدم
تیری انگلی اُٹھ گئی ماہ کا کلیجہ چر گیا

اور جلیل القدر محدثین و اکابر علماءِ اُمت نے بھی اس واقعہ کو رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے معجزات میں شمار کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللّٰہ عنہ کی کرامات

(۱۰) اس کا دوسرا نام ہے "انجمن خون خرابہ"۔ ملاحظہ ہو فقیر کا رسالہ "انجمنِ خون خرابہ" اویسی غفرلہ۔

(۱۱) دورانِ نظرِ ثانی یہ رسالہ سامنے آیا تو اس کی مختصر تردید عرض کردی ہے اس کی تفصیل محترم علامہ آسی صاحب نے فرمائی ہے۔ (اویسی غفرلہ)

میں نقل نہیں کیا۔

سوال: انجمن کا افتراء و بہتان نہیں بلکہ احناف کے محقق و محدث ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں کہ امام احمد فرماتے ہیں۔ اس کی کوئی اصل نہیں پس یہ جھوٹ ہے کہ حضرت علی کے لئے سورج لوٹایا گیا۔ (رسالہ خلافت راشدہ اکتوبر نومبر ۱۹۹۳ء ص ۱۴)

جواب: ہر بدمذہب کی عادت ہے کہ اپنے مقصد کی بات لکھ دی لیکن سیاق و سباق کو چھوڑ دیا۔ یہاں بھی یہ ہوا حالانکہ شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے بڑے محققانہ و محدثانہ انداز میں اس معجزہ کی تائید و توثیق کی ہے کہ ردشمس کی روایت کو اگرچہ امام احمد نے لا حاصل کہا ہے اور علامہ ابن جوزی نے ان کی پیروی کی ہے لیکن امام طحاوی و صاحبِ شفا قاضی عیاض نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے اور محدث ابن مندہ، ابن شاہین اور امام طبرانی نے ''کبیر'' اور ''اوسط'' میں اسنادِ حسن کے ساتھ اس کی تخریج کی ہے......اور تفصیل ہماری کتبِ سیرت میں ہے۔ علاوہ ازیں ملا علی قاری نے اس طرح تطبیق دی ہے کہ جن حضرات نے نفی کی ہے انہوں نے بامر علی سورج لوٹنے کی نفی کی ہے اور جن جلیل القدر محدثین نے اسے ثابت رکھا ہے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے سورج لوٹنے کی روایت کو ثابت رکھا ہے جن کی تفصیل کتبِ سیرت میں ہے۔ (موضوعات کبیر ص ۴۴-۴۰)

فائدہ:

حضرت ملا علی قاری نے کیسی نفیس تحقیق و تطبیق فرما کر جلیل القدر محدثین کے حوالہ سے معجزہ ردشمس کا اثبات کیا ہے اور تفصیل کے لئے کتب سیرت کے مطالعہ کا اشارہ فرمایا ہے اور پھر خود بھی شرح شفا قاضی عیاض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سورج لوٹانے کو پوری تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس پر شبہات کا ازالہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (شرح شفا، ملا علی قاری)

انتباہ:

فقیر نے محدثین کی تصریحات کے باب میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری کی عبارات نقل کی ہیں۔ اصل عبارات کو دیکھ کر اہلِ علم انصاف فرمائیں کہ اس نوزائیدہ جماعت نے ((اپنے)) اکابر کی طرح بددیانتی کر کے معتزلہ فرقہ اور ابن تیمیہ کے غلط عقائد کو کس طرح زندہ کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے۔

لطیفہ:

ہر بدمذہب کی عادت ہے کہ ان کے غلط نظریہ کے خلاف ان کا اپنا کوئی مقتداء بھی بولے تو اسے بھی اپنی زبان درازی کا نشانہ بناتے ہیں، چنانچہ یہاں بھی ایسا ہوا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے متعلق لکھا کہ ''حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سورج غروب ہونے کے بعد اس کے لوٹ آنے کا واقعہ بھی لکھا ہے......شاہ صاحب کو اتنا بھی خیال نہیں آیا......اور شیعوں نے اس روایت کو اس لئے وضع کیا تھا کہ اس پر آگے چل کر ایک عمارت کھڑی کرنا مطلوب تھی۔ معلوم ہوتا ہے شاہ صاحب کو وہ عمارت نظر ہی نہیں آئی''۔ (حوالہ مذکورہ ملخصاً)

جواب: سپاہِ صحابہ کو کیسا شیعی خبط ہے اور شیعی ہوّا نے انہیں کتنا مبہوت کر رکھا ہے کہ خواہ مخواہ جلیل القدر سنی آئمہ محدثین کے تحقیق کردہ معجزۂ نبوی کا انکار کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ کو بھی نشانۂ تنقید بنا رہے ہیں جب کہ کہاں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور کہاں یہ مبہوت و مخبوط الحواس منکرینِ شانِ رسالت ع

کیا پدی کیا پدی کا شوربہ

فائدہ:

معجزہ ردشمس کو صرف شاہ ولی اللہ نے ہی بیان نہیں کیا بلکہ جلیل القدر آئمہ محدثین

اسے بیان فرما رہے ہیں جن میں سے بعض کے اسماءِ مبارکہ کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اتنے محدثینِ کرام کو صحیح غلط اور شیعہ سُنّی راویوں کی تحقیق نہیں تھی اور معاذاللہ کیا اُنہوں نے اس عظیم الشان معجزہ کو بیان فرما کر شیعہ مذہب اور شیعی عمارت کو تقویت پہنچائی ہے۔ نہیں ہرگز ہرگز نہیں اتنی بڑی تعداد میں آئمہ محدثین کا بیان حق و سچ ہے اور دیوبندی ''سپاہ صحابہ'' اور اس کا ترجمان جھوٹا ہے۔ جاہل اور شانِ رسالت کا منکر ہے۔

ع ہوشیار اے مردِ مومن ہوشیار

انکشاف برائے اہلِ انصاف:

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں آپ کے کمالات کے منکر مشرکین، کفار اور یہود و نصاریٰ تھے۔ معجزات آنکھوں سے دیکھ کر کہتے تھے۔ ''ھٰذا سحر مُستَمر'' ((ترجمہ)) ''یہ جادو ہے''۔

اس کے برعکس صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم کا عقیدہ تھا کہ معجزات وکمالات کو دیکھنا تو در کنار صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے سُن کر کہہ اُٹھتے آمَنَّا وَصَدَّقنَا گویا ان کا مذہب ہے۔

ع عاشقانرا بدلیل چہ کار

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کے کمالات کے منکرین خوارج، معتزلہ اور دیگر بدمذہب جونہی آپ کے کمالات و معجزات کی روایات پڑھتے تو وہی حیلے بہانے بناتے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم عصر دشمنوں کے تھے۔ ان کی سرکوبی اہلسنّت کے آئمۂ کرام نے کی جن کے متعلق کتب اسلاف گواہ ہیں۔

آج ہمارے دور میں مودودی اور وہابی دیوبندی انہی خوارج و معتزلہ و دیگر

مذاہب کی بولی بولتے ہیں اسی لئے ہم اپنے اسلاف کی نقشِ قدم پر چل کر وہی کہتے ہیں جو صحابۂ کرام سے لیکر تا حال کے اہلِ حق نے کہا۔ اب اہلِ انصاف کو دعوتِ فکر ہے کہ آپ حضرات کون سی بولی بولتے ہیں۔ صدیقین والی یا زندیقین والی، اختیار بدستِ مختار۔

عقلی ڈھکوسلے:

عشق والوں نے تو سنتے ہی تسلیم کرلیا لیکن عقل کے بندوں نے کئی طرح کے عقلی گھوڑے دوڑائے جنہیں ہمارے اسلاف نے ان سب کو ایسا لنگڑا بنا کے چوڑا کہ پھر آگے بڑھنے کی ہمت ہار بیٹھے ان سب کو فقیر نے ''تحقیقِ شقُّ القمر'' میں لکھ دیا۔ یہاں صرف ایک اعتراض پر اکتفا کر کے بحث کو آگے بڑھاتا ہوں۔

سوال: سبط ابن الجوزی کے کلام میں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ سورج کا رُکنا یا لوٹنا ناممکن ہے اس لئے کہ اگر یہ اپنے پروگرام کے خلاف کرے یا لوٹایا جائے تو افلاک درہم برہم ہو جائیں گے اور نظام فاسد ہو جائے گا۔

جواب: سورج کا حبس و ردّ معجزات سے ہے اور معجزات پر قیاس آرائی گمراہی ہے کیونکہ معجزہ خرقِ عادات کا نام ہے۔ (روح البیان، پ:۲۳)

حضرت امام محمد اسماعیل حقی حنفی صاحبِ ''روح البیان'' قدس سرہ نے فرمایا:

که دعوتش گرفته گریبان آفتاب
بالا کشیده از جه مغرب بر آسمان

ترجمہ: ''آپ کی دعوت نے آفتاب کا گریبان پکڑا
اور اسے مغرب سے آسمان پر واپس لوٹا کے کھڑا کر دیا''۔

که قرص بدر را بسر کرد خوان چرخ
دستش دونیم کرده بیك ضربت بنان

ترجمہ: ''ایسے ہی چاند کے قرص کو جو چرخ یعنی منزل کو مکمل کر چکا تو ایک ہی انگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے کر ڈالے''۔

((تفسیر روح البیان، تحت سورہ ص آیت ۳۰ تا ۳۴، جلد ۸ صفحہ ۴۲، ۴۳))

اُصولِ حدیث:

منکرینِ کمالاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بالخصوص مودودی جیسے ٹیڈی مجتہدین (پروفیسر، وکلاء، ڈاکٹر) قسم کے لوگ درس نظامی پڑھے بغیر اپنے مطالعہ کے بل بوتے پر قرآن وحدیث کی ترجمانی کے دعویدار بن کر ہزاروں ٹھوکریں کھاتے ہیں اس لئے کہ ان کا مطالعہ اصول وضوابط کا پابند نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے ان کا ہر مجتہد اپنی مارتا ہے یا پھر متقدمین کے اصول سے جو ان کے من بھاتا اصل وقاعدہ اور حوالہ نظر پاتا ہے تو اسی پر اپنے مذہب جدید کی دیوار استوار کرتا ہے جیسے ردُّ الشمس کے معجزہ کے منکرین کے دلائل کو ناظرین نے ملاحظہ فرمایا۔ فقیر ذیل میں چند قواعد واُصولِ حدیث لکھتا ہے اس سے اندازہ لگالیں کہ ردالشمس کا معجزہ کتنا مضبوط اُصول سے حاصل ہے۔

(۱) احادیث میں سب سے گراہوا مرتبہ موضوع حدیث کا ہے اس کے باوجود منکرینِ کمالاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرکزی امام فی الہند مولوی اسماعیل دہلوی صاحب ''تقویۃ الایمان'' نے ''اُصولِ فقہ'' مطبوع مجتبائی، دہلی مع حاشیہ ص ۱۸ میں لکھا کہ:

والموضوع لا یثبت شیا من الاحکام نعم قدیو خذ فی فضائل ما ثبت فضلہ بغیرہ تائید و تفصیلا

((ترجمہ)) ''موضوع حدیث سے احکامِ شرعیہ ثابت نہیں کیے جاسکتے، ہاں فضائل میں لیا جاسکتا ہے، جہاں اس کے علاوہ فضیلت ثابت ہو اس

کی تائید یا تفصیلات پیش کر سکتے ہیں''۔

فائدہ:

حدیثِ ردالشمس موضوع تو در کنار ضعیف بھی نہیں صرف ابن الجوزی اور ابن تیمیہ کے کہنے سے کیا بنتا ہے جبکہ ان دونوں کو محدثین نے اس قول کے علاوہ ان کی دوسری بیان کردہ موضوعات کو بھی رد کر دیا ہے اور پھر بے شمار محدثین نے اس حدیث ردالشمس کو صحیح کہا ہے علاوہ ازیں یہ صحیح حدیث دوسری صحیح احادیث اور مضامینِ قرآنِ مجید سے بھی مؤید ہے۔

قاعدہ:

جملہ محدثینِ کرام کا اتفاق ہے کہ

الضعیف یعمل فی الفضائل۔

((ترجمہ)) ''حدیثِ ضعیف فضائل میں معمول بہ یعنی مقبول ہے''۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کے منکر ویسے تو ہزاروں مسائل میں احادیثِ ضعیفہ پر عمل کر رہے ہیں لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال کی کوئی روایت ہوتی ہے تو اسے خواہ مخواہ موضوع یا کم از کم ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کر کے انکار کرتے ہیں لیکن افسوس کہ وہ انکار کے وقت مذکورہ قاعدہ بھول جاتے ہیں یہ ان کی شوم بختی کی دلیل ہے۔

قاعدہ:

حدیث حسن جب چند طریق سے مروی ہو چا ہے وہ دوسری اسناد صحیح ہو یا حسن یا ضعیف تو وہ اجتماع جہتین یا جہات کی وجہ سے مرتبہ حسن سے ترقی کر کے مرتبہ صحیح تک پہنچ جاتی ہے۔ ''شرح الدیباج المذہب'' میں علامہ سید شریف جرجانی

فرماتے ہیں:

والحسن اذا روی من وجہٍ آخر ترقی من الحسن الی الصحیح لقوتہ من اجتماع الجھتین فیعتضد و یتقوی احدھما بالاخر۔

((ترجمہ)) ’’حدیثِ حسن جب دوسری سند سے مروی ہوتو دو جہتوں کے اجتماع کی وجہ سے وہ صحیح ہو جاتی ہے بوجہ ایک سند کے دوسری سند کی قوت کے‘‘۔

تبصرۂ اُویسی:

پہلے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ حدیث ردشمس بقول امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اوران کے مصدقین آئمہ کبار صحیح متصل ہے لیکن مخالفین کی عادت ہے کہ اس روایت کی کسی دوسری سند کو لے کر جس میں راوی ضعیف ہوں۔ حدیث کی سندِ صحیح سے آنکھ چُرا کر عوام کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں حالانکہ وہ حدیث دوسری سند سے صحیح ہو جاتی ہے مثلاً اسی حدیث ردالشمس میں ہوا کہ یہ روایت صحیح متصل کے علاوہ ایک سند سے حسن ہے اور دوسرے طرق سے اعتضاد و تقوی کی وجہ سے صحیح لغیرہ کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہے اور طبرانی کی سند کے رجال رجالِ صحیحین ہیں، نیز ابراہیم بن حسن اور فاطمہ بنت علی یہ ہر دو ثقہ ہیں۔

اگر اس حدیث کے بعض طرق کو ضعیف کہا گیا ہے تو دوسرے صحیح اور حسن طرق بھی موجود ہیں۔ اکابر آئمہ حدیث نے اس کو قبول فرمایا ہے اور مخرجین کی پُر زور تائید اور توثیق کی ہے اور جارحین اور منکرین کا رد فرمایا ہے تو طرقِ متعددہ اور تلقی بالقبول کی وجہ سے اس کو درجہ حسن حاصل ہے۔

قاعدہ:

تلقی بالقبول بھی صحتِ حدیث کو کافی ہے یعنی جس حدیث کو محدثین ومحققین علماء کرام وفقہاء عظام بلا انکار نقل کریں اس کی صحت میں شک کرنا جہالت ہے حدیث ردالشمس کو ہر زمانہ میں صحیح ومعتبر مانا گیا ہے اور پھر اس کے راوی بھی مشہور ہیں۔ ہاں ابن تیمیہ وابن الجوزی کے اس انکار کو نہ ہمارے اسلاف نے مانا، نہ ہم مانتے ہیں۔ ہاں مخالفین مجبور ہیں کہ ان کو انکار پسند ہے اور ہمیں اقرار۔

قاعدہ:

الحمد للہ یہ حدیث صحیح اور اس کے راوی ثقہ ہیں منکر کی بیماری لاعلاج ہے بالفرض والتقدیر یہ حدیث ضعیف بھی ہوتی تب بھی اہلِ ایمان کو قبول ہے کیونکہ اُصولِ حدیث میں مسلم قانون ہے کہ

بابِ فضائل میں حدیثِ ضعیف بھی معتبر ہے۔ وان کان مفردا اور حدیثِ ضعیف جب طُرُقِ متعددہ سے مروی ہو تو مرتبۂ حسن لغیرہ کو پہنچ جاتی ہے۔ چنانچہ شیخِ محققین عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ مقدمہ میں فرماتے ہیں: والحدیث الضعیف الذی بلغ بتعدد الطرق مرتبه الحسن لغیره ایضاً لجمع وما اشتهر ان الحدیث الضعیف معتبر فی فضائل الاعمال لا فی غیرها المراد مفرد اتها لا مجموعها لانه داخل فی الحسن لا فی الضعیف صرح به الائمة انتهى. ((ترجمہ)) ”کسی حدیث کے بعض اسانید کے ضعف سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے تمام اسانید ہی ضعیف ہوں، ہوسکتا ہے کہ ایک سند کے ضعف ہونے کے باوجود دوسری اسانید کے اعتبار سے حسن صحیح ہو“۔ ”تقریب النواوی“ میں ہے: واذا رایت حدیثا باسناد ضعیف فلك ان تقول هو

ضعیف بھذا الاسناد ولا تقل ضعیف المتن لمجرّد ضعف ذالك الاسناد الا ان یقول امام انہ لم یُرو من وجہ صحیح او انہ حدیث ضعیف منسراً ضعفہ ۔(التقریب مع التدریب ص ۱۹۵،۱۹۴)

سُنّی ہوش سنبھال:

فضائل وکمالاتِ نبوی کے منکرین اندرونِ خانہ یہودیوں سے متاثر ہیں ہر فضیلت وکمال والی حدیث کوضعیف وموضوع کہنے کے عادی ہیں تم فقیر کے مذکورہ قواعد یاد کرکے ایمان مضبوط کرواور مخالفین کوقواعدِ مذکورہ سنا کران کے دانت کھٹے کرو۔

آخری گزارش:

معجزہ ردالشمس کی حدیث کوصرف ابن الجوزی وابن تیمیہ نے موضوع کہایا دورِ سابق میں حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ نے فرمایاتو بھی اپنے اصول کے تحت۔لیکن صرف دو چار محدثین کے موضوع کہنے سے حدیث موضوع نہیں بن جاتی۔اگر یہی قاعدہ قابلِ قبول ہوتو منکرینِ حدیث کی پانچوں اُنگلیاں گھی میں والی مثال ثابت ہوگی بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ منکرینِ حدیث کا گروہ (پرویزی، چکڑالوی) کوایسےلوگوں نے تیارکیا کہ کمالِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک محدود رہے اوروہ جملہ روایات کے منکر ہوگئے، ورنہ اُصولِ حدیث کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ کسی حدیث کے متعلق ایک محدث کا فتویٰ ضعف اس بات کومستلزم نہیں کہ وہ حدیث سب محدثین کے نزدیک ضعیف ہو۔بسا اوقات یوں ہوتا ہے کہ ایک محدث ایک حدیث کوایک سند کے اعتبار سے ضعیف کہتا ہے پھروہی محدث اسی حدیث کو دوسری سند کے اعتبار سے صحیح کہتا ہے۔کتبِ احادیث میں اس کی بے شمار مثالیں

موجود ہیں۔

اسی طرح ایک محدث ایک حدیث کو ضعیف یا موضوع کہتا ہے اور دوسرا محدث اسی حدیث کو صحیح کہتا ہے۔ امام دار قطنی صحیح بخاری کی تمام حدیثوں کو صحیح کہتے ہیں (مقدمہ فتح الباری) ابن جوزی نے بہت سی حدیثوں کو موضوع کہا اور امام سیوطی نے ان کا تعاقب کیا۔ تعقبات سیوطی علی موضوعات ابن جوزی ہے یا مثلاً حدیث انا مدینة العلم و علی بابها" کے متعلق بخاری کہتے ہیں "لیس له وجه صحیح" ترمذی کہتے ہیں "منکر" ابن معین کہتے ہیں "کذاب" ابن جوزی نے اسے موضوعات میں ذکر کیا۔ ذہبی اس کا تتبع ہوا ابن حجر مکی اور ابن حجر عسقلانی اور امام سیوطی اور حافظ ابو سعید علائی کہتے ہیں کہ "حسن" ہے اور امام حاکم فراتے ہیں کہ "صحیح" ہے۔

(فتاوٰی حدیثیہ ص ۲۳۰ والدرر المنتشرہ ص ۴۹، ۵۱، ص ۵۲)

اس قاعدہ سے اندازہ لگائیں کہ ردالشمس والی حدیث کے متعلق کیسے ثابت ہوسکتا ہے کہ اصل حدیث تمام محدثین کے نزدیک ضعیف و مردود ہے صرف ابن الجوزی و ابن تیمیہ کی بات مان کر اتنے عظیم معجزہ کا انکار کرنا خود کو دشمنانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل کرنا ہے یا پھر دوزخ میں داخلہ کا شوق ہے۔

تائیدی احادیثِ مبارکہ:

منکرین کی قسمت ماری ہوئی ہے کہ انہیں اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض معجزات کا انکار اور آپ کی اُمت کے اولیاءِ کرام کی بعض کرامات کا انکار ہے۔ لیکن جب اُنہیں دوسرے پیغمبرانِ عظام بالخصوص بنی اسرائیل کے انبیاء و اولیاء کرام کے معجزات و کرامات اسی قسم کے بتائے جائیں تو اقرار۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ لوگ اِسرائیل یہودیوں کے گماشتے ہیں۔ مثلاً یہی معجزہ ردالشمس کو بچہ بچہ جانتا ہے لیکن ان قسمت کے ماروں کو انکار ہی انکار لیکن یوشع بن نون علیہ السلام اور ان

جیسے اور انبیاء علیھم السلام کے لئے ردالشمس کا بیان کیا جائے تو تسلیم۔

معجزہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام :

سیدنا یوشع بن نون علیٰ نبیّنا و علیھم الصلوٰۃ والسلام جہاد فرما رہے اور شام کا وقت قریب آ گیا ہے تو آپ نے سورج کو مخاطب ہو کر فرمایا: اِنَّكَ مَامُوْرَةٌ وَّاَنَا مَامُوْرٌ یعنی ''تو بھی حکم کا پابند ہے کہ غروب ہو جائے اور میں بھی حکم کا پابند ہوں کہ شام تک جہاد سے فارغ ہو جاؤں'' پھر آپ نے دعا مانگی فَحَبِسَتْ عَلَيْهِ (بخاری شریف ص ۴۴۰ جلد ۲ مسلم شریف ص ۸۵ ج ۲ مشکوٰۃ شریف ص ۳۵۲) (تفاسیر جلالین، خازن، صاوی، ابن کثیر، نامی شرح حسامی ص ۹۳ تحت آیت ،فلا تاس علی القوم الفاسقین پ:۶)

فائدہ:

محدثینِ کرام نے حبسِ شمس کے تین مفہوم بیان کئے ہیں:

(۱) سورج اپنی جگہ ٹھہر گیا تھا۔

(۲) سورج آگے جانے کی بجائے پیچھے لوٹ آیا تھا۔

(۳) سورج کی رفتار سست ہو گئی تھی اور آپ نے غروبِ آفتاب سے پہلے مکمل فتح حاصل کر لی تھی۔ ان تینوں میں کوئی بھی مراد ہو ہمارے مقصد کے عین موافق ہے۔

حضرت یوشع بن نون علیٰ نبیّنا و علیه الصلوٰۃ والسلام کے معجزہ کے لئے دلائل کی ضرورت نہیں محض شک بھرے لوگوں کے لئے چند تفاسیر کے حوالہ جات حاضر ہیں۔

(۱) تفسیر جلالین ص ۹۸ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ کے ماتحت یوں رقم طراز ہیں: وَوَقَفَتْ لَهُ الشَّمْسُ سَاعَةً حَتّٰى فَرَغَ عَنْ قِتَالِهِمْ ۔

''حضرت یوشع بن نون کے لئے کچھ وقت سورج روکا گیا حتیٰ کہ آپ لڑائی سے

فارغ ہو گئے‘‘۔

(۲) تفسیر خازن ج ۱ ص ۴۴۷: مذکورۃ الصدر آیت کریمہ کے ماتحت رقمطراز ہیں۔ دو اقتباس پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) ’’حضرت یوشع بن نون نے جبابرہ کے ساتھ لڑائی اور فتح جمعہ کے دن کی، آپ لڑائی میں مشغول تھے کہ سورج غروب ہونے لگا صبح چونکہ (ہفتہ) سنیچر تھا اور سنیچر کو لڑنا منع تھا اس لئے آپ نے دعا مانگی یا اللہ سورج کو واپس لوٹا اور سورج سے خطاب کیا کہ تُو بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہے اور میں بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہوں۔ اور آپ نے سوال کیا تو سورج بھی رُک گیا چاند نے بھی روشنی کی حتیٰ کہ آپ نے یوم سبت (سنیچر) داخل ہونے سے پہلے عدوانِ دین سے بدلہ لے لیا اور فتح حاصل کر لی، اللہ تعالیٰ نے آپکے لئے سورج لوٹایا اور روکے رکھا حتیٰ کہ آپ لڑائی سے مکمل فارغ ہو گئے‘‘۔

(۲) ’’آپ نے سورج سے کہا کہ تُو بھی مامور ہے اور میں بھی مامور ہوں، یا الٰہی سورج کو ہم پر روک دے۔ شیخ محی الدین نے کہا قاضی عیاض فرماتے ہیں لوگوں نے اس میں اختلاف کیا کہ سورج لوٹایا گیا یا روکا گیا یا اس کی رفتار سُست ہو گئی بہر صورت تمام صورتیں معجزہ ہی میں ہیں‘‘ یہی مضمون تفسیر صاوی جلد اول ص ۲۶۱-ابن کثیر جلد اول۔

سلیمانی معجزہ:

سیدنا سلیمان علٰی نبیّنا و علیہ الصلٰوۃ والسّلام کا معجزۂ ردالشمس بھی مشہور ہے۔ اس کے لئے بھی چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(۱) تفسیر خازن ص ۳۹ ج ۴ میں ہے: رُدُّوْهَا عَلَيَّ فَطَفِقَ مَسْحًاۢ بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ کے تحت یوں رقم طراز ہیں:

وعن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ اِنَّہٗ قَالَ معنی رُدُّوْھَا عَلَیَّ بِقَوْل بِاَمْرِ اللہِ تَعَالٰی لِلْمَلَائِکَۃِ الْمُوَکِّلِیْنَ بِالشَّمْسِ رُدُّوْھَا عَلَیَّ فَرُدُّوھَا عَلَیْہِ فَصَلّٰی الْعَصْرَ فِیْ وَقْتِھَا (معالم تنزیل)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رُدُّوْھَا عَلَیَّ کا معنی یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملائکہ سے فرمایا کہ اللہ تعالٰی کے حکم سے واپس آؤ۔ سورج واپس عصر کے مقام پر لایا گیا اور آپ نے نمازِ عصر اپنے وقت میں ادا کی۔

(۲) تفسیر مدارک ص ۳۹ ج ۴ میں ہے: (رُدُّوھَا عَلَی) ای قال للملائکۃ رد و الشمس علی لأصلی العصر فردت الشمس لہ وصلی العصر۔

((ترجمہ)) ''آپ نے ملائکہ کو فرمایا کہ سورج کو واپس لے آؤ تاکہ میں نمازِ عصر ادا کرسکوں تو آپ کے لئے سورج لوٹایا گیا اور آپ نے نمازِ عصر ادا کی''۔

(۳) تفسیر صاوی ص ۳۳۵ ج ۳ میں ہے: وقیل الضمیر فی قولہ ردّوھا عائد علی الشمس والخطاب للملائکۃ الموکلین بھا فردوھا فصلی العصر فی وقتھا۔

فائدہ:

علمائے مفسرین نے کہا ہے کہ ھا ضمیر سورج کی طرف لوٹتی ہے اور اس میں خطاب ملائکۂ موکلین کے ساتھ، پس لوٹایا اُنہوں نے سورج کو، پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے وقت میں نماز ادا کی۔

اسی طرح مفسرین نے متعدد سندات سے اس مضمون کو بیان فرمایا جسے مودودی نے اپنی افتادِ طبع پر لکھ دیا کہ یہ واقعہ بھی صحیح نہیں۔

سورج لوٹنے کی تعداد:

سورج کا لوٹنا اور پلٹنا بار ہا ہوا۔ یاد رہے کہ یہاں لوٹنے اور پلٹنے سے مراد یہ ہے

کہ سورج سیر و حرکت سے باز آجائے یا آہستہ حرکت کرے یا پیچھے لوٹ آئے اور ردِّ شمس کا معنی ہے غروب اور غیوبت کے بعد پیچھے واپس آجائے۔ اس کے مندرجہ ذیل مواقع ہیں۔

(۱) حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے ایک ضعیف روایت میں ہے کہ

(۲) حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے جیسا کہ اوپر گزرا۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ یعنی یوشع بن نون کے لئے سورج کا ٹھہر جانا

اِس کا واقعہ یہ ہے کہ یوشع بن نون جبابرہ کے ساتھ جہاد کے لئے بنی اسرائیل کو لے کر چلے، وہ جمعہ کا دن تھا۔ آپ جبابرہ کے شہر کو فتح کرنے کو قریب تھے کہ سورج ڈوبنے لگا، آپ نے اس کو فرمایا:

ایتھا الشمس انک ما مورۃ و انا مامور ۔

"اے سورج! تُو اور میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مامور ہیں"۔

بحرمتی علیک الا اکملت ای مکثت ساعۃ من النھار ۔

"میری عزت واحترام کے طفیل جو تجھے معلوم ہے تھوڑی دیر ٹھہر جا"۔

ایک روایت میں ہے کہ اے اللہ! اسے ٹھہرا دے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے ٹھہرا دیا یہاں تک کہ آپ نے وہ شہر فتح کرلیا۔

فائدہ:

اس کے ٹھہرنے کی دعا اس لئے کی کہ آنے والی رات ان مہینوں میں سے تھی جن میں جنگ کرنا ان کے نزدیک حرام تھا۔

(۴) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بھی سورج لوٹ آیا جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے دعا فرمائی۔ ابھی اس کا قصہ گزرا ہے۔

(۵) قریش کے قافلے کی خبر پورا کرنے کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی دعا

سے سورج چلنے سے رک گیا۔ وہ واقعہ معراج کے واقعات میں مشہور ہے وہ یہ کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے فرمایا کہ تمہارا قافلہ فلاں فلاں وقت میں آجائے گا۔ جب وہ وقت آیا تو قریش جمع ہو گئے اور قافلہ کی آمد کا انتظار کر رہے تھے اور سورج دو پہر کو ڈھلنے لگا یہاں تک کہ ڈوبنے کے قریب تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے دعا مانگی کہ سورج ٹھہر جا۔ وہ ٹھہر ارہا یہاں تک کہ وہ قافلہ غروب سے پہلے آگیا۔

(۶) بعض روایات میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے قریش کو فرمایا کہ طلوعِ شمس سے قافلہ پہلے آئے گا اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی دعا سے سورج کو طلوع سے روک لیا یہاں تک کہ قافلہ آگیا۔

(شفا شریف)

اس حدیث کو طبرانی نے ''معجمِ اوسط'' میں سندِ حسن حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے۔ ''مواہب لدنیہ'' اور امام سیوطی نے اسماعیل بن عبدالرحمٰن سے بطریقِ ارسال نقل کیا ہے۔ (خصائص کبریٰ)

(۷) خندق کے دنوں میں بھی سورج کو روک لیا گیا جبکہ وہ احمر اور اصفراء کے درمیان میں تھا تو آپ نے عصر کی نماز ادا فرمائی۔ بعض روایات میں ہے کہ سورج کو اس یوم نہیں روکا گیا تھا بلکہ آپ نے نماز غروبِ شمس کے بعد ادا فرمائی۔ اسی میں اشارہ ہے کہ آپ نے فرمایا: **شغلونا عن الصلوٰۃ الوسطی** ''انہوں نے ہمیں درمیانی سے روکا یعنی نمازِ عصر سے''۔

(روح البیان عربی ص ۳۱ ج ۱۸ اردو ص ۳۶۸، ۳۶۷، ۲۳)

حکایت:

بغداد کے ایک واعظ کا واقعہ مشہور ہے کہ وہ عصر کے بعد وعظ فرمار ہے تھے اور اس میں اہلِ بیت کے فضائل کا ذکر چل نکلا بادل سورج کے اوپر چھا گیا۔ حاضرینِ

مجلس نے سمجھا کہ سورج ڈوب گیا اسی لئے مجلس میں ہلچل مچ گئی۔ واعظ نے فرمایا سکون سے بیٹھو یہ کہہ کر سورج کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

لا تغربي يا شمس حتى ينتهي

مدحي لآل المصطفى و لنجله

ترجمہ: ''اے سورج نہ ڈوب یہاں تک کہ میری مدحِ آلِ مصطفیٰ کی مکمل ہو جائے''۔

ان كان للمولى و قوفك فليكن

هذا الوقت ولده و لنسله

ترجمہ: ''اگر تیرا ٹھہرنا مولا علی رضی اللہ عنہ کے لئے تھا تو آج ان کی اولاد کے لئے ٹھہر جا''۔

واعظ کے ان اشعار کے اختتام پر سورج بادل سے باہر نکلا تو واعظ پر بے انداز زیورات اور کپڑے نثار کئے گئے۔

حکایت:

شیخ علامہ بحر العلوم ''شرح مثنوی مولانا روم رحمة الله عليه'' میں لکھتے ہیں کہ:

شیخ محمد عبداللطیف روایت کرده است که روز امیر المومنین چادر می دوخت بدن مبارك ایشان برهنه بود و از نرسیدن آفتاب مقابل بدن مبارك اذیت روئیداد پس حضرت امیر المومنین عمر نگاه بسوئے شمس کرد در الوقت دروے کسوف افتاد۔ (بحر العلوم ص ۱۶ جلد ۱ مطبوع)

((ترجمہ)) ''شیخ عبداللطیف رحمة الله عليه روایت کرتے ہیں کہ

ایک دن حضرت امیر المؤمنین عمر چادر سی رہے تھے آپ کا بدن مبارک ننگا تھا۔ سورج کی گرمی جسمِ مبارک پر پڑی تو آپ کو تکلیف محسوس ہوئی تو آپ نے سورج کی طرف غصہ سے دیکھا تو اسی وقت سورج بے نور ہو گیا''۔ (صدائے نوری ص ۸۴ جلد ۱)

دلائل بطریقِ دیگر:

انسان کو ہی اللہ تعالیٰ نے اپنا نائب بنایا اور نائب (خلیفہ) کا وہی کام ہوتا ہے جو اصل (ذات) ورنہ خلافت بے معنی سی رہ جاتی ہے جیسا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی و دیگر مفسرین نے آیہ وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ (پ:۱) کے تحت لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کاملہ کا مظہر حضرتِ انسان کو بنایا تو وہ امور جو اللہ تعالیٰ کے ہیں وہی آگے اس کے نائب اور خلیفہ حضرتِ انسان میں ہونے لازم ہیں۔ اسی لئے ابلیس ملعون ٹھہرا کہ اس نے خلیفہ کی حقیقی حیثیت کا انکار کیا اور اس کی نگاہ صرف اس کی ظاہری صورت پر رہی اور حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف خلیفہ بلکہ حق تعالیٰ کے نائبِ اعظم ہیں۔ چنانچہ ''روح المعانی'' ص ۲۱۸ ج ۱ میں ہے:

فھو علی الحقیقة الخلیفة الاعظم فی الخلیفه والامام المقدم فی الارض والسموٰت العلی ولولاہ ما خلق آدم بل ولا ولا

((ترجمہ)) ''وہی تمام مخلوق میں اللہ کے خلیفۂ اعظم، تمام آسمانوں زمینوں میں سب کے پیشوا و مقتداء ہیں اگر آپ نہ ہوتے تو آدم علیہ السلام بلکہ کچھ بھی نہ ہوتا''۔

اس نیابت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رَدّ الشمس کے لئے انکار کیوں؟ اگر احادیثِ مبارکہ میں اس کی تصریح بھی نہ ہوتی تب بھی ہمیں اس قاعدہ پر

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ردّ الشمس کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔

ردّ الشمس کی احادیث فقیر نے سابقاً بیان کر دی ہیں امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی قدس سرہ "الامن والعلی" میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں کہ

طبرانی "معجم کبیر" میں بسندِ حسن سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر الشمس فتاخرت ساعة من نهار ۔

"سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آفتاب کو حکم دیا کہ کچھ دیر چلنے سے باز رہ، فوراً ٹھہر گیا"۔

فائدہ:

اس پر تبصرہ فرمایا کہ اس حدیثِ حسن کا واقعہ اس حدیث صحیح کے واقعہ عظیمہ سے جدا ہے جس میں ڈوبا ہوا سورج کے لئے پلٹا ہے یہاں تک کہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجهه الکریم نے نمازِ عصر خدمت گزاری باری صلی اللہ علیہ وسلم میں قضا ہوئی تھی۔ ادا فرمائی۔

امامِ اجل طحاوی وغیرہ اکابر نے اس حدیث کی تصحیح کی۔ الحمد للہ خلافتِ رب العزۃ کہتے ہیں کہ ملکوت السموٰت والارض میں ان کا حکم جاری ہے تمام مخلوق کو ان کے لئے حکمِ اطاعت وفرمانبرداری ہے وہ خدا کے ہیں اور جو کچھ خدا کا ہے وہ سب ان کا ہے"۔ (الامن والعلی ص ۱۰۳)

(۲) حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جملہ مخلوق کے رسول ہیں۔ نصوصِ قرآنی کے علاوہ صحیح حدیث میں ارسلت الی الخلق میں تمام مخلوق کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔

فائدہ:

اس قاعدہ پر بھی ردالشمس کے بارے میں شک نہیں کر سکتے اس لئے کہ سورج بھی منجملہ مخلوق کے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی ہے اور اُمت کے ہر فرد پر اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم ماننا فرض ہے۔ کما قال تعالیٰ: وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ ۔

((ترجمہ)) ''ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے''۔

(۳) سَخَّرَ لَکُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَیْنِ ((ترجمہ)) ''اور تمہارے لئے سورج اور چاند مسخر کئے اس کے علاوہ جملہ آیت تسخیر''۔

فائدہ:

تسخیر کا عرفی معنی تو ہے خدمت گزاری، شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند
تاتو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سر گشتہ و فرمانبردار
شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری

ترجمہ: ''ابر، ہوا سورج آسمان کام میں لگے ہوئے ہیں تاکہ تُو روزی حاصل کر کے غفلت سے نہ کھائے، تمام تیرے لئے پریشان اور تابعدار ہیں۔ انصاف کے نامناسب ہے کہ تُو اللہ تعالیٰ کا فرمان نہ مانے''۔

لیکن حقیقی معنی کے اعتبار سے وہی مطلب ہے جو حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

کہ عارفِ کامل پہ ایک ایسا مقام آتا ہے کہ

دریں مرتبہ عارف متصرف عالم گردد و سخرلکم السموات
وما فی الارض ظہور پذیر دو صاحب اختیار باشد۔

(ضیاء العلوب)

((ترجمہ)) "اس مرتبہ میں عارف عالم کا متصرف ہوتا ہے اور تسخیر کا ظہور ہوتا ہے اور صاحبِ اختیار ہوتا ہے"۔

اسی مقام کے مطابق سیدنا غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ما منہا شہور ولا دھور تمر و تنقضی الا اتالی ۔

((ترجمہ)) "کوئی مہینہ اور زمانہ ایسا نہیں جو گزرے اور ختم ہو جب تک میرے پاس نہ آئے"۔

فائدہ:

یہ مقام تو غوث الاغواث کا ہے تو پھر سوچئے کہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم وعلیھم وسلم کا مرتبہ کتنا بلند و بالا ہوگا تو پھر ان کے لئے سورج کا لوٹ آنا یا رکنا کون سا مشکل امر ہے؟ لیکن نہ ماننے والوں کی ضد نہ مٹنے کی ہے اور نہ مٹے گی۔ ہاں حق کے متلاشی کے لئے ادنیٰ اشارہ ہی کافی ہوتا ہے لیکن الحمدُللہ یہاں تو واضح اور روشن دلائل کا دفتر کھلا ہے۔

اصحابِ کہف اور سورج:

اللہ تعالیٰ اصحاب الکہف کے لئے فرماتا ہے:

وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ
وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ (پ۱۵ کہف ع۳)

((ترجمہ))"اور اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سورج کو دیکھو گے جب نکلتا ہے تو ان کی غار سے داہنی جانب بچ جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ان سے بائیں جانب کتراتا ہے حالانکہ وہ کھلے میدان میں ہیں"۔

فائدہ:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اصحابِ کہف کے لئے بطورِ خرقِ عادت سورج کو اپنی روزینہ رفتار سے ہٹا دیا تاکہ ان کے آرام میں خلل واقع نہ ہو، چنانچہ اس کی رفتار کی تبدیلی سے ان پر سورج کی شعاعیں نہیں پڑتی تھیں اس لئے اس غار کا صحن جنوبی جانب تھا اللہ تعالیٰ نے خرقِ عادت کے طور پر سورج کو وہاں سے ہٹا دیا تھا تاکہ اصحابِ کہف کی کرامت ظاہر ہو۔

"روح البیان" تحت آیتِ ہذا ص ۳۲۳ پارہ نمبر ۱۵ میں ہے کہ: "اصحابِ کہف کا معاملہ عجیب تھا باوجودیکہ وہ ایک کھلے اور وسیع میدان میں آرام فرماتے لیکن طلوع و غروب کے وقت سورج کی معمولی کرن بھی ان پر نہ پڑتی تھی ورنہ ایسے میدان میں سونے والوں پر سورج کی کرن کا پہنچنا لازم تھا اس سے واضح ہوتا ہے کہ تقدیرِ الٰہی سے ان پر سورج کی کرن نہیں پڑتی تھی اسے ہم اہلِ اسلام کرامتِ اولیاء سے تعبیر کرتے ہیں اسی لئے اسے اللہ تعالیٰ ذٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللهِ ((ترجمہ))"یہ اللہ کی نشانیوں سے ہے" تعبیر فرمایا"۔

انتباہ:

یہ اصحابِ کہف کی نیند و آرام گھنٹہ یا دو گھنٹے یا ایک دن یا دو دن نہیں بلکہ انہیں تو اس کیفیت میں صدیاں گزریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِاَةٍ وازدادوا تسعا (پ:۱۵،ع:۴)
((ترجمہ)) ''اور وہ اصحابِ کہف اپنی غار میں تین سو نو برس ٹھہرے''۔

فائدہ:

وہ خدا جو اپنے محبوب بندوں کے لئے ساڑھے نو سو سال نظامِ شمس کو تبدیل کرتا ہے تو اسے منکر مان گیا ہے لیکن اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک لمحہ نظامِ شمسی کی تبدیلی کا انکار کر رہا ہے، یہ اس کی بدقسمتی نہیں تو اور کیا ہے بلکہ اللہ نے ایسے لوگوں کو بے مرشد کہا چنانچہ اس کرامت کے ذکر کے آخر میں فرمایا:

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا

(پ:۱۵،۲۲)

''جسے اللہ ہدایت دے وہ ہدایت یافتہ ہے اور جسے اللہ گمراہ کرے تو اس کا ہرگز نہ پاؤ گے حامی ورہبر''۔

تعارف ابنِ تیمیہ:

اس کا نام احمد اور کنیت ابو العباس تھی۔ دمشقی نمیری حرانی مشہور تھا تین سو کتب کا مؤلف (زرقانی ص ۲۴۸ ج)

۶۶۱ھ حران میں پیدا ہوا اور دمشق میں قلعہ دمشق کی جیل میں بحالتِ قید ۲۰ ذیقعدہ ۸۲۸ھ میں فوت ہوا۔

حنبلی ہونے کا مدعی تھا لیکن دراصل پکا غیر مقلد تھا، چنانچہ امام ذہبی لکھتے ہیں کہ

انه اذا افتى لم يلتسزم بمذهب بل يقوم بما دليله عنده

(طبقات ص ۳۹ ج ۲)

''جب فتوئی دیتا تو کسی خاص مذہب کا التزام نہیں کرتا تھا بلکہ اس خیال پر فتوئی صادر کرتا جس کی دلیل اس کی نظر میں قوی ہوتی''۔

اس کے دماغ میں فرعونیت کا یہ عالم تھا کہ ھمچومن دیگرے نیست اور انا خیر منه کی تقلید میں اسلاف کی تحریرات کی غلطیاں نکالنے کی دھن میں رہتا، چنانچہ یہی ذہبی لکھتے ہیں کہ:

یبین خطأ کثیرا من اقوال المفسرین ویوھی اقوالا عدیدۃ

(التاریخ الکبیر ص۲۹۱)

((ترجمہ)) ''ابن تیمیہ مفسرین کے اقوال کی غلطیاں بیان کرتا اور ان کے بہت سے اقوال کو بیکار و باطل ثابت کرتا''۔

امام ذہبی کا اعتراف:

یہی امام ذہبی لکھتے ہیں کہ **انا لا اعتقد فیه عصمة بل انا مخالفه فی مسائل اصلیة و فرعیة فان کبارھم ینقمون علیه اخلاقاً و افعالًا و کل احدا یؤخذ من قوله و یترك** (ازفوائد جامعہ) ''میں ابن تیمیہ کی عصمت کا قائل نہیں بلکہ میں تو بہت سے اصولی وفروعی مسائل میں اس کا مخالف ہوں۔ بڑے بڑے علماء ابن تیمیہ کے اخلاق وعادات سے ناراض تھے اور ہر ایک اپنی بات پر پکڑا جاتا اور چھوڑا جاتا''۔ بالآخر اس کی بدمذہبی کی بدبو پھوٹ پڑی اور مناظروں تک نوبت آئی۔

شوکانی یمنی:

ابن تیمیہ کے بارے میں ''البدر الطالع'' ص ۶۵ میں لکھتا ہے کہ:

واوّل من انکر علیه اھل عصرہ فی شھر ربیع الاول ۶۹۸ ھ۔

((ترجمہ)) ''اور ابنؔ تیمیہ کے معاصرین نے سب سے پہلے ربیع الاول ۶۹۸ ھ میں اس پر اعتراض وانکار کیا''۔

شرح عجالہ نافعہ:

مولوی عبدالحلیم ((دیوبندی)) نے کتاب مذکور ص ۲۴۶ میں لکھا ہے کہ:

''ابن تیمیہ سے اُصول وفروع میں سے بہت سی غلطیاں ہوئیں یہ علمائے امت کا بڑا احسان ہے کہ انہوں نے ہر زمانے میں بڑے سے بڑے عالم کی لغزش سے آگاہ کردیا۔ تاکہ آنے والے لوگ ان کی غلطیوں سے آگاہ رہیں اور امت گمراہی سے محفوظ رہے چنانچہ موصوف (ابن تیمیہ) کے معاصرین میں سے حافظ صلاح الدین خلیل علائی دمشقی المتوفی ۷۶۱ھ نے اپنے ایک مکتوب میں ان (ابن تیمیہ) کے تفردات (گمراہ کُنی عقائد ومسائل) کو یکجا جمع کردیا ہے ان کا معلومات افزاء مکتوب محدث ناقد شیخ محمد زاہد کوثری نے ''ذخائر القصر'' کے حوالہ سے ''السیف الصقیل'' میں نقل کیا جو پڑھنے کے لائق ہے''۔

علامہ ابن حجر مکی رحمة الله عليه :

حرم پاک کے مفتی علامہ ابن حجر مکی رحمة الله عليه فرماتے ہیں کہ: ''ابن تیمیہ ایک بندہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا، گمراہ کیا، اندھا، بہرہ اور رسوا کیا اور ابو الحسن سبکی رحمة الله عليه فرماتے ہیں کہ ابن تیمیہ نے حضرت عمر بن خطاب اور حضرت علی بن ابی طالب رضی الله عنه جیسے اکابر صحابہ پر اعتراض کیا ہے۔ یہ بدعتی گمراہ اور گمراہ کن، جاہل اور غالی ہے''۔ (فتاویٰ حدیثیہ ص۹۹)

امام ابن حجر عسقلانی رحمة الله عليه :

شارح بخاری صاحب ''فتح الباری'' حضرت ابن حجر عسقلانی نے ''الدرر الکامنہ'' میں لکھا ہے:

''ابن تیمیہ نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ کے بارے میں کہا ہے کہ

انہوں نے ستر فتوے غلط دیئے، بلکہ لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ نے بچپن میں اسلام قبول کیا ((جو معتبر نہیں))"۔

ابن تیمیہ خارجی المذہب تھا:

تاریخ شاہد ہے اور ابن تیمیہ کے معاصرین کی تصریحات بتاتی ہیں کہ ابن تیمیہ خارجی نظریئے کا حامل تھا جیسا کہ سید غلام مصطفیٰ شاہ صاحب نے "تحفہ الناظرین" ص ۶۸ میں لکھا ہے کہ

> :"ابن تیمیہ قطع نظر ظاہری ہونے کے خارجی بھی تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجھہ اور فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی جناب میں گستاخی و بے ادبی کرتا تھا۔ دیگر ابن حزم ظاہری بھی خارجی تھا۔ جیسا کہ ابو ہریرہ مصری نے "حیاتِ ابنِ حزم" ص ۲۰۷ میں لکھا ہے کہ "خوارج اوّلین لوگ تھے جنہوں نے ہر طور پر کتاب وسنت سے وابستہ رہنے کی بنیاد ڈالی اور یہ امر خوارج اور ابن حزم کے مابین مشترک طور پر پایا جاتا ہے"۔

خوارج جہنم کے کتے:

حضور سرورِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی بیان فرمائی کہ:

> "خارجی مجھ سے میری اولاد سے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم سے بُغض رکھیں گے" نیز فرمایا کہ "خارجی جہنم کے کتے ہیں"۔ (طبرانی)

فقیر نے "ابلیس تا دیو بند" میں ابنِ تیمیہ کے عقائد و مسائلِ جدیدہ مکمل طور پر لکھے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ یہ شخص خوارج، معتزِلہ کے مذہب کا نمونہ تھا۔

مزارِ رسول کی زیارت کے لئے سفر حرام:

یہ وہی ابن تیمیہ ہے جس نے مدینہ طیبہ کی طرف جانا بقصدِ زیارتِ قبرالنبی صلی اللہ علیہ وسلم (جو مؤمنین کے لئے بکتاب وسنت واجماع وقیاس اعلیٰ ذریعہ نجات ہے) حرام کہا اور اللہ تعالیٰ کو محلِ حوادث اور باری تعالیٰ کی صفتِ ذاتی کو حادث وغیرہ بدعاتِ سئیہ پر جرات کرنے کے باعث آئمہ اربعہ سے علیحدہ ہوا۔

(۱) مشروعیتِ زیارت شریف کے انکار کی وجہ سے علماءِ کرام نے اس پر بہت تشنیع کی ہے کیونکہ اس (ابن تیمیہ) نے ایک اعلیٰ ذریعہ نجات کا دروازہ بند کرنا چاہا۔ اس اجماع سے علیحدہ صرف ابن تیمیہ ہی ہوا ہے...... سب علماء کا سوائے اس کے چند متبعین کے اتفاق ہے کہ ابن تیمیہ نے **قول بحرمت زیارت قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم و السفر الیه** میں سخت غلطی کی ہے۔ اس کے علاوہ متعدد مسائل وعقائد میں ابنِ تیمیہ نے اختراع اور خوارج ومعتزلہ کا اتباع کیا۔ اس کی تصانیف شاہد ہیں اس کے ظالم قلم نے نہ کوئی صوفی چھوڑا اور نہ کوئی فقیہ اور نہ کوئی عالمانِ علمِ کلام میں سے اشعری، یا ماتریدی اور نہ کوئی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی۔ سب کو اپنے ظلم کا نشانہ بنایا اور اصل یہ فرقۂ معتزلہ کے اُصول وفروع کا احیاء ہے اور سب کو معلوم ہے کہ پہلا فتنہ جو اسلام میں پیدا کیا گیا یہی فتنۂ معتزلہ تھا ان کے بعد ابن تیمیہ نے ان کے تمام نظریات ابن حزم ظاہری سے لیے۔ اور ظاہری خوارج کی ایک شاخ ہے اور موجودہ زمانے کے نجدی اور غیر مقلدین اور دیوبندی ابن حزم، ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم کو اپنا پیشوا مانتے ہیں اور قاضی شوکانی اور داؤد ظاہری بھی انہیں کے ہم مسلک تھے بلکہ مولوی عبدالحی لکھنوی نے کہا کہ قاضی شوکانی متاخرین میں سے کم عقل اور کثرتِ علم میں ابن تیمیہ کے ہم مثل تھا۔ ان دونوں کی مثال ایسے ہے جیسا کہ ایک جوتا دوسرے جوتے کے مطابق ہوتا ہے بلکہ شوکانی دوسری صفت کم عقلی میں اس سے

بڑھ کر ہے۔ یاد رہے کہ ابن تیمیہ اور محمد ابن عبد الوہاب کو غیر مقلدین اور نجدی وہابی شیخ الاسلام کے لقب سے یاد کرتے ہیں اور اکثر و بیشتر دیو بندی حضرات بھی اسے ایسا ہی سمجھتے ہیں۔

دورِ حاضرہ کے دیو بندی بریلوی مسائل:

خوارج کی وراثت کو ابن تیمیہ نے سنبھالا، اس کے مرنے کے بعد محمد بن عبد الوہاب کو خوارج کی وراثت نصیب ہوئی (شامی) اس سے ثابت ہوا کہ حقیقۃً ابن تیمیہ وہابیوں کے بہت بڑے امام ہیں۔ محمد بن عبد الوہاب نجدی نے دیو بندیوں اور غیر مقلدین وہابیوں کے ممدوح مولوی عبید اللہ سندھی ((دیو بندی)) نے اس کی تصدیق ان الفاظ میں کی ہے۔

"شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے ماننے والوں میں سے سرزمینِ نجد میں محمد بن عبد الوہاب پیدا ہوئے۔ دراصل محمد بن عبد الوہاب نجدی نے کسی ایسے استاد سے علم حاصل نہ کیا تھا جو انہیں صحیح ہدایت کی راہ پر لگاتا اور نفع مند علوم کی طرف ان کی رہنمائی کرتا اور دین کے معاملات میں ان میں تفقہ کی سمجھ پیدا کرتا۔ طلبِ علم کے سلسلہ میں محمد بن عبد الوہاب نجدی نے صرف اتنا کیا کہ شیخ ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد کی بعض کتابیں پڑھ لیں اور ان کی تقلید کی"۔

(شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ص ۲۳۰)

محمد بن عبد الوہاب:

وہابی دیو بندی اور سنی بریلوی اختلاف کی بنیاد ہند و پاک میں مولوی اسماعیل دہلوی کے ذریعے اسی محمد بن عبد الوہاب کی رکھی ہوئی ہے۔ اور محمد بن عبد الوہاب، ابن تیمیہ سے خوارج کا۔ چنانچہ علامہ محمد عبد الرحمان سلہٹی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے کہ:

''سلطان محمود خان ثانی کے زمانہ میں ایک شخص محمد بن عبدالوہاب نامی ظاہر ہوا۔ ابن تیمیہ کے مَر جانے کے بعد اس نے اس مٹے ہوئے عقائدِ فاسدہ کو ظاہر کیا اور اہلِ سنت کے خلاف اس نے ایک گروہ بنالیا''۔

(سیف الابرار علی المسلول الفجار صفحہ۱۱) یہی علامہ رحمۃ اللّٰہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

ابْنِ تیمیَّۃَ فَھُوَ کَبِیر الْوھابِیّینَ وَمَاھُوَ شیخ الْاِسْلام بَلْ ھُوَاوّلُ مَنْ تَکَلَّمَ بِجُمْلَۃِعَقَائِدِھِمْ والفاسِدَۃِ وَفِی الْحَقِیْقَۃِ ھُوَالْمحدِثُ لِھٰذِہِ الْفِرْقَۃِ الضَّالَۃِ

(ترجمہ) ''ابن تیمیہ وہابیوں کا سردار ہے، وہ شیخ الاسلام نہیں بلکہ شیخ البدعۃ اور شیخ الآثام (تمام برائیوں کی جڑ) ہے۔ اور یہ ہی وہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے تمام عقائدِ فاسدہ کو بیان کیا ہے اور حقیقت میں وہی اس گمراہ فرقہ کا بانی ہے''۔

(سیف الابرار علی المسلول الفجار صفحہ۱۱ مطبوعہ دہلی واستنبول)

حکومتِ سعودیہ:

حکومتِ سعودیہ نجدیہ کی مدد سے ((غیر مقلدین کے)) امام ابن تیمیہ کی کتاب ''الرد علی الاخنائی'' کا اردو ترجمہ شیخ محمد صادق اہلحدیث نے کیا ہے اور اس کا نام ''روضۂ اقدس کی زیارت'' رکھا ہے۔ صفحات ۳۳۶ (حالانکہ یہ کتاب روضۂ اقدس کی زیارت کے سراسر خلاف ہے) لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے مفت تقسیم کی جا رہی ہے اور ''ہدایۃ المستفید'' اردو ترجمہ ''فتح المجید'' جو عبدالوہاب کے پوتے عبدالرحمان بن حسن نے ''کتاب التوحید'' کی شرح میں لکھی ہے۔ صفحات ۸۲۰ لکھائی چھپائی عمدہ گلیز پیپر پر چھپوا کر مفت تقسیم کی جا رہی ہے جس کا ترجمہ عطاء اللّٰہ نے

کیا ہے اس کتاب میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ محمد بن عبدالوہاب کے افکار و نظریات بالکل وہی تھے جو ابن تیمیہ کے تھے۔ ان کتابوں کا تمام تر خرچ سعودی حکومت نے برداشت کیا ہے اس کے علاوہ آج کل سعودی حکومت کی نگرانی میں ابن تیمیہ کے مذہب کی خوب ترویج و اشاعت کی جارہی ہے۔ مودودی و دیگر منکرینِ کمالاتِ مصطفیٰ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم اسی سعودی کے ریال سے پھر نئے رنگ خوارج کے فتنے زندہ کرنے میں مصروف ہیں۔ ردّ الشمس و دیگر عظیم معجزات اور کمالاتِ مصطفیٰ و اولیاءٌ کا انکار اسی خوارج کے مذہب کے احیا کی ایک کڑی ہے، یہودی سازش بھی ان کے ساتھ مل کر کام کر رہی ہے۔ لیکن الحمدُ لِلّٰہ اہلِ سنّت نے ہر دور میں ہر فتنے کو دبانے میں بے سروسامانی کے باوجود تمام فتنوں کو دبایا۔ اب بھی (علمائے اہلِ سنت کو خداتعالیٰ آباد و شاد آباد رکھے) فتنوں کے مقابلہ میں اپنے اسلاف صالحین کے نقشِ قدم پر چل کر ایسے غلیظ فتنوں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ الحمدللّٰہ علیٰ ذلك وصلی اللّٰہ علیٰ حبیبه الکریم وعلیٰ آلہٖ واصحابه اجمعین۔

۲ رجب ۱۳۹۹ھ۔ بہاول پور، پاکستان۔ محمد فیض احمد اویسی غفر لہ

اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ

ہر کہ در آفاق گردو بوتراب
باز گرد انند ز مغرب آفتاب

سورج اُلٹے پاؤں پلٹے

تحریر و تحقیق
پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی حُسینی
(سابق ناظمِ اعلیٰ بزمِ لاثانی پاکستان)
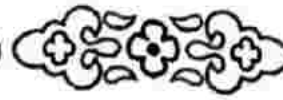
وجہِ تالیف

عصرِ حاضر کے فکری فتنوں میں یہ فتنہ از حد تاریک ہے کہ کچھ نام نہاد کلمہ گو محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشوکت کو مٹانے پہ کمربستہ ہیں۔ اسی فتنے کو ہوا دینے کے لیے ''سپاہِ صحابہ پاکستان'' کے ''ترجمان ماہنامہ خلافتِ راشدہ'' بابت ماہِ اکتوبر ۱۹۹۳ء میں شہرۂ آفاق حدیثِ ردّالشمس کو موضوع قرار دیا گیا، چنانچہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لیے زیرِنظر مقالہ ''سورج اُلٹے پاؤں پلٹے'' عامۃ المسلمین کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے کہ وہ خود میزانِ عدل تھام کر فیصلہ کرلیں۔

کہ ہے کونسا خوصورت زیادہ

حرفِ تقدیم

(ابو بلال غلام مصطفیٰ مجددی ناظمِ اعلیٰ اِدارہ تعلیماتِ مجددیہ، شکر گڑھ)

سر افگندیم بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖیھَا وَمُرْسٰھَا

(۱)

اللہ کریم نے اپنے تمام رسولانِ عظام اور پیغمبرانِ کرام کو عظیم الشان معجزات و کمالات عطا فرمائے، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے۔ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ ''بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجا''۔ (سورۃ الحدید، آیت:۲۵)۔ یہ معجزات و کمالات ان کی نبوت و رسالت کے ساتھ ساتھ ان کے معبودِ برحق کی وحدانیت پر بھی حجتِ کاملہ تھے۔

ہر رسولِ محتشم اپنے دور کا امام و مقتدا بن کر جلوہ گر ہوا۔ تاریخ گواہ ہے کہ اس کے خورشیدِ کمال کے سامنے زمانے کے کمالات کا چراغ ایک آن بھی نہ جل سکا، جب جادو کا دور تھا۔ ایسے ایسے جادوگر تھے جو اپنے فنِ سحر سے بے جان رسیوں کو زہریلے سانپ بنا کر پیش کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ اللہ کریم نے ان کے طلسمِ ہوشربا کو پیوندِ خاک بنانے کے لیے کلیمِ عصا بردار کو پیدا فرمایا۔ آپ اپنا عصا زمین پہ پھینکتے تو وہ خوفناک اژدھے کا روپ دھار کر تمام سانپوں کو نگل جاتا۔ (علیہ الصلوٰۃ والسلام)

جب حکمت و فلسفہ بامِ عروج کو چھو رہا تھا، ایسے ایسے طبیب تھے کہ ان کی عقل و فکر کے سامنے بیماریاں ہاتھ باندھے کھڑی تھیں۔ انہوں نے بھی جب تین بیماریوں

کولا علاج قرار دے دیا تو قادرِ مطلق کی طرف سے مسیح شفا بدست ان کا علاج لے کر آئے۔ آپ نے فرمایا: وَ اُبْرِیُٔ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ ''اور میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اندھوں کو بینا، کوڑھیوں کو صحت یاب اور مُردوں کو زندہ کرتا ہوں''۔ (سورۃ آل عمران، آیت:۴۹)

چشمِ بینا جب مقبولانِ بارگاہِ ایزدی کو آستیں سے دستِ روشن کو نکالتے، لوہے کو نرم کرتے، مٹی کا پرندہ بنا کر اُڑاتے ہوئے دیکھتی تو یہ تسلیم کیے بغیر نہ رہتی کہ اگر ان اہلِ خدا کے تصرفات کا یہ عالم ہے کہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا کیا عالم ہوگا؟ فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَار۔

جن بد بخت لوگوں نے ان نِشانیوں کو جھٹلایا، اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں سخت وعید نازل فرمائی یعنی وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا فَاُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ ''اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا، وہی لوگ ہیں جن کے لیے ذلت کا عذاب ہے''۔ (سورۃ الحج، آیت:۵۷) قرآنِ حمید میں اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیاتِ قدسیہ ہیں جو منکرینِ شانِ رسالت کے لیے تازیانۂ عبرت سے کم نہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسولِ عظیم، رؤف ورحیم حضور احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا آخری پیغمبر بنا کر بھیجا۔ آپ کا دور صدیوں پر محیط ہے۔ اس خداوندِ علیم کو سب معلوم تھا کہ آپ کے قیامت کی دیواروں تک پھیلے ہوئے دور میں حیرت انگیز اِکتشافات ((کسی مسئلہ غیر معلوم کی دریافت)) ہوں گے، انسان ماہ و مریخ پر کمندیں پھینکے گا۔ سائنس کی بدولت زمین وخلا کے اسرار فاش کرے گا، معلوم ہی کیا یہ سب کچھ اس کی حکمتِ بالغہ کے تحت وقوع پذیر ہو رہا ہے۔ سو اس نے اپنے محبوبِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کے علوم ومعارف سے

آگاہ فرمایا(۱) اور آپ کی ذاتِ قدسیہ کو ہر شعبہ حیات سے تعلق رکھنے والے انسان کے لئے کامل معیار قرار دیا۔ ارشادِ الٰہی ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ "بے شک تمہارے لیے رسولِ خدا کی حیاتِ طیبہ ہی حسین نمونہ ہے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ ایسا معجزہ تھی کہ جس نے دیکھا گویا حق تعالیٰ کے جلووں کو دیکھ لیا۔ من رانی لقد رای الحق۔ "یعنی جس نے مجھے دیکھے اس نے حق کو دیکھا"۔ (بخاری، کتاب التعبیر) اور سیرتِ طیبہ ایسا معجزہ تھی جس نے اس پر عمل کیا دنیا و آخرت کی دولتوں سے سرفراز ہوا (من اطاعنی دخل الجنة۔ "جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا" (بخاری، کتاب الاعتصام) بقول حسن بریلوی۔

تری صورت تری سیرت زمانے سے نرالی ہے
تری اِک اِک ادا پیارے دلیلِ بے مثالی ہے

سائنس کو لیجئے، انسان آج برق رفتار طیاروں پر بیٹھ کر ہواؤں میں محوِ پرواز ہے مگر مہمانِ قصرِ دنیٰ نے تقریباً چودہ سو سال پہلے براق پہ سوار ہو کر لامکاں کی بلندیوں کو سر کر لیا تھا، وہ بلندیوں جہاں کسی اور کا قدم تو کیا، سوچ بھی نہیں جا سکتی۔ انسان آج چاند پر پہنچ رہا ہے۔ مگر شہنشاہِ کونین نے صدیوں پہلے چاند کو دو نیم کر کے دکھا دیا کہ وہ

---

(۱)۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے لقد خطبنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما ترك فيها شيئا الى قيام الساعته۔ "بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک ایسا خطبہ دیا کہ اس میں بیان کرنے سے قیامت تک کوئی چیز نہیں چھوڑی" (صحیح البخاری، کتاب القدر) اسی طرح "مواہب لدنیہ" و "طبرانی شریف" میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا ظاہر فرما دی۔ فانا انظر اليها والى ماهو كا ئن فيها الى يوم القيامة كانماانظر الى كفى هذه۔ "پس میں اسے دیکھتا ہوں اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے ایسے دیکھتا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں"۔ اس موضوع پہ بہت سی احادیثِ صحیحہ پیش کی جا سکتی ہیں۔

بھی دستِ نبوت کے تصرف سے باہر نہیں۔ انسان آج سورج کی توانائی سے عجیب و غریب چیزیں چلا رہا ہے مگر رسولِ مختار نے بہت پہلے سورج کو پلٹا کر ثابت کر دیا کہ پیغمبر کے اشارۂ ابرو پر یہ بھی اپنا مدار تبدیل کر سکتا ہے۔ (فصلی اللہ تعالیٰ علیٰ رسولہٖ محمد و آلہ وسلم)

کیا کوئی بھی سائنس دان محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے برتری کا دعویٰ کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں کر سکتا، اس لئے کہ سائنسی تحقیق حتمی (۲) نہیں، پیغمبر علیہ الصلوٰۃ و السلام کا علم قطعی ہے۔

(۲)

خدائے واحد کی قسم! ہمیں اپنے مقدر پر ہر وقت سجدۂ شکر ادا کرنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں اپنے جلیل المرتبت رسول نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امتِ مرحومہ میں پیدا فرمایا۔ اور پھر ہمیں ہر لحظہ ان کی جلیل المرتبت عظمتوں اور شوکتوں کے پرچم لہرانے چاہئیں۔ حقیقت تو یہی ہے کہ ان کا کلمہ پڑھ کر ان کی شانِ وجاہت کا انکار کرنا مردِ مومن کو زیبا ہی نہیں اور اگر خدانخواستہ ان کی شانِ وجاہت کا انکار ہی نصب العین ہے تو بقولِ اقبال

مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟

موجودہ دور کے فکری فتنوں میں از حد المناک، تاریک اور ایمان سوز یہ فتنہ ہے کہ بعض نام نہاد کلمہ گو اسلام و توحید کے بلند بانگ دعوؤں کی آڑ میں عظمت و شوکتِ رسول کو گھٹانے اور پھر مٹانے کے لیے سرگرم عمل ہیں، وہ اس اعلانِ قدرت سے

---

(۲) انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے سائنسی مقالے میں لکھا ہے:

As a result of new discoveries science is in a state of continual flow and nothing can be said about it as final.

واقف نہیں کہ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى۔ ''اور بے شک پچھلی گھڑی تمہاری پہلی گھڑی سے بہتر ہے''۔(سورۃ الضحیٰ، آیت:۴) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ''اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کردیا''۔(سورۃ الم نشرح، آیت:۴) یعنی ہر آنے والی گھڑی رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مزید رفعتوں کا پیغام لے کر آرہی ہے اور ہر لحہ آپ کا ذکرِ خیر بلند تر سے بلند ترین ہوتا جارہا ہے۔اور یہ سلسلہ تا ابد یونہی جاری وساری رہے گا۔

مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

افسوس کیسے امتی ہیں وہ جو صبح وشام اسی فکرِ نارسا میں غرق رہتے ہیں کہ کیوں نہ قرآن کی آیاتِ قدسیہ کی اس طرح تاویل کی جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشوکت کے بارے میں معاذ اللہ شکوک وشبہات میں مبتلا ہوجائے۔کاش وہ جانتے کہ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ''اللہ کا دستور چلا آتا ہے ان لوگوں میں جو پہلے گزر گئے اور تم اللہ کا دستور ہرگز بدلتا نہ پاؤ گے''۔(سورۃ المومنون، آیت:۳۳)

یہ بھی تو اللہ تعالیٰ کا دستور ہے کہ اس نے ہر دور میں اپنے برگزیدہ رسولوں کو تمام مخلوق سے زیادہ نوازا۔ان کے کلمے پڑھوائے اور ان کی محبت واطاعت کو جانِ ایمان قرار دیا، کیا وہ اس دستور کو بدل دے گا؟

ایں خیال است و محال است وجنون

یہی کھیل وہ احادیثِ نبویہ کے ساتھ کھیلتے ہیں۔ ہر وہ حدیث جو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشوکت کی دلیلِ بیّن ہوتی ہے اس کو ضعیف ومقطوع وموضوع کہہ کر انکار کردیتے ہیں۔کاش وہ گریباں میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ

کہیں ایمان کی جڑیں تو کمزور نہیں ہوگئیں؟۔ کہیں نورِ یقین سے رشتہ تو نہیں کٹ گیا؟

مثال کے طور پر حدیثِ ردالشمس کو لیجئے، دیو بند مکتبۂ فکر کے ایک قلمکار ''ابو محمد جھنگوی'' نے ترجمانِ سپاہِ صحابہ، پاکستان ماہنامہ ''خلافتِ راشدہ'' بابت ماہِ اکتوبر نومبر، ۱۹۹۳ء میں اس کو نا قابلِ قبول ٹھہرایا ہے۔ بلکہ بزعمِ خود ''پوسٹ مارٹم'' بھی کیا ہے۔ حالانکہ دیکھا جائے تو بڑے بڑے عظیم علمائے کرام نے اس کو اپنی کتب و آثار میں نقل فرمایا ہے۔ حوالے کے لیے مندرجہ ذیل کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں۔

- خصائصِ کبریٰ جلد دُوم ص ۱۲۸ از امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ
- مدارج النبوۃ جلد دوم از شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ
- تفسیر معالم التنزیل جلد دوم ص ۱۳۰ از امام ابومحمد الحسین بغوی علیہ الرحمہ
- کنز العمال جلد دوم ص ۱۲۷ از علامہ علاؤ الدین المتقی علیہ الرحمہ
- تفسیر خازن جلد دوم ص ۱۳۰ از امام علی بن محمد الخازن علیہ الرحمہ
- شرح مسلم جلد دوم ص ۱۸۵ از امام محی الدین نووی علیہ الرحمہ
- شواہد النبوۃ ص ۲۹۰ از مولانا عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمہ
- حجۃ اللہ علی العالمین ص ۳۹۸ از علامہ یوسف نبہانی علیہ الرحمہ
- مشکل الاثار جلد دوم ص ۱۱۱ از امام طحاوی علیہ الرحمہ

یہ تمام علمائے کبار مختلف ادوار میں مذہب اسلام ((دین اسلام)) کی نشر واشاعت میں مشغول رہے۔ اور روحِ اسلام سے لوگوں کو آشنا کیا۔ کیا یہ نہیں جانتے تھے کہ ردالشمس کا واقعہ ضعیف و ساقط الاعتبار ہے۔ کیا مختلف ادوار کے علمائے کرام کا اس حدیث کو بیان کرنا ہی اس کے مشہور ہونے کی دلیل نہیں؟۔ سابق مہتمم دارالعلوم دیو بند جناب قاری محمد طیب صاحب کسی بھی عمل کو پرکھنے کے ضوابط میں سے ایک ضابطہ تحریر کرتے ہیں:۔

''امت کے کسی معمول پر امت اور ائمہ کی طرف سے انکار وارد نہ ہونا اس کے اجماعی ہونے کی دلیل ہوتا ہے......اور مَارَاٰهُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ کے اصول پر خواص مومنین ہوں یا عوام مومنین، ہر دور اور ہر طبقہ میں اسے بلا نکیر اور بلا شبہہ جائز، بلکہ قربت وطاعت مانتے چلے آئے ہیں، تو کوئی وجہ نہیں اسے مجمع علیہ کلمہ نہ کہا جائے، نیز سب جانتے ہیں کہ اسلامی عقائد کے ثبوت کا وار د مدار تواتر پر ہے لیکن اس ثبوت میں روایت کا تواتر ضروری نہیں ہے۔ تعامل کا تواتر بھی کافی ہے۔ جبکہ اس کی بنیاد کتاب وسنت میں موجود ہو''۔

(کلمہ طیبہ ص ۷۰ مطبوعہ ادارہ اسلامیات، ۱۹۰- انارکلی، لاہور)

یہی ضابطہ اس حدیثِ پاک کے بارے میں مدِ نظر رکھیں کہ اس کو ہر دور کے علماءِ کرام علیهم الرحمة نے نقل کیا ہے۔ اس کا حوالہ دے کر اپنے آقا ومولا حضور احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشوکت کے گن گائے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ جلالت کے قصیدے پڑھے ہیں:

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا اُلٹے قدم
تیری اُنگلی اُٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

پھر یہ حدیث کیسے ضعیف وموضوع ہو سکتی ہے۔ یاد رہے کہ علمائے کرام نے اس کی اسناد (۳) کو ثقہ قرار دیا ہے۔ اگر بالفرض یہ اپنی اسناد ورجال کی وجہ سے ضعیف بھی ہو تو یہ کونسی احکام میں وارد ہے۔

فضائل میں وارد ہے اور بقول قاری صاحب

''فضائل میں ''خالص ضعیف حدیث'' بھی معتبر ہے''۔ (کلمہ طیبہ ص ۵۰)

---

(۳) احمد بن صالح علیہ الرحمة فرماتے ہیں وهو حديث متصل ورواته ثقات (ترجمان السنہ ص ۴/۱۵۳)

"ضعیف روایت منافی احتجاج نہیں (یعنی ایسی نہیں کہ جس کو حجت نہ بنایا جاسکے) اس لئے کہ ضعیف کہنے والے محدثین حدیث کو ضعیف بھی کہتے جاتے ہیں اور سجت بھی پکڑتے جاتے ہیں"۔ (کلمہ طیبہ ص ۴۹)

"کوئی ضعیف حدیث بھی ساقط الاعتبار نہیں مانی گئی ہے۔ ورنہ ضعیف، موضوع اور منکر وغیرہ میں فرق باقی نہیں رہ سکتا"۔ (کلمہ طیبہ ص ۴۴)

"ضعاف کا مجموعہ حسن لغیرہ بن کر احکام تک میں حجت ہے"۔

(کلمہ طیبہ ص ۴۹)

مندرجہ بالا تصریحات کو بغور پڑھا جائے (جو معترض صاحب کے ایک پیشوا کا نتیجہ فکر ہیں) تو شکوک و اوہام کے بادل چھٹ جاتے ہیں۔ پیشوا صاحب تو کہہ رہے ہیں کہ "فضائل میں خالص ضعیف حدیث بھی معتبر ہے" مگر اب بھی معترض صاحب نہیں مانتے تو ضرور ان کے دل میں کوئی عناد ہے جو ہر آن ان کو فضائلِ مصطفیٰ ہی سے نہیں تحقیق کے مسلّمہ اُصولوں سے بھی دور لے جارہا ہے۔

ہاں! ہاں! جب کوئی اپنے پیغمبرِ برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل وکمالات کا ہی انکار کردے تو اس کی نظر میں دوسرے اصولوں کی حرمت ووقعت ہو ہی کیا سکتی ہے۔

سچ فرمایا ہے حضرت امامِ ربانی سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی نے: "جو شخص ان بزرگواروں سے نسبت نہیں رکھتا وہ ان کے کمالات کی دولت سے محروم رہتا ہے۔ اگرچہ ہزار ہا معجزات وخوارق وکرامات دیکھے۔ ابوجہل وابولہب کا حال اس بات کا شاہد ہے۔ اللہ کریم نے ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا: وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۔ اور خواہ یہ کتنے ہی معجزات دیکھ لیں ایمان نہیں لائیں گے"۔ (مکتوب ۲۹۲ جلد اول مطبوعہ لاہور)

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے جو آیتِ کریمہ بیان فرمائی ہے، اس کی روشنی میں دیکھا جائے تو کیا یہ امر نکھر کر سامنے نہیں آتا کہ حدیث ردالشمس اور اس جیسے دیگر معجزات و کمالات کا انکار کرنے والے آج کے یہ ''محققین'' ان معجزات و کمالات کو سر کی آنکھوں سے بھی دیکھ لیتے تو یقیناً انکار کردیتے، اس لئے کہ ان کی بارگاہِ رسالت سے جو نسبت ہے وہ ان کے اقوالِ واہی سے ہی عیاں ہے۔ نجانے کس منہ سے یہ اپنی ''وفاداری'' کا دم بھرتے ہیں:

ذکر روکے، فضل کاٹے، نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں اُمت رسول اللہ کی

(۳)

جناب معترض صاحب نے اپنے مضمون میں اپنے ممدوح حکیم فیض عالم صدیقی صاحب کے حوالے سے حضرت شیخ الاسلام والمسلمین، فخر المتقد مین، سیّد نا الشاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ القوی سے بھی نجانے کس دشمنی کا بدلہ لیا ہے۔ حضرت قبلہ شاہ صاحب، معترض صاحب کے جملہ اکابر وعمائد کے نزدیک معتبر شخصیت کے حامل ہیں۔ مگر بُرا ہو بغض وعناد کا کہ اگر معتبر شخصیت بھی فضائلِ مصطفیٰ والی حدیث بیان کردے تو ''میں نہ مانوں'' کی گردان جوں کی توں ہی چلتی رہے گی، چاہیے تو یہ تھا کہ قبلہ شاہ صاحب کی بیان کردہ فضائلِ مصطفیٰ والی حدیث کو من وعن تہ دل سے تسلیم کرلیتے اور منکرینِ شانِ رسالت کی گستاخانہ عبارتوں کا رد کرتے جن میں مقامِ مصطفیٰ کے ساتھ مذاق کرنے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا۔

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان کو خاندانِ ولی اللّٰہی سے جو علمی وراثت اور والہانہ محبت کا دعویٰ تھا اس کی اصلیت کا پول بھی سرِ عام کھل گیا ہے۔ ان لوگوں نے ہوا وہوس کو اپنا دین سمجھ لیا ہے، نہ مانیں تو شاہ ولی اللہ جیسی مسلمہ شخصیت کے فکر کو نہ

مانیں اور ماننے پر آئیں تو ابن تیمیہ اور ابن قیم جیسے متنازعہ لوگوں کے قول و فعل کو قبول کرلیں۔ بات اپنی اپنی سوچ پہ ختم ہوتی ہے:

غم و نشاط ہے اندازِ فکر پر موقوف
یہی خزاں ہے یہی موسمِ بہار بھی ہے

معترض صاحب نے ابنِ تیمیہ اور ابنِ جوزی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اُنہوں نے حدیثِ رَدالشّمس کو من گھڑت، جھوٹی اور موضوع، باطل روایت کہا ہے۔ اب ان کو کون بتائیے کہ ابن تیمیہ اور ابن جوزی نے اور بھی بہت سی مستند روایات کو ایک ہی جنبشِ قلم سے موضوع ٹھہرا دیا ہے۔ جن کو تمام علمائے امت عزیزِ جان اور نورِ ایمان تصور کرتے ہیں۔

مثلاً ابن تیمیہ نے زیارتِ روضۂ رسول سے تعلق رکھنے والی تمام احادیثِ مبارکہ کو من گھڑت قرار دیتے ہوئے کہا ہے۔

''یہ سب حدیثیں بہ اتفاق علمائے اہلِ حدیث ضعیف ہیں۔ بلکہ موضوع ہیں، اصحابِ سننِ معتمدہ میں سے کسی نے بھی ان میں سے کوئی حدیث روایت نہیں کی''۔

(کتاب الرد الاخنائی ص ۱۸۹ بحوالہ علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہم عصر علماء، مطبوعہ دہلی)

حالانکہ ان احادیثِ مبارکہ کو مذاہب اربعہ کے جیّد علمائے کرام نے تسلیم کیا ہے۔ امام ذہبی نے ابنِ تیمیہ کی یہ ''انتہا پسندی'' دیکھی تو یہاں تک لکھ دیا۔

''اے کاش بخاری و مسلم کی حدیثیں تم سے سلامت رہ جاتیں، تم تو ہر وقت ان پر حملے کرتے رہتے ہو۔ ان کو کمزور اور بے قدر کرنے یا ان کی تاویل اور انکار کے لیے''۔

(النصیحتہ الذھبیہ نمبر ۸ مطبوعہ دمشق بحوالہ ایضاً)

حیرت ہے یہ شخص اپنے موقف باطل کو ثابت کرنے کے لیے ''اسرائیلیات'' کو بھی قابلِ قبول سمجھتا ہے۔ جیسا کہ حدیثِ نزول کے بارے میں لکھا ہے۔ الاسرائیلیات تذکر علی وجه المتابعته ۔یعنی ''اسرائیلیات کو درجۂ متابعت میں ذکر کیا جاسکتا ہے''۔ (شرح حدیثِ نزول ص ۹۷ مطبوعہ مکتبِ اسلامی) ابن تیمیہ نے تقریباً اٹھہتر (۷۸) مسائل میں ائمۂ اربعہ اور اِجماعِ اُمت سے انحراف کیا ہے۔ ان مسائل میں عقیدۂ جہت وتجسیم، زیارتِ روضۂ رسول کی نیت سے رختِ سفر باندھنے کو ناجائز کہنا، (۴)

جناب معترض صاحب کی تان بار بار اہلِ تشیع کے ردو مذمت پر آکر ٹوٹتی ہے۔ حالانکہ خودان کے ممدوح ابن تیمیہ پر اہلِ تشیع کی تقلید کا ناقابلِ تردید الزام ہے۔((حالانکہ))

''تاتاریوں نے خلافتِ اسلامیہ کو برباد کیا اور علامہ ابن تیمیہ نے

---

(۴) مسئلہ طلاق میں جمہور صحابہ وتابعین، ائمہ اربعہ اور ہر دور کے جلیل القدر علما سے اختلاف کرنا، وغیرہ انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ ۴- حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ قسطلانی نے اس قولِ شنیع کو مــن ابشع الاقــوال (یعنی سینے کو جلا دینے والا بدبودار قول) کہا ہے۔ (فتح الباری شرح الصحیح البخاری جلد۲ ص ۵۳ مطبوعہ مصر، ارشاد الساری شرح الصحیح البخاری جلد۲ ص ۳۴۴ مطبوعہ مصر)

ابن تیمیہ کے دیگر اقوالِ باطلہ کی وجہ سے بے شمار علمائے کرام نے سخت گرفت کی ہے اور اس کی تحریروں سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ علامہ صادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ قال العماانه' الضال المضــــل '' علمائے کرام نے اسے گمراہ اور گمراہ کرنے والا لکھا ہے''۔ (تفسیر صاوی علی الجلالین جلد ۱ ص ۹۶) علامہ عبدالحیٔ لکھنوی صاحب (جو معترض کے اکابر کے نزدیک مسلّمہ ہیں) لکھتے ہیں: ''میں ان میں سے نہیں جنہیں ابن تیمیہ نے گمراہ کیا اور اہلسنّت سے نکال دیا۔ اس نے اپنی ساری تحقیقات کو تنگ اور ردی کر دیا ہے۔ میں ان میں سے نہیں ہوں، جو اس کے اقوال کو وحی آسمانی کی طرح سمجھتے ہیں اور اس کی خرافات کی تقلیدِ جامد کرتے ہیں'' (غیث الغمام ص ۵۸) فتاویٰ عزیزیہ جلد دوم ص ۸۰ پہ الشاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیــه الرحمة نے بھی اس کا ردِ بلیغ فرمایا ہے اور کہا ہے کہ: ''علمائے اہلسنّت کے نزدیک اس کا کلام باطل ہے''۔

سوادِ اعظم اور اجماعِ امت کی قدر و منزلت کی دھجیاں اُڑا دیں، علمائے اعلام کو اس کا رنج ہے، اگر طلاق کے مسئلہ میں علامہ ابن تیمیہ نے جمہور اہلسنّت و جماعت کے مسلک کو چھوڑ کر اثنا عشریہ کی تقلید کی ہے، ان کے شاگردِ اعظم ابن قیم نے متعہ کے مسئلہ میں اثنا عشریہ کا ساتھ دینے کی کوشش کی ہے"۔ (علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہم عصر علماء ص ۱۰۲ مطبوعہ دہلی)

یہی ابن تیمیہ ہیں جن کے چھوڑے ہوئے نقوشِ پا پہ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے گامزن ہو کر انتشار و افتراق کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کیا۔ علامہ عبدالرحمٰن سلہٹی رقم طراز ہیں۔

"سلطان محمود خان ثانی کے زمانہ میں ایک شخص محمد بن عبدالوہاب نامی ظاہر ہوا۔ ابن تیمیہ کے مرجانے کے بعد اس نے اس کے مٹے ہوئے عقائدِ فاسدہ کو ظاہر کیا اور اہلِ سنت کے خلاف اس نے ایک گروہ بنالیا"۔ (سیف الابرار علی المسلول الفجار ص ۱۱)

ابن تیمیہ کو اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم سے تو حد درجہ بغض ہے۔ یہاں تک کہ مولا علی کرم اللہ وجہہ کے اسلام کو معتبر نہیں سمجھتا، علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ: "علی نے بچپن میں اسلام قبول کیا اور بچپن کا اسلام قبول کرنا صحیح نہیں"۔

(الدرر الکامنہ صفحہ ۱۵۵ جلد اوّل)

ایسا شخص اگر حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی شانِ کرامت ظاہر کرنے والی روایت کی تکذیب کر دے تو اس کی تکذیب کو وہی سینے سے لگائیں گے جن کے دل و دماغ میں بُغضِ علی کے اندھیرے ہیں۔ ہم تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتے۔

اسی طرح علمائے کرام نے ابنِ جوزی کو عالم و محدث سمجھنے کے ساتھ ساتھ ان

کے قول کو حرفِ آخر قرار نہیں دیا ہے۔امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:۔

"ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں بہت ضعیف بلکہ حسن بلکہ صحیح احادیث نقل کردی ہیں کہ ائمہ حفاظ نے اس کے ضمیر کے اختلاج پر جرح فرمائی اوراس کی بیان کردہ موضوعہ روایات کی حقیقت بیان کی، پھراس کا پورا تعاقب کیااور تنبیع فرمائی"۔

(خطبہ موضوعات کبریٰ للسیوطی۔بحوالہ فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۴۸۷)

امام موصوف علیہ الرحمہ نے ابن جوزی کے رد میں "التعقبات الموضوعات" بھی تالیف فرمائی، حضرت علامہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "علامہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ نے موضوع احادیث پہ ایک کتاب لکھی ہے۔اس میں علامہ موصوف نے افراط سے کام لیا ہے۔جو کچھ اس کے علم میں تھا، اس کے خلاف محض وہم کی وجہ سے بہت سی احادیث کو موضوع کہہ دیا۔امام ابن حجر عسقلانی نے اکثر مقامات پر اس کو بحث ونقد کا نشانہ بنایا اور لکھا ہے کہ"احادیث کو موضوع کہنے میں ابن جوزی پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا"(۵)۔(اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ)

نیز فرماتے ہیں:"وہ عالم وفاضل ہونے کے ساتھ اپنے علم وفضل و جوانی کی وجہ سے غرور میں مبتلا ہو گیا' سخت گیر' درشت مزاج' خشک طبیعت انسان تھا"۔(ایضاً)۔

(۴)

معترض صاحب نے یہ مضمون لکھ کہ شاید یہ سمجھ لیا تھا کہ ان کی تحریر کا کوئی جواب نہ دے سکے گا۔یہی وجہ ہے کہ مضمون کا ابتدائی حصہ کچھ مضحکہ خیز سا ہے۔مگر ان کو

(۵) حدیث ردالشمس کے بارے میں امام ابن حجر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:"ابن جوزی اور ابن تیمیہ نے اس پر موضوع ہونے کا حکم لگا دینے میں غلطی کی ہے"۔(دیکھئے فتح الباری جلد دوم ص ۱۳۰۹)

قانونِ فطرت ہیں بھولنا چاہیے۔ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيْم ۔ "اور ہر علم والے سے اوپر علم والا ہے"۔ (سورۂ یوسف) اور پھر ان کی توسعتِ مطالعہ، دقتِ نظر اور طرزِ تحقیق پورے مضمون میں جا بجا روشن ہے۔ حدیثِ ردالشمس کو پورا "زور" لگا کر صرف ساڑھے تین صفحات میں موضوع ثابت کیا ہے۔ یقین کیجئے کہ ساڑھے تین صفحات میں سے تقریباً دو صفحوں پر بھی غیر متعلقہ بحث چھیڑ کر اہلِ تشیع کا "ماتم" کیا ہے، گویا اُمتِ مسلمہ میں انتشار و افتراق کی آگ کو دوچند کرنا مقصود تھا، سو کر دیا۔ دوغلی پالیسی کا عالم دیکھئے کہ سپاہِ صحابہ کے ترجمان ماہنامہ "خلافتِ راشدہ" کے ٹائٹل پر دعوتِ اتفاق دی ہے۔ یعنی آیت لکھی ہے۔ "اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ نہ کرو" اور اندر تفرقہ بازی کو ہوا دینے کا ہر حربہ استعمال کیا ہے۔

رِند کے رِند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

ہم حیران ہیں کہ عظمتِ صحابہ کے پاسبان بننے والے عظمتِ رسول کو کیوں نظر انداز کرتے ہیں، حالانکہ عظمتِ رسول کو نظر انداز کرنے سے عظمتِ صحابہ بھی متاثر ہوتی ہے۔ کیونکہ صحابۂ کرام کو تمام تر عظمتیں بارگاہِ رسالت سے ہی ملی تھیں۔

یہ امر ادارہ ہذا کے مقاصد میں شامل ہے کہ مثبت انداز میں اپنے مسلکِ حق کی اشاعت کی جائے اور اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پر حملہ کرنے والوں کا بخوبی محاسبہ کیا جائے۔ واللہ یہی کام دین و دنیا کی کامیابی کا ذریعہ ہے۔ مولا تعالیٰ ہمیں نیک مقاصد میں کامران فرمائے۔

ربنا اغفرلنا و لا خواننا الذین سبقونا بالایمان و لا تجعل فی قلوبنا غلاللذین امنو ربنا انك رؤف رحیم و سلام علی المرسلین خحہ وصاً علی من کان نبینا وآدم بین الماء و الطین و علی آلہ الطیبین الطٰھرین و اصحبه الكاملین

الاکملین والحمد للہ رب العالمین ۔

اند کے پیش تو گفتم' غم دل' ترسیدم

کہ دل آرزدہ شوی ورنہ سخن بسیار است

نیاز کیش

غلام مصطفیٰ مجددی

شکر گڑھ

یکم رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ

سورج اُلٹے پاؤں پلٹے

گزشتہ دنوں ایک برادرِ طریقت نے سپاہِ صحابہ کے ترجمان ماہنامہ ''خلافتِ راشدہ'' ((فیصل آباد)) کا شمارہ بابت ماہِ اکتوبر ارسال کیا۔ اس میں ایک مضمون کا عنوان ہے۔

''کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے سورج لوٹا تھا''۔

اور رسالہ بھیجنے والے بھائی کی مراد یہ تھی کہ اس تحریر سے جو غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں، ان کا اِزالہ کیا جائے۔ اس ساڑھے تین صفحے کے مضمون میں لکھاری نے پہلے تو ''غُنیۃ الطالبین'' کے حوالے سے شیعہ حضرات کے کچھ فرقے بتائے ہیں۔ پھر ڈوبے سورج کو واپس لانے کی روایات پر تین سوال کئے ہیں۔ پھر ایک شیعہ شاعر معین کاشانی کی منقبت درج کی ہے۔ جس میں اس نے سیدنا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے ہیں۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ کی مشہور رباعی جو تاجدارِ کربلا حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں لکھی گئی ہے کی مختصر تشریح کر کے اسے خلافِ حقیقت کہا ہے۔ نیز اسے اسی شیعہ شاعر کی طرف منسوب کیا ہے۔ آخر میں روایات کی سند پر جرح کر کے بہت سے راویوں کو نا قابلِ اعتبار ٹھہرایا ہے۔

تین نظریات

ساری تحریر پر تبصرہ کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے مضمون

نگاروں کا ذہنی پس منظر بھی پیش کر دیا جائے۔ سو گزارش یہ ہے کہ اہلِ بیتِ اطہار اور صحابہٴ کرام رضی اللہ عنھم کے بارے میں تین قسم کے نظریات وعقائد زیادہ نمایاں ہیں۔

۱- اہلِ سنت و جماعت حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کو خداداد عظمتوں کا مرکز ومنبع یقین کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک جس چیز یا شخص کو صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے نسبت میسر آجائے، وہ عظیم ہو جاتا ہے لہٰذا حضور سرورِ کون ومکاں صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنھم بھی ہمارے بزرگ ہیں اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم بھی ہمارے امام ہیں۔ ان سب سے عقیدت گویا داخلِ ایمان ہے۔ جو شخص ان میں سے کسی ایک فرد کے ساتھ بھی بُغض رکھتا ہے، بدنصیب ہے۔

۲- شیعہ (یا رافضی) صحابہٴ کرام رضی اللہ عنھم کے سخت دشمن ہیں۔ پانچ چھ کے سوا سب کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ ان کی ہرزہ سرائی اس قابل نہیں کہ اپنے قلم کو اس سے آلودہ کیا جائے۔ یہ البتہ اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنھم کی غلامی کا دم بھرتے ہیں، مگر وہ بھی اپنی پسند کے مثلاً حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات جنہیں قرآنِ پاک مومنوں کی مائیں فرماتا ہے، ان ظالموں کے نزدیک حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت میں شامل نہیں۔ حساب لگایا جائے تو اہلِ بیت کی محبت کے دعوے کے باوجود یہ اہلِ بیت کی اکثریت کے مخالف ہیں۔

۳- خارجی لوگوں کا عقیدہ رافضیوں کے بالکل متضاد ہے۔ یہ خصوصاً ان اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنھم کے زیادہ دشمن ہیں جنہیں رافضی مانتے ہیں۔ صحابہٴ کرام رضی اللہ عنھم کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ (حالانکہ اگر سچے دل سے صحابہٴ کرام رضی اللہ عنھم کے غلام ہوں تو اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنھم سے

بغض نہ رکھیں، یونہی شیعہ لوگ پنجتن پاک (علی رسولنا وعلیھم السلام) کی محبت میں مخلص ہوں تو جن خلفائے راشدین کو وہ امام مانتے رہے، یہ بھی مانیں)

رافضی اور خارجی دونوں فتنے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے دور میں بلکہ خلافتِ راشدہ کے آخری زمانے میں ہی پیدا ہو چکے تھے۔

انجمن سپاہِ صحابہ:

علامہ شامی کی تصریحات کے مطابق دورِ حاضر میں جناب محمد بن عبدالوہاب کے پیرو اسی پرانی خارجیت کی یادگار ہیں۔ غیر مقلد اور دیو بندی حضرات فقہی اختلافات کے باوجود عقیدے کے اعتبار سے تقریباً ایسے متحد ہیں کہ گویا اصل میں دونوں ایک ہیں۔ ''سپاہِ صحابہ'' دیو بندی عقیدے کی سرگرم اور پُر جوش تنظیم ہے۔ اس کے بانی مولانا حق نواز جھنگوی پہلے اہلِ سنت پر کیچڑ اچھالتے تھے۔ اور جہاں کہیں تبلیغی دورے پر جاتے۔ حضور سیدنا رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر ایسے منفی انداز میں کرتے کہ مسلمان برداشت نہ کرتے اور لڑائی لگ جاتی۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف صاحب سیالوی سے مناظرے میں شکست کھا کر چوکڑی بھول گئے۔ اور اہلِ سنت کی بجائے شیعہ حضرات پر برسنے لگے۔ اگرچہ بظاہر ان کی محاذ آرائی رافضیوں کے خلاف ہے۔ مگر موقع ملنے پر ان کے قابلِ ذکر رہنما، اب بھی حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اسی طرح زہر اُگلتے ہیں۔ جس طرح نجد و دیو بند کے اکابر کی عموماً عادت رہی ہے۔ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کے انکار کے بعد ان کا خصوصی مشغلہ سیدنا علی المرتضیٰ اور ان کے مقدس کنبے کے فضائل سے بغاوت پھیلانا ہے۔

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجھہ چوتھے خلیفہ راشد ہیں اور انجمن سپاہِ صحابہ خلفائے راشدین کی بڑی عقیدت مند بنتی ہے۔ مگر کس قدر افسوس کی بات ہے

کہ خلفائے راشدین کے دن سرکاری طور پر منانے اور منکرِ صحابہ کے لیے موت کی سزا کا مطالبہ کرنے کے باوجود انہیں خلیفہ چہارم رضی اللہ عنہ سے سخت بیر ہے۔ اپنی طرف سے ان کی ہر ممکن کوشش یہی ہوتی ہے کہ شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ کے فضائل دبانے بلکہ مٹانے کے بہانے تلاش کیے جائیں۔ یونہی ان کے باقی کنبے خصوصاً سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ انہیں شدید بغض ہے۔

یاد رہے، حضور ہادی کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے بارے میں دو گروہوں کی ہلاکت کی پیش گوئی فرمائی ہے۔ چنانچہ انہی سے ارشادِ عالی ہوا۔

اِنَّ فِیْکَ مَثَلاً مِّنْ عِیْسٰی اَبْغَضَتْہُ الْیَھُوْدُ حَتّٰی بَھَتُوْا اُمَّہٗ وَاَحَبَّتْہُ النَّصَارٰی حَتّٰی اَنْزَلُوْہُ بِالْمَنْزِلَۃِ الَّتِیْ لَیْسَتْ لَہٗ

(مشکوٰۃ، بحوالہ احمد)

ترجمہ: ’’(اے علی) تم میں حضرت عیسٰیؑ کی مثال ہے جن سے یہود نے بغض رکھا حتیٰ کہ ان کی ماں کو تہمت لگائی اور ان سے عیسائیوں نے محبت کی حتیٰ کہ انہیں اس درجہ میں پہنچا دیا جو ان کا نہیں تھا‘‘۔

محبت میں حد سے گزرنے کی بنا پر جو ہلاک ہوتے ہیں، ظاہر ہے رافضی ہیں۔ اور بغض کے ساتھ جو تباہ و برباد ہوتے ہیں یقیناً خارجی ہیں، جن کے تازہ ترین ایڈیشن کا ایک ’’شوخ‘‘ باب ’’انجمن سپاہِ صحابہ‘‘ ہے۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی محبت میں یہ زیادتی کہ انہیں خدا، نبی، سب نبیوں سے افضل یا سب صحابہ سے برتر مان لینا یقیناً اپنے اپنے درجے کے مطابق ہلاکت کا سبب ہے مگر اس کے برعکس ان کے متعدل اور جائز محبت بھی ضروری ہے بلکہ ایمان کی پہچان ہے۔ اگر کوئی اس کریم کی محبت سے خالی ہے تو

حدیثِ پاک کی رو سے منافق ہے۔ چنانچہ ارشادِ نبوی ہے:

لَایُحِبُّ عَلِیًّا مُنَافِقٌ وَلَایُبْغِضُهٗ مُؤْمِنٌ .(احمد، ترمذی)

ترجمہ: ''علی سے منافق محبت نہیں کرتا اور ان سے مومن بغض نہیں رکھتا''۔

خود حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

وَالَّذِیْ خَلَقَ الْجِنَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ اَنَّهٗ لَعَهِدَ النَّبِیِّ الْاُمِّیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَیَّ لَا یُحِبُّنِیْ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَّلَا یُبْغِضُنِیْ اِلَّا مُنَافِقٌ (مسلم)

ترجمہ: ''اس ذات کی قسم جس نے دانہ چیرا اور ہر جان کو پیدا کیا مجھ سے نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد فرمایا کہ مجھ سے محبت نہ کرے گا مگر مومن اور مجھ سے بغض نہ رکھے گا مگر منافق''۔

ماہنامہ خلافتِ راشدہ:

حضور محسنِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے واشگاف انداز میں خلافتِ راشدہ کی مدت تیس سال بیان فرمائی ہے اور یہ عرصہ حضرت سیدنا امامِ حسن رضی اللہ عنہ کی ششماہی خلافت پر ختم ہو جاتا ہے۔ انجمن سپاہِ صاحبہ نے اپنے ماہوار جریدے کا نام ہی ''خلافتِ راشدہ'' رکھا ہے۔ دیکھنے والا گمان کرتا ہے کہ یہ ماہنامہ خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم کی عظمتِ شان بیان کرنے کے لیے وقف ہے، مگر اس کے اندر کی تحریریں پڑھ کر سخت مایوسی ہوتی ہے۔ اس میں پہلے تین خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم کا ذکرِ خیر تو بڑے اہتمام سے ملتا ہے۔ مگر چوتھے اور پانچویں خلیفہ (رضی اللہ عنہما) کا برائے نام۔ بلکہ ان کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ چونکہ یہ اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم میں شامل ہیں لہٰذا ہر ممکن طریقے سے اسی طرزِ فکر کی نمائندگی کی جائے جسے ''خارجیت'' کی پہچان سمجھا جاتا ہے۔ ان کے بعد یہ لوگ

حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بہت خوش ہیں۔ ان کے فضائل کا پرچار ان کا اصل مقصود ہے پھر ان کا ناہنجار بیٹا ''یزید'' تو ان کا ''امیر المومنین'' ہے۔ ''شہادتِ حسین کانفرنس'' ان کے پروگرام سے باہر ہے، مگر لوگوں کو اکٹھا کرنے کے لیے اگر کبھی اس عنوان سے کوئی اجتماع منعقد کرلیں تو بھی اس میں سب کچھ ہوتا ہے' سواذکرِ حسین رضی اللہ عنہ شہید کربلا کے۔ (چنانچہ ''خلافتِ راشدہ'' کے اسی شمارے میں (جس کا ذکر ابتدائی سطور میں ہوا تھا، (یعنی بابت اکتوبر، نومبر ۱۹۹۳ء) شکر گڑھ کی ''شہادتِ حسین کانفرنس'' کی روداد بھی درج ہے۔ اس کو پڑھ کر ہی اندازہ فرمالیں اور چشم دید گواہوں سے سُن سکیں۔ تو بات بالکل کھل جاتی ہے۔ کہ سب کچھ ہوا مگر جس عنوان پر کانفرنس منعقد ہوئی، اس کے بارے میں ایک لفظ تک نہیں کہا)۔

''کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے سُورج لَوٹا تھا'':

مذکورہ شمارے کے صفحہ ۱۳ سے اس عنوان سے ایک مضمون شروع ہوا ہے۔ جو صفحہ ۱۶ کے تقریباً نصف پر ختم ہوتا ہے۔ گویا ساڑھے تین صفحات میں بڑا زور لگا کر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عظیم معجزے کے انکار پر خامہ فرسائی کی گئی ہے۔ مضمون کے عنوان سے بھی اور طرزِ تحریر سے صاف نظر آتا ہے کہ لکھاری کے نزدیک اس واقعے سے سیدنا حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ کی عظمت مترشح ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کے خلاف جو کچھ ہوسکتا ہے، ہونا چاہیے۔ اسی جذبے کا نام ''بُغض'' ہے۔ مگر سوچئے تو سہی، حضرت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی عظمت سے زیادہ اس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی قبولیت اور آپ کی محبوبیت کا اظہار بھی تو ہوتا ہے اور مزید ایمان وتوحید کی نظر سے دیکھیں تو قدرتِ خداوندی کا بہت بڑا ثبوت دکھائی دیتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں، اس واقعے کے تین پہلو ہیں۔

۱- جناب سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی بارگاہِ خدا اور رسول میں عزت و

جاہت اور منکرین کی نظر یہیں تک محدود ہے۔ (اسی لئے اسے ختم کرنے کے لیے ہر "حربہ" استعمال کرنے کی کوشش کی گئی ہے)۔

۲۔ حضور خواجۂ کونین رسولِ کُل صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ، چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ساری خلقت کے رسول ہیں کہ فرماتے ہیں:

اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَآفَّةً ۔(مسلم شریف)

ترجمہ: "میں سب مخلوق کی طرف رسول ہوں"۔

تو سورج بھی مخلوق میں شامل ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی ہوا۔ اور امتی پر اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرمانبرداری ضروری ہے۔ لہٰذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اسے سرِ تسلیم خم کر دینا چاہئے۔ اور حکم نہ دیں، خدا کی بارگاہ میں دعا کر کے اسے لوٹا لیں تو بھی آپ کی نبوت وحقانیت کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ "بُغضِ علی" نے اگر ان کی آنکھیں بند نہیں کر دیں تو عظمتِ رسول کا جو پہلو اس معجزے سے تعلق رکھتا ہے، بالکل ظاہر ہے۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ایک کلمہ گو کو ایسی منفی فکر اپناتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔ کیا خوب فرمایا ہے اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے:

ذکر روکے، فضل کاٹے، نقص کا جویا رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں اُمت رسول اللہ کی

کیا اب یہ سمجھنا مشکل ہے جیسے "مہرِ علی ہے مہرِ نبی" یونہی "بُغضِ علی ہے بُغضِ نبی" (صلی اللہ علیہ وسلم و کرم اللہ وجہہ)

۳۔ اب تیسرے پہلو کی طرف آیئے، یعنی قدرتِ خداوندی کی دلیل۔ جس ملک میں لوگ مدتوں سے دوسرے معبودانِ باطلہ کے ساتھ ساتھ چاند سورج کی پوجا بھی کرتے ہیں، اس میں چاند کے دو ٹکڑے کرنا اور ڈوبے سورج کو واپس لانا کسی

قدر ''توحید افروز'' ہوگا۔ کچھ تفصیل سے عرض کروں۔ لوگ پتھر کے بتوں کو خدا مانتے تھے، سچے خدا نے ان پتھروں سے اپنے نبی پر سلام کہلوا کر اور بتوں سے نبی کی تصدیق کرا کے مسئلہ صاف کر دیا۔ کفار درختوں کی پوجا کرتے تھے، خدا نے نبی ارشاد پر انہیں چلا کر ان کے معبود ہونے کی نفی کر دی۔ مشرک چاند کو لائقِ عبادت خیال کرتے تھے۔ خدا نے اپنے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے پر اسے دو ٹکڑے کر کے اس کی حقیقت واضح فرما دی۔ توحید نا آشنا سورج کے حضور بھی سجدہ ہائے نیاز لٹاتے تھے، خداوندِ کریم وقدیر نے اسے پابندِ تقریر ثابت کرنے کے لیے اپنے سب سے بڑے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرماتے ہوئے اسے غروب کے بعد لوٹا دیا۔

ہر معجزہ ''توحید'' اور توحید کے علمبردار نبی علیہ السلام کی صداقت کی دلیل ہوتا ہے۔ خاص معجزہ خاص دلیل اور بڑا معجزہ بڑی دلیل۔ تو اس قسم کے معجزات کا خواہ مخواہ انکار توحید، اسلام اور قرآن کی کونسی خدمت ہے۔ (اس پہلو کی مزید وضاحت کے لیے دورِ حاضر کے غالباً ذہین ترین عالمِ دین حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی علیہ الرحمۃ کی ایک تقریر ''عرفانِ ربی کی ناطق دلیل'' جو مقالاتِ کاظمی جلد ۳ میں شائع ہوئی ہے، کا حوالہ آگے دیکھئے)۔

یہاں یہ بھی عرض کر دوں' معجزے کے دو اہم مقصد ہوتے ہیں۔

۱۔ منکرین کے لیے اتمامِ حجت۔

۲۔ اہلِ ایمان کے لیے اطمینانِ قلبی۔

وہ معجزات جو کفار کے مطالبے پر دکھائے گئے۔ بہت حد تک اتمام حجت کے طور پر تھے، اور جو صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے رونما ہوئے، وہ ان کے لئے وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ . کی تفسیر بن گئے جیسے یہی رد الشمس کا معجزہ۔ (اس

کی تفصیل بھی مضمون کے آخر میں دیکھئے)۔

خلافت کی حقیقت:

دورِ حاضر کے جن لوگوں نے ''بُغضِ علی'' کے سبب اسے جعلی اور موضوع روایت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، انہوں نے ٹھنڈے دل سے اس پر غور ہی نہیں کیا۔ یہ معجزہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عظمت ہی کا پیامی نہیں، بلکہ اس سے خلافتِ راشدہ کی حقیقت و عظمت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

''خلافتِ آدم'' کیا ہے اور ''انسان'' کا اسلامی نقطۂ نظر سے کائنات کی وسیع و عریض مملکت میں مقام و مرتبہ کیا ہے؟ خلافت ''نیابت'' کو اور خلیفہ ''نائب'' کو کہتے ہیں۔ اس اعتبار سے حضرت آدم علیہ السلام کو خلافت سے سرفراز فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ انہیں دوسری مخلوق پر حاکم بنایا ہے مگر یہ منصب انہی کی ذات تک محدود نہیں بلکہ حضرتِ انسان کو نوع کے اعتبار سے باقی انواعِ مخلوق پر حکمرانی عطا فرمائی ہے۔ انسانوں میں جو شخص بھی خداوندِ کریم کا سچا فرمانبردار ہے۔ اپنی فرمانبرداری کے مطابق باقی مخلوق کے مقابلے میں خدا کا نائب ہے۔ چنانچہ حضرت انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاءِ عظام بھی اپنی اپنی شان کے لائق خداوندِ کریم کے خلفاء ہیں اور اپنی اپنی شان کے لائق دنیا کے حاکم (ومتصرف)، اگر انہیں باذن اللہ دنیا میں حاکم ومتصرف نہ مانا جائے تو خلافت کا مفہوم ہی کچھ نہیں رہتا۔ مختلف فرائض سرانجام دینے والے فرشتوں سے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرانے کا مقصد یہی تھا کہ واضح کر دیا جائے انسانِ کامل کا حکم، اللہ کا حکم ہے۔ (تفسیرِ عزیزی میں خلافتِ آدم کی متعلقہ آیات کی تفسیر میں تفصیل سے اس پر بحث فرمائی گئی ہے کہ خدا کا خلیفہ زمین و آسمان میں حاکم ومتصرف ہوتا ہے) انبیاء کرام علیہم السلام کو گناہوں سے اسی لئے معصوم بنایا گیا۔ ہے کہ ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہوتی ہے۔

انبیاءِ کرام خدا کے خلفاء ہیں تو حضور سرورِ انبیاء (علیھم الصلوٰۃ والسلام) خلیفۃ اللہ الاعظم ہیں یعنی ''اللہ کے سب سے بڑے خلیفہ ماذون''۔ اسی لئے آپ ساری مخلوق کے رسول ہیں اور ساری مخلوق پر آپ کی اطاعت واتباع فرض ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اللہ کے نائبِ مطلق ہونے کی حیثیت سے اللہ کی ساری مخلوق میں نافذ ہے، اسی طرح خلفائے راشدین (انبیاء کرام علیھم السلام کے سوا) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب امت پر اپنے اپنے دور میں نائبینِ مطلق ہیں۔ اور ہر شخص بلکہ ہر چیز پر ان کا فرمان جاری ہے۔

اوپر مذکور ہوا کہ انبیاءِ کرام علیھم السلام کے علاوہ اولیاءِ عظام بھی خداوندِ کریم وقدیر کے نائب ہیں۔ یہ ٹھیک ہے مگر ان کی نیابتِ خداوندی میں انبیاء کرام علیھم السلام واسطہ ہیں۔ لہٰذا اولیاء خدا کے بھی نائب ہوتے ہیں۔ اور انبیاء (علیھم الصلوٰۃ والسلام) کے بھی۔ مگر انبیاء علیھم السلام صرف اللہ کے نائب ہیں۔ اولیاء کی نیابت جتنی بھی بلند اور مضبوط ہو، خلفاءِ راشدین کی نیابت کے درجے کو نہیں پہنچ سکتی۔ خلفاءِ راشدین اپنی اپنی خلافت پر فائز ہونے کے دوران اسی طرح گناہوں سے محفوظ ہیں جس طرح انبیاءِ کرام علیھم السلام یقینی طور پر گناہوں سے معصوم ہیں اور جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اللہ ذوالجلال کا حکم ہے۔ یونہی خلفاءِ راشدین کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے اور ساری امت پر (بلکہ ساری مخلوق پر جیسا کہ اوپر بھی واضح ہو چکا) لاگو ہے۔ اس سلسلے میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دریائے نیل کے نام خط لکھنا اور زمین پر کوڑا مار کر جذب شدہ تیل کو باہر نکلوانا دو روشن دلیلیں ہیں۔ (جیسا کہ ان کی کرامات میں مذکورہ ہیں)۔

اگر اسی وضاحت کو ذہن نشین کرلیا جائے تو جس طرح ان دو واقعات سے خلافتِ راشدہ کی عظمت و حقیقت کا پتہ چلتا ہے۔ سورج کے پلٹنے سے خلافتِ راشدہ کی عظمت و حقیقت کیوں واضح و نمایاں نہیں ہوتی؟۔ اگر انسان سچے دل سے خلفائے راشدین کا غلام ہو تو جن باتوں سے خلافتِ راشدہ کی برتری کا پہلو نکلتا ہے۔ انہیں خواہ مخواہ جھٹلانا کتنا غلط دکھائی دیتا ہے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی یہ دونوں کرامات ان کے دورِ خلافت سے تعلق رکھتی ہیں جبکہ سورج پلٹنے کا واقعہ بہت پہلے کا ہے جب کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی دنیا میں جلوہ افروز تھے اور دورِ خلافت کا آغاز بھی نہیں ہوا تھا۔ اس سلسلے میں گزارش ہے کہ بلاشبہہ یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے دورِ حیاتِ ظاہرہ کا ہے۔ تاہم کیا یہ ممکن نہیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا اس واقعے سے ایک مقصد خلافتِ راشدہ کی عظمت دِکھانا بھی ہو۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مختلف طریقوں سے اپنے خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنھم کی (خلافت کی) طرف اشارہ کرتے رہے تھے۔ مثلاً ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند کنکریاں اپنے ہاتھوں میں لیں تو ان کنکریوں نے آپ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھی جس کو تمام حاضرین نے سنا۔ پھر آپ نے وہ کنکریوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھ دیں۔ اب بھی کنکریوں نے تسبیح پڑھی جس کی آواز کو سب حاضرین نے سنا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کنکریاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھ دیں۔ اب بھی کنکریوں کی تسبیح پڑھنے کی آواز حاضرین نے سنی، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کنکریاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھ دیں۔ ان کے ہاتھ میں بھی کنکریاں تسبیح پڑھتی رہیں جس کی آواز کو حاضرین نے سنا۔ (ظاہر ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اس موقعے پر موجود نہیں ہوں گے) پھر دوسرے صحابہٗ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں پر فرداً فرداً وہ کنکریاں رکھیں مگر کسی کے ہاتھ سے بھی تسبیح کی آواز سنائی نہ دی"۔ (خلافتِ راشدہ)

یہ گویا ایک طریقہ تھا اپنے خلفاءِ ثلاثہ کے تعارف کا۔ (اور ان کی خلافتِ راشدہ کی عظمت و حقانیت ظاہر کر کے ان کی اطاعت کا راز سمجھانے کا)۔ جیسے ان حضرات کی خلافت یوں ثابت کی گئی، کیا یہ ممکن نہیں کہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی خلافتِ راشدہ کا اظہار کسی اور طریقے سے کیا گیا ہو جیسا کہ یہی ردالشّمس کا واقعہ، سورج لوٹانے کے اس واقعے سے ایک اور طرح بھی خلفاءِ راشدین کی عظمت کا نقش اُبھرتا ہے۔ خلیفہ چہارم کی نمازِ عصر رہ گئی اور سورج لوٹایا گیا۔ جس شخصیت کی ایک نماز کا ضائع ہونا قدرت کو پسند نہیں، اس نے تقریباً چوبیس سال پہلے تین خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں کیونکر ادا کیں۔ کیا اب قدرت (معاذ اللہ) بے بس ہوگئی تھی۔ دوسرے الفاظ میں ردالشّمس کا یہ واقعہ پہلے تین خلفاء کی صداقت و حقانیت کا بھی بیّن ثبوت ہے، جس کی عظمت کا انجمن سپاہِ صحابہ کو بھی کھلا اقرار ہے۔

غنیۃ الطالبین کا حوالہ:

ماہنامہ "خلافتِ راشدہ" کے مضمون نگار نے سب سے پہلے حضور سیّدُنا غوثِ اعظم شیخ سید عبدالقادر قدس سرہ سے منسوب کتاب "غنیتہ الطالبین" سے "ایک تاریخی پیرا" نقل کیا ہے جس میں شیعہ عقائد بیان فرمائے گئے ہیں۔ جہاں تک اس کے نفسِ مضمون کا تعلق ہے یقیناً گستاخانِ صحابہ کے ایسے ہی فضول اعتقادات ہیں اور ان میں بعض نے حضرت شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ کو نبی، بلکہ عام نبیوں سے افضل بلکہ خدا تک کہہ دیا ہے۔ ایسے لوگ محبّ مفرط (محبت میں حد سے بڑھنے والے ہیں) اور اپنے عقیدے کے مطابق گمراہی کے مختلف درکات میں گرے

ہوئے ہیں۔ بعض جن کے یہ عقائد ہیں، حدِ کفر تک پہنچے ہوئے ہیں۔

جہاں تک ''غنیتہ الطالبین'' کا تعلق ہے، سب محققین اس بات پر متفق نہیں ہیں کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی تصنیف ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی اور علامہ عبدالعزیز پرہاروی جیسی شخصیات بھی اس نسبت سے مطمئن نہیں ہیں۔

جب ایسے جلیل القدر فضلا بھی اسے حضور غوث اعظم قُدِسَ سِرّہ' کی کتاب تسلیم کرتے ہوئے ہچکچاتے ہیں۔ تو اس سے استدلال بھی زیادہ یقینی رہ جاتا۔

بہرحال مضمون نگار، ابومحمد جھنگوی صاحب کے نزدیک یہ حضرت ہی کی تصنیف ہے تو اس کی ایک اور عبارت میں ملاحظہ فرمالیں۔ جس میں اولیاءِ کرام کے تصرفات پر دادِ تحقیق دی گئی ہے مقامِ ولایت پر فائز ہونے والے کو فرماتے ہیں۔

''پس اس وقت تم اسرارِ علوم (خصوصاً) علومِ لدنی اور اس کے عجائب وغرائب پر امین ہو جاؤ گے۔ تکوین اور خرقِ عادات تمہاری طرف لوٹایا جائے گا اور یہ ایسی قدرت ہے جو اہلِ ایمان کو جنت میں حاصل ہوگی۔ تمہاری یہ حالت ہوگی گویا مرنے کے بعد آخرت میں زندہ کیے گئے ہو اور یوں سراپا قدرت بن جاؤ گے۔ (فَتَکُوْنَ کلیتك قدرہ) تم اللہ تعالیٰ کے (خصوصی کرم کے) ساتھ سنو گے۔ اللہ کے ساتھ بولو گے، اللہ کے ساتھ دیکھو گے، اللہ کے ساتھ پکڑو گے، اللہ کے ساتھ سعی کرو گے، اللہ کے ساتھ سمجھو گے۔ (تَسْمَعُ بِاللّٰہِ وَ تَنْطِقُ بِاللّٰہِ وَ تَبْصِرُ بِاللّٰہِ وَ تَبْطِشُ بِاللّٰہِ وَتَسْعٰی بِاللّٰہِ وَ تَعقِلُ بِاللّٰہِ''۔ (غنیة الطالبین ص ۸۳۳)

قرآن کا طرزِ تردید:

جھنگوی صاحب نے غنیتہ الطالبین کا حوالہ بھی ''ظاہر ہے'' اسی لئے دیا ہے کہ شیعہ لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تعریف میں حد سے بڑھ جاتے ہیں۔

اسی غرض سے آگے جا کر اس نے معین کاشانی (شیعہ شاعر) کی ایک نظم کے چند شعر درج کر کے ان کا ترجمہ بھی دیا ہے۔ ان اشعار میں فی الواقع بہت زیادہ غلو (اور مبالغہ) ہے۔ اس مضمون میں اس سے کچھ پہلے ان مولویوں کی ''جہالت'' کا رونا بھی رویا ہے۔ جو بڑے دلاویز طریقے سے آستین اوپر چڑھا کر اور سینہ پھلا کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان بیان کرتے ہیں۔ (نہ جانے جھنگوی صاحب نے انہیں ہمارے مولوی کیوں کہا ہے، ان کے ہوتے تو انہی کی طرح بُغضِ علی سے بھرے ہوتے)۔ معلوم ہوتا ہے کہ لکھاری کو مضمون لکھنے کی ضرورت بھی اسی لئے ہوئی ہے کہ لوگ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف کرتے ہیں اور وہ ہرگز اس صورتحال کو برداشت نہیں کرتا۔ لہٰذا اس کے نزدیک ضروری ہے جن روایات سے حضرت حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ کی شانِ عظمت نمایاں ہوسکتی ہے۔ موضوع اور جعلی ثابت کی جائیں۔ قرآنِ حکیم پر غور کریں تو اس نے اس اندازِ تردید کی ہرگز حوصلہ افزائی نہیں کی۔ مثلاً دیکھئے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا اور خدا کا بیٹا کہتے ہیں اس لئے کہ وہ مُردے زندہ کر دیتے تھے۔ مگر قرآنِ حکیم نے اس کے جواب میں مسیح علیہ السلام کے خدا ہونے کا تو رد کیا۔ ان کے فضائل وکمالات خصوصاً مُردوں کو زندہ کرنے کا خود اثبات کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے کلام ہی نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کے میلاد، پنگھوڑے کے کلام، تصرفاتِ عجیبہ وعلم غیب اور سیرت و کردار کا حال بیان فرمایا ہے۔ اگر قرآنِ حکیم ان کی عظمت کے شواہد پیش نہ کرتا تو دنیا ان کے بارے میں بہت سی بدگمانیوں میں مبتلا رہتی۔ یہی انداز' حدیث کا ہے۔ اسی سے ہمیں سبق سیکھنا چاہئے، ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کے انکار پر کمربستہ نہیں ہونا چاہئے۔ البتہ شیعہ لوگوں نے حد سے مبالغہ کر کے جوان کی شان میں باتیں اپنی طرف سے گھڑ لی ہے۔ ان کو غلط ثابت کرنا چاہیے، کسی روایت پر آپ کو

اعتراض ہے تو محض تحقیق کی روشنی میں اس پر تبصرہ کیجئے نہ کہ خلیفۂ راشد سے بُغض رکھ کر اسی دوزخ میں پہنچیں جہاں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گستاخ پہنچتے ہیں۔

آپ کو شیعہ شاعر سے کد ہونا چاہئے کہ اس نے از حد غلو کیا ہے مگر کیا کبھی اکابرِ اہلِ سنت کی تحریریں بھی ملاحظہ فرمائیں جن میں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اظہارِ عقیدت کیا گیا ہے اور کبھی آپ نے بھی ایسی روایات پیش کیں۔ یہ تو بعد کی باتیں ہیں۔ آیئے صحاحِ ستہ بلکہ صحیحین کی چند روایات ہی دیکھ لیں اور فیصلہ کریں کہ ان کی روشنی میں حضرت شیرِ خدا رضی اللہ عنہ سے مسلمان کو کس قسم کی عقیدت ہونی چاہئے۔

۱۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور خواجۂ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجھہ سے فرمایا:

اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْن مِنَ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ۔

(بخاری، مسلم)

ترجمہ: ”تم مجھ سے اس درجے میں ہو جو ہارون کو موسیٰ سے تھا بجز اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں“۔

۲۔ حضرت سہیل ابن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا:

لَاُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الراية غَدًا رَجُلًا يَفْتَحَ اللهُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللهُ وَ رَسُوْلُهٗ فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّاس غَدوا عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُوْنَ اَنْ يعطاهَا فَقَالَ اَيْنَ عَلِيُّ ابْنِ اَبِیْ طٰلِبٍ۔

ترجمہ: ''کل میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا، وہ اللہ رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ صبح ہوتے ہی لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے سب کو جھنڈا ملنے کی اُمید تھی۔ تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی ابن ابی طالب کہاں ہے''۔

(بخاری، مسلم)

۳۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ عَلِیًّا مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِیُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ ۔

ترجمہ ''علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں اور وہ ہر مومن کے ولی ہیں''۔

اس کے ساتھ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی روایت درج ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ (احمد، ترمذی)

ترجمہ: ''جس کا میں مولا، اس کے علی مولا''۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ اپنی کتاب ''تحفہ اثناعشریہ'' میں ''تعصباتِ شیعہ'' کے تحت ان کے تیرھویں تعصب میں شیعہ کا ایک جھوٹا الزام بیان کرتے ہیں کہ اہلِ سنت کو حضرت علی اور ان کی اولادِ پاک سے سخت بغض ہے پھر اس کا تحقیقی جواب دیتے ہوئے چاروں اماموں (ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد بن حنبل) رضی اللہ عنہم کی محبتِ اہل بیت کے بہترین ثبوت ہیں۔ آخر میں نتیجہ نکالتے ہیں۔

''اہلِ سنت کا مدار شریعت اور طریقت پر ہے اور انہی دو باتوں کی بنا پر وہ کسی کو

سردار مانتے ہیں، شریعت میں بڑے لوگ چاروں فقیہ ہیں اور طریقت میں بڑے لوگ تصوف کے سلسلوں کے مورث۔ ان دونوں گروہوں کا رجوع اہلِ بیت کی طرف ہے اور ان ہی کے خوانِ فیض سے بچا بچایا حاصل کرتے ہیں تو بُغضِ اہلِ بیت کی نسبت اہلِ سنت کی طرف کرنا ایسا ہے جیسا محسوس چیزوں کا انکار اور اجتماعِ اضداد کا دعویٰ"۔

اس جواب میں حضرت شاہ صاحب قبلہ نے حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے اٹھارہ شعر نقل کیے ہیں۔ چند شعر درج ذیل ہیں:

یـا اهـل بیت رسـول الله حبکـم
فـرض مـن الله فـی الـقـران ا نزلـه
یـکـفیـکـم مـن عظیم الفخر اتکم
مـن لـم یصـل علیکم لا صلوٰة له

ترجمہ: "اے رسول اللہ کے اہلِ بیت، تمہاری محبت اللہ نے قرآن میں فرض فرمائی ہے۔ تم کو یہ بڑا فخر ہی کافی ہے کہ جو تم پر درود نہ پڑھے، اس کی نماز نہیں ہوتی (نماز میں درود پڑھنا حضرت امام شافعی کے نزدیک فرض ہے)"۔

اذا فتشـوا قـلبـی اصـابـویـه
سـطـربـن قـد خـطـا بلا کـاتـب
الـعـلـم و التـوحـیـد فـی جـانـب
وحـب اهـل بیـت فـی جـانـب

ترجمہ: "جب لوگ کریدیں گے میرے دل کو تو اس میں دو سطریں لکھی ہوئی پائیں گے۔ علم و توحید، ایک جانب اور حُبِّ اہلِ بیت دوسری

جانب''۔ اسی میں کثیر عزہ کے شعر ہیں جو اس نے نواصب کے خلاف لکھے ہیں۔

لعن اللہ من یسب حسینا

اَو اَخَاء من سوقته و امام

ورمی اللہ من یسب عَلِیًّا

بِصدام و اَزْلَق وَ جَذَمٍ

ترجمہ: ''لعنت کرے اللہ اس پر جو گالی دیتا ہے حسین کو اور ان کے بھائی کو رعایا سے، حالانکہ وہ امام ہیں۔ اور مارے خدا اس شخص کو صدموں سے نفرتوں سے اور جذام سے جو گالی دیتا ہے حضرت علی کو رضی اللہ عنہ''۔

حضرت شاہ ولی اللہ پر نوازشات:

حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ القوی پر جھنگوی بہت برسے ہیں اور ایک غیر معروف شخص حکیم فیض عالم صدیقی کے حوالے سے اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ علماءِ دیو بند کی عجیب حالت ہے بلکہ منکرین کی اکثر یہی کیفیت ہوتی ہے کہ نہ ماننے پر آئیں تو بڑے سے بڑے کی بھی نہ مانیں اور ماننے پر مائل ہوں تو کسی ہیچمدان کو قبلہ وکعبہ بنالیں۔

دل نہ آئے تو گل و لالہ کی رنگینی بھی ہیچ

اور آجائے تو کانٹوں سے بہل جاتا ہے دل

جن فضائل کا آج کے دیو بندی انکار کرتے ہیں ان میں اکثر ان کے اکابر کی [illegible] میں مذکور ہیں۔ ان کے نزدیک ان کے اکابر حکیم الامت، قاسم العلوم و [illegible]ات، امام الہند، قطب عالم، غوثِ اعظم، حجۃ اللہ فی الارضین ہیں مگر جب

ان کی کتابوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور، علم غیب اور اختیار و تصرف وغیرہ کا حوالہ دیں تو نہیں مانتے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر نجد و دیو بند کے سپوت انصاف کا دامن تھامیں، تو موجودہ زمانے کی فرقہ واریت جو اسلام کے لیے سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ بہت حد تک کم ہوسکتی ہے، جہاں ان لوگوں کو شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے نام کا استحصال کرنا ہو ورنہ وہ ان کے امام، ہادی پیشوا سب کچھ ہیں اور جہاں ان کی بات خلافِ طبع ہو وہاں بے رحمانہ تنقید، کتنی غلط کتابیں اور کتنے ہی فاسد عقائد ان سے منسوب کردیے اس لئے کہ بہرحال ان کی علمی عظمت کا عالمگیر شہرہ ہے۔ یقین نہ آئے تو کالجوں اور یونیورسٹیوں کی نصابی کتب جنہیں اکثر ایسے ہی مصنفین نے لکھا ہے، کا مطالعہ کریں اور پھر ان کی اپنی تصانیف کو سامنے رکھیں۔ بالکل متضاد صورتحال نظر آئے گی ان تعلیمی اداروں کے شاہ ولی اللہ، عرس کے مخالف، استمداد اولیا کے منکر، یہاں تک کہ یارسول اللہ کہنے سے بھی ناراض نظر آتے ہیں مگر اصل شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کی اپنی کتابوں انفاس العارفین، فیوض الحرمین، درالثمین، الانتباہ وغیرہ میں سب کچھ وہی ہے جو اہلِ سنت (اولیاءِ کرام کے نیاز مند) مانتے ہیں۔

بہرحال آپ کسی دیوبندی عالم سے پوچھ دیکھئے، شاہ ولی اللہ اور حکیم فیض عالم صدیقی کے علم و فضل میں کیا کوئی باہمی نسبت ہے تو اُمید ہے وہ خود بھی حکیم صاحب کا نام تک بھی نہیں جانتا ہوگا، پھر ان کی تنقید سے حضرت ولی اللہ محدث علیہ الرحمۃ کی تحقیق کو بے بنیاد ثابت کرنے کی کوشش کتنی شرمناک حرکت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ خلفاءِ راشدین اور خلافتِ راشدہ کی حقیقت پر جو کتاب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ''ازالۃ الخفاعن خلافۃ الخلفا'' لکھی ہے۔ اپنی مثال آپ ہے ردِ شیعہ میں شاید اس سے زیادہ زبردست اور مفید کتاب نہیں ملتی۔ شاہ صاحب قبلہ نے عجیب انداز میں اسے تحریر فرمایا ہے، یونہی ان کے بعد ان کے بلند قدر

وارث اور سجادہ نشین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے ''تحفہ اثناء عشریہ'' جیسی لاجواب کتاب لکھی۔ ان کے علاوہ بھی اس موضوع پر ان کی علمی کاوشیں قابلِ داد ہیں۔ مگر ان حضرات کا ''سپاہِ صحابہ'' کی نظر میں بہت بڑا قصور یہ ہے کہ انہوں نے خارجی نقطۂ نظر سے شیعہ کا ردِ عمل نہیں لکھا، بلکہ سنی پیشواؤں کی طرح اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کے فضائل وکمالات کا بھی اقرار کیا ہے۔ اگرچہ ساتھ ہی گستاخانِ صحابہ کے مکروفریب کا ہر پہلو آشکار فرمایا ہے۔

کس قدر غضب کی بات ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے نزدیک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نمازِ عصر ڈوبے ہوئے سورج کے پھر نمودار ہونے پر ہوئی اور اگر یہ روایت درست ہے (جیسا کہ یقیناً ہے اور آگے ثبوت بھی آرہا ہے) تو خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور معجزے سے ایسا ہوا، مگر صدیقی صاحب کا ''اجتہاد'' پھر بھی نماز کے ادا ہونے کی اجازت نہیں دے رہا۔ اللہ کا نبی دعا مانگے، اللہ قبول فرمائے۔ اور پھر نماز پڑھی جائے تو کس مسلمان کو اس کی بروقت ادائیگی میں شبہ ہوسکتا ہے ایمان کی نظر سے دیکھو تو سارے صحابہ جو اس وقت موجود تھے۔ اس عظیم شرف پر رشک کرتے ہوں گے اور خود سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو بھی اس نماز پر (جس کے لیے نظامِ کائنات میں تبدیلی کی گئی) انتہائی متشکرانہ مسرت ہوگی۔ مگر کور ذوق دشمن کیا جانے۔ بہرحال کتنی جسارت ہے کہ فتویٰ فروش ملا اس شرف کو شرف ہی نہیں جانتا۔

حضرت خواجہ کی رباعی:

جھنگوی صاحب نے مندرجہ ذیل رباعی پر بھی خاصا کرم فرمایا:

شاہ است حسین، بادشاہ است حسین
دین است حسین، دین پناہ است حسین

سر داد نہ داد، دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسین !!!

مشہور ہے کہ یہ رباعی حضرت خواجہ معین الدین چشتی غریب نواز رضی اللہ عنہ کی ہے (ایک کمزور سا قول ہے کہ معین الدین ہروی کی ہے۔ جیسا علما و صوفیہ اسے حضرت خواجہ کے حوالے سے ہی ذکر کرتے ہیں۔ چونکہ جھنگوی صاحب اس پر خارجیانہ تنقید کرنا چاہتے تھے اس لئے خواجہ صاحب کا نامِ پاک لینے کی جسارت کی بجائے شیعہ شاعر معین کاشانی سے اسے منسوب کر دیا ہے حالانکہ اس میں اور کاشانی کے مضمون میں زمین و آسمان کا فرق ہے رباعی کا جو ترجمہ اور تشریح جھنگوی صاحب نے کی ہے، ''انجمن سپاہِ صحابہ'' کی شعر فہمی کی کیا ہی روشن دلیل ہے، فرماتے ہیں۔

''شاہ بھی حسین ہیں، شہنشاہ بھی حسین ہیں اور دین پناہ بھی حسین ہیں۔ سر دے دیا لیکن یزید کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیا۔ اس لحاظ سے لاَ اِلٰہ کی بنیاد بھی حسین ہیں۔ یعنی حضرت علی تو اللہ کا مقام حاصل کر چکے ہیں اور دین حضرت حسین کا نام ہے۔ لاَ اِلٰہ کی بنیاد انہی سے قائم ہوئی (یعنی اس کلمہ میں جس الٰہ کی نفی کی گئی وہ یزید تھا) قارئین خود غور کریں تو معلوم ہو جائے گا۔ معین کاشانی نے الا اللہ کا اقرار پھر بھی نہیں کیا کیونکہ اس کے نزدیک تو سب کچھ علی تھے اور جو شخص مثبت کلمہ کا اقرار (الا اللہ کا قرار) نہیں کرتا وہ مسلمان نہیں ہو سکتا اور کاشانی صاحب اسے ہضم کر گئے''۔

ذرا سوچئے۔ جھنگوی نے سخن دانی کا کیا خوب مظاہرہ ''فرمایا'' ہے۔ مضمون کو کس انداز میں قتل کیا ہے اور کس مضحکہ خیز طریقے سے تشریح کا گلا گھونٹا ہے۔ آپ پاکستان کے کسی بھی مستند شاعر یا ادیب سے پوچھ لیجئے یہ ترجمہ ہے یا کسی ایسے خود

ناشناس کی ہرزہ سرائی جسے بُغضِ اہلِ بیت نے پاگل بنا دیا۔

میں نے اس سے پہلے بھی نظم ونثر کے دیوبندی ترجمے دیکھے ہیں خصوصاً اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے اشعار پر اعتراض کرتے ہوئے جو تشریح ان لوگوں نے کی ہے' حیرت ہوتی ہے کہ یہ جہالت کا کرشمہ ہے یا بغاوت کا۔ جو لوگ سیدھے سادھے اشعار بھی نہیں سمجھ سکتے۔ قرآن وحدیث سمجھنے کا دعویٰ کیونکر کر سکتے ہیں۔

اللہ کریم نے بظاہر بڑے روشن خیال' چابکدست اور فنکار قسم کے منافقوں کو لَا یَشْعُرُوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ لَا یَفْقَھُوْنَ (انہیں شعور نہیں' انہیں علم نہیں' انہیں سمجھ نہیں) جو فرمایا ہے تو اس قسم کے ترجمہ اشعار سے اس کی وجہ بالکل واضح ہو جاتی ہے۔

آیئے اب رباعی کا اصل ترجمہ تشریح دیکھئے:۔

شعر (۱) (عالموں اور عارفوں کے) بادشاہ حسین ہیں اور (صابروں اور مجاہدوں کے) سلطان بھی آپ ہی ہیں۔ دین (کے مبلغ' شارح او جاں نثار بھی) حسین ہیں اور دین کو (دشمنوں سے) بچانے والے بھی حسین ہیں۔

شعر (۲) آپ نے اپنا سر قربان کر دیا مگر یزید کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا (یعنی اس سے بیعت نہ کی) خدا کی قسم (یہی لا الٰہ الا اللہ کا تقاضا تھا اور یوں) حضرت امام توحید کی (اس مخصوص عملی تشریح کی) ایک بنیاد ہیں (جن کی مثال پر عمل کرتے ہوئے بڑے اماموں اور مجددوں نے اپنے اپنے وقت کے فرعونوں سے ٹکر لی) بِنا کا ترجمہ عمارت کیا جائے تو مراد ہوگی سیدنا امام حسین' توحید کی ایسی عمارت ہیں جس میں دین نے پناہ لی اور دینداروں نے)۔

افسوس ترجمہ کرنے والے کو علم نہیں کہ شعر کا وزن مخصوص اختصار کا متقاضی ہو جائے تو ایک دو لفظوں سے بھی کام چلا لیا جاتا ہے۔ لہٰذا لا الٰہ سے مراد پوری

توحید بلکہ پورا کلمہ ہے۔

قلندر جز دو حرف لا الٰہ کچھ بھی نہیں رکھتا

فقیہہ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا

جن لوگوں نے علمِ بیان پڑھا ہے جانتے ہیں کہ الحمد سے بعض دفعہ پوری سورۂ فاتحہ مراد ہوتی ہے اور یوں ہی قُلْ هُوَ اللہ سے عموماً سورۂ اخلاص (کہ یہ مجاز مرسل کی ایک صورت ہے' جزو کہہ کر کُل مراد لینا)

اقبال:

بہر حق در خاک و خوں خلیدہ است

پس بنائے لا الٰہ گردیدہ است

''چونکہ حضرت امام پاک خدا کی رضا کے لیے خاک وخون میں لوٹے ہیں، اس لئے توحید (کی مخصوص عملی تفسیر کی) بِنا بن گئے ہیں''۔

سند کی بحث:

جھنگوی صاحب نے رد الشمس کا انکار کرنے کے لیے اس کے راویوں پر بھی محدثین کی یک طرفہ جرح نقل فرمائی ہے۔ ایک ہی راوی کے بارے میں کسی کی منفی رائے ذکر کر دینا اور مثبت رائے چھوڑ دینا علمی بددیانتی ہے مگر جہاں بُغضِ اہلِ بیت نے ایمان ہی چٹ کر لیا ہو' وہاں علمی بددیانتی سے بچنے کی فکر کیسے اور کیوں ہو گی۔ یہاں صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں۔ جھنگوی صاحب ایک سند کے ایک راوی عبدالرحمٰن بن شریک کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ابو حاتم اس کی حدیث کو ردی کہتے ہیں۔ عبدالرحمان کا باپ شریک کوفہ کے شیعوں کا رئیس تھا۔ تمام محدثین نے بھی اسے ناقابل اعتبار قرار دیا ہے''۔ اب مثبت رائے ملاحظہ فرمایئے اور ''تمام محدثین والی بات کا جائزہ لیجئے''۔ وہ یہ کہ تقریب

ص۲۳۰ پر اسے ''صــــدوق'' (بہت زیادہ سچا) لکھا گیا ہے۔ میزان الاعتدال ج۲ ص۵۲۹ میں لکھا ہے (ترجمہ) اس کی توثیق کی گئی ہے اور امام بخاری علیــہ الــرضوان نے آداب میں اس سے روایت کی ہے نیز ابن حبان نے بھی ان کو ثقاہ (یعنی معتبر راویوں) میں شمار کیا ہے۔

اس مختصر سے مضمون میں جھنگوی صاحب کی خدا ترسی کے ایسے جلوے عام ہیں مگر ہم بات کو طول نہیں دینا چاہتے۔ اس معجزے کو بہت سی حدیثوں میں بیان کیا گیا ہے ان میں سے بعض کی سندات یقیناً کمزور ہوں گی۔ لہٰذا ہر سند پر الگ الگ نہ بحث مقصود ہے اور نہ اس کا زیادہ فائدہ۔ البتہ محدثین کے نقطۂ نظر سے یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ ''مشکل الاثار'' میں حضرت امام ابوجعفر طحاوی قدس سرہ کی بیان کردہ دو سندیں بالکل صحیح ہیں کیونکہ ان کے سب راوی ثقہ ہیں۔ ذیل میں مثال کے طور پر صرف ایک سند کے راویوں کا نام اور ان کے بارے میں محدثین کی رائے بیان کی جاتی ہے۔

۱۔ابوامیہ شیبانی دمشقی: ابن حبان نے ثقہ فرمایا۔ (تہذیب التہذیب)

۲۔عبداللہ بن موسیٰ العصی الکوفی: ثقہ ہے، صدوق ہے، حسن الحدیث ہے (کتاب الجرح والتعدیل)

۳۔فُضیل بن مرزو، ابن عُیینہ اور ابن معین نے ثقہ کہا شیعہ تھا مگر گالی دینے والا نہیں تھا۔ (میزان ج۳) امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **لا اعلم الاخیرا** (کتاب الجرح والتعدیل)

۴۔ابراہیم بن حسن بن حسن بن علی: **کرم اللہ وجھہ ورضی اللہ عنھم**۔ حافظ نورالدین ہیثمی نے ثقہ کہا۔ (رثاء الوفاء)

۵۔فاطمہ بنت حسین بن علی رضــــی اللہ عــنھــم۔ ''تہذیب التہذیب''

اور ''تقریب'' میں انہیں ثقہ کہا۔ (اگر شہسوارِ کربلا کی لختِ جگر بھی معتبر نہیں تو اور کسے معتبر کہا جائے گا؟)۔

۶-حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا مشہور صحابیہ اور صحابہ رضی اللہ عنھم کے بارے میں فرمانِ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ ''میرے سب اصحاب عدول ہیں''۔

محدثین کی تصریحات:

''مشکل الاثار'' کی ان دوروایتوں کی پُرزور تائید وتوثیق جن محدثین نے فرمائی ہے۔ ان میں سے بعض کے اسماءِ گرامی۔

۱-قاضی عیاض مالکی رضی اللہ عنہ نے ''شفا شریف'' میں۔

۲-ملاعلی قاری علیہ الرحمۃ نے ''شرح شفا'' میں۔

۳-علامہ خفاجی نے ''شرح شفا'' میں۔

۴-حضرت امام جلال الدین سیوطی قدس سرہ اور

۵-حضرت امام سخاوی (ان کی تائید کا ذکر علامہ خفاجی نے بھی فرمایا ہے۔)

۶-ابن حجر عسقلانی نے ''فتح الباری'' (شرح بخاری) میں۔

۷-علامہ امام بدرالدین عینی نے ''عمدہ القادری شرح بخاری'' میں۔

۸-شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے ''مدارج النبوت'' میں

۹-علامہ شامی نے ''فتاوی شامی'' جلد اوّل میں

ابن جوزی اور ابن تیمیہ پر تنقید:

ان حضرات نے حضرت امام طحاوی رضی اللہ عنہ کی تائید ہی نہیں کی بلکہ اکثر نے کھلے لفظوں میں امام ابن جوزی علیہ الرحمۃ اور ابن تیمیہ کے انہیں

موضوع کہنے پر رد کیا ہے۔ یہاں صرف دو تین فیصلے درج کئے جاتے ہیں۔

۱- علامہ خفاجی ''شرح شفا'' میں فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''امام سیوطی اور سخاوی فرماتے ہیں کہ ابن جوزی نے اپنی ''موضوعات'' میں بڑی زیادتی کی ہے کہ بہت سی صحیح حدیثوں کو بھی موضوع قرار دے دیا ہے۔ ان کی اس زیادتی اور بے احتیاطی کی طرف امام ابن الصلاح نے بھی اشارہ فرمایا ہے''۔

۲- امام ابن حجر عسقلانی ''فتح الباری'' میں فرماتے ہیں:

''ابن جوزی نے اسے موضوعات میں ذکر کر کے غلطی کی ہے۔ یونہی ابن تیمیہ نے کتاب ''الرد علی الروافض'' میں اسے موضوع کہہ کر خطا کی ہے''۔ (زرقانی)

۳- علامہ عبدالحئی لکھنوی کی رائے ملاحظہ فرمایئے۔

ترجمہ: ''محدثین میں بعض ایسے ہیں جو احادیث کی وضع' ابطال اور ضعف کا حکم لگانے میں بہت افراط مبالغہ کر جاتے ہیں۔ جیسے ابن جوزی' ابن تیمیہ' جوزقانی اور صنعانی وغیرہ'' (اثبات علم الغیب بحوالہ حاشیہ الرفع والتکمیل)

الحمد للہ ابو محمد جھنگوی کے اس دعوے کی قلعی کھل چکی ہے کہ حضرت اسماء والی روایت میں جتنی بھی سندات ہیں' ((ان)) میں کئی کئی راوی نامعتبر ہیں۔

دیوبندی شیخ الحدیث کی رائے:

جھنگوی صاحب کو حضرت ابن جوزی کا بڑا اسہارا ہے۔ لیجئے اس سارے دیوبند کے شیخ الحدیث کا فتویٰ۔ جناب انور شاہ صاحب کشمیری اپنی شرح بخاری یعنی ''فیض الباری'' جلد ۴ میں ''فرماتے'' ہیں:

ترجمہ: ''پھر بیشک ابن جوزی نے (رجم قردہ) کی حدیث کو اور اسی طرح مسلم کی دو حدیثوں کو موضوعات میں داخل کر دیا ہے اور بیشک

اصحابِ طبقات نے تصریح فرمائی ہے کہ ابن جوزی تیزی کی سواریوں پر سوار ہے اس لئے کثرت سے غلطیاں کرتا ہے۔(داکب علی مطابا العجلة فیکثر الاغلاط)اور میں نے دیکھا کہ اس میں یہ مصیبت بھی ہے کہ ایسی صحیح حدیثوں کو بھی رد کر دیتا ہے جو اس کی عقل وفکر کے خلاف ہوتی ہے''۔

ایک اور اہم فیصلہ:

ایک اور دیوبندی فاضل کا فیصلہ ملاحظہ فرمایئے۔ یہ ہیں جناب سید محمد بدر عالم مہاجر مدنی صاحبِ ''ترجمان السنہ''۔وہ بڑے اہتمام سے اس حدیثِ پاک کو کتاب کی جلد چہارم میں ۱۳۳۸ نمبر پر درج ''فرماتے'' ہیں۔ہم یہاں کچھ اختلاف کے باوجود انہی کا ترجمہ اور حاشیہ نقل کرتے ہیں۔حدیث کے متن کے ساتھ ہی اس کی سند پر جو عربی میں بحث کی ہے۔اس کا بھی اُردو میں ترجمہ ساتھ ہی کر دیا گیا ہے۔

ترجمہ:''اسماء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقامِ صہبا میں ظہر کی نماز پڑھی اور نمازِ عصر سے فارغ ہو کر حضرت علیؓ کو بلایا (حضرت علی نے ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی) جب وہ تشریف لائے تو آپ نے ان کی گود میں اپنا سر مبارک رکھا (اور آپ کی آنکھ لگ گئی) حضرت علیؓ نے آپ کو بیدار کرنا پسند نہیں کیا (اور تیسری جلد میں گذر چکا ہے کہ اسی طرح انبیاء علیھم السلام کو خواب سے بیدار نہ کرنے کا دستور تھا) یہاں تک کہ آفتاب قریب الغروب ہو گیا (اور عصر کی نماز کا وقت نکل گیا) جب آپ کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ حضرت علیؓ کی نمازِ عصر کا وقت جاتا رہا تو آپ نے دعا فرمائی، خدایا تیرا بندہ علیؓ تیرے نبی کی خدمت میں تھا اور اس کی نمازِ عصر جاتی رہی

تو آفتاب کو پھر مشرق کی جانب لوٹا دے۔ اسماءؓ بیان کرتی ہیں کہ آفتاب اتنا لوٹ آیا کہ اس کی دھوپ پہاڑوں پر اور زمین پر پڑنے لگی۔ اس کے بعد حضرت علیؓ اُٹھے اور وضو فرما کر عصر کی نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد آفتاب غروب ہوا۔ یہ واقعہ مقام صہباء کا ہے۔ (مشکل الاثار) امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ اس باب کی سب حدیثیں علاماتِ نبوت میں داخل ہیں۔ احمد صالح کہتے ہیں کہ جس شخص کا مشغلہ علم ہو، اس کے لیے اس حدیث کو حفظ کرنے سے غفلت کرنی نہ چاہیے۔ کیونکہ یہ آپ کی نبوت کا ایک بہت بڑا معجزہ ہے اور فرمایا کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں اور ہر راوی اپنے شیخ سے بلاواسطہ روایت کرتا چلا آیا ہے۔ یہاں ابن جوزی کا اس حدیث کو معلول کرنا کچھ قابلِ التفات نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ ابن الجوزیؒ نے اور اسی طرح حافظ ابن تیمیہ نے اس پر موضوع ہونے کا حکم لگا دینے میں غلطی کی ہے''۔

(حاشیہ) اس حدیث میں حضرت یوشع علیہ السلام کے ''معجزہ'' حبسِ شمس سے بڑھ کر آپؐ کا ایک معجزہ ردِ شمس کا منقول ہے۔ ''ترجمان السنہ'' جلد سوم میں ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اگر قدرتی طور پر سو جاتے تھے تو ان کو بیدار نہ کرنا یہ اُمتوں کا ایک مستقل دستور تھا۔ اور جب کسی شرعی عذر سے نماز جاتی رہے تو قدرت اس کی تلافی اور اپنے رسول کی اظہارِ عظمت کی خاطر اگر کوئی معجزہ دکھائی دے تو یہ بالکل ممکن ہے۔ معجزات کا ظہور مشیتِ الٰہیہ اور اس کی حکمت پر موقوف ہے۔ اس لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ جہاں کہیں آپ کی نماز کے قضا ہونے کا ذکر آئے وہاں اس قسم کے کسی معجزہ کا ظہور بھی لازم ہو۔

واضح رہے کہ حضرت یوشع علیہ السلام کے لئے حبس شمس کا معجزہ تو ''صحیح

بخاری'' سے ثابت ہے اس میں تو کسی کو کلام کرنے کی گنجائش ہی نہیں لہٰذا عقلی اور تاریخی اور علمی ہیت کے جتنے اعتراضات یہاں پیدا ہوں، ان کا جواب پہلے وہاں سوچ لیجئے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ پر کیا تعجب ہوسکتا ہے۔ جبکہ آپ کے معجزات میں سے ایک شق القمر بھی ہے ظاہر ہے کہ رد الشمس، شق القمر سے زیادہ عجیب نہیں ہے۔ جب وہ مسلم ہو چکا تو اس میں بھی تردد کی کوئی وجہ نہیں۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ بعض کج فہم جماعتوں ((جیسے سپاہِ صحابہ از مرتب)) نے جب اس کو حضرت علیؓ کے فضائل میں شمار کر کے اس کی صحیح نسبت ہی کو مسخ کر ڈالا تو جو محدثین ان کی تردید کے درپے ہوئے انہوں نے اس حدیث ہی کو پھیکا کرنے کی سعی کی۔ پھر یہ اسی ایک حدیث پر موقوف نہیں، بلکہ فضائل کی جتنی حدیثیں اس سلسلہ میں آئی ہیں وہ سب اس بحث و تمحیص کے چکر میں پڑ گئی ہیں۔ لیکن جب مستند محدثین اس کو صحیح شمار کر رہے ہوں تو پھر آپ کے انصاف کا پلہ ان منکرین ہی کی طرف کیوں جھکتا ہے؟ کیا یہ اسی اصول پر مبنی نہیں کہ جہاں کسی معجزہ کے باب کی حدیث میں دو پہلو نظر آئیں، وہاں اسی پہلو کو ترجیح دے دی جائے۔ جس میں اس معجزہ کا انکار نکلتا ہو...... حدیث کے مطالعہ کرنے والوں پر یہ مخفی نہیں ہے کہ جب روافض و دیگر اقوام نے حضرت علیؓ وغیرہ کے مناقب میں بے سروپا احادیث نقل کرنا شروع کیں تو ان کے مقابلے میں بعض تیز مزاج محدثین نے کچھ صحیح احادیث کو بھی لپیٹ میں لے لیا ہے''۔

((ترجمان السنۃ جلد ۴ صفحہ ۱۶۰، ۱۶۱ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور))

اس حاشیے میں سے جو عبارت ہم نے نقل نہیں کی، اس میں مولانا نے اپنے ترجمے کی توجیہہ کی ہے یعنی کہ غابت کا ترجمہ ''غروب ہوگیا'' کی بجائے ''قریب الغروب ہوگیا'' کیوں کیا گیا ہے۔ بہرحال انہیں یہ تسلیم ہے کہ شرعی نظر میں عصر کا وقت گویا ختم ہوگیا تھا لہٰذا ہم اصل لفظی ترجمے کے قائل ہونے کے باوجود یہاں زیادہ

بحث میں اُلجھنا مناسب نہیں سمجھتے۔ کیونکہ علمائے دیو بند میں شامل ہونے کے باوجودان کا یہ اندازِ بیان یقیناً لائقِ صد تحسین ہے۔ ذرا خیال کیجئے ایک یہ دیوبندی ہیں جو''انجمن سپاہِ صحابہ'' کے نام اور خلافتِ راشدہ کی غلامی کا دعویٰ کر کے بھی خلیفۂ راشد کے خلاف صف آراء ہیں اور ایک عظیم صحابی جو اہلِ بیتِ اطہار میں شامل ہونے کا شرف بھی رکھتے ہیں کی فضیلت کا انکار کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ دوسری طرف یہ مولانا ہیں جنہوں نے نہایت صفائی اور وضاحت کے ساتھ مذکورہ حدیث کو صحیح بھی مانا اور خارجی ذہنیت کا پردہ بھی چاک فرما دیا۔ فرمایئے جو کچھ اس مضمون کی ابتداء میں تفصیل سے کہا گیا ہے، خود ایک دیوبندی فاضل کے قلم سے آپ نے اس کی تائید نہیں ملاحظہ فرمائی؟۔

اسی ''ترجمان السنہ'' سے دو مزید اقتباس ملاحظہ ہوں۔

۱۔''حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے''شرح نخبۃ الفکر ''میں لکھا ہے کہ ہمارا کسی حدیث پر موضوع کا حکم لگانا بھی قطعی نہیں ہوتا بلکہ صرف اپنے علم پر مبنی ہوتا ہے''۔(ص۹۶)

۲۔''یہاں اگر ایک طرف حاکم کے متعلق صحیح احادیث میں تساہل کی شہرت ہے تو دوسری طرف شدت پسندی میں ابن جوزی کی شہرت بھی اس سے کم نہیں حتیٰ کہ بعض بخاری کی حدیثوں پر بھی انہوں نے وضع کا حکم لگا دیا ہے اس لئے یہاں بھی محدثین کو ان حدیثوں کو علیحدہ ذکر کرنا پڑا ہے جو درحقیقت صرف ابن جوزی کے مزاجی تشدد کی بنا پر موضوعات کی فہرست میں درج کر دی گئی ہیں''۔

غزالیٔ دوراں کا ارشاد:

غزالی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی علیہ الرحمۃ جو اپنے دورِ آخر کے غالباً ذہین ترین عالمِ دین تھے،''عرفانِ ربانی کی ناطق دلیل''

میں اسی معجزے پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''کسی نے مجھ سے کہا کہ بھئی تم نے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھا دیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک نماز قضا ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج واپس کر دیا مگر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز قضا ہوگئی تو سورج واپس نہیں آیا کیونکہ غزوۂ خندق کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی نمازیں قضا ہوگئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قضا نماز کے لیے تو سورج واپس نہیں آیا۔

میں نے کہا بھئی یہ بات نہیں کیونکہ غلاموں کا جو کمال ہوتا ہے وہ غلاموں کا نہیں ہوتا بلکہ آقاؤں کا ہوتا ہے۔ مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ عنہ غلام ہیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ ان کی قضا نماز کے لیے سورج کا واپس آنا، یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کمال نہیں بلکہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ہے۔

یہ سوال کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قضا نماز کے لیے سورج واپس کیوں نہیں آیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ تمام قیامت تک آنے والے مومنوں کے لیے اُسوۂ حسنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ قرآن کہتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (۲۱: سورۃ الاحزاب)

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قضا نماز کے لیے ڈوبا ہوا سورج واپس آتا تو قیامت تک کے مسلمانوں کی قضا نماز کے لئے سورج واپس آتا اور یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہوتا بہرحال مجھے کہنا یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قضا نماز کے لیے میرے آقا حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کو اشارہ فرمایا تو ڈوبا ہوا سورج واپس آ گیا۔

میرے دوستو! کیا یہ ڈوبا ہوا سورج واپس نہیں آیا؟ آپ نے اس حقیقت پر غور کیا؟ درحقیقت سورج بھی خدا کی دلیل ہے مگر ایسی خاموش دلیل کہ لوگ سورج پوجتے رہے۔ اس دلیل کو دعوی بناتے رہے مگر سورج کچھ بولا ہی نہیں۔ لیکن حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان ہے کہ جو خاموش دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں آئے وہ ناطق ہو جاتی ہے تو سورج نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے پر واپس آ کر گویا نطق کیا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے سچے رسول نہ ہوتے تو میں اشارے سے کیسے واپس آتا"۔ (مقالاتِ کاظمی، جلد سوم)

تین سوالات:

آخر میں ان تین سوالات کی طرف آیئے جو جھنگوی صاحب کے نزدیک بڑے معرکۃ آلآرا ہیں اور جنہوں نے بقول ان کے ایک مولوی صاحب کو لا جواب کر دیا تھا۔ انصاف کی رو سے دیکھا جائے تو مندرجہ بالا تحریر کی روشنی میں ان کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ بہت حد تک شُبہات کا اِزالہ ہو چکا ہے۔ تاہم اتمامِ حجت کے طور پر انہیں اور ان کے جوابات بھی ملاحظہ فرما لیجئے۔

"۱- احادیث کی کتبِ صحاح ستہ میں سے کسی کتاب کا حوالہ دیں جس میں یہ واقعہ درج ہو۔

۲- قیامت کی بڑی بڑی نشانیوں میں احادیث کی رو سے ایک نشانی سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کی خبر ہے۔ اس واقعہ میں بھی سورج مغرب سے طلوع ہوا لیکن قیامت ابھی تک نہیں آئی۔ آخر کیوں؟ تسلیم کریں کہ یہ واقعہ غلط ہے یا پھر ثابت کیا جائے کہ قیامت کی نشانی والی حدیث غلط ہے۔

۳- حضرت علیؓ کی نماز فوت ہونے کا ذکر تو واقعہ میں ہے جب کہ حضور صلعم بھی

ساتھ تھے ان کی نماز کا ذکر نہیں ہے کہ انہوں نے نماز کب اور کیسے پڑھی اور جب حضورؐ نے نماز ادا کی تھی اس وقت حضرت علی کہاں تھے؟''۔

جوابات:

ا-سوال کو کچھ آگے جا کر جھنگوی صاحب نے پھر دہرایا ہے۔ان کے بقول:

''ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ائمہ حدیث امام مالک، مصنفینِ صحاح ستہ اور اصحابِ مسانید و سنن اور حسن احادیث کے جامعین کا اپنی کتابوں میں اسے درج نہ کرنا اس بات کا بڑا ثبوت ہے کہ ان سب کے نزدیک یہ من گھڑت ہے''۔(البدایہ ص ۸۰)

اس سلسلے میں بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے کیونکہ روایت کے پرکھنے کا یہ کوئی حتمی معیار ہی نہیں۔ ہوسکتا ہے ''بخاری'' و ''مسلم'' کی کوئی روایت جرح و تعدیل کے پیمانوں پر پوری نہ اُتر سکے اور اس کے مقابلے میں حدیث کی بعض ایسی کتابوں جو صحاح ستہ تک میں شامل نہیں میں درج شدہ کوئی روایت ہر کسوٹی پر پوری اُترے۔

یہاں ہم اپنی طرف سے کچھ کہنے کی بجائے، کیوں نہ شیخ محقق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ رحمہ (۲) کا جواب ہی نقل کر دیں۔آپ

---

(۱)۔(۱)-قاری محمد طیب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند اپنی کتاب ''کلمۂ طیبہ'' میں فرماتے ہیں: ''کتاب وسنت کے اندر رہنے کا معیار اتنا تنگ نہیں ہے جتنا ان حضرات نے خیال فرمایا ہے سنتِ نبوی کا ذخیرہ صرف بخاری و مسلم یا صحاح ستہ تک محدود نہیں۔ بلکہ ان کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے''۔ص ۱۴۳

(۲)-دیوبندی حضرات کے مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب آپ کی کتاب ''ماثبت من السنہ'' کے اردو ترجمہ ''مومن کے ماہ وسال'' کے مقدمے میں فرماتے ہیں: ''اس کتاب کے مصنف حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام ہی اس کتاب کے مستند معتبر اور بلند پایہ ہونے کی ضمانت ہے''۔(۴) مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی جو اہلِ حدیث کہلانے والوں کے جید عالم ہیں لکھتے ہیں: مجھ عاجز کو علم و فضل اور خدمت علم حدیث اور صاحبِ کمالاتِ ظاہری و باطنی ہونے کی وجہ سے حُسنِ عقیدت ہے۔آپ کی کئی ایک تصانیف میرے پاس موجود ہیں جن سے بہت سے علمی فوائد حاصل کرتا رہتا ہوں''۔(تاریخ اہلِ حدیث)۔

''مدارج النبوت'' ج ۲ میں فرماتے ہیں:

''مخفی نہ رہے کہ ان کا (یعنی بعض افراد کا) یہ کہنا کہ کتبِ صحاح میں (حدیثِ مذکورہ) کا ذکر نہیں کیا گیا۔ یہ بات قابلِ غور وفکر ہے کیونکہ جب امام طحاوی احمد بن صالح، طبرانی اور قاضی عیاض رحمہم اللہ تعالیٰ اس کی صحت اور اس کے حسن ہونے کے قائل ہیں اور انہوں نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے تو اب یہ کہنا کہ کتبِ صحاح وحسان میں ذکر نہیں کیا گیا درست نہ ہوگا اور لازم نہیں ہے کہ تمام ہی احادیثِ مبارکہ کتبِ صحاح وحسان میں ذکر ہوں''۔

(مدارج النبوت، جلد ۲ صفحہ ۳۱۰ مطبوعہ شبیر برادرز، ۴۰-اردو بازار، زبیدہ سنٹر، لاہور)

۲-جب دو حدیثوں کے مضمون میں کچھ اختلاف نظر آئے تو محتاط و مؤدب علما اس طرح دونوں کا مطلب تلاش کر لیتے ہیں کہ تضاد اُٹھ جاتا ہے اس کوشش کا نام تطبیق ہے۔ (یعنی ایک دوسرے کو باہم مطابق کرنا) مگر فتنہ پرور لوگ ایڑی چوٹی کا زور لگا کر انہیں متضاد ثابت کرتے ہیں اور پھر جھنگوی صاحب کی زبان میں کسی ایک کا انکار کر کے پھولے نہیں سماتے۔ ذرا ملاحظہ فرمائیں سوال کا لہجہ ''تسلیم کریں کہ یہ واقعہ غلط ہے یا پھر ثابت کیا جائے کہ قیامت کی نشانی والی حدیث غلط ہے''۔

ارشاداتِ نبوی کے بارے میں غلط ہونے کا امکان دیوبند کے سپوتوں کے ذہن میں ہی آسکتا ہے۔ ورنہ دل کی گہرائی سے کلمہ پڑھنے والے مسلمان اس کا فرانہ فکر کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر بُغضِ اہلِ بیت نے ایمان کے ساتھ ساتھ عقل کا بھی صفایا نہیں کر دیا تو قیامت کی نشانی والی حدیث میں قطعاً ڈوبے ہوئے سورج کے پھر طلوع کرنے کا کہیں ذکر تک نہیں۔ وہاں تو سورج کے صبح کے وقت مشرق کے بجائے

مغرب کی طرف سے طلوع ہونے کا ذکر ہے اور یہ وہ وقت ہوگا جب توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ صبح کے وقت سورج کا خلافِ معمول طلوع ہونا اور ہے اور شام کے وقت ڈوب کر دعا سے اس کا واپس لایا جانا قطعاً دوسری بات ہے۔ حیرت ہے جسے صبح و شام کا فرق بھی ملحوظ نہیں وہ حدیث کے اسرار کھولنے کا مدعی ہے۔ اور خود جہالت کی ظلمات میں کھو کر علما کو للکار رہا ہے۔

آیئے ایک اور پہلو سے بھی اس معجزے پر غور کریں۔ بعض ایسے خلافِ معمول اور بظاہر خلافِ عقل واقعات جو ہمارے عقائد میں داخل ہیں۔ ان کے لئے بعض اوقات پوری طرح ماننے کے باوجود دل ہی دل میں اطمینان حاصل ہونے کا مؤدّبانہ سا مطالبہ ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مُردہ پرندے زندہ کرنے کا واقعہ بصیرت افروز ہے۔ آپ نے عرض کی۔

رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی

ترجمہ: ''اے میرے رب مجھے دکھا دے کیونکر تُو مُردے زندہ کرے گا''۔

رب تعالیٰ نے فرمایا: اَوَلَمْ تُؤْمِن

''کیا تجھے یقین نہیں'' (کہ رب مُردے زندہ کر سکتا ہے)۔

ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا۔

بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِی

''کیوں نہیں، لیکن اس لئے (چاہتا ہوں) کہ میرا دل مطمئن ہو جائے''۔

(البقرۃ:۲۶۰)

آنکھوں سے مشاہدہ کر کے دل مطمئن ہو جاتا ہے۔ اور انسان علم الیقین سے ترقی کر کے عین الیقین پر فائز ہو جاتا ہے۔

اب دیکھئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، ارحم الرحمین کے مظہرِ

کامل ہیں اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کی شانِ رحمت کا دستور یہ ہے۔

"کسی نے مانگا نہ مانگا وہ جھولی بھرتے گئے"۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بتائی کہ (ایک صبح) سورج مشرق کے بجائے مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا۔ سب مخلص مومنوں کا اس پر ایمان ہوگیا مگر رحمتِ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی طرف سے اطمینانِ قلب کا مطالبہ کئے بغیر خود ڈوبا سورج دعا سے واپس پھر کر اہلِ ایمان کو یہ (اطمینانِ قلب کی) دولت مہیا فرمادی۔ ہاں منافقوں کا معاملہ برعکس ہے۔

فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا

ترجمہ: "ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھائی"۔

میں نے عرض کیا ہے۔

سناتے کیا ہو آیاتِ شفا پڑھ پڑھ کے منکر کو
نبی کے بُغض کا بیمار اچھا ہو نہیں سکتا!

یہ واقعہ جو قیامت کی ایک نشانی کے بارے میں دل کو اطمینان سے سرشار کرنے والا ہے، عقلِ عیار اور علمِ بیمار نے اسی کو اس کے مقابل لا کھڑا کیا ہے گویا دلیل اور دعویٰ کو متضاد ثابت کرکے ایک کو مان کر دوسرے کے انکار کی پٹی پڑھائی جارہی ہے۔

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجی است

یہی نام نہاد تضادات ہیں جن میں دیوبند پہلے دن سے اُلجھا ہوا ہے۔ رسالت، توحید کی دلیل ہے اور کمالاتِ رسالت، کمالاتِ توحید ہی کا پرتو ہیں مگر چشمِ احول (ایک کو دو دیکھنے والی نظر) نے کمالاتِ رسالت کے انکار پر ہی اپنی توحید کی بنیاد رکھی ہے۔

حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا علمِ غیب اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے کی روشن ترین دلیل ہے اور مومن ان دونوں حقیقتوں کو کھلے دل سے تسلیم کرتا ہے مگر منافق کو دیکھو اسے شرک ثابت کرنے کے لیے کیا کیا نکتہ آفرینیاں کرتا ہے۔ یہی صورتِ حال ہے جس کا ذکر قرآنِ پاک نے درج ذیل آیتِ مقدسہ میں کیا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَ یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا ○ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا ○ (النساء)

ترجمہ: ’’وہ جو اللہ اور رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کر دیں اور کہتے ہیں کہ ہم کسی پر ایمان لائے اور کسی کے منکر ہوئے اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے بیچ میں کوئی راہ نکالیں، یہی ہیں ٹھیک کافر اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے‘‘۔

بات کہاں سے کہاں نکل گئی۔ عرض یہ کر رہا تھا کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے معجزہ ردالشمس کا ایک نہایت اہم پہلو سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کی قیامتی نشانی کے بارے میں اطمینانِ قلب عطا کرنا تھا۔ حق یہ ہے کہ کئی دوسرے معجزات میں بھی یہ پہلو موجود ہے مثلاً قیامت کی دوسری نشانیوں کے سلسلے میں ایک حدیث کے آخر سے چند الفاظ کا ترجمہ یوں ہے:

’’اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، قیامت اس وقت تک ہرگز نہیں آئے گی جب تک کہ درندے انسانوں سے باتیں نہ کرنے لگیں‘‘۔ (احمد)

گویا درندوں کا انسانوں سے باتیں کرنا قیامت کی نشانی ہے تو کیا اگر مخالف کو کسی حدیث میں درندے کا کسی انسان سے باتیں کرنے کا ذکر مل جائے تو اسی طرح آسمان سر پہ اٹھالے گا اور اسی طرح کی منطق بھگارے گا جیسے اس سوال میں ہے کہ دو حدیثوں میں سے معاذ اللہ ایک ...... ہے۔ چلو یوں نہ سہی مگر جہاں ایک ہی حدیث میں یہ دو باتیں جمع ہو گئیں وہاں کیا کرے گا۔ کیا ایک حصہ مان لے گا دوسرا چھوڑ دے گا چنانچہ اس حدیثِ پاک کا یہی حال ہے۔ اب اس ساری کا ترجمہ پیش کرتا ہوں۔

''ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک بھیڑیے نے کسی بکری پر حملہ کیا اور اس کو جا دبایا۔ چرواہے نے اس کا پیچھا کیا اور بکری کو اس سے چھڑا لیا۔ بھیڑیا دم دبا کر بیٹھ گیا اور یوں بولا: او چرواہے! تجھ کو خدا کا خوف نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو رزق عطا فرمایا تھا۔ اور تُو نے اس کو مجھ سے چھین لیا۔ یہ سُن کر چرواہا کہنے لگا کیسے تعجب کی بات ہے کہ ایک بھیڑیا دم دبا کر کس طرح انسانوں کی طرح باتیں کر رہا ہے۔ بھیڑیے نے جواب دیا ''میں تجھ کو اس سے بڑھ کر ایک اور عجیب بات سناتا ہوں اور وہ یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یثرب میں لوگوں کو وہ خبریں بتا رہے ہیں جو گزر چکی ہیں۔ چرواہا اپنی بکریاں ہانکتا ہوا مدینہ میں پہنچا اور ان کی ایک کنارہ میں کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ سے سارا ماجرا عرض کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لیے حکم دیا۔ چنانچہ اعلان کر دیا گیا کہ نماز تیار ہے۔ اس کے بعد آپ تشریف لائے اور اس گنوار سے فرمایا ''ان لوگوں کو بھی وہ بات سنا دو''۔ اس نے جو واقعہ دیکھا تھا، من وعن سب سے بیان کیا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''یہ سچ

کہتا ہے، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، قیامت اس وقت تک ہرگز نہیں آئے گی جب تک کہ درندے انسانوں سے باتیں نہ کرنے لگیں اور جاندار تو درکنار آدمی کے چابک کا پھندنا اور اس کے جوتے کا تسمہ بھی اس سے باتیں کرے گا، بلکہ خود انسان کی ران یہ بتائے گی کہ اس کے جانے کے بعد اس کی بی بی نے کیا کیا ہے۔(مسند احمد) ''بیہقی'' اور ''ترمذی'' کی روایت میں اتنا اضافہ اور ہے کہ: وہ چرواہا یہودی تھا۔ یہ ماجرا دیکھ کر وہ مسلمان ہوگیا۔ بھیڑیئے نے کہا ایک بات اس سے بھی عجیب تر ہے کہ ایک شخص جو کھجوروں کے باغ میں دو سنگستانوں کے درمیان واقع ہے(یعنی مدینہ طیبہ میں) تم کو گذشتہ اور آئندہ کی خبریں دے رہا ہے۔ بیہقی کہتے ہیں کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں''۔ (ترجمان السنہ ج۴)

حدیثِ پاک کے مضمون پر غور فرمایئے، کس وضاحت سے قیامت کی نشانی کے طور پر درندوں کا انسانوں سے بولنا مذکور ہوا۔ اور اس سے پہلے اس طرح بولنے کا عملاً ظہور بھی ہوگیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چرواہے سے مسلمانوں کو یہ واقعہ سنانا بھی ایک ان کے اطمینانِ قلب کے لیے ہے۔ (ہماری یہ مجال کہاں کہ بہت سی حکمتیں سمجھ سکیں)۔

صاحبِ ''ترجمان السنہ'' نے جو حدیثِ پاک کے متن و ترجمہ کے نیچے حاشیہ دیا ہے، وہ بھی بہت سے فلسفیوں، منطقیوں اور جھنگوی صاحب جیسے محققوں کے لئے قابلِ غور ہے:۔

''گزشتہ جلدوں میں آپ بہائم (یعنی چوپائیوں) کے کلام کی چند حدیثیں پڑھ چکے ہیں۔ ہمارے نزدیک جس دور میں حیوانات کا ارتقائی حرکت سے انسان بن جانا

قابلِ تسلیم حقیقت ہو، وہاں حیوانات کی صرف زبان کا ارتقا کوئی تعجب کی بات نہیں رہنی چاہئے۔ بالخصوص جبکہ حیوانات میں طوطا اور مینا جیسے جانوروں میں اب بھی اس صلاحیت کا ثبوت ملتا ہے، مگر تعجب کہ یہاں جو انسان حیوانات کی ذات میں ارتقاء پر ایمان لاسکتا ہے، وہی ان کی آوازوں کی ارتقا پر مذاق اُڑاتا نظر آتا ہے۔ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَا اَکْفَرَہٗ۔

حدیثِ مذکور میں اس قسم کے خوارقِ عادات پر تعجب کرنے والوں کے لئے اس بھیڑیے کی تقریر قابلِ یادداشت ہے کہ جب ایک انسان رسالت کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کے اثبات میں گزشتہ و مستقبل کے واقعات کے دفاتر کھول کھول کر بیان کرتا ہے تو پھر اس عجیب حقیقت کی تصدیق کر لینے کے بعد دوسرا واقعہ کونسا ہے جس کی تصدیق کرنا اس سے بھی عجیب تر ہے۔

بے شک الوہیت اور رسالت کا تسلیم کرنا سب سے عجیب بات کی تصدیق کرنا ہے اور اگر یہ عجیب بات کچھ وجوہات کی بنا پر قابلِ تسلیم ہے تو پھر ایک یہی معجزہ نہیں جتنے اور بعید سے بعید معجزات ہیں' ان کی تصدیق کرنے میں بھی کوئی تردد نہیں ہونا چاہئے جیسا کہ شبِ معراج کے سفر پر جب مشرکینِ مکہ نے مذاق اُڑایا تو صدیقِ اکبر نے ان کو یہی مسکت جواب دیا تھا کہ جب ہم آسمان کی خبروں پر آپ کی تصدیق کر چکے تو بیتِ مقدس کا سفر ایک زمین ہی کی خبر ہے، اس کی تصدیق کرنے میں ہم کو کیا تامل ہوسکتا ہے۔ حدیثِ بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو بات اس وقت خوارقِ عادت میں شامل تھی، وہ قُربِ قیامت میں عادات میں داخل ہو جائے گی۔

۳- تیسرا سوال اس سائل کی ذہنی فضا کی ظلمتوں کو واشگاف کرنے کے لیے کافی ہے۔ بُغضِ حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ نے اس حد تک بصیرت ضائع کر دی ہے کہ بصارت پر بھی اس کا اثر نظر آرہا ہے۔ (حدیثِ پاک جس کا ترجمہ اوپر درج

ہو چکا ہے) میں یہ الفاظ صاف موجود ہے۔ وَقَدْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ۔ (ترجمہ: "حال یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز ادا فرما چکے ہیں")۔ ((لیکن جھنگوی دیوبندی نے لکھا کہ))

"جبکہ حضور صلعم بھی ساتھ تھے، ان کی نماز کا ذکر نہیں ہے کہ انہوں نے نماز کب اور کیسے پڑھی"۔

کتنا فضول اور غلط سوال ہے۔ عصر کی نماز ہے تو عصر کے وقت پڑھی اور جیسے سفر میں پڑھا کرتے تھے پڑھی، اس میں کون سی بات تشریح طلب ہے مگر کیا کیا جائے۔ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ("لوگوں کے سینوں میں وسوسے ڈالتا ہے") کا تقاضا یہی ہے کہ ماننے کی بجائے اسی قسم کے الفاظ سے شبہات پیدا کئے جائیں اور اپنی طرح دوسروں کے سینے بھی تاریک کر دیے جائیں یعنی

"خود تو ڈوبے ہیں صنم، تجھ کو بھی لے ڈوبیں گے"

سوال کا آخری حصہ کہ:

"جب حضورؐ نے نماز ادا کی تھی، اس وقت حضرت علی کہاں تھے؟"۔

بھی اسی ایمان نا آشنا فطرت کا ظہور ہے۔ جو شخص انسانی حاجات کی گونا گونی سے واقف ہے، ایسا فضول سوال نہیں کر سکتا۔ کیا ایسا کبھی نہیں دیکھا کہ انتہائی متقی انسان جو نمازِ با جماعت کا سختی سے پابند ہو، عین نماز کے وقت کسی جسمانی پریشانی یا ناگزیر صورتِ حال سے دوچار ہو گیا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ خود حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام بھیجا ہو، پھر یہ بھی شرعی مسئلہ ہے کہ سفر کے دوران نماز تو فرض ہی رہتی ہے، البتہ جماعت کے ساتھ ادا کرنا واجب نہیں رہتا۔ اس حال میں کہ یہ سفر خود ہادی کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ ہے، ان بے چاروں کو چودہ صدیاں بعد بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نماز فکر مند کئے ہوئے ہے۔ کیا خود

حضرت علی کرم اللہ وجھہ کو یا حضور سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات کو تم سے اس نماز کا زیادہ فکر نہیں تھا؟ یقیناً حضرت علی کرم اللہ وجھہ الکریم کو فکر تھا مگر نماز سے بھی بڑی سعادت ہے حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت۔ اس واقعے کی بعض حکمتیں اِسی مضمون میں مذکور ہو چکی ہیں، ایک بہت بڑی حکمت یہ نظر آتی ہے کہ ایمان والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے طرزِ عمل سے مقامِ رسالت کے آداب سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ ایمان والوں کو اس سے بڑی روشنی مل رہی ہے۔ دیکھیے اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ بارگاہِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کرتے ہیں:

مولیٰ علی نے واری تیری نیند پر نماز!!
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جاں اس پہ دے چکے
اور حفظِ جاں تو جانِ فروضِ غرر کی ہے
ہاں تو نے ان کو جان، انہیں پھیر دی نماز
پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

حدیثِ پاک کے یہ الفاظ کتنے ایمان افروز، حقیقت آموز، بصیرت اندوز اور باطل سوز ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّ عَبْدَکَ عَلِیًّا اِحْتَبَسَ بِنَفْسِہٖ عَلٰی نَبِیِّکَ فَرُدَّ عَلَیْہِ الشَّمْسَ۔

ترجمہ: ''اے اللہ تیرا بندہ علی تیرے نبی کی خدمت میں تھا تُو آفتاب کو پھر

مشرق کی جانب سے لوٹا دے''۔

(کس قدر ناز ہے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے محب پر، اپنے رب پر، عظمتوں سے نوازنے والے پر، جلّ جلالہٗ فصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم)

یہاں ایک اور بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ کہ فصیح و بلیغ کلام میں ایجاز و اختصار بہت پسندیدہ سمجھا جاتا ہے، اسی بنا پر قرآنِ پاک میں بھی محذوفات ہیں اور اس کے بعد حدیثِ پاک میں۔ ان محذوف الفاظ تک پہنچنا اہلِ علم و نظر کو دشوار نہیں ہوتا۔ اب اگر کوئی شخص اپنی نادانی سے محذوف کلام کا اندازہ نہیں کر سکتا تو اسے آیت یا حدیث کا انکار کرنے کی بجائے خود اپنی جہالت کا ماتم کرنا چاہئے (تاکہ یوں اہلِ ماتم کے ساتھ اپنی فطرت ہم آہنگی کا اظہار بھی کر سکے) ہم نے حدیث کا ترجمہ دیوبندی فاضل کے قلم سے اسی لئے درج کیا ہے کہ انصاف سے دیکھ سکیں، کتنے قوسین استعمال کئے گئے ہیں جو حدیث کے مخفی گوشوں کی وضاحت کے لیے ضروری تھے۔

مزید تسلی کے لیے سابق مہتمم دار العلوم دیوبند مولانا قاری محمد طیب صاحب کے ارشادات بھی دیکھ لیجئے۔ آپ اپنی کتاب ''کلمۂ طیبہ'' میں ''فرماتے'' ہیں:

۱۔ ''ظاہر ہے عدمِ ذکر عدمِ شی کو مستلزم نہیں ہوتا''۔ (ص ۵۸)

(یعنی ذکر نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ شے بھی موجود نہیں)

۲۔ ''ظاہر ہے کہ عدمِ ذکر یا ہماری لاعلمی اس کے عدمِ ثبوت کی دلیل نہیں ہو سکتی، بالخصوص ہماری لاعلمی نہ کوئی شرعی حجت ہے نہ عقلی''۔ (ص ۱۰۸)

۳۔ ''مطالبۂ دلیل کے سلسلہ میں دلیلِ خاص کا مطالبہ ہی اصولاً ناجائز ہے کہ فلاں چیز کی دلیل مثلاً قرآن ہی سے پیش کی جائے، یا حدیث ہی سے لائی جائے

تا بعملِ صحابہ چہ رسد" (۱۰۹)

۴۔ "فضائل میں خالص ضعیف حدیث بھی معتبر ہے"۔ (ص ۵۰)

(نوٹ: دیوبندی تحریر کی نقل میں "ﷺ"، "صلعم" یا "رض" یہاں استعمال کیا گیا ہے اس لئے کہ نقل مطابقِ اصل ہو۔ ورنہ یہ بدعتِ سَیِّئہ ہے، احبابِ اہلسنت پورا جملہ صلی اللہ علیہ وسلم یا رضی اللہ عنہ لکھا کریں۔ الغرض

سورج اُلٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک

اندھے منکر دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

☆☆ "ابوحاتم اس کی حدیث کو ردی کہتے ہیں۔ عبدالرحمان کا باپ شریک کوفہ کے شیعوں کا رئیس تھا۔ تمام محدثین نے بھی اسے نا قابل اعتبار قرار دیا ہے"۔

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارے سے چاند چیر دیا   ڈوبے ہوئے خور (سورج) کو پھیر دیا
گئے ہوئے دن کو عصر کیا   یہ تاب وتواں تمہارے لیے

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا اُلٹے قدم
تیری اُنگلی اُٹھ گئی ماہ کا کلیجہ چر گیا

رَدِّ شمس کے متعلق اہم فتویٰ

بنام

البراهین الساطعه لردّالشمس البازغه

مؤلف

ابوسعید مفتی محمد امین قادری
مُہتمم دارالعلوم امینیہ رضویہ، محمد پورہ، فیصل آباد

مرا ز پیر طریقت نصیحتی یاد است
که غیر یاد خدا هر چه هست بر باد است

انتساب

میں اس رسالہ کو امام اہل سنت، نبراس المحدثین، محدثِ اعظم پاکستان

حضرت علامہ مولانا **محمد سردار احمد** نور اللہ مرقدہٗ

بانی مرکزی دار العلوم جامعہ رضویہ

مظہرِ اسلام، جھنگ بازار، فیصل آباد

کے نامِ نامی اسمِ گرامی سے منسوب کرتا ہوں

جن کی ذاتِ مقدسہ نے

پورے ملک میں عشقِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی شمعیں روشن کیں

ابوسعید غفرلہٗ

تقریظ

از عاشقِ مدینہ حضرت علامہ الحاج الحافظ محمد احسان الحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
صدر المدرسین دار العلوم امینیہ رضویہ محمد پورہ فیصل آباد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ و السلام سے لے کر سید دو عالم، نورِ مجسم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک بکثرت پیغمبر اور متعدد رسول مخلوق کی ہدایت کے لئے بھیجے۔ (علٰی نبیّنا و علیھم الصلوٰۃ والسلام)

اور ان سب کو عظیم الشان معجزات عطاء فرما کر ان کی نبوت و رسالت کو ثابت فرمایا۔ ہمارے پیارے پیغمبر حضرت جناب احمد مجتبٰے محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ سب پیغمبروں کے بعد تشریف لائے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کے نور کو سب سے پہلے پیدا فرما کر آپ کو کائناتِ علوی و سُفلی کے لیے اصل الاصول اور مادۂ ایجاد قرار دیا۔ خود فرماتے ہیں:

"اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ"۔ (مدارج النبوت جلد دوم)

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا"

تو اصل وجود آمدی از نخست
دِگر ہرچہ موجود شد فرع تست

اسی بناء پر پیغمبرانِ عظام علیھم السلام کو جتنے معجزے عطاء ہوئے ان سب میں آپ کی ذاتِ ستودہ صفات واسطہ وذریعہ ہے۔امام شرف الدین بوصیری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

وکل ای اتی الرسل الکرام بھا
فانما اتصلت من نورہ بھم

ترجمہ: ''اور جتنے معجزے رسولانِ کرام لائے ہیں وہ سب کے سب آپ ہی کے نور کی بدولت ان تک پہنچے ہیں''۔ (قصیدہ بردہ شریف)

بلکہ رُسلِ کرام وپیغمبرانِ عظام علیھم الصلوٰۃ والسلام کو ملنے والے معجزاتِ قدیمہ بھی اور اُن کے علاوہ دیگر ہزارہا معجزاتِ جدیدہ بھی قدیرِ مطلق جل مجدہ' نے آپ کو عطاء فرمائے ہیں:۔

حُسنِ یوسف دمِ عیسٰی یدِبیضا داری
آنچہ خوباں همه دارند تو تنها داری

حدیث شریف میں ہے کہ سیدنا یوشع بن نون علٰی نبینا و علیھم الصلوٰۃ السلام جہاد فرمارہے تھے اور شام کا وقت قریب آگیا تو آپ نے سُورج کو مخاطب ہوکر فرمایا: اِنَّكَ مَامُوْرَةٌ وَاَنَا مَامُوْرٌ'' ۔ یعنی ''تو بھی حکم کا پابند ہے کہ غروب ہو جائے اور میں بھی حکم کا پابند ہوں کہ شام تک جہاد سے فارغ ہو جاؤں''۔ پھر آپ نے دعا مانگی: فَحَبَسَتْ عَلَیْهِ: ''تو سورج رک گیا''۔

(بخاری شریف ج ۲ص ۴۴۰، مسلم شریف ج ۲ص ۸۵، مشکوٰۃ شریف ص ۳۵۲)

محدثینِ کرام نے حبسِ شمس کے تین مفہوم بیان کیے ہیں۔

نمبر ۱: سورج اپنی جگہ ٹھہر گیا تھا۔

نمبر ۲: سورج آگے جانے کی بجائے پیچھے لوٹ آیا تھا۔

نمبر۳: سورج کی رفتار سُست ہوگئی تھی اور آپ نے سورج غروب ہونے سے پہلے مکمل فتح حاصل کر لی تھی۔ ان تین میں سے جو بھی مفہوم اختیار کیا جائے بہر حال یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ جل مجدہٗ نے نظامِ شمسی میں تبدیلی فرمادی تھی۔

جب حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے لیے اس قسم کی تبدیلی ہو چکی ہے تو محبوبِ اکرم باعثِ ایجادِ عالم حضرت جناب احمد مجتبیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ڈوبے ہوئے سورج کا واپس ہو جانا، ناممکن نہیں؟ جبکہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ نفس الامر میں واقع اور حدیث شریف سے ثابت ہو چکا ہے۔ اس حدیث کی مستند محدثین کرام نے تصحیح و تحسین فرمادی ہے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ سے انکار کرنا نری بدنصیبی و بدبختی ہے۔ اخی فی اللہ حضرت مولانا الحاج المفتی الصوفی ابوسعید محمد امین صاحب مہتمم مدرسہ امینیہ رضویہ محمد پورہ، فیصل آباد نے ردِّ شمس کے اثبات میں کتنا شاندار بیان قلمبند فرمایا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ موصوف کی یہ کوشش قبول فرمائے اور اہلِ اسلام کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق بخشے اور منکرین کی جانب سے پیش کردہ شبہات کی ظلمتوں سے محفوظ فرمائے۔

الفقیر محمد احسان الحق قادری رضوی غفرلہٗ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مشہور ومعروف معجزہ جس کو بزرگانِ دین علماءِ کرام واعظ اور نعت خواں حضرات اپنی اپنی محفلوں میں بیان کرتے رہتے ہیں اور مصنّفین اپنی کتابوں میں لکھتے چلے آئے ہیں۔ وہ یہ کہ ایک مقام پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عصر کی نماز ابھی ادا نہیں کی تھی کہ رسولِ خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں رکھ کر آرام فرمایا، جب سوج غروب ہوگیا تو رسولِ خدا نے پوچھا: اے علی! ابھی نمازِ عصر نہیں پڑھی؟ تو حضرت علی نے عرض کیا کہ نہیں۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی تو ڈوبا ہوا سورج واپس آیا اور حضرت علی نے نمازِ عصر ادا کی۔

لیکن سیارہ ڈائجسٹ والوں نے ایک شمارہ ''رسول نمبر'' نکالا ہے اس میں کسی عبدالکریم عابد کا مضمون شائع کیا ہے اس میں اور مشہور ومعروف معجزات جو کہ صحیح طور پر ثابت ہیں ان کو غلط اور بے ثبوت کہنے کے ساتھ ساتھ اس عظیم الشان معجزہ کو بھی غلط قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ روایت ثابت نہیں ہے اور حوالہ سلیمان ندوی کا دیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ معجزہ کسی صحیح روایت سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور اگر ثابت ہے تو اس کا انکار کیوں کیا گیا ہے۔ دلائل سے بیان فرما کر ہم سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان کو بچائیں۔

منجانب

الحاج شیخ محمد انور صاحب، گلبرگ اے فیصل آباد

الجواب:

نَحمدُہ ونُصلی عَلٰی رسولِہٖ الکریمِ وعَلٰی اٰلہٖ واصحابِہٖ اَجمعینَ، اللّٰھمّ ربّنا اَرِنا الحقّ حقًّا وَارْزُقْنَا اِتباعَہٗ واَرِنَا البَاطِلَ بَاطِلاً وارْزُقنا اِجْتِنَابَہٗ ۔ اَمّابعد . . . .

اس مسئلہ کو تین مقدموں میں بیان کیا جاتا ہے۔ پہلے مقدمہ میں بیان ہوگا کہ معجزہ حدیثِ پاک سے ثابت ہے اور یہ بیان کیا جائے گا کہ اس حدیثِ پاک کو کن کن محدثینِ کرام نے کس کس کتاب میں بیان فرمایا ہے اور دوسرے مقدمہ میں یہ بیان ہوگا کہ ائمہ محدثین علمائے محققین نے اس حدیثِ پاک کے متعلق کیسے تاثرات کا اظہار فرمایا ہے۔ جبکہ تیسرے مقدمہ میں یہ بیان ہوگا کہ اس عظیم الشان اور ایمان افروز معجزہ کا کس نے انکار کیا ہے اور کیوں انکار کیا ہے؟ فَاَقُوْلُ وَبِاللّٰہِ التوفِیْق ۔

مقدمہ اوّل

یہ عظیم الشان معجزہ حدیثِ پاک سے ثابت ہے حدیثِ پاک کے الفاظ یہ ہیں:

عن اسمآءِ بنت عمیس ان النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ن یوحی الیہ وراسہ، فی حجرِ علیٍّ فلم یصل العصر حتٰی غربتِ الشّمسُ فقال اللّٰھمّ انّہ' کانَ فی طاعتِکَ وطاعۃِ رسولِکَ فاردد علیہ الشمس قالتْ اسمآء فرایتُھا غربتْ ثم رایتُھا طلعتْ بعد ما غربتْ ووقفت علی الجبالِ والارض وذالک بِالصھباء فی خیبر .

یعنی ''حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ خیبر میں صہبا کے مقام پر سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امیر المؤمنین علی

رضی اللہ تعالٰی عنہ کی گود میں سر مبارک رکھ کر آرام فرما رہے تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی نازل ہو رہی تھی۔

سورج غروب ہو گیا اور حضرت مولا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ابھی عصر کے نماز نہیں پڑھی تھی۔

رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے پیارے علی! کیا ابھی نماز نہیں پڑھی؟

حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجھہ نے عرض کیا: نہیں۔ تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی:

''یا اللہ! پیارے علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھے۔ لہٰذا سورج کو واپس لوٹا دے''۔

حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ میں نے سورج کو دیکھا کہ غروب ہو چکا تھا پھر سورج واپس آیا اور پہاڑوں پر دھوپ چمکی''۔

اس حدیثِ پاک کو بڑے بڑے جلیل القدر علماء اور ثقہ محدثین نے صحیح ثابت کیا ہے۔ مثلاً

(۱)۔ سیدنا امام طحاوی نے ''مشکل الحدیث'' میں

(۲)۔ حضرت قاضی عیاض نے ''شفاء شریف'' میں

(۳)۔ محدث طبرانی نے ''معجم'' میں

(۴)۔ ابن مندہ نے

(۵)۔ ابن شاہین نے

(۶)۔ ابن مردویہ نے بحوالہ ''نسیم الریاض''

(۷)۔ امام قسطلانی نے ''مواہب لدنیہ'' میں

(۸)۔امام عبدالباقی زرقانی نے ''شرح مواہب''میں

(۹)۔امام احمد بن صالح نے بحوالہ ''زرقانی'' و ''نسیم الریاض''

(۱۰)۔علامہ شہاب الدین خفاجی نے ''نسیم الریاض''میں

(۱۱)۔ملا علی قاری نے ''شرح شفاء''میں

(۱۲)۔امام سخاوی نے ''مقاصد حسنہ''میں

(۱۳)۔علامہ ابن عابدین نے ''رد المحتار ''میں

(۱۴)۔علامہ حلبی نے ''سیرت حلبیہ''میں

(۱۵)۔علامہ تقی الدین حلبی نے ''نزہتہ الناظرین''میں

(۱۶)۔علامہ شیخ عماد الدین یحیٰ بن ابی بکر عامری نے ''بهجته المحافل ''میں

(۱۷)۔خاتمۃ الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی نے ''کشف اللبس ''میں

(۱۸)۔علامہ جمال الدین اشخر یمنی نے ''شرح بهجته المحافل ''میں

(۱۹)۔قاضی القضاۃ امام عراقی نے ''شرح تقریب''میں

(۲۰)۔عارف باللہ علامہ حقی نے تفسیر ''روح البیان''میں

(۲۱)۔مفسرِ قرآن علامہ محمود آلوسی نے تفسیر ''روح المعانی''میں

(۲۲)۔صاحبِ تفسیرِ حسینی نے اپنی ''تفسیر حسینی''میں

(۲۳)۔شیخ المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے ''مدارج النبوۃ''میں

(۲۴)۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ''ازالۃ الخفا''میں

(۲۵)۔حضرت ملا جیون نے ''نورالانوار''میں

(۲۶)۔محبّ الرسول علامہ نبہانی نے ''انوارِ محمدیہ''میں

(۲۷)۔علامہ عبدالرحمٰن صفوری نے ''نزہتہ المجالس''میں

(۲۸)۔عارف باللہ شیخ فریدالدین عطار نے ''منطق الطیر''میں

(۲۹)۔ شیخ المشائخ حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری نے ''تحفۂ رسولیہ'' میں

(۳۰)۔ مولانا نذیر احمد سیماب نے ''خاتم النبیین'' میں

(۳۱)۔ امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت بریلوی نے ''منیر العین'' میں

(۳۲)۔ حضرت مولانا نور بخش صاحب توکلی نے ''سیرۃ رسولِ عربی'' میں

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

(۳۳)۔ غیر مقلدین کے علامہ وحید الزمان نے ''لغات الحدیث'' میں۔

نوٹ: امام نَوَوِی نے ردِّ شمس کی دو روایتوں کا ذکر ''شرح مسلم'' میں فرمایا ہے۔

مقدمہ دُوُم

اس مقدمہ میں مسئلۂ مذکورہ کے متعلق آئمۂ حدیث، اولیاءِ اُمت، علمائے ملت رحمھم اللہ تعالیٰ کے تاثرات وارشادات بیان کئے ہیں۔

(۱)

حضرت سیدنا امام طحاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشادِ مبارک:

''ھٰذانِ حدیثَانِ ثَابِتَانِ وروَاتُھُمَا ثِقَاتٌ'' (شفاء شریف ج ۱ ص ۲۸۴)

یعنی ''اس حدیثِ پاک کی دونوں سندیں ثابت ہیں اور ان کے راوی ثقہ ہیں معتبر ہیں''۔

ایماندار کیلئے اتنا ہی کافی ہے. جس کلمہ گو کے دل میں رسولِ اکرم شفیعِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا کچھ بھی حصہ ہے اس کے اطمینان کے لیے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جس حدیثِ پاک کو امام طحاوی(۱) جیسے جلیل القدر

اورحضرت قاضی عیاض(۲) جیسے حافظ الحدیث جن کی جلالتِ شان اورعلوِ مرتبت کا اقرار مخالفین کو بھی ہے وہ فرمائیں کہ حدیث ثابت ہے اس کے راوی معتبر ہیں کیا ایماندار کیلئے یہ کافی نہیں ہے؟ حالانکہ ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ **الایمان یقطع الانکار و الاعتراض ظاهراً و باطناً**۔ (روح البیان ج ۳ ص ۲۸۷)

---

(۱) حضرت امام طحاوی رحمة اللہ تعالٰی علیہ وہ جلیل القدر امام ہیں کہ ان کے متعلق امام زرقانی نے فرمایا: العلامة الحافظ الامام احمد بن محمد ابو جعفر طحاوی و كان ثقة ثبتا فقهيا۔ (زرقانی صفحہ ۱۱۵ جلد ۵) اورعلامہ خفاجی نے فرمایا: هو الام جليل القدر المحدث ابو جعفر۔ (نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۰) اورملاعلی قاری رحمة اللہ علیہ نے فرمایا: وهو الام الحافظ العلامة صاحب التصانيف المهمة روى عنه طبرانی و غيره من الائمة وهو مصوى من اکابر العلماء الحنفية لم يخلف مثله بين الائمة الحنفيه ۔ (شرح شفاء شریف علی نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۰) ان تینوں حضرات کے ارشادات کا مضمون یہ کہ امام طحاوی حافظ الحدیث ہیں، امام ہیں، ثقہ ہیں، معتمد علیہ ہیں، فقیہ ہیں اور جلیل القدر محدث ہیں وہ بڑی بڑی اہم تصانیف کے مصنف ہیں ان سے امام طبرانی ودیگر آئمہ حدیث نے احادیث مبارکہ روایت کی ہیں وہ اکابر علماءِ حنفیہ سے ہیں اور ان جیسا عظیم الشان جلیل القدر امام ان کے بعد ائمہ حنفیہ میں نہیں ہوا۔

(۲) حضرت قاضی عیاض رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت ملاعلی قاری نے فرمایا: "ان المصنف رحمة الله تعالٰى عليه وحيد زمانه وفريد اوانه متقنا لعلوم الحديث واللغة والنحو والادب" (شرح شفاء) یعنی "حضرت قاضی عیاض صاحبِ شفاء وحید دھر فرید عصر (یکتائے زمانہ) تھے وہ حدیث، لغت، نحو، ادب کے علوم میں مضبوط تھے اور حضرت علامہ شہاب الدین خفاجی نے فرمایا: "انه كان اماما في الفقه والتفسير والحديث و سائر العلوم" (نسیم الریاض)۔ یعنی "حضرت قاضی عیاض فقہ، تفسیر، حدیث اور دیگر تمام علوم میں امام تھے اور حضرت علامہ زرقانی نے فرمایا: "الامام الشهير الجهبد العلامة الفقيه المفسر الحافظ البليغ الاديب عياض بن موسىٰ اليحصبى السبتى المالكي وشهرته تعنى من ترجمته" ۔ (زرقانی المواہب) یعنی "حضرت قاضی عیاض مشہور امام ہیں وہ علوم کے پرکھنے والے ہیں وہ علامہ ہیں، فقیہ ہیں مفسر ہیں وہ حافظِ حدیث ہیں وہ بلیغ ادیب عیاض بن موسیٰ یحصبی سبتی مالکی ہیں۔ ان کی شہرت ان کی تعریف سے بے نیاز کرتی ہے"۔

یعنی ''صحیح ایمان انکار اور اعتراض کی ظاہر و باطن میں جڑ کاٹ دیتا ہے''۔

اور زرقانی شرح مواہب میں ہے:

''وَكُلُّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ تَعَالٰی اِیْمَانًا قَوِیًّا
لَا تَعْرِضُ لَہُ الشُّكُوْكُ وَالْاَوْھَامُ''

(ج:۱ص:۳۰۷)

یعنی ''جس کا ایمان قوی ہو اس کو شک اور وہم پیش نہیں آتا''۔لیکن تعجب ہے کہ باوجود ثقہ محدثین کی تصریح وتصحیح کے وہی رٹ لگائی جاتی ہے کہ یہ روایت ثابت نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ دل میں محبت کے سوا کوئی اور چیز بھری ہوئی ہے اور الانــــاء یترشح بمافیه کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔خدا تعالیٰ ایمان نصیب کرے۔

(۲)

حضرت ملا علی قاری رحمة الله علیه کا ارشادِ گرامی:

قال الطحاوی وھٰذانِ حدیثانِ ثابتَانِ اَیْ عِنْدَہٗ وَکفٰی بہٖ حُجةٌ وروَاتُھماثقاتٌ فلاعبرةَ بِمنْ طَعَنَ فِی رِجَالِھِمَا ۔

(شرح شفا علی نسیم الریاض ج۳ص۱۱)

یعنی ''جب یہ دونوں حدیثیں امام طحاوی کے نزدیک ثابت ہیں تو یہ حجت کے لیے کافی ہے اور دونوں حدیثوں کے راویوں میں طعن کرنے والے کا کوئی اعتبار نہیں ہے'' جیسا کہ ابن جوزی اور ابن تیمیہ نے طعن کیا ہے۔اس کا ذکر تیسرے مقدمہ میں ہوگا۔

(۳)

سیدناامام (۳)احمد بن صالح رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد کاارشاد مبارک:

حکی الطحاوی ان احمد بن صالح کان یقول لاینبغی لمن

(۳)امام احمد بن صالح وہ جلیل القدر امام اور محدث ہیں جن کے متعلق امام زرقانی نے فرمایا: **فان احمد هذا من کبائر ائمة الحدیث الثقات وحسبه ان البخاری روی عنه فی صحیحه فلایلتفت الی من ضعفه** ''(زرقانی علی المواہب ج۵ص۱۱۴)یعنی''امام احمد بن صالح بڑے بڑے معتمد علیہم ائمہ حدیث میں سے ہیں اور ان کی جلالتِ شان کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان سے احادیثِ مبارکہ روایت کی ہیں لہٰذا جو شخص ان کو ضعیف کہے اس کی بات ماننا درکنار اس کی طرف دیکھنا بھی گوارہ نہ ہوگا۔ تنبیہ:علامہ زرقانی نے **احمد هذا** کے لیے فرمایا کہ ایک احمد بن صالح شموی ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے۔تو بعض نے یہ سمجھا کہ ردشمس والی حدیث میں احمد بن صالح یہی ہے لیکن حق یہ ہے کہ احمد بن صالح شموی اور ہیں اور احمد بن صالح مصری اور ہیں۔ ''زرقانی''میں ہے: **وجزم ابن حبان بانه انما کذب احمد بن صالح الشموی فظن النسائی انه عنی به الطبری** ۔لہٰذا علامہ زرقانی نے تنبیہاً فرمایا: **فان احمدهذا من کبائر ائمة الحدیث الثقات** ۔اور علامہ خفاجی نے اس عظیم الشان امام حدیث کے متعلق فرمایا: **هو ابو جعفر الطبری الحافظ الثقه روی عنه اصحاب السنن** (نسیم الریاض ج۳ص۱۲)یعنی''امام احمد بن صالح رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوجعفر طبری حافظِ حدیث ہیں،ثقہ عادل ہیں،ان سے اصحابِ سنن نے احادیثِ مبارکہ روایت کی ہیں''اور حضرت ملا علی قاری نے فرمایا: **هو ابو جعفر الطبری المصری الحافظ سمع ابن عُیینه ونحوه وروی عنه البخاری وغیره وقد کتب عن ابن وهب خمسین الف حدیث وکان جامعا یحفظ ویعرف الحدیث والفقه والنحو** (شرح شفاء ج۳ص۱۲)یعنی''احمد بن صالح ابوجعفر طبری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حافظِ حدیث ہیں۔اس قدوہ امام نے حضرت عُیینہ وغیرہ سے احادیثِ مبارکہ سماعت فرمائیں اور اس جلیل القدر امام سے امام بخاری ودیگر ائمہ حدیث نے احادیثِ مبارکہ روایت کی ہیں اور اس امامِ ہمام نے حضرت وہب سے پچاس ہزار احادیث لکھی ہیں وہ جامع العلوم ہیں وہ حافظِ حدیث ہونے کے ساتھ حدیث،فقہ،نحو کو خوب جانتے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً دائمۃً واسعۃً۔

سبیلہ' العلم التخلف عن حفظ حدیث اسماء لانہ' من علامات النبوۃ ۔(شفاء شریف ج ا ص ۲۸۴)(۴)

امام طحاوی نے فرمایا کہ امام احمد بن صالح فرمایا کرتے تھے۔اہلِ علم کو لائق نہیں کہ وہ حدیثِ اسماء ردشمس والی حدیثِ پاک یاد نہ کریں یعنی ہر عالمِ دین کو اس حدیثِ پاک کا یاد ہونا ضروری ہے۔کیونکہ یہ حدیث پاک تو علاماتِ نبوت سے ہے سبحان اللّٰہ اے ایمان والو! محدثینِ کرام (خداتعالیٰ ان کی پاک روحوں پر لاکھوں کروڑوں رحمتیں نازل کرے) کے ایمان افروز ارشادات سنو اور اپنے ایمان تازہ کرو۔خداتعالیٰ ایمان کی دولت نصیب کرے۔

(۴)

حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ کا ارشادِ گرامی

علامہ ابنِ عابدین نے اپنی کتاب ''رد المحتار'' میں عنوان یوں قائم کیا:

مطلب لوردت الشمس بعد غروبها ۔(ج۱ص۳۶۰)

(۴) شفاء شریف وہ بابرکت اور فیض رساں کتاب ہے جس کے متعلق علامہ شہاب الدین خفاجی، پھر علامہ عبدالباقی زرقانی نے فرمایا:ان كتاب الشفاء شاهدوا بر كته حتى لايقع ضرر لمكان كان فيه ولا تخرق السفينة كان فيها وانه اذا قراه مريض او قرئ عليه شفا الله وهو مماجرب ۔(نسیم الریاض،زرقانی علی المواہب)یعنی ''بزرگان دین نے ''شفاء شریف'' کی برکتیں مشاہدہ کی ہیں کہ یہ کتاب جس مکان میں ہو اس کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا اور یہ مبارک کتاب جس کشتی میں ہو وہ غرق نہیں ہوگی اور اس بابرکت کتاب کو جو مریض پڑھے یا اس کے پاس پڑھی جائے تو اسے شفاء حاصل ہوگی اور یہ مجرب ہے''۔اور نیز امام زرقانی نے اتنا زیادہ کہا ہے: وفيه امان من الغرق ولحرق والطاعون ببركة المصطفیٰ واذاصح الاعتقاد حمل المراد .(زرقانی)یعنی ''یہ مبارک کتاب غرق ہونے، جلنے اور طاعون سے بہ برکتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم باعثِ امن ہے لیکن جب عقیدہ درست ہو تو مراد حاصل ہوتی ہے''۔

اس کے تحت حضرت اسماء رضی اللہ تعالٰی عنہ والی حدیثِ پاک جس میں حضرت مولیٰ علی شیرِ خدا رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لیے حبیبِ خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے ڈوبا ہوا سورج واپس ہوا بیان کرنے کے بعد فرمایا:

والحدیث صححه الطحاوی وعیاض واخرجه جماعةٌ منهم الطبرانی بسند حسن ۔(ردالمحتار ج ا ص ۳۶۱)

یعنی ''اس حدیثِ پاک کو امام طحاوی اور حضرت قاضی عیاض نے صحیح ثابت کیا ہے اور اس حدیثِ پاک کو محدثین کی ایک جماعت نے باسندِ حسن ذکر کیا ہے''۔ ان میں سے محدث طبرانی ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

اس کے بعد علامہ ابن عابدین نے فرمایا:

واخطا من جعلهٗ موضوعًا کابن الجوزی وقواعد نالایاباهٗ

(ردالمحتار ا ص ۳۶۱)

یعنی ''ابن جوزی وغیرہ جنہوں نے اس حدیثِ پاک کو موضوع کہا انہوں نے غلط کہا ہے اور اہلسنّت و جماعت کے قواعد کے یہ بات خلاف نہیں ہے'' (کہ خدا تعالیٰ ڈوبے ہوئے سورج کو واپس لوٹا دے وہ ہر چیز پر قادر ہے)۔

(۵)

خاتمۃ الحفاظ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا ارشادِ مبارک:

اس امامِ اجل نے ڈوبے ہوئے سورج کے واپس لوٹنے کے اثبات میں ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا:

ان السیوطی صنف فی هذا الحدیث رسالةً مستقلةً سماها

"کشف اللبس عن حدیث ردالشمس" وقال انهٗ سبق لمثلہٖ لابی الحسن الفضلی اوردطرقه باسانید کثیرةٍ وصححهٗ بمالامزید علیه ونازع ابن الجوزی فی بعضٍ من طعن فیه من رجالہٖ. (نسیم الریاض ج۳ص۱۲)

یعنی "علامہ سیوطی نے اس حدیثِ پاک کے متعلق ایک مستقل رسالہ تحریر کیا جس کا نام "کشف اللبس عن حدیث ردالشمس" رکھا ہے اور فرمایا کہ ایسا ہی شیخ ابوالحسن فضلی نے بھی لکھا ہے اس میں ان روایتوں کو کثیر سندوں سے روایت کیا ہے کہ اس سے زیادہ تصحیح نہیں ہو سکتی اور حضرت شیخ نے ابن جوزی سے راویوں پر طعن کنندگان کے متعلق مناظرہ بھی کیا ہے"۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ.

اور یہ امام سیوطی وہ ہیں جو بیداری کی حالت میں ۷۵ بار، رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

(۶)

حضرت شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ کا ارشادگرامی:

وَھٰذالحدیث صححهٗ المصنف رحمهُ الله تعالٰی واشارالٰی ان تعدد طرقہٖ شاهد صدق عَلٰی صحته وقد صححهٗ کثیر من الائمة کالطحاوی واخرجهٗ ابن شاهین وابن مردویه والطبرانی فی معجمہٖ وقال انهٗ حسنٌ وحکاهُ العراقی فی التقریب. (نسیم الریاض ج۳ص۱۱)

یعنی "اس ردِّشمس والی حدیثِ پاک کی تصحیح مصنف نے کی ہے اور مصنف

(حضرت قاضی عیاض) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ فرمایا کہ اس حدیثِ پاک کی متعدد سندیں ہونا اس حدیثِ پاک کے صحیح ہونے پر سچے گواہ ہیں"۔

حالانکہ اس سے پہلے بھی بہت سارے ائمہ حدیث مثلاً امام طحاوی نے اس حدیثِ پاک کو صحیح ثابت کیا ہے اور اس کو ابن شاہین، ابن مندہ، ابن مردویہ نے کتب معتبرہ سے باسند نقل کیا ہے۔ اور محدث طبرانی نے "معجم کبیر" میں نقل فرما کر فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس کو شیخ الاسلام قاضی القضاۃ حافظ ولی الدین ابن عراقی نے "تقریب" میں ذکر فرمایا ہے۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ۔

(۷)

نیز علامہ خفاجی رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

واذصح الحدیث علم منہُ ان الصلاۃ لیست بقضاءٍ بل یتعین بھٰذا الدعاءِ الاداءُ والالم یکن لہٗ فائدۃ

(نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۲)

سبحان اللہ! محدثین کو اس حدیثِ پاک کی صحت پر کتنا وثوق ہے کہ اس کی صحت پر مسائل مستنبط ہو رہے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنھم وجعل الجنۃ ماواھم ۔

(۸)

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ کا ایمان افروز ارشاد:

فھو فی الجملۃِ ثابتٌ باصلہٖ وقد یتقویٰ بتعاضد الاسانید الیٰ ان یصل الیٰ مرتبۃٍ حسنۃٍ فیصح الاحتجاج بہٖ ۔

(شرح شفاء علی نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۰)

یعنی ''یہ حدیثِ پاک فی الجملہ اپنی اصل کے اعتبار سے ثابت ہے اور پھر تعددِ طُرُق، کثرتِ اسناد کی وجہ سے قوت پاکر حسن کے درجہ تک پہنچ گئی ہے۔لہٰذا اس حدیث سے حجت پکڑنا درست ہے''۔

بعض اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں کیونکہ جس سند سے ان تک پہنچی اس میں ضعف تھا جب کثرتِ اسناد سے قوت حاصل کرگئی تو ضعف ختم ہوگیا اسی پر جلیل القدر محدثین نے اس کو صحیح کہا لیکن اس کو موضوع کہنا جیسا کہ ابنِ تیمیہ نے کہا یہ سراسر ظلم ہے۔

(۹)

علامہ حلبی رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کا ارشادِ عالی:

ھو حدیثٌ متصلٌ وقد ذکر فی الامتاع انہٗ جاء عن الاسمآءِ من خمسۃِ طرق ۔ (سیرت حلبیہ ج ا ص ۳۶۸)

یعنی ''یہ حدیثِ پاک متصل ہے امتاع میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ردِّ شمس والی حدیث پانچ سندوں سے مروی ہے''۔ (اور حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ والی حدیثِ پاک اس کے علاوہ ہے) جو لوگ تعصب کی بناء پر بے ثبوتِ شرعی اس حدیثِ پاک کو موضوع کہتے ہیں وہ مذکورہ بالا ارشاداتِ عالیہ کو انصاف کی نظر سے دیکھیں۔ خدا تعالٰی دولتِ ایمان نصیب کرے!

(۱۰)

امام سخاوی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا فرمان:

قد صححہٗ الطحاوی وصاحب الشفا واخرجہٗ ابن مندہ وابن شاھین من حدیث اسمآءِ ابنۃِ قمیسٍ وابن مردویہ من

حدیث ابی هریرة ۔(مقاصدِ حسنہ ص۲۲۶)

(۱۱)

شیخ المفسرین عارف باللہ علامہ اسمٰعیل حقّی رضی اللہ عنہ کاارشادِ مبارک:

حدیثِ مذکورکوفارسی میں بیان کرنے کے بعدفرمایا:

ونزد محدثان مشهور ست وامام طحاوی درشرح آثارخویش فرمودکه روایت کندگان این ثقات اندواز احمد بن صالح نقل کرده که اهل علم راسز اوار نیست که تغافل کنند اوحفظ ایں حدیث که ازعلامات نبوت ست۔

ولاعبرة لقول بعضهم بوضعه ۔(روح البیان ص۳۰)

یعنی ''یہ حدیثِ پاک محدثین کے نزدیک مشہور ہے کہ امام طحاوی نے ''شرح آثار'' میں فرمایا کہ اس حدیثِ پاک کے راوی ثقہ معتبر ہیں اورامام احمد بن صالح سے نقل کیا کہ علم والوں کولائق نہیں ہے کہ اس حدیثِ پاک کویاد کرنے سے غفلت کریں کیونکہ یہ علاماتِ نبوت سے ہے اور جولوگ اس کو موضوع کہتے ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے''۔

(۱۲)

شیخ المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ کاایمان افروزارشاد:

حضرت شیخ المحدثین نے اس معجزہ مبارکہ کے متعلق تعصب سے بالاتر ہوکر بحث کرنے کے بعدفرمایا:

''مخفی نہ رہے کہ ان کا یہ کہنا کہ کتبِ صحاح میں (حدیثِ مذکورکو) ذکرنہیں

کیا گیا اور حسن ومنفرد ہے یہ بات قابلِ غور وفکر ہے کہ جب امام طحاوی' احمد بن صالح' طبرانی اور قاضی عیاض رحمہم اللہ تعالیٰ اس کی صحت اور اس کے حسن ہونے کے قائل ہیں اور انہوں نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے تو اب یہ کہنا کہ کتبِ صحاح وحسان میں ذکر نہیں کیا گیا درست نہ ہوگا اور لازم نہیں ہے کہ تمام احادیثِ مبارکہ کتبِ صحاح وحسان میں ذکر ہوں۔ نیز ان کا کہنا کہ اہلِ بیت میں سے ایک مجہول وغیر معروف عورت نے نقل کیا ہے جس کا حال کسی کو معلوم نہیں یہ بات سیدہ اسماء بنت عمیس کے بارے میں کہنا ممنوع ہے اس لئے کہ وہ جمیلہ جلیلہ اور عاقلہ ودانا عورت ہیں اور ان کے احوال معلوم ومعروف ہیں"۔

(مدارج النبوہ مترجم ج ۲ ص ۴۳۰)

حضرت شیخ المحدثین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان تمام بیہودہ اعتراضات کا قلع قمع کر دیا جو کہ مخالفین عام طور پر بے سوچے سمجھے فضائل ومناقب کا انکار کرنے کے لیے یہ بہانہ تراش لیتے ہیں کہ چونکہ یہ حدیثِ صحاحِ ستہ میں نہیں لہٰذا ہم نہیں مانتے۔ نیز مخالفین کے اس لچر قول سے یہ بات بھی سامنے آجاتی ہے کہ ان کا صحاحِ ستہ پر ایمان بحیثیتِ صحاحِ ستہ ہے لیکن ایمان والوں کا ایمان رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیثِ پاک ہے۔

لہٰذا ایماندار کو جہاں کہیں تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثِ پاک مل جائے وہ مان لیتا ہے خواہ وہ صحاح ستہ میں ہو، خواہ وہ کسی دوسری کتاب میں ہو۔ خدا تعالیٰ ایمان کی نعمت سے نوازے!

(۱۴)

آخر میں ہم اہلحدیثوں کے مایہ ناز عالم علامہ وحید الزمان کا قول لکھتے ہیں تاکہ اتمامِ حجت ہوجائے۔

علامہ وحید الزمان کا قول:

''ردِّ شمس کو طبرانی نے روایت کیا ''معجم کبیر'' میں اسماء بنت عمیس سے ہیثمی نے کہا اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں بجز ابراہیم بن حسن کے مگر ان کو بھی ابنِ حبان نے ثقہ بتایا ہے۔ اور طحاوی نے ''مشکل الاثار'' میں اس حدیث کو دو طریقوں سے نکالا اور کہا دونوں طریق ثابت ہیں اور ان کے راوی ثقہ ہیں اس صورت میں ابن جوزی نے جو اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا کہ ابن جوزی نے غلطی کی جو اس حدیث کو موضوعات میں داخل کیا''۔

(لغات الحدیث ص ۶۱ کتب خانہ مرکز علم وادب، آرام باغ، کراچی)

نوٹ:

اصولِ حدیث میں سے چند قواعد بیان کئے جاتے ہیں تاکہ مسئلہ کی مزید وضاحت ہوجائے۔

(۱)

جس حدیثِ پاک میں سند کے اعتبار سے ضعف ہو وہ اگر عند الناس مشہور ہو جائے تو اس کا وہ ضعف ختم ہوجاتا ہے۔

''زرقانی'' میں ہے:

ولیس لحدیث تسبیع الحصی الاھٰذالطریق الواحد، مع ضعفھا لکنہ مشھور عندالناس و ذالک یجبر ضعف الطریق . (مواہب لدنیہ زرقانی ج۵ص۱۲۱)

یعنی ”کنکریوں کا تسبیح پڑھنا صرف ایک سند سے مروی ہے حالانکہ یہ سند ضعیف ہے لیکن چونکہ یہ حدیثِ پاک عند الناس مشہور ہے اور عند الناس شہرت سند کے ضعف کو ختم کر دیتی ہے“۔

(۲)

جس حدیثِ پاک کی سند ضعیف ہو وہ تعددِ طُرُق سے یعنی زیادہ سندیں ہونے سے وہ ضعیف نہیں رہتی بلکہ وہ حسن اور صحت تک پہنچ جاتی ہے۔

ومن القواعدان تعدد الطرق یفیدان للحدیث اصلا .
(زرقانی ج۵ص۱۱۶)

”مرقاۃ“ میں ہے:

تعدد الطرق یبلغ الحدیث الضعیف الی حدالحسن .
(منیر العین ص۳۵)

اور ”زرقانی“ میں ہے:

لورودمن الطرق ثلاثۃ حسان کمامرر تقرر انّہٗ یرتقی بذالک للصحۃ . (زرقانی ج۵ص۱۱۰)

”بلکہ اگر چہ دو ہی سندیں ہوں اس سے ضعیف روایت قوت حاصل کر لیتی ہے“۔ ”تیسیر“ میں ہے:

ضعیف لضعف عمرو بن واقد لکنہ یقوی بورودہ من طریقین . (منیر العین ص۳۷)

تفصیل درکار ہو تو کتب اصولِ حدیث خصوصاً ''منیر العین'' تصنیفِ لطیف امامِ اہلسنت مجددِ دین وملت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مطالعہ کریں۔

(۳)

ایک حسن دوسری حسن کے ساتھ مل کر صحیح کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔ امام زرقانی نے فرمایا:

لما تقرر فی علوم الحدیث ان الحسن اذا اجتمعت مع حسن اٰخر او تعددت طرقه ارتقی للصحة (زرقانی ج۵ ص۱۱۶)

یعنی ''اصولِ حدیث میں یہ قاعدہ مقرر ہو چکا ہے کہ ایک حسن دوسری حسن کے ساتھ مل جائے یا اس کی سندیں زیادہ ہوں تو وہ صحت کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے''۔

لہٰذا مذکورہ بالا قواعد کے مطابق ردِّ شمس والی حدیثِ اسماء ہر حیثیت سے صحیح ہے۔ یہ مشہور عند الناس بھی ہے اور مشہور عند المحدثین بھی ہے جیسا کہ ''سیرتِ حلبیہ'' کی عبارت سے واضح ہوا اور یہ حسن حدیث دوسری حسن کے ساتھ مل کر بھی درجۂ صحت پر فائز ہوئی۔

لان اسناد حدیث اسمآء حسن و کذااسناد حدیث ابی هریره الاٰتی کما صرّح به السیوطی قائلا ومن ثم صححه الطحاوی والقاضی عیاض ۔(زرقانی ج۵ ص۱۱۵)

فلِلّٰه الحمد!

اب بھی اگر کوئی شخص ایمان افروز معجزۂ مبارکہ کے متعلق کہے کہ یہ ثابت نہیں تو وہ اپنا انجام خود دیکھ لے اور ناظرینِ کرام بھی اندازہ کرلیں کہ ایسے دلائلِ قاہرہ سے ثابت ہونے کے بعد بھی نہ مانے اور کہتا جائے کہ یہ ثابت نہیں ہے ایسے شخص کے دل

ہیں محبتِ مصطفیٰ ہے یا بغضِ مصطفیٰ؟ صلی اللہ علیہ وسلم
خدا تعالیٰ محبت کی دولت نصیب کرے!

محدثین کرام کے تاثرات وارشاداتِ مبارکہ کا خلاصہ

(۱)

امام طحاوی:۔ نے یہ ایمان افروز معجزہ دو روایتوں سے ثابت کیا ہے اور دونوں روایتوں کے راوی ثقہ ہیں۔

(۲)

حضرت ملا علی قاری:۔ یہ دونوں روایتیں امام طحاوی کے نزدیک ثابت ہیں اور یہ حجت کیلئے کافی ہیں اور جب ان دونوں روایتوں کے راوی ثقہ ہیں تو جو ان پر طعن کرے اس کا اعتبار نہیں ہے۔

(۳)

یہ معجزہ علاماتِ نبوت سے ہے، لہٰذا علم والے کو لائق نہیں کہ اسے یاد نہ کرے۔

(۴)

علامہ شامی:۔ اس حدیثِ پاک کو محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

(۵)

علامہ شامی:۔ جس نے اس حدیثِ پاک کو موضوع کہا اس نے غلط کہا۔

(۶)

امام المحدثین خاتمۃ الحفاظ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:۔ نے اس

حدیثِ پاک کے متعلق مستقل رسالہ لکھا اور اسنادِ کثیرہ سے روایت کیا اور اس حدیثِ پاک کی ایسی تصحیح فرمائی کہ اس سے زیادہ ناممکن ہے۔

(۷)

علامہ خفاجی :۔ اس حدیث کے تعددِ طرق اس کے صحیح ہونے کے عادل گواہ ہیں۔

(۸)

ملا علی قاری:۔ یہ حدیثِ پاک اصل کے اعتبار سے ثابت ہے اور تعددِ طرق سے حسن کے درجہ کو پہنچی۔

(۹)

علامہ حلبی:۔ یہ حدیث متصل ہے اور اس کی پانچ سندیں ہیں۔

(۱۰)

امام سخاوی:۔ اس حدیث کی تصحیح محدثینِ کرام نے کی اور حضرت ابو ہریرۃ والی حدیثِ پاک ابن مردویہ نے باسندِ حسن نقل فرمائی۔

(۱۱)

علامہ حقی صاحبِ روح البیان:۔ یہ حدیثِ پاک محدثینِ کرام کے نزدیک مشہور ہے اور کسی کے موضوع کہنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

(۱۲)

شیخ المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ :۔ جب امام طحاوی، امام احمد بن صالح، حضرت قاضی عیاض، محدث طبرانی اس حدیثِ پاک کے صحیح ہونے کے قائل ہیں تو یہ کہنا فضول ہے کہ صحاح ستہ میں کیوں نہیں۔ نیز تمام کی تمام حدیثیں

صحاح ستہ میں نہیں ہیں۔

(۱۳)

امام زرقانی: جب ایک حدیث حسن دوسری حدیث حسن کے ساتھ مل جائے تو وہ درجہ صحت پر فائز ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ردِ شمس والی دونوں حدیثیں صحت کو پہنچی ہوئی ہیں۔

رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین ۔

مقدمۂ سوم

اس عظیم الشان ایمان افروز معجزہ جو کہ علاماتِ نبوت سے ہے اس کا انکار ابنِ جوزی اور ابنِ تیمیہ نے کیا ہے اور اس حدیثِ پاک کو اپنے مخصوص نظریہ اور عقیدہ کے مطابق محض اپنی اٹکل سے موضوع قرار دیا ہے اور تا قیامت ابن تیمیہ کے ہم عقیدہ علماء اسی کی اتباع و محبت میں سیدِ دو عالم شفیعِ معظم حبیبِ مکرم، فخرِ آدم و بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس اعجازی شان کا انکار کرتے آئے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

رہی یہ بات کہ ابن جوزی اور ابن تیمیہ نے صرف اٹکل سے اس صحیح ثابت شدہ حدیثِ پاک کو موضوع کہا ہے۔

اس بات کا ثبوت محدثین کرام کے ارشاداتِ مبارکہ سے دیا جاتا ہے۔

(۱)

علامہ شہاب الدین خفاجی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

وبھٰذا سقط ماقال ابن تیمیہ وابن جوزی من ان هذالحدیث موضوع فانه مجازفة منها ۔

(نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۲)

یعنی "اس تحقیق وتصحیح سے ابن تیمیہ اور ابن جوزی کا یہ قول ساقط ہو گیا کہ

یہ حدیثِ اسماء موضوع ہے۔ بیشک ان کا یہ کہنا ان کی اپنی اٹکل ہے''۔

(۲)

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی:

قال الحافظ فی فتح الباری اخطا ابن الجوزی بذکرہ فی الموضوعات و کذابن تیمیہ فی کتاب الرد علی الروافض فی زعم وضعہ ۔ (زرقانی شرح مواہب لدینہ ج۵ ص۱۱۵)

یعنی ''امام حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''فتح الباری'' میں فرمایا کہ (ردِ شمس کی) حدیثِ اسماء کو ابن جوزی کا موضوع کہنا غلط ہے یوں ہی ابن تیمیہ کا اس حدیث پاک کو اپنے گمان میں موضوع سمجھنا اور اسے کتاب ''الرد علی الروافض'' میں ذکر کرنا غلط ہے''۔

اس حافظ ابن حجر کے ارشاد سے بھی ثابت ہوا کہ ابن تیمیہ نے صرف اپنے زعمِ باطل سے اس کو موضوع قرار دیا ہے۔

(۳)

علامہ ابن عابدین صاحبِ ردالمحتار رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کا ارشاد:

واخطامن جعلہ موضوعاً کابن الجوزی ۔ (ردالمحتار ج۱ ص۳۶۱)

یعنی ''ابن جوزی وغیرہ جنہوں نے اس حدیثِ اسماء کو موضوع کہا ان کا قول غلط ہے''۔

(۴)

امام زرقانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا ارشادِ مبارک:

ولذالك استدرك السخاوی زعم وضعہ فقال لکن قد

صححه الطحاوی والقاضی عیاض وناهیك بهما ۔

(زرقانی ج۵ص۱۱۵)

''یہی وجہ ہے کہ امام سخاوی نے ابن تیمیہ کے حدیثِ اسماء کوموضوع کہنے کے گمان کا تدارک فرمایااور فرمایا کہ بالتحقیق اس حدیثِ پاک کوامام طحاوی اور قاضی عیاض رحمهما الله تعالٰی نے صحیح حدیث ثابت کیاہےاور یہ دونوں امام کافی ہیں''۔

نوٹ:

بیشک جس شخص کے دل میں محبت وعظمتِ مصطفٰے صلی الله علیه وسلم کا کچھ حصہ ہےاس کے لیے یہ دونوں امام کافی ہیں۔

(۵)

نیزامام زرقانی رحمه الله نےابن تیمیہ کی تجہیل یوں فرمائی:

واعل ابن تیمیه حدیث اسمآء هذا بانها کانت مع زوجها بالحبشة قال الشامی وهو وهم بلاشك اذلا خلاف ان جعفر اقدم من الحبشه هو وامراته علی رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو بخیبر بعد فتحها و قسم لهما ولاصحاب السفینه ۔(زرقانی شرح مواہب ج۵ص۱۱۳)

یعنی''ابن تیمیہ نے یہ علّت بیان کی کہ اسماءتو اپنے خاوند کے ساتھ حبشہ میں تھی۔شامی نے فرمایا کہ یہ ابن تیمیہ کا وہم ہے بلاشک، کیونکہ اس بات میں کسی کااختلاف نہیں کہ حضرت جعفراوران کی بیوی حضرت اسماءحبشہ سےاس وقت واپس حضورکی خدمت میں حاضرہوئے جب کہ سرکارِدوعالم علیه الصلوٰة والسلام فتح خیبر کے بعدابھی خیبر میں ہی جلوہ افروز تھے۔توسیدِ دوعالم علیه الصلوٰة والسلام

نے ان دونوں کے لیے اور کشتی والوں کے لیے غنیمت سے حصہ بھی دیا تھا"۔

نوٹ: یہ ردِّ شمس والا واقعہ بھی خیبر کے مقام صہبا میں ہوا۔

(٦)

علامہ شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

والذی غره کلام ابن جوزی السابق ولم یقف علیٰ ان کتابه اکثره مردودٌ وقدقال خاتمه الحافظ السیوطی وکذالسخاوی ان ابن الجوزی فی موضوعاته تحامل (۵) تحاملا کثیراادرج فیه کثیر امن الاحادیث الصحیحة .

(نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۱)

یعنی "جس چیز نے ابن تیمیہ کو مغرور کیا ہے وہ اس سے پہلے ابن جوزی کا کلام ہے اور ابن تیمیہ نے یہ نہ دیکھا کہ ابن جوزی نے اپنی موضوعات میں بہت زیادہ غلو و ظلم کیا ہے کہ اس میں بے شمار احادیثِ صحیحہ کو درج کردیا"۔ انتہی

مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہوگیا کہ ابن جوزی اور ابن تیمیہ نے تعصب کی بنا پر حق کو چھوڑ کر اٹکل سے کام لیا اور جن علماء کے دلوں میں رسولِ اکرم شفیع الاعظم، حبیبِ خدا سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت ومحبت سے بڑھ کر ابن تیمیہ کی محبت زیادہ ہو وہ ذرا اتنا تو سوچیں کہ وہ **حبك الشی یعمی ویصم** کا مصداق تو نہیں بن رہے۔

کیا محدثینِ کرام وعلماء عظام کی مندرجہ بالا تحقیقات و تصحیحات کے مقابلے میں ایک اٹکل (گمان) زعم کے پیچھے لگ جانا اس کا نام ایمان ہے؟ وہ اپنے دلوں میں

(۵) تحامل علیه جار ولم یعدل (منجد)

محبتِ مصطفیٰ کو ٹٹولیں کہ کہاں ہے؟ میاں! محبت کا تو رنگ ہی نرالا ہے۔ محبت کے انداز پوچھنے ہوں تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھو کہ جب ابوجہل نے واقعہ معراج بڑے تعجب کے ساتھ بیان کیا تو آپ نے بغیر کسی دلیل کے معراجِ پاک کی تصدیق فرمادی اور خدا تعالیٰ نے اسی تصدیق کی وجہ سے آپ کا نام صدیق نازل فرمایا جو کہ رہتی دنیا تک بلکہ جنت میں بھی یہ پیارا نام "صدیق" درخشاں وتاباں رہے گا۔

"زرقانی" میں ہے:

روی الطبرانی برجال ثقات ان علیا کان یحلف باللہ انزل اسم ابی بکر من السمآء الصدیق ۔(زرقانی ج۱ص ۲۳۸)

یعنی "طبرانی نے ثقہ راویوں کی سند سے روایت کیا کہ حضرت مولا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ، اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر فرمایا کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ نے ابوبکر کا نام آسمانوں سے "صدیق" نازل کیا ہے"۔

رضی اللہ تعالٰی عنهما وارضا هما عنا ۔

یہ بات کہ ابن تیمیہ نے اس عظیم الشان معجزہ کا کیوں انکار کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اپنے عقائد تھے ان عقائد میں سوءِ ادب رچا ہوا تھا۔ وہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم پر نکتہ چینی کیا کرتا تھا۔ وہ بزرگانِ دین کی شان پر حملے کیا کرتا تھا وہ عظمتِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی پرواہ نہیں کرتا تھا۔

وہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی غلطیاں بیان کیا کرتا تھا (اپنے زعمِ باطل میں)۔ غالباً اس کو بُغضِ علی نے اس پر برانگیختہ کیا ہوگا کہ وہ رسولِ اکرم شفیعِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح وثابت شدہ حدیثِ پاک کو موضوع کہتا ہے (العیاذ باللہ تعالٰی) کیونکہ اس عظیم الشان وایمان افروز معجزہ کے

ظہور کا سبب امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجهه الکریم ہے۔

ابن تیمیہ کے غلط عقائد ونظریات کے متعلق محدثینِ کرام، علماءِ فخام کے ارشادات ملاحظہ ہوں:

(۱)

حضرت فاضل شیخ محمد برلسی مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:

وقد تجاسر ابن تیمیه عامله الله بعد له وادعی ان السفر لزيارة النبي صلى الله عليه وسلم محرم بالاجماع۔

(شواہد الحق)

یعنی ''ابن تیمیہ نے بڑی جسارت دکھائی اور دعویٰ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور کی زیارت کے لیے سفر کرنا بالاجماع حرام ہے''۔ معاذ اللہ۔

(۲)

نیز فاضل برلسی رحمہ اللہ نے فرمایا:

وخالف الائمة فی مسائل کثیرة واستدرك على الخلفاء الراشدين باعتراضات سخيفه حقيرة (مقدمہ شواہد الحق)

یعنی ''ابن تیمیہ نے بہت سے مسائل میں ائمہ کرام کا اختلاف کیا ہے اور ناگفتی اور حقیر باتوں سے خلفائے راشدین پر اعتراضات کیے ہیں''۔

(۳)

نیز فرمایا: وقد تجاسو ابن تیمیه الحنبلی واتی بالخرافات التی لم یقلها عالم قبله وصاربها بين علماء الاسلام مثلة

فانکر الاستغاثة والتوسل بالنبی صلی اللہ علیه وسلم

(مقدمہ شواہد الحق)

یعنی ''بیشک ابن تیمیہ نے بڑی جرأت کی اور ایسی خرافات باتیں کہیں کہ اس سے پہلے کسی عالم نے نہیں کہیں اور انہی باتوں کی وجہ سے علماءِ اسلام کی نظروں میں مثلہ بن کر رہ گیا۔ پس اس نے رسولِ خدا علیه الصلوٰة والسلام سے استغاثہ اور توسل سے انکار کر دیا''۔

(۴)

علامہ زرقانی رحمۃُ اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

ولکن ھٰذا الرجل یعنی ابن تیمیه ابتداع لہٗ مذھبا وھو عدم تعظیم القبور ۔(شواہد الحق ص۱۹۹)

یعنی ''اس شخص ابن تیمیہ نے ایک نیا مذہب نکالا ہے وہ یہ کہ قبروں کی تعظیم نہ کی جائے''۔

(۵)

امام ابن حجر ہیتمی مکی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد:

لم یقصر اعتراضه علیٰ متاخری الصوفیه بل اعترض علیٰ مثل عمر بن الخطاب وعلی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنھما ۔(فتاویٰ حدیثیہ ص۱۰۰)

یعنی ''ابن تیمیہ نے صرف پچھلے بزرگانِ دین پر ہی اعتراضات نہیں کیے بلکہ اس نے تو سیدنا فاروقِ اعظم وسیدنا مولیٰ علی شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنھما کو بھی نہیں چھوڑا''۔

(۶)

نیز اسی میں ہے: واخبر عنه بعض السلف انه ذکر علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنه فی مجلس اخر فقال علیا اخطافی اکثر من ثلاثمائة مکان فیالیت شعری من این یحصل لك الصواب اذا خطا علی بزعمك کرم اللہ وجه وعمر بن الخطاب رضی اللہ عنه۔ (فتاویٰ حدیثیہ ص ۱۰۱)

یعنی ''ایک بزرگ نے فرمایا کہ ابن تیمیہ نے ایک دوسری مجلس میں حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالٰی عنه کا ذکر کیا تو کہا کہ علی نے تین سو سے زیادہ غلطیاں کی ہیں۔ اے ابن تیمیہ! تجھ پر افسوس ہے کہ اگر امیر المؤمنین سیدنا علی کرم اللہ وجه الکریم اور سیدنا امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنه نے غلطیاں کی تھیں تو تیری بات میں صداقت کہاں سے آئے گی''۔

(۷)

ابن تیمیہ کی ایسی ہی باتوں پر حضرت محقق ہیتمی رحمة اللہ تعالٰی نے فرمایا:

من هو ابن تیمیه حتی ینظر الیه اویعول فی شئی من امور الدین۔ (شواہد الحق)

یعنی ''فرمایا کہ ابن تیمیہ کون ہوتا ہے کہ اس کی طرف نظر کی جائے یا دین کے معاملہ میں اس کی کسی بات پر اعتبار کیا جائے''۔

(۸)

قال المناوی واما کونهما من المبتدعة مسلم۔

(زرقانی شرح مواہب ج ۵ ص ۱۲)

یعنی ''ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد کا بدمذہب ہونا یہ مسلّم امر ہے''۔

(۹)

ویعتقد فیہ انہ مبتدع ضال ومضل جاھل نحال عاملہ اللہ تعالیٰ بعدلہٗ واجارنامن مثل طریقتہ عقیدتہ و فعلہ آمین ۔

(فتاویٰ حدیثیہ ص۱۰۰)

''ابن تیمیہ کے متعلق یہ اعتقاد رکھا جائے کہ وہ بدمذہب ہے گمراہ ہے گمراہ کرنے والا ہے وہ غالی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے وہ جزا دے جس کا وہ حقدار ہے اور ہمیں اس کے طریقہ اور اس کے عقیدہ اور اس کے فعل سے پناہ دے۔ آمین!''۔

(۱۰)

ابن تیمیہ اپنے غلط نظریات اور فاسد عقائد کی بناپر علمائے کرام بزرگانِ دین کے درمیان مثلہ بن کر رہ گیا۔ نہ اس کی عزت رہی نہ وقار رہا۔ بلکہ ذِلّت کے گڑھے میں گر گیا جس کا اس کی جماعت کو بھی اقرار کرنا پڑا۔ چنانچہ غیر مقلدین کے ''فتاوی ثنائیہ'' جلد دوم میں ہے۔

''جب شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے تین طلاق کے ایک مجلس میں ایک طلاق ہونے کا فتویٰ دیا تو بہت شور ہوا۔ شیخ الاسلام اور ان کے شاگرد ابن قیم پر مصائب برپا ہوئے، ان کو اونٹ پر سوار کر کے درّے مار مار کر شہر میں پھرا کر توہین کی گئی، قید کیے گئے''۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد دوم ص ۳۵)

یہ ہے بزرگانِ دین ائمہ محدثین کی نظر میں ابن تیمیہ کی وقعت جس کی اتباع و محبت میں بعض علماء رحمۃ اللعالمین شفیع المذنبین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح طور پر ثابت شدہ شان وعظمت کا انکار کر دیتے ہیں کیونکہ ان کی جماعت کا

سرداری ابن تیمیہ ہے۔

(۱۱)

جیسا کہ ''شواہد الحق'' ہے:

وراس هذاالطريق الشخص الذى يقال ابن تيميه فانه كم جزم بوضع الصحيح وتصحيح الباطل ۔ (شواہد الحق)

یعنی ''اس جماعت کا سردار وہ شخص ہے جسے ابن تیمیہ کہا جاتا ہے پس اس نے کتنی صحیح حدیثوں کو موضوع قرار دیا اور کتنی باطل روایات کو اس نے صحیح قرار دیا ہے''۔

(۱۲)

حضرت عز بن جماعۃ کا ارشاد:

ان هو الا عبداضله الله واغواه والبسه رداء الخزى وارداه ۔ (شواہد الحق)

یعنی ''ابن تیمیہ وہ بندہ ہے جسے خدا تعالیٰ نے ضلالت و گمراہی کی وادی میں چھوڑ دیا اور اسے رسوائی کی چادر پہنادی اور تباہ کر دیا''۔

(۱۳)

حضرت علامہ نبہانی کا ارشاد گرامی:

اعلم ان الامام ابن تيميه هو فى العلم كالبحر العجاج المتلاطم بالا مواج هوتارة يلقى اللؤلو والمرجان (۶) وتارة يلقى الاحجاز والصدف وتادة الاقذار والجيف (شواہد الحق ص ۲۷)

(۶) جیسے کہ ابن تیمیہ کی کتاب ''الصارم المسلول'' سے پڑھ کر دیکھیں تو ایمان تازہ ہوتا ہے لیکن اگر دومن پاکیزہ دودھ میں ایک قطرہ پیشاب گر جائے تو وہ سارا ہی ناپاک ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ بے ادبی سے بچائے۔ (آمین)

یعنی ''ابن تیمیہ علم میں ٹھاٹھیں اور موجیں مارتے سمندر کی طرح ہے کبھی تو وہ موتی اور مونگے (۱) پھینکتا ہے اور کبھی پتھر اور صدف اور کبھی وہ گندگی اور مُردار اُگلتا ہے''۔

اور پھر ابن تیمیہ کے وقت سے اہلسنّت کے دوگروہ ہوگئے ہیں، ایک گروہ وہ ہے جو کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے نقشِ قدم پر چل کر رحمتِ کائنات باعثِ ایجادِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق کی حدتک محبت واحترام کرتے ہیں دوسرا گروہ ہے جس کا سربراہ امام ابن تیمیہ ہے۔ جیسے کہ ''شواہد الحق'' میں ہے:

وراس ھٰذاالطریق الشخص الذی یقال لہٗ ابن تیمیہ فانہٗ کم جزم بوضع الصحیح و تصحیح الباطل .

جیسے کہ ابن تیمیہ کی کتاب ''الصارم المسلول'' ہے۔ پڑھ کر دیکھیں تو ایمان تازہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر دومن پاکیزہ دودھ میں ایک قطرہ پیشاب گر جائے تو وہ سارا ہی ناپاک ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ بے ادبی سے بچائے۔ آمین

یعنی اس گروہ کا سردار وہ شخص ہے جسے ابن تیمیہ کہا جاتا ہے اور اس نے کتنی حدیثوں کو موضوع قرار دیا اور کتنی جھوٹی حدیثوں کو اس نے صحیح کہا ہے اور یہ گروہ جو کہ ابن تیمیہ کے پیروکار ہیں یہ ہر معاملہ کے منفی پہلو کو اختیار کرتے ہیں اور حبیبِ خدا سیدالانبیاء رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ میں عیب تلاش کرتے ہیں اور عیب بیان کرتے ہیں۔ جس کی تصدیق مندرجہ ذیل واقعہ سے بھی ہوتی ہے۔

مولانا سید غلام جیلانی شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے استادِ گرامی قدر مولانا سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرائی تھی وہ یوں کہ میں راولپنڈی کے ایک دینی مدرسہ میں پڑھتا

تھا وہاں کا استاد بہت گستاخ تھا(۷) وہ اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم
کی شان میں ایسی باتیں کہہ جاتا تھا جن باتوں کو لکھتے ہوئے قلم لرز جاتا
ہے۔ مولانا سید غلام جیلانی شاہ صاحب نے فرمایا میں نے یہ سارا واقعہ گولڑہ شریف
میں حاضر ہو کر حضرت بابو جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا
تو آپ نے فرمایا اگر ایمان بچانا ہے تو اس مدرسہ کو چھوڑ دو، میں نے پوچھا کہ پھر میں
کدھر جاؤں تو بابو جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آپ ملتان شریف میں علامہ کاظمی
شاہ صاحب کے مدرسہ میں چلے جائیں اور وہیں جا کر پڑھیں چنانچہ میں جب ملتان
شریف حاضر ہوا تو حضرت علامہ کاظمی شاہ صاحب نے حالات پوچھ کر فرمایا اچھا ہوا
کہ ایمان بچا کر نکل آئے۔ مولانا غلام جیلانی شاہ صاحب فرماتے ہیں میں نے پوچھا
وہاں کونسی بات تھی کہ میرا ایمان ضائع ہو جاتا؟ حضرت کاظمی شاہ صاحب نے فرمایا کہ
ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات بیان کرتے ہیں اور وہ لوگ کوشش
کرتے ہیں کہ سرکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں نقص اور عیب ڈھونڈ
نکالیں (العیاذ باللہ) بتاؤ تمہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات
پسند ہیں یا آپ پر عیب وافترا پسند ہے؟ میں نے کہا مجھے تو کمالات پسند ہیں اس پر
غزالی زماں نے فرمایا آج رات تم سو گے تو ان شاء اللہ تمہیں سید الانبیاء صلی
اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوگی سرکار خود کرم فرمائیں گے تو خود حضور سے
پوچھ لینا کہ کہاں پڑھنا بہتر ہے۔ سید غلام جیلانی شاہ صاحب فرماتے کہ میں جب
سویا تو اسی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ سرکار
صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پہلی بات فرمائی وہ یہ تھی: اچھا ہوا تم اس مدرسہ میں
آ گئے تمہارا ایمان بچ گیا۔ یہ سن کر میں نے خواب میں ہی عرض کیا حضور وہاں (پہلے

(۷) ابن تیمیہ کے ماننے والے یوں ہی گستاخیاں کر جاتے ہیں۔ ۱۲ منہ

مدرسہ میں) کونسی خرابی تھی جس سے میرا ایمان ضائع ہو جاتا؟ اس پر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ مجھ میں عیب ڈھونڈتے اور نقص تلاش کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اور (حضرت غزالی زماں) کی طرف اشارہ کرکے فرمایا جبکہ یہ لوگ میرے کمالات تلاش کرتے اور بیان کرتے رہتے ہیں۔ بتاؤ تمہیں میرے کمالات سننا پسند ہیں یا عیب سننا؟ میں نے عرض کیا حضور مجھے آپ کے کمالات پسند ہیں۔

سید غلام جیلانی شاہ صاحب نے فرمایا جب میں غزالی زماں (علامہ کاظمی شاہ صاحب) کے پاس سبق پڑھنے کے لیے حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا رات والے خواب کا حال سناؤ۔ میں نے سارا خواب بیان کیا تو بہت خوش ہوئے اور مجھے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت پر مبارک باد دی اور فرمایا میں نے بھی تو یہی بتایا تھا۔

(ماہنامہ السعید ملتان ماہ شوال ۱۴۱۸ھ فروری ۱۹۹۸ء بحوالہ رضائے مصطفیٰ)

واقعہ مذکورہ پر غور کریں کہ بے شک یہ دوسرے گروہ ہر معاملہ میں منفی پہلو اختیار کرتے ہیں۔ علمِ غیبِ عطائی کا مسئلہ ہو تو صاف انکار کر دیتے ہیں حالانکہ صحاح ستہ میں ہی بیسیوں احادیثِ مبارکہ ثابت کر رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار علومِ غیبیہ عطا کئے ہیں۔ ۲۔ انگوٹھے چومنے کا مسئلہ ہو تو یہ لوگ بے دھڑک کہہ دیتے ہیں جی یہ معتبر سند سے ثابت ہی نہیں۔ حالانکہ کتاب عظمتِ نامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ کر دیکھیں جس سے آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں اور اگر حبیبِ خدا سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات وتصرفات کا مسئلہ ہو تو یہ لوگ کہہ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تو کسی کو تصرف کرنے کی طاقت ہی نہیں دی۔ حالانکہ ''البرھان'' پڑھ کر دیکھیں کہ دس بیس نہیں بلکہ سینکڑوں احادیثِ مبارکہ جو سید العالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم

کے لیے اختیارات وتصرفات ثابت کررہی ہیں اور اگر ردشمس یعنی ڈوبے سورج کے واپس لوٹنے کا مسئلہ ہوتو یہ لوگ کہہ دیتے ہیں جی یہ تو کسی صحیح حدیث سے ثابت ہی نہیں حالانکہ یہی رسالہ جوآپ کے زیرنظر ہے اس کو پڑھیں پھر پڑھیں پھر پڑھیں اور اپنا ایمان محفوظ کریں۔اے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے بھولے بھالے اُمتی ذرا سنبھل کر چل، ہوشیار خبردار کوئی جُبّہ قُبّہ پہن کر تیرا ایمان نہ چھین لے اور تجھے اپنے ہی بڑوں کے اقوال سنا کر تجھے اپنے جیسا ہی نہ بنالے۔

حسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیّدالاولین والاخرین

وعلیٰ الٰہ واصحابہ اجمعین۔

فقیرابوسعید محمدامین غفرلہ والوالدیہ ولاحبابہ، محمد پورہ، فیصل آباد

معجزۂ ردِّ شمس کا مدلل ثبوت

(''تبیان القرآن'' اور ''شرح صحیح مسلم'' سے انتخاب)

از

علامہ غلام رسول سعیدی

پہلا اقتباس:

''حضرت یوشع بن نون کا تعارف: حافظ ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوشع بن نون کا نسب یہ ہے۔ یوشع بن نون بن افرائیم بن یوسف بن اسحاق بن ابراہیم الخلیل علیھم السلام ۔قرآنِ مجید میں ان کا کئی جگہ ذکر ہے: اِذْقَالَ مُوْسٰی لِفَتٰهُ (الکھف:۶۰) فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰهُ (الکھف:۶۲) ''جب ان دونوں نے اس جگہ سے تجاوز کیا تو موسیٰ نے اپنے فتٰی (شاگرد) سے کہا''۔ان دونوں آیتوں میں فتٰی سے مراد حضرت یوشع بن نون ہیں، جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ یوشع بن نون کی نبوت پر تمام اہلِ کتاب کا اتفاق ہے کیونکہ ان کی ایک جماعت جس نام السامرہ ہے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد یوشع بن نون کے سوا کسی نبی کی نبوت کا اقرار نہیں کرتی، کیونکہ ان کی نبوت کی تورات میں تصریح ہے۔ وہ ان کے علاوہ دوسرے انبیاءؑ کی نبوت کا انکار کرتے ہیں حالانکہ وہ ان کے رب کی جانب سے برحق نبی ہیں، سو قیامت تک ان پر مسلسل لعنت ہوتی رہے گی''۔

(البدایہ والنہایۃ: ج ا ص ۳۲۱) (مسند احمد رقم الحدیث: ۱۰۹۰۴ مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انبیاء میں سے ایک نبی جہاد کو جانے لگے تو انہوں نے اپنی قوم سے کہا، میرے ساتھ وہ شخص نہ جائے جس کی ابھی شادی ہوئی ہو اور شب

زفاف گزارنا چاہتا ہو اور نہ وہ شخص جائے جو مکان بنا رہا ہو اور ابھی اس نے مکان کی چھت بلند نہ کی ہو اور نہ وہ شخص جائے جس کی بکریاں ہوں یا حاملہ اُونٹنیاں ہوں اور وہ ان کے بچے پیدا ہونے کا منتظر ہو، پھر وہ جہاد کیلئے گئے، نمازِ عصر کے وقت وہ بستی کے قریب پہنچ گئے تو انھوں نے سورج سے کہا تم بھی حکم کے پابند ہو اور میں بھی حکم کا پابند ہوں۔اے اللہ! تُو سورج کو تھوڑی دیر روک لے، سو، سورج کو روک لیا گیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا کر دی"۔الحدیث۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۴۷، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱۲۴)

اس حدیث میں جو فرمایا ہے کہ انبیاء میں سے ایک نبی جہاد کیلئے گئے، اس سے مراد حضرت یوشع بن نون ہیں۔

ہمارے نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کیلئے رَدِّ شمس کی حدیث پر حافظ ابنِ حجر کی تحقیق:

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ نبی یوشع بن نون ہیں جیسا کہ امام حاکم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے، اور امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہٗ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ سورج کو صرف حضرت یوشع بن نون کیلئے روکا گیا تھا جن راتوں میں انہوں نے بیت المقدس کی طرف سفر کیا تھا۔ (مسند احمد رقم الحدیث: ۸۳۲۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوگا کہ "مغازی ابن اسحاق" میں ہے کہ جب نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے قریش کو یہ خبر دی کہ صبح کو وہ قافلہ آجائے گا جس کو

آپ نے شبِ معراج دیکھا تھا۔ سورج طلوع ہوگیا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے سورج کو ٹھہرالیا حتیٰ کہ قافلہ آ گیا، لیکن اس کی سند منقطع ہے۔ اور امام طبرانی کی ''معجم اوسط'' میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کو حکم دیا تو وہ ایک گھنٹہ تک ٹھہرا رہا۔ اور ان میں تطبیق اس طرح ہے حضرت یوشع بن نون کی حدیث میں انبیاءِ سابقین کے اعتبار سے حصر ہے یعنی انبیاءِ سابقین میں حضرت یوشع بن نون کے سوا اور کسی کیلئے سورج کو نہیں ٹھہرایا گیا اور اس میں اس کی نفی نہیں ہے کہ بعد میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے سورج ٹھہرایا جائے۔ اور امام طحاوی اور امام طبرانی نے ''معجم کبیر'' میں اور امام بیہقی نے ''دلائل النبوۃ'' میں اور امام حاکم نے حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقامِ صہبا میں ظہر کی نماز پڑھی، پھر حضرت علی کو کسی کام سے بھیجا۔ حضرت علی جب واپس آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھ چکے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے آپ کو ہلایا نہیں حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ! بے شک تیرا بندہ علی اپنے نبی کی خدمت میں مشغول تھا تو اس پر سورج لوٹا دے۔ تو اللہ نے ان پر سورج لوٹا دیا۔ حضرت اسماء نے کہا پھر سورج طلوع ہوا حتیٰ کہ پہاڑوں اور زمین پر بلند ہو گیا۔ حضرت علی اُٹھے اور انہوں نے وضو کیا اور عصر کی نماز پڑھی پھر سورج غروب ہو گیا۔ یہ صہباء (خیبر کے قریب ایک جگہ) کا واقعہ ہے۔ (المعجم الکبیر: ج ۲۴ ص ۱۴۵-۱۴۴، رقم الحدیث: ۳۸۲، مشکل الآثار جز ۴ ص: ۲۶۹-۲۶۸، رقم الحدیث: ۳۸۵۱-۳۸۵۰، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۹۷، اتحاف ج: ۷ ص ۱۹۱، الشفاء ج: ۱ ص ۲۱۵، دار الفکر)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کو حاکم اور بیہقی کی ''دلائل النبوت'' کے

حوالے سے بھی لکھا ہے، لیکن ان کتابوں میں یہ حدیث نہیں ہے۔ حافظ عسقلانی لکھتے ہیں: یہ بہت عظیم معجزہ ہے اور ابن الجوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں درج کر کے خطا کی ہے، اور ابن تیمیہ نے بھی اس حدیث کو کتاب ''الـــرد عـلـــی الروافض'' میں درج کر کے اس کو موضوع لکھا، یہ ان کی بھی خطا ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۲۴۷، ۲۴۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ)

(اسی طرح حافظ ابن کثیر نے بھی اس حدیث کو منکر لکھا ہے۔ البدایہ والنہایہ ج:۱، ص: ۴۲۶- دار الفکر بیروت اور یہ ان کی بھی خطا ہے) (فتح الباری ج:۶، ص:۲۴۷- مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ)

حدیثِ رَدِّ شمس پر حافظ سیوطی اور حافظ سخاوی کی تحقیق:

حافظ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے اس حدیث کو نو سندوں سے روایت کیا ہے اور اس کے راویوں پر اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں۔

(اللآلی المصنوعہ، ج:۱، ص:۲۴۷، ۲۴۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ)

علامہ محمد بن ابراہیم السخاوی متوفی ۹۰۲ھ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

امام احمد نے کہا اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔ امام ابن جوزی نے بھی ان کی پیروی کی اور اس حدیث کو موضوعات میں درج کیا، لیکن امام طحاوی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور صاحب شفاء نے بھی اس کو صحیح کہا ہے۔ امام ابن مندہ اور امام ابن شاہین نے اس حدیث کو حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے، اور امام ابن مندہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اس وقت بھی سورج کو لوٹایا گیا تھا جب آپ نے اپنی قوم کو شبِ معراج ان کے قافلے کے آنے کی خبر دی تھی اور یہ کہا کہ وہ قافلہ فلاں فلاں دن آجائے گا پس اس صبح قریش اس قافلے کو دیکھ رہے

تھے۔ دن چڑھ گیا اور قافلہ نہ آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو دن میں ایک گھنٹہ بڑھا دیا گیا اور سورج کو روک دیا گیا۔ اس حدیث کے راوی نے کہا ہے کہ اس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے سورج کو روکا گیا تھا اور کسی کیلئے سورج کو نہیں روکا گیا اور حضرت یوشع بن نون کیلئے سورج کو روکا گیا تھا جب انھوں نے جمعہ کے دن جبارین سے قتال کیا تھا۔ جب سورج ڈھلنے لگا اور ان کو یہ خطرہ ہوا کہ ان کے جنگ سے فارغ ہونے سے پہلے سورج غروب ہو جائے گا اور ہفتہ کا دن داخل ہو جائے گا اور پھر ان کے لئے جبارین سے قتال کرنا جائز نہیں رہے گا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ان پر سورج کو لوٹا دیا۔

(المقاصد الحسنہ، ص:۲۳۶، رقم الحدیث:۵۱۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی متوفّٰی ۱۱۶۲ھ نے کچھ اضافے کے ساتھ یہی لکھا ہے۔ (کشف الخفاو مزیل الالباس، ج:۱، ص۲۲۰، مکتبہ الغزالی، دمشق)

حدیث ردشمس پر پر علامہ زبیدی کی تحقیق:

علامہ سید محمد الزبیدی الحنفی المتوفّٰی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور معجزات میں سے یہ ہے کہ آپ کیلئے سورج کو لوٹایا گیا۔ حافظ ابو جعفر طحاوی نے ''مشکل الآثار'' میں اور امام ابن مندہ اور امام ابن شاہین نے اور امام طبرانی نے ''معجم کبیر'' میں اسنادِ حَسن کے ساتھ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صہبا میں ظہر کی نماز پڑھی پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو کسی کام سے بھیجا، وہ کام کر کے آگئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھ چکے تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کی گود میں سر رکھا اور سو گئے۔ حضرت علی نے آپ کو ہلایا نہیں حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا پھر رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! بے شک تیرا بندہ علی اپنے نبی کی خدمت میں مشغول تھا پس اللہ نے اس پر سورج لَوٹا دیا حتیٰ کہ سورج پہاڑوں اور زمین پر ٹھہر گیا۔ حضرت علی اُٹھے، انہوں نے وضو کیا اور عصر نماز پڑھی اور سورج غروب ہو گیا، یہ صہباء کا واقعہ ہے۔ اس حدیث کا دوسرا متن یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ اپنے اوپر کپڑا اوڑھ لیتے۔ ایک دن آپ پر وحی نازل ہوئی، اس وقت آپ نے حضرت علی کے زانو پر سر رکھا ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے کہا کیا تم نے عصر کی نماز پڑھ لی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں یا رسول اللہ! آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے ان پر سورج لَوٹا دیا حتیٰ کہ حضرت علی نے عصر کی نماز پڑھ لی۔ حضرت اسماء کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ سورج غروب ہونے کے بعد طلوع ہو گیا۔ امام طحاوی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور قاضی عیاض نے ان سے اس حدیث کو ''الشفاء'' میں نقل کیا ہے اور امام طحاوی کی تصحیح کو برقرار رکھا ہے اور کہا ہے: یہ سب معجزات نبوت سے ہیں۔ امام طحاوی نے لکھا ہے کہ امام احمد بن صالح یہ کہتے ہیں کہ جس شخص کا مقصد علم ہو اس کو چاہیے کہ وہ حضرت اسماء کی حدیث کو حفظ کرے کیونکہ یہ نبوت کی علامات میں سے ہے۔

امام ابنِ جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں درج کیا ہے، حافظ ابن حجر نے ''تخریج رافعی'' میں امام احمد سے یہ نقل کیا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے اور ابن تیمیہ نے ان کی پیروی کی ہے، اور روافض کے رد میں جو رسالہ لکھا ہے اس میں یہ تصریح کی ہے کہ یہ موضوع ہے، اور ابن جوزی نے یہ کہا ہے کہ اس کی سند میں احمد بن داؤد ہے۔ دار قطنی نے اس کے متعلق کہا ہے وہ متروک الحدیث ہے اور کذاب ہے، اور ابن حبان نے کہا ہے وہ حدیث وضع کرتا تھا۔ پھر ابن الجوزی نے کہا یہ حدیث باطل ہے اور جس نے اس کے موضوع ہونے سے غفلت کی اس نے اس میں محض

فضیلت کی صورت کو دیکھا۔ اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے اور سورج غروب ہونے کے بعد نماز قضا ہو جائے گی اور سورج کے لوٹ آنے سے وہ نماز ادا نہیں ہوگی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ابن الجوزی کی غلطی ہے، اس پر حافظ سیوطی اور حافظ سخاوی رد کر چکے ہیں اور اہلِ علم کو معلوم ہے کہ ابن الجوزی احادیثِ صحیحہ کو احادیثِ موضوعہ میں درج کر دیتے ہیں اور اس پر ان کے معاصر اور ان کے بعد کے بکثرت علماء نے رد کیا ہے۔ جیسا کہ حافظ عراقی نے ''نکت ابن الصلاح'' میں نقل کیا ہے، اور اس حدیث کو متعدد حفاظ نے صحیح کہا ہے حتیٰ کہ حافظ سیوطی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا متعدد اسانید کے ساتھ مروی ہونا اس کی صحت پر شاہد ہے، اس لئے ابن الجوزی کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اور ابن الجوزی کا یہ کہنا کہ اس میں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں فائدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ سورج کے لوٹنے سے وقت لوٹ آتا ہے اور رہا اس کا یہ کہنا کہ سورج کا لوٹ آنا قضا نماز کو ادا نہیں بناتا، اس کا حافظ ابن حجر نے شرح ''ارشاد'' میں یہ جواب دیا ہے کہ جب سورج غروب ہوا اور پھر لوٹ آئے تو اس کے لوٹ آنے سے وقت بھی لوٹ آئے گا اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے اور شہاب الدین خفاجی نے ''شرح الشفا'' میں لکھا ہے کہ اگر سورج کے لوٹنے کے بعد بھی یہ نماز قضا ہی رہتی تو پھر سورج کے لوٹانے کا کیا فائدہ تھا، کیونکہ یہ نماز ایک عذر کی بنا پر قضا ہوئی تھی اور وہ عذر یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند میں خلل نہ ڈالا جائے اور یہ فضیلت ہے اور جب وہ نماز لوٹائی گئی تو وہ فضیلت حاصل ہوگئی اور دوسرے علماء نے لکھا ہے کہ یہ نماز ادا ہوئی تھی۔ علامہ قرطبی نے ''التذکرہ'' میں اس کی تصریح کی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب سورج لوٹ آیا تو گویا وہ غروب نہیں ہوا، اور امام طبرانی نے ''معجم اوسط'' میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کو حکم دیا تو وہ ایک گھنٹہ مؤخر ہو گیا۔

اور یونس بن بکیر نے ''زیادۃ المغازی'' میں ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ: ''جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی اور آپ نے اپنی قوم کو اس کی علامتوں کی خبر دی تو انہوں نے پوچھا وہ قافلہ کب آئے گا؟ آپ نے فرمایا: بدھ کے دن، جب وہ دن آیا تو قریش صبح سے قافلہ کا انتظار کر رہے تھے، دن ختم ہونے لگا اور قافلہ نہیں آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی، پھر دن کی مقدار میں ایک گھنٹہ بڑھا دیا گیا اور سورج کو محبوس (ٹھہرا) کر دیا گیا اور یہ حدیث اس صحیح حدیث کے خلاف نہیں ہے جس میں ہے کہ یوشع بن نون کے سوا کسی کیلئے سورج کو نہیں ٹھہرایا گیا جب انھوں نے جمعہ کے دن جبارین سے قتال کیا تھا کیونکہ یہ جواب دیا جائے گا کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ انبیاءِ سابقین میں سے حضرت یوشع بن نون کے سوا کسی کے لیے سورج کو نہیں ٹھہرایا گیا''۔

(اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۱۹۲-۱۹۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۴ھ)

حدیثِ ردِّ شمس پر علامہ ابن جوزی کے اعتراضات کے جوابات:

حضرت اسماء بنت عمیس کی حدیث کی سند پر علامہ ابن جوزی نے جو اعتراضات کئے ہیں ان کے حسب ذیل جوابات ہیں۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی المتوفٰی ۹۶۳ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں فضیل بن مرزوق ہے اور اس کو یحیٰی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ دوسری سند میں ابن عقدہ ہے رافضی ہے اس پر کذب کی تہمت ہے، نیز اس سند میں عبدالرحمٰن بن شریک ہے اس کے متعلق ابوحاتم نے کہا ہے کہ یہ ضعیف الحدیث ہے، نیز یہ حدیث حضرت ابوہریرہ سے بھی مروی ہے اس کی سند میں داؤد بن فراہیج ہے۔ اس کو شعبہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

علامہ ابن جوزی کے ان اعتراضات کا جواب یہ ہے کہ فضیل بن مرزوق ثقہ اور

بہت زیادہ سچا راوی ہے۔ "صحیح مسلم" اور سنن اربعہ کے مصنفین نے اس سے استدلال کیا ہے اور عبدالرحمان بن شریک کی ابوحاتم کے علاوہ دوسرے ائمہ نے توثیق کی ہے اور امام بخاری نے کتاب "الادب" میں اس سے روایت کیا ہے، اور ابن عقد بہت بڑے حفاظ میں سے ہیں اور ان کی جرح اور تعدیل میں لوگوں کا اختلاف ہے اور جن لوگوں نے ان پر حدیث وضع کرنے کی تہمت لگائی ہے ان کی امام دارقطنی نے تکذیب کی ہے۔ حمزہ السھمی نے کہا ان پر وضع کی تہمت کوئی طبلچی ہی لگا سکتا ہے، اور داؤد بن فراھیج کی ایک قوم نے توثیق کی ہے۔ پھر اس حدیث کو ائمہ اور حفاظ کی ایک جماعت نے صحیح کہا ہے۔ ان میں سے امام طحاوی ہیں اور امام سیوطی نے اس حدیث کی اسانید کے تتبع میں ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام "کشف اللبس فی حدیث ردالشمس" ہے اور اس رسالہ کو امام شافعی کے اس قول پر ختم کیا ہے کہ جس نبی کو بھی کوئی معجزہ دیا گیا ہمارے نبی کو اس جیسا یا اس سے بڑا معجزہ دیا گیا۔ (علامہ کنانی نے بہت طویل بحث کی ہے لیکن ہم نے ان کا جتنا کلام نقل کیا ہے وہ بحث کیلئے کافی ہے)

(تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ، ج:۱،ص:۳۷۹-۳۷۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۱ھ)

حدیثِ رَدِّ شمس پر حرفِ آخر:

ہم نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سورج کو ٹھہرانے یا لوٹانے کے متعلق بہت طویل اور مفصل گفتگو کی ہے کیونکہ ہمارے زمانہ میں بھی بعض متشدد علماء، ابن جوزی، ابن تیمیہ اور ابن کثیر کی اتباع میں معجزہ رَدُّ الشمس کا انکار کرتے ہیں، چنانچہ سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

"حضرت علی کے متعلق جو روایات بیان کی جاتی ہیں ان کے تمام طرق اور رجال پر بحث کر کے ابن تیمیہ نے اس کو موضوع ثابت کیا ہے اور ابن

جوزی کہتے ہیں کہ یہ بلا شک وشبہ موضوع ہے۔غزوۂ خندق کے موقع پر سورج کی واپسی والی روایت بھی بعض محدثین کے نزدیک ضعیف اور بعض کے نزدیک موضوع ہے''۔

(تفہیم القرآن ج:۴،ص:۳۴۴،مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور۔مارچ ۱۹۸۳ء)

البتہ جسٹس تقی عثمانی نے اس بحث میں انصاف سے کام لیا ہے،وہ لکھتے ہیں:

''اور رہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو امام طحاوی نے ''مشکل الآثار'' مین اور امام طبرانی نے ''کبیر'' میں اور حاکم اور بیہقی نے ''دلائل'' میں حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھٹنے پر سر رکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے،اور ان کی عصر کی نماز فوت ہوگئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی،سو،سورج کو لوٹا دیا گیا حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے نماز پڑھ لی،پھر سورج غروب ہو گیا۔ابنِ جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں درج کیا ہے اور ابن تیمیہ نے کتاب ''الرد علی الروافض ''میں، لیکن حافظ ابن حجر نے اسے ان دونوں کی خطا قرار دیا ہے۔

(تکملہ فتح الملھم ج ۳ ص ۴۷،مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم،کراچی ۱۴۱۴ھ)

جسٹس تقی عثمانی نے صرف حافظ ابنِ حجر کی عبارت نقل کرنے پر اکتفاء کی ہے خود تتبع نہیں کیا،ورنہ انہیں معلوم ہوتا کہ حاکم اور بیہقی نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا۔(تبیان القرآن جلد ۷ صفحہ ۱۴۴ تا ۱۴۸ مطبوعہ فرید بک سٹال،۳۸-اردو بازار،لاہور)

دوسرا اقتباس

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سورج کو لَوٹانا:

اس حدیث میں حضرت یوشع بن نون کیلئے غروب سے پہلے سورج کے ٹھہرانے کا ذکر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غروب کے بعد سورج کو لَوٹا دیا تھا۔

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفّٰی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

''حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالٰی عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی جارہی تھی اوران کا سر حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہٗ کی گود میں تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نماز نہیں پڑھی، حتیٰ کہ سورج غروب ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! بے شک علی تیری اطاعت اور تیرے رسول کی اطاعت میں مشغول تھے، تُو ان پر سورج لَوٹا دے۔ حضرت اسماء نے کہا: میں نے دیکھا کہ سورج غروب ہو گیا تھا اور پھر غروب ہونے کے بعد وہ طلوع ہوگیا''۔

(المعجم الکبیر، ج ۲۴، رقم الحدیث: ۳۹۰ ص ۱۵۲-۱۵۰، مشکل الآثار، للطحاوی، ج ۴ رقم الحدیث: ۳۸۵۰، ص: ۲۶۸-مختصر تاریخ دمشق ج ۱۷، ص ۳۴۸، سبل الھدی والرشاد، ج ۹ ۴۳۳-۴۳۵، التذکرہ ص ۱۷ شرح مشکل لآثار للطحاوی ج ۳، رقم الحدیث: ۱۰۶۷-۱۰۶۸)

امام ابوجعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

''یہ حدیث نبوت کی عظیم علامتوں میں سے ہے۔ کیونکہ حضرت علی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اپنے آپ کو پابند

رکھا۔اس لیے آپ نے ان کیلئے سورج لوٹانے کی دعا کی۔اس سے نمازِ عصر کی اہمیت بھی معلوم ہوتی ہے''۔

(شرح مشکل الآثار، ج:۳،ص:۹۸-۹۷،مطبوعہ موسسہ الرسالہ، بیروت)

حدیثِ رَدِّ شمس کی سند کی تحقیق:

ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ابن تیمیہ،ابن القیم، ذہبی، ابن کثیر اور ابن حزم کی بھی یہی رائے ہے۔ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابو سعید خدری سے بھی مروی ہے۔امام ابو الحسن فضلی متوفّی ۴۷۰ھ نے اس حدیث کی تمام اسانید کو جمع کیا ہے اور ایک رسالہ لکھا ہے ''تصحیح حدیث ردالشمس'' اور امام سیوطی نے ایک رسالہ لکھا ہے ''کشف اللبس عن حدیث الشمس'' اور امام محمد بن یوسف دمشقی نے ایک رسالہ لکھا ہے ''مُزِیْلُ اللَّبْسِ عَنْ حَدِیْثِ رَدِّ الشَّمْسِ''۔

علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی متوفّی ۹۰۲ھ لکھتے ہیں:

''اس حدیث کے متعلق امام احمد نے کہا اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔علامہ ابن الجوزی نے ان کی پیروی کرکے اس حدیث کو موضوعات میں درج کیا ہے۔لیکن امام طحاوی اور صاحب الشفاء نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔امام ابن مندہ اور امام ابن شاہین نے اس کو اسماء بنت عمیس سے روایت کیا ہے، اور امام ابن مردویہ نے اس کو حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن سورج کو لوٹایا،جس دن آپ نے اس قافلہ کے آنے کی خبر دی تھی۔جس کو آپ نے شبِ معراج دیکھا تھا،اس روز دن غروب ہو رہا تھا اور ابھی تک قافلہ نہیں آیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایک ساعت

سورج روک دیا گیا'' (الخ)

(المقاصد الحسنہ، ص :۲۳۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۷ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفّٰی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

''ابن اسحاق کی مغازی میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ معراج کی صبح کو جب کفارِ قریش کو یہ خبر دی کہ آپ نے ان کا قافلہ دیکھا ہے اور وہ طلوعِ آفتاب کے ساتھ آجائے گا، پھر آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، حتیٰ کہ قافلہ آنے تک سورج ٹھہرا رہا۔ یہ حدیث منقطع ہے، لیکن امام طبرانی کی ''اوسط'' میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کو حکم دیا تو وہ کچھ دیر متاخر ہو گیا۔ اس حدیث کی سَنَد حَسَن ہے اور ''مسند احمد'' میں جو روایت ہے کہ حضرت یوشع کے سوا اور کسی کیلئے سورج نہیں ٹھہرایا گیا، اسکا مطلب یہ ہے کہ انبیاءِ سابقین میں سے اور کسی کیلئے سورج نہیں ٹھہرایا گیا اور اس حدیث میں اس بات کی نفی نہیں ہے کہ حضرت یوشع کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے سورج ٹھہرایا گیا ہو اور امام طحاوی، امام طبرانی، امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ جب حضرت علی کے زانو پر سر رکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور حضرت علی کی نمازِ عصر فوت ہو گئی تو سورج لَوٹا دیا گیا حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے نماز پڑھ لی، اور اس کے بعد سورج غروب ہو گیا اور یہ آپکا بہت عظیم معجزہ ہے۔ اور تحقیق یہ ہے کہ ابن جوزی اور ابن تیمیہ نے اس حدیث کو موضوع قرار دینے میں خطا کی ہے۔ واللہ اعلم۔

البتہ قاضی عیاض نے جو یہ نقل کیا ہے کہ یومِ خندق کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے سورج کو لَوٹایا گیا تھا حتیٰ کہ آپ نے عصر کی نماز پڑھ لی، تو اگر یہ

ثابت ہو تو پھر یہ آپ کیلئے رَدِ شمس کا تیسرا واقعہ ہے۔

(فتح الباری، ج:۶، ص:۲۲۲-۲۲۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ ابن جوزی کا رَدّ کیا ہے۔ (عمدۃ القاری، ج:۱۵، ص:۴۳ مطبوعہ ادارہ الطباعۃ المنیر یہ۔ مصر ۱۳۴۸ھ)

مُلّا علی بن سلطان محمد القاری متوفّٰی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

''علامہ ابن لجوزی نے ابن عقدہ کی وجہ سے اس حدیث کو موضوع لکھا ہے، کیونکہ وہ رافضی تھا اور صحابہ کو بُرا کہتا تھا۔ ملاّ علی قاری فرماتے ہیں کہ محض کسی راوی کے رافضی یا خارجی ہونے کی وجہ سے اس روایت کے موضوع ہونے کا یقین کر لینا صحیح نہیں ہے، جبکہ وہ اپنے دین کے لحاظ سے ثقہ ہو، اور غالبًا اسی وجہ سے امام طحاوی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اصل چیز راوی کی عدالت ہے''۔

(شرح الشفاء علی ھامش نسیم الریاض ج ۳-ص:۱۱ مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی متوفّٰی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

''خاتم الحفاظ حافظ سیوطی اور علامہ سخاوی نے کہا ہے کہ ابن الجوزی کی ''کتاب الموضوعات'' کا اکثر حصہ مردود ہے، حتیٰ کہ انہوں نے بکثرت احادیثِ صحیحہ کو بھی موضوعات میں درج کر دیا ہے۔ امام ابن الصلاح نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی متعدد اسانید ہیں، جو اسکی صحت اور صدق پر شاہد ہیں، اور ان سے پہلے بکثرت ائمہ حدیث نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ مثلاً امام طحاوی، امام ابن شاہین اور امام ابن مندہ اور انہوں نے اس کو اپنی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے، اور امام طبرانی نے اس کو اپنی ''معجم'' میں روایت کیا

ہے اور اس کو حسن قرار دیا ہے''۔

(نسیم الریاض، ج:۳،ص:۱۱ مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

امام طبرانی نے اس حدیث کو کئی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے حافظ ھیثمی متوفی ۸۰۷ھ نے لکھا ہے، امام طبرانی نے ''معجم اوسط'' میں حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کو ٹھہرنے کا حکم دیا تو وہ ایک ساعت ٹھہر گیا۔ (المعجم الاوسط ج:۵، رقم الحدیث : ۴۰۵۱) اس حدیث کی سند حسن ہے اور ایک حدیث کی سند صحیح ہے۔ وہ ابراہیم بن حسن سے مروی ہے اور وہ ثقہ راوی ہے۔ امام ابن حبان نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے (ہم نے اس روایت کو درج کیا ہے)

(المعجم الکبیر ج :۲۴، رقم الحدیث : ۳۹۰-مجمع الزوائد، ج:۸ ص: ۲۹۷-۲۹۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۲ھ)

علامہ اسماعیل بن محمد عجلونی متوفی ۱۱۶۲ھ لکھتے ہیں:

''امام احمد نے کہا اس حدیث کی کوئی اصل نہیں اور علامہ ابن الجوزی نے کہا یہ موضوع ہے، لیکن ان کی خطا ہے۔ اسی وجہ سے حافظ سیوطی نے کہا اس حدیث کو امام ابن مندہ اور امام ابن شاھین نے حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت کیا ہے اور امام ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے اور ان دونوں حدیثوں کی سند حسن ہے اور امام طحاوی اور قاضی عیاض نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی اور امام حاکم نے اور امام بیہقی نے ''دلائل النبوۃ'' میں روایت کیا ہے۔ امام طحاوی نے کہا: احمد بن صالح کہتے تھے کہ جو شخص علم حاصل کرنا چاہتا ہو اس کو حضرت اسماء بنت عمیس کی اس حدیث کو نہیں چھوڑنا چاہیے، کیونکہ وہ نبوت کی بہت بڑی علامت ہے، یہ حدیث متصل ہے اور اس کے تمام

راوی ثقہ ہیں اور ابن جوزی نے جو اس پر کلام کیا اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا"۔

(کشف الخفاء و مزیل الالباس ج:۱،ص:۲۲۰مطبوعہ مکتبہ الغزالی، دمشق)

(تبیان القرآن جلد۳ صفحہ۱۴۹تا۱۵۲مطبوعہ فرید بک سٹال، ۳۸-اردو بازار، لاہور)

تیسرا اقتباس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے رَدِ شمس کا ثبوت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی محدثین نے رَدِ شمس کا معجزہ بیان کیا ہے۔ چنانچہ امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری اور امام احمد بن حسین بیہقی نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے، تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی عصر کی نماز قضا ہوگئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو سورج لوٹ آیا، حضرت علی نے نمازِ عصر پڑھ لی تو پھر سورج غروب ہوگیا۔

(۱۳۹۸ھ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری جلد ۶، صفحہ ۲۲۲-۲۲۱، مطبوعہ دار النشر الکتب الاسلامیہ، لاہور)

اس حدیث پر امام احمد کی اس روایت سے اعتراض کیا جاتا ہے:

عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الشمس لم تحبس علی بشر الا لیوشع لیالی سار الی بیت المقدس ۔ (امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ مسند احمد ج ۲، ص ۳۲۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حضرت یوشع کے سوا کسی بشر کے لیے سورج کو نہیں ٹھہرایا گیا، جن راتوں میں حضرت یوشع بن نون نے بیت المقدس کی طرف سفر کیا تھا"۔

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں سورج کو روکنے کا حصر بیان کیا گیا

ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سورج کو روکا یا ٹھہرایا نہیں گیا تھا بلکہ سورج کو پلٹایا گیا تھا اور سورج کو پلٹانا اور رَد کرنا سورج کو روکنے اور ٹھہرانے کی نفی کے منافی نہیں ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ حصر انبیائے سابقین کے اعتبار سے ہے یعنی انبیائے سابقین میں حضرت یوشع کے سوا اور کسی نبی کے لیے سورج کو نہیں ٹھہرایا گیا۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رَدِ شمس کا ثبوت اس حدیث کے حصر کے منافی نہیں ہے۔

حدیثِ رَدِّ شمس پر علامہ ابن جوزی اور شیخ ابن تیمیہ کے اعتراضات کے جوابات:

علامہ آلوسی بغدادی لکھتے ہیں: جو لوگ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے رَدِ شمس کے قائل ہیں، وہ اسی طرح حضرت یوشع اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی رَدِ شمس کے قائل ہیں، جب معراج سے واپسی کے بعد قافلہ میں تاخیر کے موقع پر سورج کو روک دیا گیا اور جب یومِ خندق کو نمازِ عصر قضاء ہوگئی اور جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور سورج کو لوٹایا گیا کیونکہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی تھی دراں حالیکہ آپ کا سرِ اقدس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا اور حضرت علی نماز نہ پڑھ سکے، یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! تم نے نماز پڑھ لی؟ انہوں نے کہا نہیں! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! یہ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا، اس پر سورج کو لوٹا دے، حضرت اسماء کہتی ہیں، میں نے سورج کو

غروب ہوتے دیکھا اور پھر سورج کو غروب کے بعد طلوع ہوتے دیکھا، یہ واقعہ جنگِ خیبر میں صہبا کے موقع پر ہوا۔ (علامہ آلوسی لکھتے ہیں) اس حدیث کی صحت میں اختلاف ہے، ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں ذکر کیا ہے اور تصریح کی ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے، اس حدیث کی سند میں ایک راوی احمد بن داؤد ہے، امام دار قطنی نے اس کے متعلق کہا کہ یہ متروک الحدیث اور کذاب ہے۔ اور امام ابن حبان نے کہا: یہ حدیثیں گھڑتا تھا، علامہ ابنِ جوزی نے کہا: یہ حدیث باطل ہے، جس شخص نے اس کے موضوع ہونے کی طرف توجہ نہیں کی، اس نے صرف اس کی ظاہر فضیلت کو دیکھا اور یہ نہیں دیکھا کہ اس حدیث کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ سورج غروب ہونے کے بعد نماز قضاء ہوگئی اور سورج کے لوٹانے سے وہ ادا نہیں ہوگی۔

شیخ ابن تیمیہ نے روافض کے رد میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے، اس رسالہ میں اس حدیث کی تمام اسانید اور راویوں کا ذکر کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے، امام احمد نے کہا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔ امام طحاوی اور قاضی عیاض نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، امام طبرانی نے ''معجم کبیر'' میں اس حدیث کو سَنَدِ حَسَن کے ساتھ روایت کیا ہے، اسی طرح شیخ الاسلام ابن العراقی نے ''شرح الترتیب'' میں اس کو سَنَدِ حَسَن کے ساتھ روایت کیا ہے، اور اس کے الفاظ قدرے مختلف ہیں، اور ابن مردویہ نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت کیا ہے، اور احمد بن صالح یہ کہتے تھے کہ جو شخص علم بالحدیث حاصل کرنا چاہتا ہو وہ حضرت اسماء کی حدیث سے غافل نہ رہے کیونکہ یہ نبوت کی علامات میں سے ہے، اسی طرح یومِ خندق کے موقع پر رَدِّ شمس کی حدیث میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ ضعیف ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ موضوع ہے، علامہ ابن حجر ہیتمی نے اس کی صحت کا دعویٰ کیا ہے، اسی طرح قافلہ معراج کے موقع پر سورج کے ٹھہرانے میں بھی

انہوں نے صحت کا دعویٰ کیا ہے (علامہ آلوسی کہتے ہیں) میرا گمان یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی، اور آپ نے قوم کو اس کی خبر دی اور قافلہ کی علامات بتائیں تو لوگوں نے پوچھا قافلہ کب آئے گا؟ تو آپ نے فرمایا بدھ کو قافلہ آئے گا، اس دن کفارِ قریش قافلے کا انتظار کر رہے تھے، دن چھپنے لگا اور قافلہ نہ آیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو دن کا کچھ وقت بڑھا دیا گیا اور سورج کو ٹھہرا دیا گیا اور سورج کو ٹھہرانا اور بات ہے اور اس کو پلٹانا اور چیز ہے اور اگر اس موقع پر سورج پلٹایا جاتا تو قریش اس دفعہ بھی یہی کہتے جو انہوں نے چاند شق ہونے کے موقع پر کہا تھا، حالانکہ ان کا ایسا قول منقول نہیں ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ زمانہ میں برکت تھی جس کو صوفیاء نشرِ زمان کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں، اگرچہ اکثر لوگ اس کو نہیں سمجھتے، حضرت یوشع علیہ السلام کا واقعہ بھی اسی طرح تھا جیسا کہ حدیثِ صحیح میں ہے کہ صرف یوشع بن نون کیلئے سورج کو ٹھہرایا گیا تھا اور یہ قصہ مشہور ہے اور یہ حدیث سب کے نزدیک صحیح ہے اور ردِ شمس کے باقی واقعات کے معارض ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے جو سورج ٹھہرانے یا لوٹانے کے واقعات ہیں ان پر جو حضرت یوشع کی حدیث سے اعتراض ہوتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت یوشع کی حدیث کی تاویل یہ ہے کہ میرے علاوہ کسی نبی کیلئے سورج کو نہیں ٹھہرایا گیا ماسوا حضرت یوشع علیہ السلام کے، یا یہ جواب دیا جائے گا کہ متکلم عمومِ کلام میں داخل نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے تو ردِ شمس ثابت نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ یہ فی نفسہٖ ممتنع ہے جیسا کہ فلاسفہ کہتے ہیں، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے اور قرآنِ مجید کی آیت کو ردِ شمس پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے جیسا کہ امام رازی نے دلائل سے واضح کیا ہے۔ علامہ ابن حجر ہیتمی نے تحفہ میں لکھا ہے کہ اگر غروب کے بعد سورج لوٹ آئے گا تو

وقت بھی لَوٹ آئے گا جیسا کہ علامہ ابن عماد نے ذکر کیا ہے، علامہ زرکشی نے اس سے اختلاف کیا ہے لیکن بہترین توجیہ علامہ ابن العماد کی ہے اور وقت کا لَوٹ آنا معجزہ کے منافی نہیں ہے، کیونکہ سورج کا لَوٹ آنا ہی آپ کا معجزہ ہے اور سورج کے لوٹ آنے سے وقت کا باقی رہنا حکم شرع سے ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نمازِ عصر ادا کر کے پڑھی، بلکہ سورج کو لوٹایا ہی اس لیے گیا تھا کہ آپ کی نماز ادا ہو جائے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ: فقہاء احناف کے نزدیک وقت کے لَوٹ آنے سے نماز ادا ہوتی ہے یا نہیں؟ یہ مجھے اس وقت مستحضر نہیں ہے البتہ میں نے علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی کی تفسیر میں یہ دیکھا ہے کہ وقت لَوٹ آنے سے نماز ادا ہوتی ہے اور وہ فقہاء احناف کے بہت بڑے عالم ہیں، وقت لَوٹنے کے بعد نماز ادا ہوتی ہے یا قضاء، اس میں فقہاء نے بہت بحث کی ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

(علامہ شہاب الدین ابوالفضل محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۳ ص ۱۹۴-۱۹۳ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

معجزۂ ردِ شمس کے متعلق مفسرین کی آراء:

سیّد ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

قصہ معراج میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے سورج کے واپس لائے جانے کا ذکر ہے، غزوۂ خندق کے موقع پر بھی حضور کیلئے وہ واپس لایا گیا، اور حضرت علی کیلئے بھی، جبکہ حضور ان کی گود میں سر رکھے ہوئے سو رہے تھے اور ان کی نمازِ عصر قضاء ہو گئی تھی، حضور نے سورج کی واپسی کیلئے دعا فرمائی اور وہ پلٹ آیا تھا، لیکن ان روایات سے استدلال اس تفسیر سے بھی زیادہ کمزور ہے جس کی تائید کیلئے انہیں پیش کیا گیا ہے، حضرت علی کے متعلق جو روایات بیان کی جاتی ہے اس کے تمام طرق اور

رجال پر بحث کر کے ابن تیمیہ نے اس کو موضوع ثابت کیا ہے اور ابن جوزی کہتے ہیں
کہ بلاشک وشبہہ موضوع ہے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر سورج کی واپسی والی روایت
بھی بعض محدثین کے نزدیک ضعیف اور بعض کے نزدیک موضوع ہے"۔

(سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفّٰی ۱۳۹۴ھ تفہیم القرآن ج ۴ صفحہ ۳۳۴، مطبوعہ ادارۃ ترجمان القرآن لاہور، مارچ ۱۹۸۳ء)

معجزہ رَدِّ شمس کو رد کرنے کیلئے سید ابو الاعلیٰ مودودی نے وہی دلائل ذکر کیے ہیں جن کو علامہ آلوسی نقل کر کے ان کا جواب لکھ چکے ہیں، ہم اس مسئلہ کی مکمل وضاحت کیلئے علامہ قرطبی کی رائے نقل کر رہے ہیں: علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کیلئے بھی رَدِّ شمس کا واقعہ پیش آیا ہے، امام طحاوی نے "مشکل الحدیث" میں دو سندوں کے ساتھ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم پر وحی ہو رہی تھی اور آپ کا سر حضرت علی کی گود میں تھا، حضرت علی نے نمازِ عصر نہیں پڑھی حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا، رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں! پھر رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے دعا کی: "اے اللہ! یہ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا، اس پر سورج لوٹا دے"۔ حضرت اسماء کہتی ہیں: میں نے سورج کو غروب ہوتے دیکھا تھا پھر میں نے دیکھا کہ سورج پہاڑوں اور زمین پر طلوع ہوا، یہ واقعہ خیبر میں مقام صہبا پر پیش آیا، امام طحاوی نے کہا یہ دونوں حدیثیں ثابت ہیں اور ان کے راوی ثقہ ہیں"۔

(علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ الجامع لاحکام القرآن ج ۱۵ ص ۱۹۵ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو، ایران ۱۳۸۷ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام طحاوی کی توثیق کے بعد علامہ ابن جوزی اور شیخ ابن تیمیہ کی

جرح کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

معجزہ ردِّ شمس کے متعلق محدثین کی آراء:

حافظ حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

''ابن اسحاق کی مغازی میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ معراج کی صبح کو جب کفارِ قریش کو یہ خبر دی کہ آپ نے ان کا قافلہ دیکھا ہے اور وہ طلوعِ آفتاب کے ساتھ آجائے گا پھر آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی حتیٰ کہ قافلہ آنے تک سورج ٹھہرا رہا، یہ حدیث منقطع ہے لیکن امام طبرانی کی ''اوسط'' میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے یہ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کو حکم دیا تو وہ کچھ دیر متاخر ہو گیا۔ اس حدیث کی سَنَد حَسَن ہے اور ''مسند احمد'' میں جو روایت ہے کہ حضرت یوشع کے سوا اور کسی کیلئے سورج نہیں ٹھہرایا گیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء سابقین میں سے اور کسی کیلئے سورج نہیں ٹھہرایا گیا اور اس حدیث میں اسی بات کی نفی نہیں ہے کہ حضرت یوشع کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے سورج ٹھہرایا گیا ہو اور امام طحاوی، امام طبرانی، امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ روایت کیا ہے کہ جب حضرت علی کے زانو پر سر رکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور حضرت علی کی نمازِ عصر فوت ہو گئی تو سورج لَوٹا دیا گیا حتیٰ کہ حضرت علی نے نماز پڑھ لی اور اس کے بعد سورج غروب ہو گیا اور یہ آپ کا بہت عظیم معجزہ ہے۔ اور تحقیق یہ ہے کہ ابن جوزی اور ابن تیمیہ نے اس حدیث کو موضوع قرار دینے میں خطا کی ہے۔ واللہ اعلم ۔ البتہ قاضی عیاض نے جو یہ نقل کیا ہے کہ یومِ خندق کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے سورج کو لوٹایا گیا تھا حتیٰ کہ آپ نے عصر کی نماز پڑھ لی تو اگر یہ ثابت ہو تو پھر یہ آپ کیلئے رَدِّ شمس کا تیسرا واقعہ ہے''۔

(حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۱-۲۲۲ مطبوعہ دار نشر کتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ)

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قافلہ آنے کی خبر دی تو سورج کو ٹھہرایا گیا، اور قاضی عیاض نے یوم خندق کو بھی ردِ شمس کا واقعہ نقل کیا ہے اور امام حاکم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کیلئے بھی ردِ شمس کا واقعہ اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور امام طحاوی نے "مشکل الآثار" میں لکھا ہے کہ احمد بن صالح کہتے تھے کہ اہلِ علم کو حضرت اسماء کی اس روایت کے حفظ سے غافل نہیں رہنا چاہیئے کیونکہ یہ عظیم علامتِ نبوت ہے اور یہ حدیث متصل ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ابن جوزی نے جو اس حدیث پر تنقید کی ہے اس کی طرف توجہ نہ کی جائے"۔

(علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری جلد ۱۵ صفحہ ۴۳ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ ۱۳۴۸ھ)

علامہ ابوعبداللہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں کہ: روایت ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے دو مرتبہ سورج کو ٹھہرایا گیا، ایک مرتبہ جب یوم خندق کو کفار سے جہاد کی مشغولیت کی وجہ سے نمازِ عصر فوت ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے سورج کو لوٹا دیا حتیٰ کہ آپ نے عصر کی نماز پڑھ لی، اس واقعہ کو امام طحاوی نے نقل کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں، دوسری مرتبہ معراج سے واپسی کے موقع پر جب آپ نے فرمایا تھا کہ سورج نکلنے کے ساتھ قافلہ آجائے گا"۔

علامہ ابن جوزی، شیخ ابن تیمیہ اور شیخ ابن قیم وغیرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزۂ ردِ شمس کا انکار کیا ہے، اور علامہ آلوسی اور علامہ قرطبی وغیرہ نے اس کو ثابت مانا ہے اور علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدرلدین عینی وغیرہ نے ابن

تیمیہ اور ابن جوزی کا رد کیا ہے اور یہی حق اور صواب ہے کیونکہ معجزہ ردِ شمس خلاف عادت ہے مُحالِ عقلی نہیں ہے، اور جب کہ یہ معجزہ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے اور محققین نے اس کی سند کو صحیح تسلیم کیا ہے تو اس کا انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے"۔

(شرح صحیح مسلم جلد ۵ صفحہ ۳۱۸ تا ۳۲۲ مطبوعہ فرید بک سٹال، ۳۸-اردو بازار، لاہور)

انه من سليمان وانه بسم الله الرحمن الرحيم

ردِّ شمس

مؤلف

مولوی عبداللہ بن حافظ فتح محمد

(مدرسہ صولتیہ محمدیہ، کلکتہ)
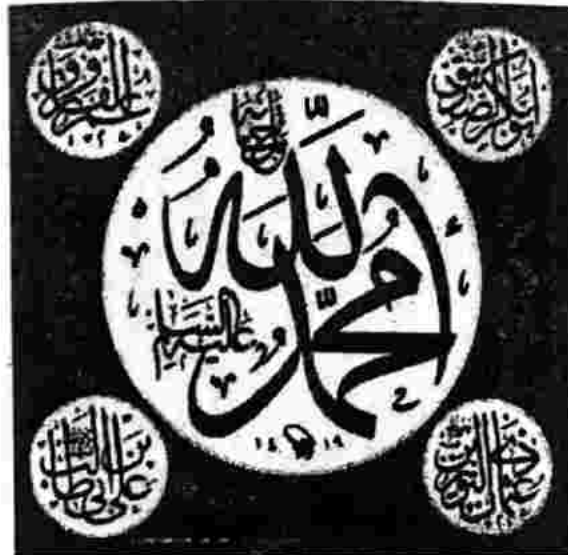
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

((معجزۂ ردِ شمس کے متعلق ایک شُبہہ اور اُس کا جواب))

سوال: حضرت پیغمبرِ اسلام نے جو اشارہ سے سورج کو روک دیا تھا تو یہ بعید از قیاس ہے کیونکہ اگر سورج رُک جاتا تو بالکل ستاروں کی گردش میں خرابی آجاتی اور جیبی گھڑی وغیرہ یا دیگر آلہ جو واسطے دریافتِ اوقات کے اُس وقت ہوں گے خراب ہو جاتے ہیں، اور بہت سے لوگ اس بات کی خبر اپنے اپنے ملک کی تواریخوں میں درج کرتے، علاوہ اس کے قدرتِ خدائی میں بہت فرق آجاتا۔ انتھٰی بلفظہٖ۔

الجواب: ہمارے حضرت صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم نے اشارہ سے سورج کو نہیں پھیرا تھا ہاں آپ کی دُعا سے البتہ آفتاب پھر آیا تھا اور اُس کا یہ پھر آنا عقلاً کچھ مُحال نہیں، کیونکہ علمِ ہیئت سے ثابت ہے کہ جمیع کواکب مثل زمین کے کثیف ہیں اور خرق والتیام وکون وفساد قبول کرتے ہیں اور سکون فلک الافلاک البتہ مطابق قواعدِ مقررہ بعض کے مُحال ہے اور اُس کے ماتحت افلاک کا قائم ہو جانا کچھ مُحال نہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ سورج آسمانِ چہارم پر ہے۔ پس اگر وہ ٹھہر جائے تو عقلاً وقاعدۃً اس میں کیا خرابی ہے؟ اور پنڈت صاحب جو یہ فرماتے ہیں کہ اگر سورج رُک جاتا تو بالکل ستاروں کی گردش میں خرابی آجاتی، تو ہم کہتے ہیں کہ آپ اُن ستاروں کی گردش کو تابع گردشِ آفتاب قرار دیتے ہیں یا اُن کی گردشوں کو علیحدہ مستقل تصور فرماتے ہیں؟ بصورتِ اول جس طرح آفتاب کو سکون ہوا اُن کا ساکن ہو جانا بھی مُحال نہیں اور بشقِ ثانی اس کے سکون سے اُن کی حرکات میں کچھ فساد نہیں آسکتا۔ اور پنڈت صاحب جو یہ فرماتے ہیں کہ جتنی گھڑی وغیرہ آلہ دریافتِ

اوقات جو اُس وقت ہوں گے خراب ہو جاتے۔ تو
اولاً: ہم یہ کہتے ہیں کہ خراب نہ ہونے کا کیا ثبوت ہے؟
وثانیاً: گھڑی وغیرہ آلہ شناختِ اوقات کی ایجاد اُس کے بہت بعد ہوئی ہے۔ چنانچہ کُتُبِ تواریخ وغیرہ سے ظاہر ہے، اِسی واسطے ہم مسلمانوں کے علماؤں نے فتویٰ دیا ہے کہ تعینِ اوقاتِ صلوٰۃ کا بنکاماتِ جداریہ (دیوار کی گھڑی) وساعاتِ جیبیہ (جیبی گھڑی) سے لازم وضروری سمجھنا بدعت ہے۔ پس ظاہراً شناختِ اوقات کے لیے اُس وقت بجز سایۂ آفتاب کے اور کچھ نہ تھا اور رات کو یا بوقت ابر وباراں وغیرہ فقط گمان وانداز پر لوگ شناختِ اوقات وتعینِ ساعات کیا کرتے تھے۔
وثالثاً: کیا گھڑی وغیرہ آلہ شناختِ اوقات کے لیے ہر وقت آفتاب کا ظاہر رہنا شرط ہے؟ یا مجرد مطلقاً اُس کا وجود کافی ہے کہ ایک مرتبہ اُس کے چال وحساب پر گھڑی بنالی پھر برابر چلی جاتی ہے اور کبھی کبھی مِلا بھی لی؟ یا یہ ہے کہ ہر گھڑی، گھڑی، گھڑی، گھڑی کو آفتاب سے مِلایا کریں، اگر ایسا ہی ہے تو پنڈت صاحب کی گھڑی کا حال رات کو یا بوقتِ کسوفِ آفتاب یا ابرِ محیط کے کیا ہوا کرتا ہے؟۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ پنڈت صاحب ہم مسلمانوں کی کُتُب سے کچھ واقفیت نہیں رکھتے ہیں کیونکہ ہمارے یہاں وقوفِ شمس یعنی آفتاب کا ٹھہرنا نہیں ہے بلکہ آفتاب کا پھِرانا ہے۔ اور اس کا خلاصہ قصّہ اس طرح پر ہے کہ ایک روز ہمارے رسولِ مقبول صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم عصر پڑھ کر حضرت علی کرم اللّٰہ وجهه کے زانو مبارک پر سر رکھے ہوئے تھے کہ آپ ((صلی الله علیه وآله وسلم)) کو وحی آ گئی، اس لیے آپ نے اپنے سر مبارک کو اُن کے زانو سے نہ اُٹھایا اور اُنہوں نے بھی بہ پاسِ ادب نہ سرکایا، یہاں تک کہ اسی حالت میں آفتاب ڈوب گیا، بعد اُس کے جب وحی منقطع ہوگئی تو آپ نے حضرت علی کرم اللّٰہ وجهه سے پوچھا کہ تم نے نمازِ عصر ادا کی؟

انہوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ تب آپ نے درگاہِ باری تعالیٰ میں عرض کیا کہ اے بارِ خدایا! تُو جانتا ہے کہ علی تیرے اور تیرے رسول کے کام میں تھا، پس آفتاب کو تُو پھیر لا۔ پس مطابق آپ کی دعا کے آفتاب پھر آیا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجھہ نے نمازِ عصر ادا کی، پس اس میں آفتاب کا ٹھہرنا ہی نہیں ہے کہ پنڈت صاحب کے اعتراضات عاید بحال مسلمین ہوں، شاید پنڈت صاحب نے کہیں اس زمانہ کے تورات کے کسی ورق کو دیکھ لیا کہ اُس میں لکھا ہے کہ حضرت یوشع کی دعا سے آفتاب وسط السماء میں چار پہر کے قریب تک کھڑا رہا اور حضرت اشعیا کے لیے دس درجہ تک رَدِّ شمس ہو گیا اور کہیں بازار میں لوگوں سے یہ سُن سُنا کر کہ مسلمان بھی توریت وانجیل کے قائل ہیں، یہ اعتراض کر دیا۔ حالانکہ ہمارے یہاں درحقیقت رَدِّ شمس ہے اور اُس میں وقوف یعنی ٹھہرنا لازم ہی نہیں آتا کہ پنڈت صاحب کی گھڑی بگڑے۔ **غایۃ مافی الباب** پنڈت صاحب یہ شکایت کر سکتے ہیں کہ گھڑی بگڑتی نہیں تو اُلٹ تو جاتی ہے، تو میں کہوں گا کہ بعض ستاروں کی حرکت منقلب ہوا کرتی ہے اور وہ اپنی جہاتِ مخالف میں بھی حرکت کیا کرتے ہیں اور شمس کے لیے مطالع مختلف ہیں اور باخود ہا گرمیوں اور جاڑوں کے مطالع میں بہت ہی فرق پڑ جایا کرتا ہے اور ان میں آپ اپنی گھڑی درست کر لیا کرتے ہیں تو مہربانی کر کے اس میں بھی درست کر لیا کیجیے۔ اب یہاں پر ایک بات یہ رہ گئی کہ حضرت یوشع کی دعا سے جو آفتاب چار پہر تک وسط السماء میں ٹھہر گیا تھا اور حضرت اشعیا کے لیے دس درجہ تک لوٹ آیا تھا تو گو اُس کا جواب ہم مسلمانوں کی گردن پر باعتبار ان نسخوں تورات کے نہیں ہے لیکن چونکہ ہم بھی بمقابلہ پنڈت صاحب کے اہلِ کتاب میں معدود ہیں اور یوشع اور اشعیا **علیھم السلام** ہمارے بھی پیغمبر ہیں، تو اس لگاؤ کی وجہ سے اُس کے جواب میں بھی اگر ہم یہ عرض کریں کہ اُنہیں دلائلِ مصرحہ قابل کون وفساد سے اس کا جواب

بھی ہوسکتا ہے تو کچھ بعید و بے موقع نہ ہوگا۔ اور یقین ہے کہ اگر پنڈت صاحب وغیرہ اُن کو بغور ملاحظہ کریں گے تو اس کا جوابِ شافی بھی وہیں سے نکل آئے گا

((ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں درج حیرت انگیز واقعات سے پنڈت صاحب کو جواب))

اور اگر اس پر قناعت نہ کریں تو جو اپنے ہنومان جی کے آفتاب کو بغل میں رکھ لینے (۱) اور ہر روز بمقابل کاشی کے ٹھہر جانے (۲) اور راہو کے پکڑنے سے گہن لگنے وغیرہ کا جواب دیویں وہ ہی اس کا بھی تصور کرلیں۔ باقی جو یہ فرماتے ہیں کہ بہت لوگ اس بات کی خبر اپنی اپنی ملکی تاریخوں میں درج کرتے، تو میں کہتا ہوں کہ یہ کچھ ضروری نہیں کہ ہر حال وحادثہ تواریخوں میں درج کیا جاوے، ہزاروں واقعہ واقعی اور حادثہ تحقیقی ہیں کہ اُن کا ذکر تواریخِ قدیمہ میں نہیں اور لاکھوں قضایاءِ مُسلّمہ آپ کے ہیں کہ کسی کتاب میں اُن کا نشان و پتہ بھی نہیں، مثلاً ویدوں کا کُتبِ الٰہی ہونا اور رام وسیتا کے وقائع اور کرشن کی لیلا کی کیفیتیں اور کرشن اور گوپیوں کے شبِ وصال کا چھ مہینے تک بڑھ جانا وغیرہ حکایاتِ کُتُبِ غیر ہنود، خصوص عرب وغیرہ میں نہیں، اور پنڈت صاحب جو یہ کہتے ہیں کہ علاوہ اس کے قدرتِ خدائی میں بہت فرق آجاتا تو معلوم نہیں کہ اس سے کیا مراد لیتے ہیں، آیا یہ غرض رکھتے ہیں کہ کبھی قدرتِ خدا ایک شے کی حرکت سے متعلق ہوتی اور کبھی اُس کے سکون سے علاقہ رکھتی، یا یہ مطلب ہے کہ اس تبدل وتغیر میں معاذاللہ قدرتِ خدا میں کچھ نقص لازم آجاتا، پس اگر اوّل ہے تو اُس میں کچھ خرابی نہیں۔ اور اگر ثانی ہے تو اس تغیر وتبدّل سے معاذاللہ قدرتِ قادرِ بیچون میں کچھ نقص لازم نہیں آسکتا، اگر ایسا ہی ہے

---

(۱) جیسا کہ ''اسکند پوران'' اور ''بھاگوت'' وغیرہ میں ہے۔ ۱۲ مِنہُ۔

(۲) جیسا کہ مشہور ہے۔ ۱۲ مِنہُ۔

توہر شے کی حرکت وسکون میں خدا کی قدرت میں نقصان وتناقض لازم آیا کرے۔
وھو باطل کمالایخفی۔

((معجزۂ رَدِّ شمس کے منکر مولویوں کا رَدّ))

واضح ہو کہ جب میں پنڈت صاحب کا یہ دندان شکن جواب دے چکا تو مجھ کو بعض مولوی صاحبوں نے گھیرا کہ حدیثِ رَدِّ شمس تو ضعیف بلکہ موضوع ہے بنائے مخاصمت اُس پر کب مطبوع ہے، پس ہر چند میں نے اُن کو سمجھایا کہ حضرت بصورتِ تسلیم بھی احادیث کے موضوع ہونے سے نفسِ قضیہ واصلِ واقعہ موضوع نہیں ہوسکتا اور احادیثِ ضعاف بتطرق طرق درجۂ حسن کو پہنچ جاتے ہیں اور پھر یہ اعتراض ایک مخالف کا ہے اس کا جواب اگر بہ تسلیم احادیثِ ضعاف بھی دیا جائے تو چنداں محلِ کلام نہیں ہوسکتا، لیکن یہ ((منکرین)) حضرات مُلاّ لکیر کے فقیر کب مانتے ہیں، ناچار مجھ کو اس پر مجبور کئے کہ کچھ ان کی بھی خبر لوں اور قدرے اس حدیث کی بھی تحقیق کروں، ورنہ اُس تحقیق کو اس بحث میں مِلانا گولر کے پھول کو نیم کی جڑ میں لگانا ہے، لیکن ضرورت بھی ایسی بن دیکھی بلا ہے کہ خواہ مخواہ الضرورات تبیح المحظورات پرعمل کرنا ہی پڑتا ہے، پس یہ حضرات بھی اب ذرا خیال فرمائیں اور بگوشِ ہوش سُنیں۔

((حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی سے معجزۂ رَدِّ شمس کا روشن ثبوت))

قال المحقق المؤید بتائید اللّٰہ القوی مولانا الشاہ ولی اللّٰہ المحدث الدھلوی فی "ازالۃ الخفاء من خلافۃ الخلفاء" فی مدایح علی المرتضٰی رضی اللّٰہ عنہ بعین الرضا:

"قُرِئَ علی شیخنا ابی طاھر محمدبن ابراھیم الکردی المَدَنی وانااسمع فی بیتہ بظاھر المدینۃ المشرفۃ سنہ ۱۱۴۴ھ قال اخبرنی

ابی الشیخ ابراهیم بن الحسن الکردی ثم المَدَنی اخبرناشیخناالامام صفی الدین احمدبن محمدالمدنی عن الشمس الرملی عن الشیخ زین الدین زکریاء عن اعزّالدین عبدالرحیم بن محمدالفرات عن ابی الثناء محمودبن خلیفةالمُنجی عن الحافظ شرف الدین عبدالمومن خلف الدمیا طی عن ابی الحسن علی بن الحسین ابن المقیر البغدادی عن الحافظ ابی الفضل محمد بن ناصر السلامی الحنبلی بسماعه عن الخطیب ابی الطاهر محمد بن احمد بن محمدبن ابی الصقرالانباری سنہ ٤٧٣ھ بقرأته علی ابی البرکات احمدبن عبدالواحدبن الفضل بن نظیف بن عبدالله القراء بمصر سنہ ٤٢٨ھ بسماعه علی ابی محمدالحسن بن رَشیق العسکری حدثنا ابوبشرٍ محمّدبن احمدبن جمادالانصاری الدولابی قال حدثنی اسحاق بن یونسؒ حدثنا سو ید بن سعید عن المطلب بن زیادعن ابرا هیم بن حبان عن عبدالله ابن الحسن عن فاطمة بنتِ الحسین عن اَسماء بنت عُمیس قالت کان رأسُ رسولِ الله صلی الله علیه واٰله وسلم فی حجرِ علیّ وکان یُوحٰی الیه فلما سُرّی عنه قال له یاعلیُّ صلیتَ الفرض؟ قال لا ۔ قال اللّٰهم انك تعلم انه کانَ فی حاجَتِك وحاجةِ رسولِك فرُدَّ علیه الشمسَ فَرَدّهاعلیه فَصَلّٰی وغابت الشمسُ قرئ علی شیخنا ابی طاهروانا اسمع عن ابیه الشیخ ابراهیم الکردی عن احمد بن محمد بن المدنی الشهیر بالقُشاشی عن الشمس محمد بن احمد بن حمزة الرملی اجازةً عن الشیخ زین الدین ذکریا ء عن ابی الفُرات عن عمر بن الحسن المَرَاغی عن الفخر ابن

البخاری عن ابی جعفر الصدلا نی عن فاطمة بنتِ عبداللّٰہ الجوزوانیة عن ابی بکرمحمدبن عبداللّٰہ الا صبھا نی عن الحافظ ابی

القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی فی الکبیر حدثنا جعفر بن احمد بن سنان الواسطی حدثنا علی بن المنذر حدثنا محمدبن فُضیل حدّثنا فُضیل بن مرزوق عن ابراھیم بن الحسن عن فاطمة بنت الحسین بن علی عن اسماء بنت عمیس قالت کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ واٰلہ وسلم اذانَزَل علیہ الوحیُ یکادُ یُغشیٰ علیہ فاُنزِلَ علیہ یوماًورأسہ فی حجر علیّ حتی غابت الشمس فر فع رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ واٰلہ وسلم رأسہ فقال لہ صلیتَ العصر یا علی؟ قال لا یارسولَ اللّٰہِ فدعا اللّٰہ تعالیٰ فَرَدَّعلیہ الشمس حتی صلی العصر قالت فرایتُ الشمسَ بعدَ مَا غابت حین رُدَّتْ صلی العصر۔قال الحافظ جلال الدین السیوطی فی جُزء ''کشف اللبسِ فی حدیثِ رد الشمس'' (۳) ان حدیث ردالشمس معجزةٌ لنبیّنا محمدٍ صلی اللّٰہ علیہ واٰلہ وسلم صححہ الامامُ ابو جعفر الطحاوی وغیرُہ واَفْرَطَ الحافظ ابوالفرج بن الجوزی فاوردہ فی کتاب الموضوعات وقال تلمیذُ ہ المحدّث ابو عبداللّٰہ محمد بن یوسف الدمَشقی الصالحی فی جُزء ''مُزِیْلُ اللَّبْسِ عَنْ حَدِیْثِ رَدِّ الشَّمْسِ ''(۴)اعلم ان ھذاالحدیث رواہ الطحاوی فی کتابہ ''شرح مشکل الآثار'' عن اسماء بنت عمیس من طریقین وقال ھذان الحدیثانِ ثابتانِ ورُواتُھما ثِقاتٌ ونقلہ قاضی عیاض فی الشفاءِ والحافظ ابن سید الناس فی

(۳)یہ نام ہے کتاب کا۔۱۲منہ۔ (۴)نام کتاب کا ہے۔۱۲منہ۔

"بشری اللَّبیب"(۵)والحافظ علاء الدین المغلطائی فی کتاب "الزّھر الباسِم" وصححه ابو الفتح الازدی وحسنه ابو زرعة بن العراقی وشیخنا الحافظ جلال الدین سیوطی فی 'الدرر المنتشره فی الا حادیث المشتهره" (٦)وقال الحافظ احمد بن صا لح ونا هیك به لا ینبغی لمن سبیله العلم التخلف عن حدیث اسماء لا نه من اجلّ علا مات النبوۃوقد انکر الحفاظ علی ابن الجوزی ایرادَه الحدیث فی کتاب الموضوعات قلتُ واخر جه الطحاوی فی مشکل الآثار من طریقین احدهما طریق فضیل بن مرزوق عن ابراهیم بن الحسن عن فاطمة بنت الحسین نحو الذی کتبنا ہ بمعناه والثانی حدثنا علی بن عبدالرحمٰن بن محمد بن المغیرة حدثنا احمد بن صالح حدثنا ابن ابی فدیك حدثنی محمد بن موسیٰ عن عون بن محمد عن امّه ام جعفر عن اسماء ابنة عُمیس ان النبی صلی اللّٰه علیه واٰله وسلم صلی الظهر بالصهباء ثم ارسل علیا فی حاجةٍ فر جعَ وقد صلی النبیُّ صلی اللّٰه علیه واٰله وسلم العصر فوضع النبیُّ صلی اللّٰه علیه واٰله وسلم رأسه فی حجر علیّ فلم یُحَرِّکه حتی غابت الشمسُ فقال النبی صلی اللّٰه علیه واٰله وسلم اللّٰهُمَّ ان عبدَك علیا احتَبس بنفسه علی نبیّك فَرُدَّ علیه شرقَها قالت اسماء فطلعت الشمس حتی وقعت علی الجبال وعلی الارضِ ثم قامَ علیٌ فتوضاء وصلی العصرَ ثم غابت وذالك فی الصهباء قال الطحاوی محمد بن موسیٰ المَدَنی المعروف بالفطری وهو محمود فی روایتهِ وعونُ بن محمد هوعون بن محمد

(۵)نام کتاب کا ہے۔۱۲منہٗ۔

(٦)یہ نام ہے کتاب کا۔۱۲منہٗ۔

بن علی بن ابی طالب واُمه هی اِم جعفر ابنة محمد بن جعفر بن ابی طالب ثم عارضَ الحدیثَ بما رُوِی من طرق عن ابی هریره رفعه لم یحتبس الشمسُ علی اَحدٍ الا لیو شع واجابَ بانه یمکن ان یکون المخصوص بیوشع حبسها عن الغیوبة وهذا ردُّ ها بعد الغیبو بة ثم رَدَّالجواب بحدیث لفظه فحبسها اللّٰهُ علیه ای علی یوشع انتهٰی حاصلُ کلامِ الطحاوی۔انتهٰی۔

((ازالة الخفا (فارسی مع اُردو ترجمہ) جلد۴ صفحہ ۴۸۶ تا ۴۸۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی))

((ترجمہ)) ''کہا محقق مؤید ساتھ تائید اللہ قوی کے مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ''ازالة الخلفا عن خلافة الخلفاء'' میں، بیچ بیان مدائح حضرت علی مرتضٰی رضی اللّٰه عنه بعین الرضا کے پڑھا گیا اوپر شیخ ہمارے ابی طاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنی کے، اور میں سنتا تھا اُن کے گھر میں ظاہر مدینہ مشرفہ میں ۱۱۴۴ھ میں، کہا اُنھوں نے خبر دی مجھ کو میرے باپ شیخ ابراہیم بن حسن کردی ثم المَدَنی نے، اُنھوں نے کہا کہ خبر دی مجھ کو ہمارے شیخ امام صفی الدین احمد بن محمدمدنی نے شمس رملی سے، اُنھوں نے شیخ زین الدین زکریاء سے، اُنھوں نے اعزّ الدین عبدالرحیم بن محمد فرات سے، اُنھوں نے ابی الثنا محمود بن خلیفة المُنجی سے، اُنھوں نے حافظ شرف الدین عبدالمؤمن خلف الدمیاطی سے، اُنھوں نے ابی الحسن علی بن الحسین ابن المقیر البغدادی سے، اُنھوں نے حافظ ابی الفضل محمد بن ناصر السلامی الحنبلی سے ساتھ سماع اپنے کے، خطیب ابی الطاہر محمد بن احمد بن محمد بن ابی الصقر الانباری سے سنہ ۴۷۳ھ میں ساتھ قراۃ اپنے اوپر ابی برکات احمد بن عبدالواحد بن الفضل بن لطیف بن عبداللہ القرا کے مصر میں ۴۲۸ھ، ساتھ سماع اپنے

اوپر ابی محمد حسن بن رشیق العسکری کے، اُنھوں نے کہا کہ حدیث کیا مجھ کو ابو بشر محمد بن احمد بن حماد انصاری دولابی نے، اُنھوں کہا کہ حدیث کیا مجھ کو اسحق بن یونس نے، اُنھوں نے کہا کہ حدیث کیا ہم کو سوید بن سعید نے مطلب بن زیاد سے، اُنھوں نے ابراہیم بن حیان سے، اُنہوں نے عبداللہ بن حسن، اُنہوں نے فاطمہ بنت حسین سے، اُنھوں نے اسماء بنت عمیس سے، اُس نے کہا کہ تھا سر مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا گود میں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے اور وحی کی جاتی تھی طرف آپ کے، پس جبکہ وحی منقطع ہوگئی اُن سے، فرمایا آپؐ نے اے علی! تم نے عصر کی نماز پڑھ لی؟ اُنھوں نے عرض کیا نہیں۔ تب فرمایا آپ نے اے بار خدایا! تُو جانتا ہے کہ علی تیرے اور تیرے رسول کے حاجت میں مشغول تھے پس پھیر لا اُوپر اُس کے آفتاب کو، پس پھیر لایا اُس کو اُن پر، پس نماز پڑھ لی تب غائب ہوگیا، پڑھا شیخ ہمارے ابو طاہر نے اور میں سنتا تھا باپ سے اپنے شیخ ابراہیم سے، وہ احمد بن محمد بن المدنی مشہور فشاشی سے، وہ شمس محمد بن احمد بن حمزۃ الرملی سے، بطور اجازت کے شیخ زین الدین زکریا سے، وہ ابی الفرات سے، وہ عمر بن حسن المراغی سے، وہ فخر ابن البخاری سے، وہ ابی جعفر صدلانی سے، وہ فاطمہ بنت عبداللہ الاصبہانی سے، وہ حافظ ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبر انی سے، کبیر میں حدیث کیا ہم کو جعفر بن احمد بن سنان الواسطی نے، اُنھوں نے کہا حدیث کیا ہم کو علی بن المنذر نے، اُنھوں نے کہا حدیث کیا محمد بن فضیل نے، اُنھوں نے کہا حدیث کیا ہم کو فضیل بن مرزوق نے ابراہیم بن حسین سے، اُنھوں نے فاطمہ بنت حسین بن علی سے، اُنھوں نے اسماء بنت عُمیس سے، اُس نے کہا کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جبکہ نازل ہوئی تھی اوپر اُن کے وحی، قریب تھا کہ بے ہوشی ڈال دی جاتی اُن پر، پس نازل ہوئی اُوپر اُن کے ایک دن اور سر اُن کا گود میں علی کے تھا، یہاں تک کہ ڈوب گیا آفتاب، پس اُٹھایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سر اپنا، پس فرمایا واسطے اُن کے، نماز پڑھی تم نے عصر کی اے علی؟ کہا نہیں یارسول اللہ۔ پس دعا کی اللہ تعالیٰ سے، پس پھیر لایا اُوپر اُن کے آفتاب کو، یہاں تک کہ نماز پڑھ لی عصر کی، کہا اسماء نے: پس دیکھا میں نے آفتاب کو بعد اس کے کہ ڈوب گیا تھا جبکہ پھیر لایا گیا، نماز پڑھی عصر کی، کہا حافظ جلال الدین سیوطی نے جزء "کشف اللبس فی حدیث رد الشمس" میں کہ بہ تحقیق حدیثِ رَدِّ شمس کہ معجزہ ہے واسطے نبی ہمارے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے، صحیح کہا ہے اُس کو امام ابوجعفر طحاوی وغیرہ نے، اور زیادتی کی ہے حافظ ابوالفرج ابن الجوزی نے، پس لایا ہے اُس کو کتاب موضوعات میں اور کہا اُس کے شاگرد محدث ابوعبداللہ محمد بن یوسف دمشقی صالحی نے جزء "مُزِیْلُ اللَّبْسِ عَنْ حَدِیْثِ رَدِّ الشَّمْسِ" میں، جان تُو بہ تحقیق یہ حدیث، روایت کیا اُس کو طحاوی نے اپنی کتاب "شرح مشکل الآثار" میں اسما بنتِ عمیس سے دو طریقوں سے، اور کہا یہ دونوں حدیثیں ثابت ہیں اور راوی ان کے معتبر ہیں اور نقل کیا اُس کو قاضی عیاض نے "شفاء" میں اور حافظ ابن سید الناس نے "بشری اللبیب" میں اور حافظ علاء الدین مغلطائی نے کتاب اپنی "زهر الباسم" میں اور صحیح کہا اُس کو ابوالفتح ازدی نے اور حسن کہا ہے اسکو ابوزرعہ بن عراقی نے اور ہمارے شیخ حافظ جلال الدین سیوطی نے "الدرر المنتشره فی الاحادیث المشتهره" میں، اور کہا حافظ احمد بن صالح نے: "اور کافی ہے تجھ کو، نہیں لائق ہے اُن لوگوں کو کہ سبیل اُن کی علم ہے تخلف کرنا حدیثِ اسماء سے، کیونکہ وہ بہت بڑی علاماتِ نبوت سے ہے"۔ اور تحقیق انکار کیا ہے حافظوں نے اوپر ابن جوزی کے لانے میں اس حدیث کو کتاب موضوعات میں، کہتا ہوں میں اور نکالا اُس کو طحاوی نے "مشکل الآثار" میں دو طریقوں سے، ایک اُن دونوں کا طریق فضیل بن مرزوق کا ہے ابراہیم بن حسن سے، وہ فاطمہ بنت حسین

سے، مثل اُس کے کہ لکھا ہم نے اُس کو ساتھ معنیٰ اُسکے کے، اور دوسرا یہ ہے کہ حدیث بیان کی ہم سے عبدالرحمٰن بن محمد بن مغیرہ سے، اُنھوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے احمد بن صالح نے، اُنھوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابن ابی فدیک نے، اُنھوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے محمد بن موسیٰ نے عون بن محمد سے، اُنھوں نے اپنی ماں اُمِ جعفر سے، اُنھوں نے اسماء بنت عمیس سے کہ: بہ تحقیق نبی صلی اللّٰہ علیہ واٰلہ وسلم نے نماز پڑھی ظہر کی صہباء میں، پھر بھیجا حضرت علی کو اپنے کسی کام کے لیے، پس لوٹ آئے وہ اس حال میں کہ نماز پڑھ لی نبی صلی اللّٰہ علیہ واٰلہ وسلم نے عصر کی، پس رکھا نبی صلی اللّٰہ علیہ واٰلہ وسلم نے سر مبارک کو اپنے گود میں علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ کے، پس نہیں ہلایا اُس کو یہاں تک کہ ڈوب گیا آفتاب، پس فرمایا نبی صلی اللّٰہ علیہ واٰلہ وسلم نے، اے بارِ خدایا! اگر بندہ تیرا علی لگا رہا اپنے نفس سے تیرے نبی کے کام میں، تُو پھیر لا اس پر آفتاب کی روشنی کو، کہا اسماء نے: پس نکل آیا آفتاب، یہاں تک کہ واقع ہوئی روشنی اوپر پہاڑوں کے، اور اوپر زمین کے، پھر کھڑے ہوئے حضرت علی، پھر وضو کیا اور پڑھی عصر کی نماز، اُس کے بعد آفتاب ڈوبا اور یہ واقعہ مقامِ صہباء میں ہوا۔ کہا طحاوی نے محمد بن موسی مدنی معروف ساتھ فطری کے ہے اور وہ محمود ہے روایت میں، اور عون بن محمد، وہ عون بن محمد بن علی ابن ابی طالب اور اُن کی ماں بھی اُمِ جعفر بیٹی محمد بن جعفر بن ابی طالب کی ہیں، پھر معارضہ کیا اس حدیث کو کہ مروی ہے چند طریقوں سے حضرت ابی ہریرہ رضی اللّٰہ عنہ کہ مرفوع کیا اُس کو کہ نہیں روکا گیا آفتاب اوپر کسی کے مگر واسطے یوشع علیہ السلام، اور جواب دیا بایں طور کہ ممکن ہے یہ کہ ہو مخصوص ساتھ یوشع سے رد اُس کا بعد غائب ہو جانے کے، پھر رد کیا جواب کو ساتھ اُس حدیث کے کہ لفظ اُس کے یہ ہیں پس روک رکھا اُس کو اللہ نے اوپر اُن کے، یعنی اُوپر یوشع کے۔ تمام ہوا

حاصل کلام طحاوی کا''۔

☆اور''المصنوع فی الاحادیث الموضوع'' مؤلفہ مُلاّ علی قاری کے حاشیہ میں لکھا ہے:

حدیث رد شمس العلی وورد من حدیث اسماء اخرجه احمد بن صالح المصری وابوا مية الطرسوسی والطحاوی والطبرانی وابن منده وابن شاهين وصححه احمد بن صالح والطحاوی وتبعها الحافظ الا زدی وعياض وابن سيدالناس ومغلطای وحسنه الحافظ ابوزرعه وابن العراقی وروی عن ابی هريرة اخرجه ابن مردوية وكذامن حديث علی وابنه الحسين وجابر وابی سعيد وممن اثبته الحافظ المحب الطبری والسمهودی وابن حجر والسيوطی وله جزء فی اثباته سماه ''كشف اللبس فی حديث رد المشس'' والقسطلانی وابن دبيع وابن عراق وابن حجر المكی والقاری والخفاجی والتلمسانی والدلجی والحلبی والشبراملی والقشاشی والكردری وردوا علی الدولابی وابن الجوزی وابن تيميه قولهم موضع وابن كثير قوله منكر واجابوا عن الا مورالتی اعلوه بها با جوبة شافية قوله علی طريق الا ستيفاء ذكر المصنف فيه انه اختلف المحدثون فی تصحيحه وتضعيفه ووضعه والا كثرون علی ضعفه فهو فی الجمله ثابت باصله وقد تقوی تبعاضد الا سانيد الی ان يصل الی مرتبة حسنة فيصح الا حتجاج

به انتهى ثم رد على ابن الجوزى ومن تبعه قوله بوضعه ونقل عن القسطلانى ان حديث اسماء اخرجه الطبرانى وحسنه العراقى فى شرح التقريب ثم اطال فى ذالك انتهى .

((ترجمہ)): "حدیثِ رَدِّ شمس کہ واسطے حضرت علی رضی اللّٰہ عنہٗ کے ہے اور وارد ہوئی حدیثِ اسماء سے، نکالا اُس کو احمد بن صالح مصری اور ابواُمیہ طرسوسی اور طحاوی اور طبرانی اور ابن مندہ اور ابن شاہین نے، اور صحیح کہا اُس کو احمد بن صالح اور طحاوی نے، اور پیروی کی اُن دونوں کی حافظوں میں سے ازدی اور عیاض اور ابن سید الناس اور مغلطائی نے اور حسن کہا اُس کو حافظ ابوزرعہ اور ابن عراقی نے، اور روایت کی گئی ہے ابوہریرہ سے، نکالا اُس کو ابن مردویہ نے، اور ایسے ہی حدیث حضرت علی سے اور اُن کے بیٹے حسین اور جابر اور ابی سعید سے، اور اُن لوگوں میں سے کہ ثابت رکھا اُس کو حافظوں میں سے محبّ طبری اور سمہودی اور ابن حجر اور سیوطی نے، اور واسطے سیوطی نے اُس کے اِثبات میں ایک رسالہ ((لکھا)) ہے جس کا نام اُنھوں نے "کشف اللبس فی حدیث ردالشمس" رکھا ہے اور قسطلانی اور ابن دبیع اور ابن عراقی اور ابن حجر مکی اور قاری اور خفاجی اور تلمسانی اور دلجی اور حلبی اور شبراملی اور قشاشی اور کردری میں، اور رد کیا اُن لوگوں نے اوپر دولابی اور ابن الجوزی اور ابن تیمیہ کے قول میں اُن کے کہ "یہ موضوع ہے"، اور اوپر ابن کثیر قول میں اُس کے کہ منکر ہے، اور جواب دیا اُن لوگوں نے اُن ام[illegible] کہ علّت ٹھہرایا ہے اُن لوگوں نے ساتھ اُس کے ساتھ

جوابوں شافیہ کے، قول اُس کا اُوپر طریقِ استیفاء کے ذکر کیا، مصنف نے، بیچ اُس کے کہ بہ تحقیق اختلاف کیا ہے محدثوں نے بیچ تصحیح اور تضعیف اور وضع اُس کے، اور اکثر اُوپر ضعیف اُس کے ہیں، پس وہ فی الجملہ ثابت ہے ساتھ اصل اپنے کے اور بہ تحقیق قوی ہو جاتی ہے ساتھ مدد سندوں کے، یہاں تک کہ پہنچ جاتی ہے مرتبہ حسن تک، پس صحیح ہے حجت پکڑنا ساتھ اُس کے"۔ انتھٰی۔ پھر رد کیا اوپر ابن الجوزی اور متبعین اُسکے کے، اُس کے اِس قول میں کہ "وہ موضوع ہے" اور نقل کیا قسطلانی سے کہ بہ تحقیق حدیثِ اسماء کہ نکالا اُس کو طبرانی نے، اور حسن کہا اُس کو عراقی نے "شرح تقریب" میں، پھر طول کیا ہے اس میں"۔ انتھٰی۔

((حدیثِ رَدِّ شمس پر ابنِ جوزی کا اعتراض غلط ہے)):

☆ اور "قرۃ العیون" میں ہے کہ: "حدیثِ رَدِّ شمس کو اگر چہ ابن جوزی نے موضوعات میں گنا ہے مگر محققین محدثین نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ابن جوزی کا اعتراض اس پر غلط ہے"۔ انتھٰی۔

((حدیثِ رَدِّ شمس پر ایک اور اعتراض کا جواب)):

اب بعض مولوی صاحب جو یہ فرماتے ہیں کہ جب آفتاب غروب ہو گیا تو بموجب **اعادۃ المعدوم مُحال** کے نماز تو لامحالہ فوت ہو گئی پھر اُس کے پھرانے سے کیا فائدہ نکلا؟ تو میں عرض کرتا ہوں کہ حضراتِ من! اگر آپ **اعادۃ المعدوم مُحال** کا کلمہ نہ پڑھئے اور اسلامی فلاسفہ پر ایمان نہ لائیے اور بخیالِ قدرتِ باری تعالیٰ کے بعینہٖ اعادۂ اوقات کی تصدیق کیجئے تو کیا خرابی ہے؟۔

اور اگر یہ آپ کے گلے کے نیچے نہ اُتر سکے تو بمسئلہ پر ایمان لائیے اور اس

میں اگر کچھ تردّد ہو تو اعادۂ اوقاتِ شرعیہ میں تو کوئی محظور نہیں، اور اس میں بھی اگر کچھ کھٹکا ہو تو اس کو منجملہ خصوصیاتِ خاصہ سمجھئے اور زیادہ شک وشبہہ پر لاحول پڑھیے۔

چند چند از حکمت یونانیان

حکمت ایمانیان راهم بخوان

((حضرت علامہ شامی سے ثبوت))

☆قال الشامی فی ردالمحتار علی الدر المختار فلو غربت ثم عادت هل یعود الوقت الظاهر نعم بحث لصاحب النهر حیث قال ذکر الشافیة ان الوقت یعود لا نه علیه الصلوٰة والسلام نام فی حجر علی رضی اللّٰه عنه حتی غربت الشمس فلما استیقظ ذکر له انه فاتته العصر فقال اللّٰهم انّه کان فی طاعتك وطاعة رسولك فارددها علیه، فردت حتی صلی العصر وکان ذالك بخیبر والحدیث صححه الطحاوی وعیاض وأخرجه جماعةمنهم الطبرانی بسند حسن، وأخطاء من جعله موضوعًا کابن الجوزی وقواعد نالاتأباهاه قال ح: کأنه نظیر المیت اذا احیاه اللّٰه تعالیٰ فانه یاخذ مابقی من ماله فی ایدی ورثته فیعطی له حکم الاحیاء، وانظر هل هذا شامل لطلوع الشمس من مغربها الذی هو من العلامات الکبریٰ للساعة؟ . اه قال ط: والظاهر أنه لا یعطی هذا الحکم لا نه انما یثبت اذا أعیدت فی ان غروبها کما هو واقعة الحدیث، أماطلوعها من مغربها فهو بعد مضی اللیل بتمامه . اه قلت علی ان

الشیخ اسمعیل رد ما بحثه فی النهر تبعاً للشافیةبأن صلاة العصر بغیوبة الشفق تصیر قضاء ورجو عهالایعیدها اداء، ومافی الحدیث خصوصیة لعلی رضی اللّٰہ عنه کما یعطیه قوله علیه الصلاة والسلام انه کان فی طاعتك وطاعةرسولك .اه قلت ویلزم علی الاول بطلان صوم من أفطرقبل ردها وبطلان صلوته المغرب لو سلمنا عود الوقت بعودهاللکل واللّٰہ تعالیٰ اعلم .انتہٰی .

((ردالمحتارعلی الدرالمختار، جلداصفحہ۳۶۰،۳۶۱،مطلب لورۃت الشمس بعدغروبها))

((ترجمہ))''کہاشامی نے''ردالمحتار حاشیہ درالمختار'' میں،پس اگر ڈوب جائے آفتاب اورپھرلوٹ آئے، تو آیاعودکرتا ہےوقت؟تو ظاہر یہ ہے کہ ہاں اس میں صاحبِ''نہر'' نے بحث کی ہے، چنانچہ کہا ہے کہ ذکرکیا شافعیہ نے کہ وقت عودکرتا ہے کیونکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سوگئے گود میں علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کے، یہاں تک کہ ڈوب گیا آفتاب،پس جب جاگےتو ذکر کیا گیاواسطےآپ کے کہ اُن کی عصر کی نماز فوت ہوگئی، پس فرمایا آپ نے:اے بارخدایا!بیشک وہ تیرے اور تیرے رسول کی فرمانبرداری میں تھاپس سورج کوتُو اس پرپھیرلا،پس پھیردیا گیا، یہاں تک کہ نماز پڑھ لی حضرت علی نے عصر کی، اور یہ واقعہ مقامِ خیبر میں ہوا اور اس حدیث کو طحاوی اورعیاض نے صحیح کہا ہے اورایک جماعت نے اس کی تخریج کی ہے اُن میں سے طبرانی نے ساتھ سندِ حسن کے،اورخطا کی جس نے اس کو

موضوع ٹھہرایا مانند ابن جوزی کے، اور قواعد ہمارے نہیں مخالف ہیں اس کے، کہا اب گویا کہ یہ واقعہ نظیر مُردے کی ہے جب زندہ کردے اُس کو اللہ تعالیٰ، پس بہ تحقیق وہ جو باقی رہا ہے مال سے اُس کے قبضہ میں وارثوں کے، پس دیا جائے گا اُس کو حکم زندوں کا، اور دیکھ آیا یہ شامل ہے واسطے نکلنے آفتاب کے پچھم سے وہ کہ جو بڑی نشانیوں میں سے قیامت کے ہے، کہا طحاوی نے اور ظاہر یہ ہے کہ پہلے دیا جاے گا یہ حکم اُس کو کیونکہ سوا اس کے نہیں ہے کہ یہ اُس وقت ثابت ہوتا ہے کہ جب اُس کے غروب ہی کے وقت میں لوٹا دیا جائے جیسا کہ واقعہ اس حدیث کا ہے لیکن نکلنا اُس کا پچھم سے پس وہ بعد گزر جانے تمام رات کے ہے، کہتا ہوں میں علاوہ اس کے شیخ اسمٰعیل نے رد کردیا ہے اُس کو کہ بحث کی ہے "نہــر" میں شافعیوں کی پیروی کر کے اسی طرح سے کہ عصر کی نماز شفق کے غائب ہونے سے قضا ہوگی اور رجوع آفتاب کا نہیں اعادہ کرتا ہے اُس کو بطور ادا کے اور جو اس حدیث میں ہے تو یہ خصوصیت ہے علی رضی اللہ عنہٗ کی، جیسا کہ دلالت کرتا ہے اُوپر اُس کے قول علیہ السلام کا کہ بس "بارخدایا! وہ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا"۔ کہتا ہوں میں اور لازم آتا ہے اُوپر اوّل کے بطلانِ روزہ اُس شخص کا کہ افطار کر ڈالے قبل رد اُس کے اور بطلان اُس کی نمازِ مغرب کا اور اگر تسلیم کریں ہم عودِ وقت کو، تو عود کرے گا واسطے سب کے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔انتھٰی۔

☆وفی "السیرۃ المحمدیۃ والطریقۃ الاحمدیۃ" لمولانا کرامت علی الدھلوی وطناً والحیدرآبادی نزیلاً ومدفناً

قلت دل ثبوت الحديث على ان الصلوۃ وقعت اداءً وبذالك صرح القرطبی فی التذکرۃ قال فلولم یکن رجوع الشّمس نافعاً وانه لا یتجدد الوقت لما ردھا علیه ذکرہ فی باب ما بذکر الموت والآخرۃ من اوائل التذکرۃ وجهه ان الشمس لما عادت کانها لم تغب۔ انتھٰی۔

((ترجمہ)) اور ''سیرۃِ محمدیہ وطریقہ احمدیہ'' مؤلفہ مولانا کرامت علی الدہلوی وطناً اور حیدرآبادی نزیلاً ومدفناً، کہتا ہوں میں دلالت کرتا ہے ثبوت حدیث کا اوپر اس بات کے کہ نماز واقع ہوئی ادا، اور ساتھ اس کے تصریح کی قرطبی نے ''تذکرہ'' میں، کہا: پس اگر نہ ہوتا رجوع شمس کا نافع اور وہ وقت کو نیا نہ کرتا تو خداوند تعالیٰ اُس کو اُن پر نہ پھیر لاتا''۔ ذکر کیا اس کو باب ما بذکر الموت والآخرۃ میں اوایل تذکرہ سے اور وجہ معقول اُس کی یہ ہے کہ آفتاب جب لَوٹ آیا تو گویا غروب ہی نہ ہوا''۔ انتھٰی۔

((حضرت شیخ عبدالحق محدّثِ دہلوی سے معجزۂ رَدِّ شمس کا روشن ثبوت)):

جاننا چاہیے کہ شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃاللّٰہ تعالیٰ نے ''مدارج النبوۃ'' میں اس بارہ میں ایک تقریر لطیف وجامع مع ما له وعلیه لکھی ہے اس لیے مثبتاً للمرام وتنشیطاً للاذهان والافهام بعینہٖ اُس کا نقل کرنا مناسب مقام معلوم ہوتا ہے۔ فهو هذا:

از وقایع این غزوہ (۷) آنست که چوں آنحضرت صلی اللّٰه علیه وسلم بعداز رجوع از خیبر بمنزل صهباء رسید وباصفیه

(۷) غزوۂ خیبر۔۲امِنہٗ

زفاف کرددرهمیں منزل نماز عصر گذارد وبعد از گزاردن نماز سر مبارك در کنار علی **رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه** که نهاده بودودرروایتی آمده که بخواب رفت تا آثار وحی بر آں حضرت ظاهر شدن گرفت وعلی نماز دیگر نگذارده بودو زمان وحی چنان دراز شد که آفتاب غروب کر ده چون منجلی (۸) گشت حضرت از علی رضی الله عنه پرسید که نماز عصر گزار ده؟ گفت لا یارسول الله نگزارده ام، حضرت مناجات کردو گفت خداوندا اگر علی درطاعت تو وطاعت رسول تو بود آفتاب رابرائے وے باز گردان که نمازِ عصر بگذاردپس حق تعالی مسالت حبیب خود را اجابت کرد وآفتاب بعد ازان که بمغرب فرورفته بود طالح شد چنا نکه شعاع آن بر کوه وهامون بتافت وخلایق برای العین مشاهده کردند وعلی وضو کردنماز دیگر گذاردوبدانکه حبس شمس وردآن از حضرت **صلی اللّٰہ علیه وسلم** درسه مواضع روایت کرده اند یکی بعد از شب اسری که چون آنحضرت خبرداد که دراں شب بعد از آں طرف قافله قریش رادرراه دید وعلامتی نیز ذکر کرد که شتری ازاں گر یخته بودوبعضی ازاهل قافله در پئی آن میدویدندپس گفتند که بگو کی میرسد آن قافله فر مودروز چهار شنبه وچون روز چهار شنبه شدنگران شد ند قریش که قافله کی میر سد

(۸) یعنی وحی منقطع گردید۔۱۲منہ

وروز گذشت ونیا مد قافله پس دعا کرد آنحضرت وزیاده
کرده شد در ساعتی بحبس شمس پس رسید قافله روایت کر
ده است این حدیث رایونس بن بکر در مغازی از ابن اسحق
وهمچنین روایت کرده شده است حبس شمس مر
آنحضرت را روز خندق وقتی که مشغول گردانیده شد
از صلٰوۃ عصر چنانکه در بعضے روایات آمده است
ومشهور آنست که قضا کرد بعد از غروب دیگر این حدیث
ست که فوت شد از علی مرتضٰی نماز عصر پس دعا کرد
وآنحضرت **صلی اللّٰہ علیہ وسلم** ورد کرده شد آفتاب پس
گزارد وی **رضی اللّٰہ عنہٗ** نماز وتکلم کرده اند علمای
حدیث درین احادیث وگفته اند که اینها مخالفند همه
حدیث صحیح راکه درباب یوشع بن نون **علیه السلام** آمده
است که ازانجا اختصاص حبس شمس بیوشع معلوم
میگردد وآن حدیث اینست که درمشکوٰۃ از بخاری ومسلم
ازابی هریرۃ آورده که گفت گفت رسول خدا **صلی اللّٰہ
علیہ وسلم** برآمد بغزا پیغمبری از پیغمبران وگفته اند که
مراد باین پیغمبر یوشع بن نون ست **علیه السلام** پس قریب
شد بقریه نزدیك نماز دیگر ونزدیك شد که آفتاب غروب
کند پس فرمود آن پیغمبر مر آفتاب راکه تو ماموری ومن نیز
مامورم ومناجات کرد بخدا وفرمود خداوند احبس کن
ونگاهدار آفتاب رابرما پس حبس به سه صورت متصور

راست ا–برد کردن بر اوراج ۲–یاتو قف بے رو ۳–یا بابطاء سیروی پس حبس کر ده شد آفتاب تافتح کرد خدائے تعالیٰ قریہ رابروی واگر چہ درین روایت اختصاص حبس بیوشع مذکور نیست اما درروایت دیگر آمدہ کہ فرمود آنحضرت **لم یحبس الشمس علی احدالا یوشع بن نون** چنانکہ در مواھب آوردہ کہ قتال کرد یوشع جبارانرا روز جمعہ وچون نزدیك بغروب رسید ترسید کہ غائب گردد آفتاب پیش ازان کہ فارغ گردد ازقتال ودرآیدیوم سبت پس جلال نباشدمرادہ ولاقتال پس دعا کرد خدارا، پس ردکردوی تعالیٰ تا فارغ گشت ازقتال ایشان وبعضی از علماء جمع کردہ اند میان آں احادیث مذکورہ وحدیث یوشع بآن کہ احتمال دارد کہ مرادآن باشد کہ حبس کردہ نشدازجملہ انبیاء ماتقدم برای غیر یوشع علیہم السلام یاحبس کردہ نشد برای ھیچ یکی از انبیاغیرمن مگربرای یوشع ومآل ھر دو معنی یکی ست یاصدوراین حدیث یوشع ازاں حضرت پیش ازوقوع رد شمس باشد بروی **صلی اللّٰہ علیہ وسلم** درین مواضع۔ **واللّٰہ اعلم۔**

پس معلوم شد کہ تکلم محدثین دررد وحبس شمس مخصوص بحدیث علی **رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ** نیست بلکہ درسائر مواضع ثلثہ است کہ واقع شدہ است درآن واما کلام درحدیث ردشمس برای علی **رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ** انچہ

علماء گفته اند نقل کنیم بے ثبوت تعصب وتعسف **وما علینا الا البلاغ** ودر مواهب لدنیه گفته روایت کر ده است این حدیث راطحاوی که از اکابر علماء حنفیه است ودراصل شافعی ورجوع کرداز ان بحنفیه در شرح مشکوٰة الآثار وحکایت کر ده است قاضی عیاض مالکی وگفت طحاوی که احمد بن صالح که از ثقات علماء حدیث ست در مرتبه احمد بن حنبل می گفت سزاوار نیست مر کسی راکه از سبیل وی علم ست تخلف وتغافل از حدیث اسماء زیر اکه وی از علامات نبوت است وبعضی گفته انداین حدیث صحیح نیست وابن جوزی اورادرموضوعات ذکر کر ده وگفته است این موضوع ست بے شك درسند وی احمد بن داؤد ست ووی متروك الحدیث کذاب ست چناچه دارقطنی گفته است وابن حبان گفته وضع میکر دحدیث راونیز ابن جوزی گفته که روایت کر ده است این حدیث راابن شاهین وگفته این حدیث باطل واز غفلت واضع اواست که نظر کر ده است بصورت فضیلت وتصورنکر ده عدم فایده آن راوندانسته که صلوة عصر بغیبوبت آفتاب قضا گر دید ورجو ع شمس ادانمی کردآن را وبتحقیق افراد کر ده است ابن تیمیه تصنیفی علیحده درردبرروافض وذکر کر ده است حدیث رابطریق وی ورجال وی گفت که وی موضوع است وگفته که عجب ست از قاضی عیاض باجلالت قدروی

وعلوخطروے درعلوم حدیث چگونه ساکت ماندازوی ابهام کننده صحت اورا ونقل کننده ثبوت اورا گفت (۹) کاتب حروف **عفا الله عنه** که قول این قائل که نماز عصر بغروب آفتاب قضا گشت ورجوع شمس ادا نمی گرداند اورامحل نظرست زیرا که قضا بر تقدیری کرد که آفتاب باقی ماند بر غیبوبت وفوائت وقت اما اگر وقت نیز عاید گر دد چراادا نشودومعنی ادا نیست مگر وقوع نماز در وقت اگر چه باعادهٔ وقت باشد ونیز بعد ازاعتراف بجلالت قدرقاضی عیاض وعلو خطر وی مناسبت توقف وترددا ست نه جزم ببطلان وانکارباوجودیکه مثل طحاوی واحمدبن صالح آنراتصحیح کرده باشند وابن جوزی مستعجل ست در حکم بوضع وادعای آن وثوق نیست بقول وی درین باب چنانکه شیخ ابن حجر عسقلانی درحدیث **سد واکل باب الا علی** که ادعاء کر ده است ابن جوزی وضع آنرامستعد بصحت حدیث **سد واکل خوخة الاخوخةابی بکر** گفته است ودر تاریخ مدینهٔ مطهره آنراذ کر کر ده ایم وشیخ محمد سخاوی در مقاصد حسنه میگوید که گفته است احمد **لا اصل له** وتبعیت کرده است اوراابن جوزی وآورده است آنرادر موضوعات وتصحیح کرده است آنراطحاوی وقاضی عیاض وتخریج کر ده است ابن منده وابن شاهین از حدیث اسماء

(۹) یعنی شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ ۱۲ امنهٔ

بنت عمیس وابن مردویه از حدیث ابی هریره۔ انتهٰی۔
ونیز مواهب گفته که روایت کرده است آنرا طبرانی در معجم کبیر باسناد حسن چنانکه حکایت کرده است شیخ الاسلام بن عراقی در شرح تقریب از اسماء بنت عمیس وحافظ ابن کبیر گفته که از حدیث یوشع معلوم شد که رد شمس از خصائص یوشع است پس دلالت کند بر ضعف حدیثی که روایت کرده شدہ است دررد شمس برای علی رضی اللّٰہ عنہٗ وتصحیح کرده است آنرا احمد بن صالح مصری ولیکن نقل کرده نشده است در کتب صحاح وحسان باوجود توفر دواعی برنقل وی ومتفرد شدبنقل وی زنی از اهل بیت مجهوله که شناختہ نمی شود حال وی انتهٰی۔
پوشیده نماند که قول وی ذکر کرده نشده است در کتب صحاح وحسان منظور فیه است بآنکه چون طحاوی واحمد بن صالح وطبرانی وقاضی عیاض قائل اند بصحت وحسن آن وذکر کرده اند در کتب خودو قول بآنکه ذکر کرده شده است در کتب صحاح وحسان درست نباشد ولازم نیست که جمیع کتب صحاح وحسان مذکور گردد ونیز قول بجهالت وعدم معرفت حال اسماء بنت عمیس ممنوع است زیراکه وی امراۃ جمیله جلیله عاقله کیّسه است که احوال وی معلوم ومعروف ست وبود وی تحت جعفر بن ابی طالب وزائید برائے وی عبداللّٰه بن جعفر راوبوددرتحت ابی بکر

وزائید برای وی محمدبن ابی بکررابعدازان بوددرتحت علی بن ابی طالب وزائیدبرای ویحیی راوبعضی مرد م گویند که تخلف علی مرتضی راگذاردن نماز همراه آنحضرت **صلی اللّٰہ علیہ وسلم** وتاخیر آن بعیدست وهیج بُعدی ندار دوحوادث وحوایج بسیار است که مثل این اموز ازوی می زاید وروایت کر ده اند که آنحضرت **صلی اللّٰہ علیہ وسلم** علی را **رضی اللّٰہ عنہٗ** بعد از نماز بکاری فز ستاده بودوکارها درغز وۂ خیبر بسیار بودبوی **رضی اللّٰہ عنہٗ** وبعد از رفتن علی نماز عصر گذارده باشد وعلی حاضر نبودوآنراپس واقع شد انچه شد۔ **واللّٰہ اعلم بحقیقت حال** ۔انتھٰی ۔

(مدارج النبوت فارسی، جلد۲صفحہ۲۵۲ تا ۲۵۵مطبوعہ النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، کچارشیدروڈ، بلال گنج، لاہور)

((ترجمہ))

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی نمازِ عصر کیلئے آفتاب کولوٹانا:

غزوۂ خیبر کے واقعات میں سے ایک یہ ہے کہ جب حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپسی پر منزلِ صہبا پہنچے، سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے زفاف فرمایااوراسی منزل میں نمازِعصرادافرمائی۔نماز پڑھنے کے بعدسر مبارک حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے زانو پر رکھا۔ایک روایت میں ہے کہ آپ سوگئے یہاں تک کہ وحی کے آثارنمودار ہوئے۔علی المرتضٰی کرم اللہ وجھہ نے نمازِعصر نہیں پڑھی تھی اورنزولِ وحی کی مدت اتنی طویل ہوگئی کہ آفتاب غروب ہوگیا۔جب حضورصلی صلی اللہ علیہ وسلم پر سے وحی کی کیفیت ختم ہوئی توحضورصلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی

رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا ''کیا نمازِ عصر پڑھ لی؟'' عرض کیا ''نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے نہیں پڑھی''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مناجات کی اور کہا ''اے رب اگر علی رضی اللہ عنہ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھے تو آفتاب کو حکم دے کہ لوٹ آئے تاکہ وہ نمازِ عصر ادا کرلیں''۔ حق تبارک وتعالیٰ نے حضورِ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا کو قبول فرمایا باوجودیکہ آفتاب غروب ہو چکا تھا دوبارہ طلوع ہوا یہاں تک کہ اس کی شعاعیں پہاڑوں اور ٹیلوں پر پڑنے لگیں اور مخلوقِ خدا نے آنکھوں سے دیکھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حبسِ شمس کے واقعات

سورج کو روکنا اور اُسے لوٹانا تین مقامات میں وارد ہوا ہے۔ ایک شبِ معراج کے بعد جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ اس رات واپسی پر قریش کے قافلہ کو میں نے راہ میں دیکھا اور یہ نشانی بھی بتائی کہ اُن کا ایک اونٹ بھاگ گیا تھا اور قافلہ کے کچھ لوگ اس کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ اس پر قریش کے لوگوں نے پوچھا ''بتایئے وہ قافلہ کب تک یہاں پہنچے گا''۔ فرمایا ''بدھ کے دن'' جب بدھ کا دن آیا تو قریش اس قافلہ کا انتظام کرنے لگے کہ کب پہنچتا ہے یہاں تک کہ دن تمام ہونے لگا اور قافلہ نہیں آیا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی چنانچہ اس دن سورج کو غروب ہونے سے حق تعالیٰ نے ایک گھنٹہ کے لیے روک دیا۔ پھر قافلہ پہنچ گیا۔ اس حدیث کو یونس بن بکر نے ابن اسحٰق کے مغازی میں بیان کیا ہے۔

دوسرا واقعہ حبسِ شمس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے روزِ خندق میں بیان کیا گیا ہے جبکہ اس جنگ میں نمازِ عصر قضا ہوگئی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ

وسلم نے دُعا کی اور جیسا کہ بعض روایتوں میں آیا ہے۔ مشہور یہ ہے کہ بعداز غروبِ آفتاب قضا پڑھی تھی اور تیسرا واقعہ یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نمازِ عصر قضا ہوگئی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کی اور سورج لوٹایا گیا اور اُنہوں نے نماز ادا کی۔

ان حدیثوں میں محدثین کلام کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ سب حدیثیں اس صحیح حدیث کے مخالف ہیں جو حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے باب میں آئی ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں سورج کو روکنا حضرت یوشع علیہ السلام کے ساتھ خاص ہونا معلوم ہوتا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے جسے "مشکوٰۃ" نے بخاری و مسلم سے بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انبیاءِ سابقین میں سے ایک نبی علیہم السلام جہاد کیلئے نکلے۔ کہتے ہیں کہ اس سے مراد یوشع بن نون علیہ السلام ہیں۔ جب وہ نمازِ عصر کے وقت بستی کے قریب ہوئے اور قریب تھا کہ آفتاب غروب ہوجائے۔ اس پر اس نبی نے آفتاب کو حکم دیا کہ تُو بھی مامور ہے اور میں بھی مامور ہوں۔ خدا سے دعا کی کہ "اے خدا سورج کو رُکنے کا حکم دے کہ وہ ہمارے لیے ٹھہرا رہے" چنانچہ اس رُکنے کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ غروب کے بعد واپس لَوٹایا جائے۔ ایک یہ کہ لَوٹائے بغیر روکے رکھا جائے۔ ایک یہ کہ اس کی رفتار کو سُست کردیا جائے۔ چنانچہ آفتاب کو روک دیا گیا اور حق تعالیٰ نے اس بستی کو ان پر فتح کرادیا۔ اگرچہ اس روایت میں حبسِ آفتاب یوشع علیہ السلام کیلئے خاص کرکے مذکور نہیں ہے۔ لیکن ایک اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَمْ تُحْبَسِ الشَّمْسُ عَلٰی اَحَدٍ اِلَّا یُوْشِعُ بِنْ نُوْنٍ۔ کسی پر آفتاب کو نہیں روکا گیا مگر یوشع بن نون پر۔

چنانچہ ''مواہب'' میں مذکور ہے کہ حضرت یوشع علیہ السلام جمعہ کے دن ظالموں سے جنگ کر رہے تھے جب آفتاب کے غروب کا وقت قریب ہوا تو خوف کیا اگر آفتاب جنگ کے ختم ہونے سے پہلے غروب ہوگیا تو ہفتہ کا دن شروع ہو جائے گا تو ہمیں اس دن جنگ کرنا حلال نہ ہوگا۔ انہوں نے خدا سے دعا کی اور حق تعالٰی نے آفتاب کو ردفرمایا یہاں تک کہ وہ جنگ سے فارغ ہوئے۔

بعض علماء ان مذکورہ حدیثوں اور یوشع بن نون علیہ السلام کی حدیث کے درمیان اس طرح موافقت کرتے ہیں کہ ممکن ہے کہ مراد یہ ہو کہ انبیاءِ سابقین علیھم السلام میں حضرت یوشع علیہ السلام کے سوا کسی کے لیے حبسِ شمس نہیں کیا گیا یا یہ مراد ہو کہ میرے سوا کسی نبی کیلئے حبسِ شمس نہیں کیا گیا مگر یوشع علیہ السلام کیلئے۔ دونوں احتمالات کا نتیجہ اور معنی ایک ہی ہیں۔ یا یہ بات ہو کہ یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حبسِ شمس یا رَدِ شمس کے وقوع سے پہلے صادر ہوئی ہو۔ واللہ اعلم ۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ رَدِ شمس یا حبسِ شمس کے بارے میں محدثین کا کلام حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بارے میں خاص نہیں ہے بلکہ ان تینوں مواقع میں جو مذکور ہوئیں ان میں کلام ہے۔

اب رہا حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کیلئے ردشمس کی حدیث میں کلام! تو جو کچھ علماء نے بیان کیا ہے ہم بغیر تعصب وتعسف کے اُنہیں نقل کرتے ہیں۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ ۔ چنانچہ ''مواہب لدنیہ'' میں ہے کہ اس حدیث کو امام طحاوی (فائق علی البخاری) جو کہ اکابر علماءِ احناف میں سے ہیں وہ اصل میں شافعی المذہب تھے۔ اس سے انہوں نے مذہب حنفی کی طرف رجوع فرمایا۔ انہوں نے ''شرح مشکوٰۃ الآثار'' میں نقل کیا ہے، جسے قاضی عیاض مالکی نے نقل کیا ہے۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ احمد بن صالح، محدثین میں بڑے ثقہ بزرگ و عالم ہیں وہ امام احمد بن حنبل

رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں فرماتے ہیں کہ کسی ایسے شخص کو جسے علم میں دسترس ہو لائق نہیں ہے کہ وہ سیّدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی حدیث کے حفظ میں تخلف وتغافل کرے اور اس لیے کہ ان کی حدیث نبوت کی علامتوں اور نشانیوں میں سے ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور ابن جوزی نے تو اسے موضوعات میں شمار کیا ہے۔ بلاشبہ اس حدیث کی سند میں احمد بن داؤد ہے اور یہ شخص متروک الحدیث اور کذاب ہے۔ جیسا کہ دارقطنی نے کہا ہے۔ ابن حبان بھی یہی کہتے ہیں کہ وہ حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ نیز ابن جوزی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو ابن شاہین نے نقل کر کے کہا کہ یہ حدیث باطل ہے اور اس کے وضع کرنے والے کی غفلت ظاہر ہے کہ اس نے فضلیت کی ظاہری صورت تو دیکھ لی۔ اس کے عدم فائدہ پر غور نہ کیا، یہ نہ جانا کہ نمازِ عصر غروبِ آفتاب سے قضا ہو جاتی ہے اور رجوعِ شمس سے یہ ادا نہیں ہو سکتی۔

ابنِ تیمیہ نے روافض کے رد میں ایک مستقل کتاب ((منهاج السنّة)) لکھی ہے۔ اس کتاب میں اس حدیث کو نقل کر کے اس کی سند اور اس کے راویوں کے بارے میں کہا ہے کہ یہ وضعی ہے۔ کہا کہ تعجب ہے کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ باوجود اپنی اتنی جلالتِ قدر اور علوِ مرتبت کے جو انہیں علومِ حدیث میں حاصل ہے کس طرح اس میں خاموش رہے، اس کی صحت کو مبہم رکھا اور اس کا ثبوت نقل نہیں کیا۔ کاتب حروف عفا اللہ عنہ (یعنی شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ اس قائل کا یہ کہنا کہ غروبِ آفتاب سے نمازِ عصر قضا ہو جاتی ہے اور رجوعِ شمس سے ادا نہیں ہو سکتی، محلِ نظر ہے۔ اس لیے کہ قضا اس صورت میں ہوتی ہے جبکہ آفتاب غیوبت میں قائم و باقی رہے اور وقت فوت ہو جائے۔ لیکن اگر وقت بھی لوٹ آئے تو کیوں ادا نہیں ہو سکتی، کیونکہ ادا کے معنی یہی ہیں کہ اس کے وقت میں نماز ادا کی جائے۔ اگرچہ

یہ اعادۂ وقت سے ہو۔ نیز حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی جلالتِ قدر اور علوِ مرتبت کے اعتراف کے بعد تردد وتوقف مناسب ہے؟ (مطلب یہ کہ جب ان کے مرتبہ وکمال اور مقام کا اعتراف ہے تو اب اس میں تردد وتوقف کیوں کرتے ہو۔ اس میں غور وفکر کرنا چاہیے) نہ کہ اس کے بطلان وانکار پر یقین کرنا چاہیے۔ اس کے باوجود کہ امام طحاوی اور احمد بن صالح جیسے اکابر سے اس کی صحت ظاہر ہو چکی ہو۔ بات یہ ہے کہ ابنِ جوزی وضع کا حکم کرنے اور اس کا ادعا کرنے میں بڑا اجلد باز ہے۔

اس بات میں اس کا قول موثق اور لائقِ اعتنا نہیں ہے جس طرح کہ شیخ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث میں دعویٰ کیا ہے کہ سَدُّوْا کُلَّ بَابٍ اِلَّا بَابَ عَلِیٍّ (مسجدِ نبوی کی طرف تمام دروازوں کو بند کر دو بجز علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے) ابن جوزی نے اس کو وضعی قرار دینے میں مستعد ہو کر اس طرح صحتِ حدیث بیان کی ہے کہ فرمایا: سُدُّوْا کُلَّ خَوْخَۃٍ اِلَّا خَوْخَۃَ اَبِیْ بَکْرٍ (ہر دروازہ کو بند کر دو بجز ابوبکر کے دروازے کے) ''تاریخ مدینہ منورہ'' میں ہم نے اسے بیان کیا ہے۔ شیخ محمد سخاوی ''مقاصدِ حسنہ'' میں فرماتے ہیں کہ امام احمد نے کہا ''لا اصل لہ'' یعنی اس کی کوئی اصلیت نہیں اور ابن جوزی نے ان کی پیروی کرتے ہوئے اسے موضوعات میں نقل کر دیا ہے حالانکہ امام طحاوی اور قاضی عیاض رحمہما اللہ نے اسے صحیح قرار دیا اور ابن مندہ اور ابن شاہین سے اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس کی حدیث کو اور ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے۔ (انتھیٰ)

نیز ''مواہب'' میں منقول ہے کہ اس حدیث کو طبرانی نے ''معجم کبیر'' میں باسنادِ حسن روایت کیا ہے جس طرح کہ شیخ الاسلام بن عراقی نے ''شرح تقریب'' میں اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس سے نقل کیا ہے اور حافظ ابنِ کثیر نے فرمایا کہ ''یوشع کی حدیث سے معلوم نہ ہوا کہ ردِ شمس حضرت یوشع علیہ السلام کے خصائص میں سے

ہے۔لہٰذا وہ حدیث جو حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے لیے ردِ شمس میں روایت کی گئی ہے ضعف پر دلالت کرتی ہے اور اس حدیث کی صحت احمد بن صالح مصری نے بیان کی ہے لیکن کُتُبِ صحاح وحسان میں نقل نہیں کیا گیا۔ باوجود تجسس وتلاش کے حسن ومنفرد ہی یہ حدیث منقول ہے کیونکہ اہلِ بیت میں سے ایک مجہول وغیر معروف عورت نے نقل کیا جس کا حال کسی کو معلوم نہیں ہوا''۔(انتھٰی)

مخفی نہ رہنا چاہیے کہ ان کا یہ کہنا کہ ''کُتُبِ صحاح میں ذکر نہیں کیا گیا اور حسن ومنفرد ہے'' یہ قابلِ غور وفکر ہے کیونکہ جب امام طحاوی، احمد بن ابی صالح، طبرانی، قاضی عیاض رحمہم اللہ اس کی صحت، اس کے حَسن ہونے کے قائل ہیں اور اُنہوں نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ تو اب اُن کا یہ کہنا کہ کُتُبِ صحاح وحسان میں ذکر نہیں کیا درست نہ ہوگا۔ لازم نہیں ہے کہ تمام ہی کُتُبِ صحاح وحسان میں مذکور ہوں، نیز ان کا یہ کہنا ''اہلِ بیت میں سے ایک مجہول وغیر معروف عورت نے نقل کیا ہے جس کا حال کسی کو معلوم نہیں''۔ یہ بات سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا بنت عُمیس کے حال کے بارے میں کہنا ممنوع ہے اس لیے کہ وہ جمیلہ وجلیلہ، عاقلہ ودانا عورت ہیں اور ان کے احوال معلوم ومعروف ہیں۔ وہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کی زوجیت میں تھیں اور ان سے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ تولد ہوئے تھے۔ اس کے بعد وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں آئیں۔ ان سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے، ان کے بعد وہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں آئیں اور ان سے یحیٰ بن علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے سے رہ جانا اور اس میں تاخیر کرنا بعید ہے حالانکہ اس میں کوئی بُعد نہیں ہے اور ایسے حوادث وحوائج بہت ہیں جن کی بنا پر ایسے امور رونما ہوسکتے

ہیں۔ مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو (ظہر) کی نماز کے بعد کسی کام سے بھیجا تھا۔ غزوۂ خیبر کے کام بہت زیادہ تھے۔ ان کے جانے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عصر ادا کی ہوگی اور اس میں علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ شریک نہ ہوئے تھے۔ اس بنا پر یہ واقعہ رونما ہوا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ حقیقت جانتا ہے''

(مدارج النبوۃ، جلد ۲ صفحہ ۳۰۷ تا ۳۱۰ مطبوعہ شبیر برادرز، زبیدہ سنٹر، ۴۰- اردو بازار، لاہور۔ مترجم مولانا غلام معین الدین نعیمی)

اب یہاں پر جو بعض دیسی عیسائی منہ پھاڑ پھاڑ کر یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا عجب حال ہے کہ فقط ایک ایک عورتوں کی باتوں کو مدارِ ایمان ٹھہرائے اور ذریعہ نجات سمجھ لئے ہیں دیکھو محمد صاحب کی فقط ایک دائی آمنہ کے قول پر مسئلہ شق الصدر پر اتفاق ہو گیا اور اکیلے اسماء بنت عُمیس کی بات پر اُس کے شوہر علی کے لیے آفتاب کے پھر آنے پر اجماع جم گیا اور یہ عجیب بات ہے۔ تو

اولاً: اُن کا یہ جواب ہے کہ بحثِ شق القمر میں لکھا گیا ہے کہ کسی حادثۂ خاصہ وواقعۂ مختصہ کے اظہار واثبات کیلئے اُنہیں لوگوں کے اقوال کو ترجیح ہوا کرتی ہے کہ جو اُس صاحبِ حال سے قربتِ خاصہ واختصاصِ مختصہ رکھتے ہوں نہ کہ اجانب وبے واسطہ لوگوں کے قولوں کو۔ کما ھو ظاھر۔

وثانیاً: ہم مسلمانوں نے ان دونوں معجزوں کو فقط ان دونوں عورتوں ہی کے کہنے سے سچ نہیں سمجھا ہے بلکہ اوّل کو تو اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ((کیا ہم نے تمہاری خاطر تمہارا سینہ کشادہ نہ کر دیا؟)) آیتِ قرآنیہ سے بھی ثابت کر دیا ہے۔

---

(۱) غزوۂ خیبر۔ ۱۲ امِنْہُ۔ (۲) یعنی وحی منقطع کر دی گئی۔ ۱۲ امِنْہُ۔ (۳) یعنی شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ ۱۲ امِنْہُ۔

اور ثانی کو چونکہ اسماء بنت عُمیس نے ہزاروں آدمیوں کے سامنے اس عجیب خبر کو بیان کیا اور کسی نے انکار نہ کیا تو گویا اُن سبھوں نے کہا پس اتنے لوگوں کے اقوال سے یہ حق و سچ سمجھا گیا ہے۔ **لا کما زعمتم ۔**

وثالثاً: اُن عیسائیوں کی ذہن دوزی کیلیئے جناب یوحنا کے ۲۰ باب کی ان آیات کو پیش کرتا ہوں۔

"ہفتہ کے پہلے دن مجدلیہ مریم ایسا تڑکے ((صبح صادق کے وقت)) کہ ہنوز اندھیرا تھا، قبر پر آئی اور پتھر کو قبر کے منہ سے سرکائے ہوئے دیکھا، تب وہ شمعون پتر کے اور اُس دوسرے مرید کے پاس جسے یسوع پیار کیا کرتا تھا دوڑی آئی اور اُن سے کہا لوگ خداوند کو قبر سے نکال لے گئے اور میں نہیں جانتی کہ اُنھوں نے اُسے کہاں رکھا۔ تب پتر دوسرے مرید کے ساتھ ہو کے نکلا اور قبر کی طرف آنے لگا اور وے ((وہ)) دونوں اکٹھے دوڑے، پھر دوسرا مرید پتر سے آگے دوڑ کر قبر پر پہلے پہنچا، اُس نے جھک کے سوتی کپڑے پڑے دیکھے پر وہ اندر نہیں گیا، شمعون پتر اس ((کے)) بعد پہنچا اور قبر کے اندر گیا اور سوتی کپڑے پڑے ہوئے دیکھے اور وہ رومال جس سے اُس کا سر بندھا تھا اُن سوتی کپڑوں کے ساتھ نہیں پر جُدا لپٹے ہوئے ایک جگہ پڑے دیکھا، تب دوسرا مرید بھی جو قبر پر پہلے آیا تھا اندر گیا اور دیکھ کے ایمان لایا کہ وے ((وہ)) ہنوز کتاب نہیں سمجھتے تھے کہ وہ ضرور مُردوں میں سے جی اُٹھے گا۔ تب وے ((وہ)) مرید اپنے گھر میں گئے اس کے بعد مریم باہر قبر پر روتی کھڑی رہی اور روتی ہوئی قبر میں جھک کے نظر کی تو کیا دیکھا کہ دو فرشتہ سفید لباس میں ایک سرہانے اور دوسرا پائتی ((پائتی یعنی وہ سمت یا جگہ جدھر پاؤں پھیلائے جاتے ہیں)) جہاں یسوع کی لاش رکھی تھی بیٹھے ہیں، اُنھوں نے اُس سے کہا: اے عورت! تُو کیوں روتی ہے؟ اُس نے کہا اس لیے کہ لوگ میرے خداوند کو لے گئے اور میں نہیں جانتی کہ

اُنھوں نے اُسے کہاں رکھا، یہ کہہ کے پیچھے پھری اور یسوع کو کھڑے دیکھا اور نہ پہچانا کہ وہ یسوع ہے، یسوع نے اُس سے کہا اے عورت! تُو کیوں روتی ہے، کسے ڈھونڈتی ہے؟ اُس نے اُسے باغبان جان کے کہا: صاحب اگر تُو اُسے لے گیا ہے تو مجھ سے کہہ کہاں رکھا ہے کہ میں اُسے لے جاؤں، یسوع نے اُس سے کہا: اے مریم! اُس نے پھر کے اُس سے کہا: اے ربونی یعنی اے مرشد! یسوع نے اُس سے کہا مجھے مت پکڑ کیونکہ میں ابھی اپنے باپ کے پاس اوپر نہیں جاتا ہوں پر میرے بھائیوں کے پاس جا اور اُن سے کہہ کہ میں اوپر اپنے باپ اور تمہارے باپ پاس اور اپنے خداوند اور تمہارے خدا ((کے)) پاس جاتا ہوں، مجدلیہ مریم آئی اور مریدوں سے کہا کہ میں نے خداوند کو دیکھا اور اُس نے مجھ سے یہ باتیں کہیں''۔انتھٰی ۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔اب بعض حضرات جو یہ فرماتے ہیں کہ تم نے یہ سب تو لکھا مگر سلیمان کے رَدِّ شمس کو کیوں نہیں ذکر کیا حالانکہ وہ بھی ایک امر ثابتہ الاصل وواقعہ مثبتہ النقل ہے۔

☆ چنانچہ ''نور الانوار'' میں بھی لکھا ہے: وَھٰذَاالْوَقْفُ اَمْرٌ مُمْکِنٌ خَارِقٌ لِلْعَادَۃِ کَمَا کَانَ لِسُلَیْمَانَ عَلَیْہِ السَّلَامُ حَیْثُ عُرِضَتْ عَلَیْہِ بِالْعَشِيِّ الصَّافِنَاتُ الْجِیَادُ فَکَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ فَضَرَبَ سُوْقَھَاوَاَعْنَاقَھَافَرَدَّ اللّٰہُ الشَّمْسَ حَتّٰی صَلَّی الْعَصْرَ وَسَخَّرَلَہُ الرِّیْحَ مَکَانَ الْخَیْلِ وَھٰذَابِنَصِّ الْقُرْاٰنِ۔انتھٰی۔

☆اور ''قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار'' میں لکھا ہے: قولہ وھذا بنص القرآن ای فی سورۃ ص ۔انتھٰی۔

تو میں عرض کرتا ہوں کہ اس امر کا ممکن اور خارق العادت ہونا مُسلّم مگر حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے پایا جانا غیر ثابت ہے اور قرآن شریف

میں کہیں اس کا کچھ نشان نہیں اور جن لوگوں نے رُدُّوْهَا کی ضمیر کو آفتاب کی طرف پھیرا ہے اُن سے یہ مسامحہ ہوگیا ہے کیونکہ اس کے بعد جملہ فَطَفِقَ مَسْحًام بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ سے صاف وہی گھوڑوں کا پھیرنا ثابت ہے نہ کہ آفتاب کا۔ کما لا یخفی علی ارباب السلیقه واصحاب القریحة، والله اعلم بالصواب، لان عنده اُم الکتاب وانا العبد المذنب المفتقر الی مولاه عبده المسکین محمد المدعو بعبد الله غفر له الله المدرس المدرسة المحمدیة الصولتیة الواقعة فی بلدة کلکتة الحمیة قد فرغت من تحریر هذا التحریر فی حدود سنہ ۱۲۹۷ من هجرة سیّد البشیر النذیر صلی الله علیه واٰله وسلم۔

تمّت

معجزۂ ردِ شمس کا روشن ثبوت
(مؤلف: میثم عباس قادری رضوی) کے
مآخذ و مراجع

۱۔مشکل الآثار مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ،بیروت،لبنان۔
☆۔ایضاًمشکل الآثار مطبوعہ مکتبہ عمریہ،تحت ادارہ سید حسن دلشاد،کانسی روڈ،کوئٹہ۔
☆۔ایضاًشرح مشکل الآثار،مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ،بیروت۔الطبعۃ الاولیٰ،۱۴۱۵ھ۔۱۹۹۴ء۔
☆۔ایضاًشرح مشکل الآثار،مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ،کاسی روڈ،شالدرہ،کوئٹہ
۲۔کِتَابُ الْمَوضوعات،مطبوعہ مکتبۃ اضواء السَّلف،شارع سعد بن أبی وقاص،الریاض۔الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء
۳۔اَلْبِدَایَۃَ وَالنِّھَایَۃَ(عربی)،مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ،سرکی روڈ،کوئٹہ
☆۔ ایضاًاَلْبِدَایَۃَ وَالنِّھَایَۃَ(اردو ترجمہ)مطبوعہ دار الاشاعت،اردو بازار،ایم اے جناح روڈ،کراچی۔مترجم مولوی ابو طلحہ محمد اصغر مغل دیوبندی
۴۔کتاب الاستفسار،پندرھواں استفسار،مطبوعہ دار المعارف،الفضل مارکیٹ،اردو بازار،لاہور
۵۔تواریخ حبیب الٰہ،مطبوعہ مکتبہ مہریہ رضویہ،نزد جامع مسجد نور،کالج روڈ،ڈسکہ
۶۔الکلامُ المُبین فی آیات رحمۃ للعالمین،مطبوعہ در مطبع ہندوستان،واقع لاہور۔
☆۔ایضاً،جدید اشاعت بنام معجزات رسول اکرم،مطبوعہ دار المعارف،عنایت پور،تحصیل جلالپور پیروالا،ملتان۔طبع جولائی 2001ء۔
۷۔قمر الاقمار،مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ،اقرأ سنٹر،غزنی سٹریٹ،اردو بازار،لاہور۔
☆۔ایضاً مطبوعہ مکتبہ الحرمین،الحمد مارکیٹ،غزنی سٹریٹ،اردو بازار،لاہور
۸۔تحفہ اثناعشریہ فارسی،در امامت،دلیل پنجم،صفحہ ۲۲۶ مطبوعہ کتب خانہ اشاعت اسلام،ٹیا محل

،دہلی
☆۔تحفۂ اثناعشریہ، اُردو مطبوعہ دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی نمبرا۔ مترجم مولوی خلیل الرحمان نعمانی مظاہری دیوبندی
☆۔تحفۂ اثناعشریہ، اُردو مطبوعہ میر محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی۔ مترجم مولوی عبدالمجید
☆۔تحفۂ اثناعشریہ۔ اُردو مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ، کراچی۔ مترجم مولوی عبدالمجید
۹۔ملفوظات شاہ عبدالعزیز، مطبوعہ در مطبع ہاشمی، میرٹھ
☆۔ایضاً مطبوعہ ادارۂ احبابِ طریقت، ۳۰۔B، بلاک Q، نارتھ ناظم آباد، کراچی۔ اشاعت ۲۰۱۲ء۔
☆۔ایضاً مطبوعہ کتاب محل، دربار مارکیٹ، لاہور
۱۰۔ازالۃ الخفا (فارسی مع اُردو ترجمہ) مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی
۱۱۔تقدیس والدینِ مصطفیٰ، مطبوعہ شاہ نفیس اکیڈمی، ۱۱/ ۲۷ سعدی پارک، مزنگ، لاہور
۱۲۔بذل القوۃ ترجمہ بنام عہدِ نبوت کے ماہ وسال صفحہ ۲۴۱، ۲۴۲ مطبوعہ دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی۔ طبع ۱۹۹۰ء
۱۳۔مَدارج النُّبوّت، فارسی، مطبوعہ النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، کچا رشید روڈ، بلال گنج، لاہور
☆۔مَدارج النُّبوّت، اُردو، جلد ۲ صفحہ ۳۰۷ تا ۳۱۰ مطبوعہ شبیر برادرز، زبیدہ سنٹر، ۴۰۔ اردو بازار، لاہور۔ مترجم مولانا غلام معین الدین نعیمی
۱۴۔حَدَائِقِ الْاَنوَار ومَطَالِعُ الْاَسْرَار فِی سِیرَۃ النَّبِیّ الْمُخْتَارِ، مطبوعہ دَارُالمِنْھَاجِ، لبنان، بیروت
۱۵۔الفتاوی الحدیثیۃ (عربی)، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت
☆۔فتاویٰ حدیثیہ (اردو ترجمہ) مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت، داتا دربار مارکیٹ، لاہور۔ مترجم مفتی شیخ فرید
۱۶۔المنح المکیۃ، مطبوعہ دار المنہاج، لبنان، بیروت
۱۷۔الصواعق المُحرِقہ، مطبوعہ النوریہ الرضویہ پبلشنگ

کمپنی، لاہور، پاکستان۔ طبع اپریل ۲۰۱۶ء)
☆۔ الصواعق المحرقہ (اردو ترجمہ)، مطبوعہ شبیر برادرز، اُردو بازار، لاہور
۱۸۔ سیرت حلبیہ، مطبوعہ دار اشاعت، ایم اے جناح روڈ، کراچی۔ مترجم فاضلِ دیوبند مولوی اسلم قاسمی دیوبندی
۱۹۔ اتمام البرہان، مطبوعہ مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ۔ طبع اگست ۲۰۱۰ء
۲۰۔ ملفوظات محدث کشمیری، مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان۔ ۱۴۲۶ھ
۲۱۔ ملفوظات فقیہ الامت، مطبوعہ دار النعیم، عُمر ٹاور، حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ اشاعت ۲۰۱۶ء
۲۲۔ ثواب الفضیلۃ فی باب الوسیلہ المعروف کتاب الوسیلہ، مطبوعہ مکتبہ امینیہ، افغان مارکیٹ نزد کابلی تھانہ قصہ خوانی، پشاور
۲۳۔ الخیر الجاری شرح صحیح البخاری، مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان
۲۴۔ سیرۃ النبی، مطبوعہ ادارہ اسلامیات، ۱۹۰۔ انارکلی، لاہور
۲۵۔ ازالۃ الریب، مطبوعہ مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، نزد گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ۔ طبع جون ۲۰۰۹ء
۲۶۔ اَجوِبۂ اَربعین، مطبوعہ ادارۂ نشر واشاعت، مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔ اشاعت دسمبر ۱۹۹۲ء
۲۷۔ امانی الاحبار فی شرح معانی الآثار، مطبوعہ ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان
۲۸۔ حضرت علی المرتضیٰ، مطبوعہ ادارہ اشاعت الاسلام، نمبر ۲۶ بلیک برن اسٹریٹ، مانچسٹر Idara Isha,at.ul.Islam, NO;26 Blackburn Street, Manchester
۲۹۔ دل کا سُرور، مطبوعہ انجمن اسلامیہ، گکھڑ منڈی، ضلع گوجرانوالہ۔ طبع ششم ۱۹۷۲ء۔
☆۔ ایضاً، مطبوعہ انجمن اسلامیہ، گکھڑ منڈی، ضلع گوجرانوالہ۔ طبع ہشتم ۱۹۸۴ء
۳۰۔ مجذوبانہ واویلا، مطبوعہ مکتبہ صفدریہ، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ۔ طبع اوّل ۱۹۹۵
۳۱۔ ماہنامہ خلافت راشدہ، فیصل آباد، بابت اکتوبر، نومبر ۱۹۹۳ء)

۳۲۔ حقیقی نظریاتِ صحابہ، مطبوعہ اتحادِ اہل السنۃ والجماعۃ، پاکستان
۳۳۔ رحمتِ کائنات، مطبوعہ ادارہ تحفظِ حقوقِ نبوۃ، مدنی روڈ، اٹک شہر، پاکستان۔ طبع مارچ ۲۰۰۱ء
۳۴۔ مرثیہ گنگوہی پر اعتراضات کا مختصر جائزہ، مطبوعہ جمعیت اہل السنۃ والجماعۃ۔ ۱۴۳۵ھ
۳۵۔ مجلہ راہ سنت، لاہور۔ بابت رمضان، شوال ۱۴۳۰ھ، جلد: ا شمارہ: ۲
۳۶۔ بریلویت کا شیش محل، مطبوعہ کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند۔ یوپی
۳۷۔ www.darulifta-deoband.com، سیکشن عقائد وایمانیات/ اسلامی عقائد، سوال نمبر: 42841، فتوی نمبر: 119-119 /M=2/1434۔
۳۸۔ اَلتَّشَرُّفُ بِمَعرِفَۃِ اَحَادِیثِ التَّصَوُّف مع ترجمہ تکمیل التصرف فی تسھیل التشرف، مطبوعہ کتب خانہ مظہری، گلشنِ اقبال نمبر ۲، پوسٹ بکس نمبر ۱۱۱۸۲، کراچی۔ طباعت اپریل ۱۹۸۶ء/ شعبان المعظم ۱۴۰۶ھ۔
☆۔ ایضاً مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان۔ کمپیوٹر ایڈیشن
۳۹۔ فَیضُ الباری علی صحیح البخاری، مطبوعہ المکتبۃ الرشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ
۴۰۔ انوار الباری، مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ، بیرونِ بوہڑ گیٹ، ملتان، پاکستان۔ عکسی ایڈیشن۔
☆۔ ایضاً، مطبوعہ ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان۔ کمپیوٹر ایڈیشن
۴۱۔ البدر السّاری حاشیہ فَیضُ الباری، مطبوعہ المکتبۃ الرشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ
۴۲۔ ترجمانُ السُّنَّۃ، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ، اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
۴۳۔ سلسلہ قصائد الحبیب حصہ دوم بنام لامیۃ المعجزات اردو ترجمہ بنام البیّنات، مطبوعہ مطبع قاسمی دیوبند۔ اشاعت ۱۳۴۳ھ
☆۔ ایضاً ناشر مکتبۃ العارفی، جامعہ اسلامیہ امدادیہ گلشن امداد، فیصل آباد۔
۴۴۔ مقدمۃ اعلاء السنن، قَواعدُ فِی عُلُومِ الحدیث، الجزء التاسع عَشر صفحہ ۴۴۱ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، کانسی روڈ، کوئٹہ
☆۔ مقدمۃ اعلاء السنن، اَبُوحَنِیفَۃ وَاَصحَابُہُ المُحَدِّثُونَ، الجزء الحادی والعشرون مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، کانسی روڈ، کوئٹہ
۴۵۔ کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ، مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی نمبر ۴، کراچی
۴۶۔ تفریح الخواطر، مطبوعہ مکتبہ صفدریہ، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ

۴۷۔سماع الموتی، مطبوعہ مکتبہ صفدریہ، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ
۴۸۔حُسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ، مطبوعہ مکتبۃ اھلُ السُنّۃ و الجَمَاعۃ، ۸۷۔جنوبی لاہور روڈ، سرگودھا۔طبع اکتوبر ۲۰۱۲ء
۴۹۔دفاعِ ختم نبوت اور صاحبِ تحذیر الناس، مطبوعہ دار النعیم، عمر ٹاور، حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔طبع اول اکتوبر ۲۰۱۵ء
۵۰۔سیرت المصطفیٰ، مطبوعہ دار الاشاعت، اُردو بازار، ایم اے جناح روڈ، کراچی
☆۔سیرت المصطفیٰ، مطبوعہ کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، کراچی
۵۱۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین سو معجزات، مطبوعہ دار الاشاعت، اردو بازار، ایم اے جناح روڈ، کراچی
۵۲۔تفسیر کشف الرحمان، مطبوعہ جمعیت پبلیکیشنز، رحمان پلازہ، مچھلی منڈی، اردو بازار، لاہور۔اشاعتِ جدید جون ۲۰۱۲ء
۵۳۔آپ کے مسائل اور اُن کا حل، مطبوعہ مکتبہ لدھیانوی، ۱۸۔سلام کتب مارکیٹ، بنوری ٹاؤن، کراچی۔طباعت ۱۹۹۹ء
۵۴۔شریعت یا جہالت، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی
۵۵۔تذکرۂ رسولِ عربی مطبوعہ مکتبۃ العلم ۱۸۔اردو بازار، لاہور
۵۶۔مشکوۃ الانوار شرح اردو نور الانوار، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی
۵۷۔قوت الاخیار شرح اردو نور الانوار، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، مقابل آرام باغ، کراچی
۵۸۔تنویر الابصار شرح نور الانوار، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان
۵۹۔اشرف الانوار اُردو شرح نور الانوار، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ، اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
۶۰۔جامع الاسرار شرح نور الانوار، مطبوعہ اتحاد اہل السنۃ ۸۷۔جنوبی لاہور روڈ، سرگودھا۔اشاعت جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ
۶۱۔خصوصیاتِ مصطفیٰ، مطبوعہ دار الاشاعت، ایم اے جناح روڈ، کراچی۔فروری ۲۰۰۷ء
۶۲۔عاشقانِ رسول کے ایمان افروز واقعات، مطبوعہ عمر پبلی کیشنز، یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

۶۳۔تکمِلۃُ فتح المُلْہِم، باب تحلیل الغنائم لھذہ الامۃ خاصۃ، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم، کراچی

۶۴۔تحقیق میلادِ حبیب، مطبوعہ الھادی للنشر و التوزیع، ۳۸۔غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔طبع اپریل ۲۰۱۳ء

۶۵۔خُلفاءِ راشدین اور عشقِ رسول، مطبوعہ مکتبہ ارسلان، قرآن محل مارکیٹ، دکان نمبر ۶، اردو بازار، کراچی۔دسمبر ۲۰۱۶ء

۶۶۔جدید سیرت النبی، مطبوعہ ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان

۶۷۔آسان سیرت النبی، مطبوعہ ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان

۶۸۔فضائل ومناقب خلفائے راشدین، مطبوعہ ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان

۶۹۔جامع الفتاویٰ، جلد ۱ صفحہ ۱۶۷ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان

۷۰۔معجزاتِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مشمولہ نایاب موتی (رسائل مفتی بشیر احمد پسروری دیوبندی) ترتیبِ جدید از مفتی محمد نعمان، مفتی محمد عثمان۔بہ اہتمام مولوی ندیم قاسمی دیوبندی

نوٹ: اس کتاب پر ناشر کا پتہ درج نہیں، البتہ ''ملنے کے پتے'' کے تحت کئی دیوبندی مکتبوں کے نام درج ہیں۔میثم قادری۔

۷۱۔عبقات جلد ۱ صفحہ ۲۹۷ مطبوعہ محمود پبلیکیشنز، اسلامک ٹرسٹ، جامعہ اسلامیہ، محمود کالونی، لاہور

۷۲۔آثار الحدیث جلد ۲ صفحہ ۱۴۸ مطبوعہ دار المعارف، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔اشاعت ۱۹۹۵ء

۷۳۔اُصولِ فقہ، مطبوعہ ادارۃ احیاء السُنّۃ، گرجاکھ، گوجرانوالہ، پاکستان

۷۴۔بوادر النوادر، مطبوعہ ادارہ اسلامیات، ۱۹۰۔انارکلی، لاہور

۷۵۔ضعیف حدیث کی شرعی حیثیت، مطبوعہ الخلیل پبلشنگ ھاؤس، فضل داد پلازہ، اقبال روڈ، راولپنڈی۔دسمبر ۲۰۱۴ء

۷۶۔ماہنامہ بیّنات کراچی، بابت رجب المرجب ۱۳۹۸ھ/ جون ۱۹۷۸ء

۷۷۔دست وگریبان، مطبوعہ دار النعیم، عمر ٹاور، حق سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔اشاعتِ اوّل:

مئی ۲۰۱۴ء
۷۸۔ دفاعِ ختمِ نبوت اور صاحبِ تحذیر الناس، مطبوعہ دار النعیم، عمر ٹاور، حق سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔ اشاعتِ اوّل: اکتوبر ۲۰۱۵ء
۷۹۔ فضائلِ اعمال پر اعتراض کیوں؟، مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ، عمر آباد، لالیاں جھنگ۔ مرتب قاری اللہ دتہ دیوبندی
۸۰۔ تکملہ تفسیر معارف القرآن، مطبوعہ مکتبۃ المعارف، دار العلوم الحسینیہ، شھداد پور، سندھ
۸۱۔ مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت، مطبوعہ الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ، مکان نمبر ۳۔۷۔اے، بلاک نمبر ۱، ناظم آباد، کراچی
۸۲۔ شمائلِ کبریٰ، جلد ۳ صفحہ ۸۱، مطبوعہ زمزم پبلشرز، نزد مقدس مسجد، اردو بازار، کراچی
۸۳۔ آئینہ جمال و کمالِ محمد مطبوعہ شعبہ تحقیق و تصنیف دار المطالعہ، بالمقابل جامعہ مسجد اللہ والی، حاصل پور شہر ضلع بہاولپور
۸۴۔ فتاویٰ حقانیہ، مطبوعہ جامعہ دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ
۸۵۔ مِنْهَاجُ السُّنَّةِ النَّبَوِيَّةِ فِي نَقْضِ كَلَامِ الشِّيعَةِ وَالْقَدَرِيَّة، مطبوعہ ۱۴۰۔ شارع جوهر الصقلي، قاهره
۸۶۔ اَلشَّمَامَةُ العَنبَرِيَّة، طبع بھوپال
۸۷۔ لغات الحدیث، مطبوعہ نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
۸۸۔ مجموعہ مقالات، مطبوعہ مکتبہ الفضیل بن عیاض، کراچی
۸۹۔ شہبازِ شریعت، مطبوعہ مطبع مجتبائی، کشمیری بازار، لاہور
۹۰۔ گزر گئی گزران، مطبوعہ نشریات، لاہور / تقسیم کار، کتاب سرائے، فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ اشاعت ۲۰۱۱ء
۹۱۔ ہمارے اکابر، مطبوعہ مکتبہ عزیزیہ، جامع مسجد ربانی، حجرہ شاہ مقیم ضلع اوکاڑہ
۹۲۔ فیض الباری، مطبوعہ مکتبہ اصحاب الحدیث، حسن مارکیٹ، مچھلی منڈی، اردو بازار، لاہور (قدیم عکسی طباعت)۔
☆۔ ایضاً، مطبوعہ مکتبہ اصحاب الحدیث، حافظ پلازہ، نیو مچھلی منڈی، اردو بازار، لاہور۔ (جدید کمپیوٹر اشاعت)

۹۳۔مولانا سرفراز صفدر، اپنی تصانیف کے آئینہ میں، مطبوعہ ادارۃ العُلُوم الاثریہ، منٹگمری بازار، فیصل آباد
۹۴۔ضعیف اور من گھڑت واقعات، مطبوعہ نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
۹۵۔ماہنامہ السُّنۃ جہلم، بابت نومبر ۲۰۱۳ء تا اپریل ۲۰۱۴ء
۹۶۔ماہنامہ الحدیث، حضرو، بابت اپریل ۲۰۱۰ء، شمارہ نمبر: ۷۱ ۴۹۔
۹۷۔سلسله احاديث الصحيحة، مطبوعه مكتبة المعارف للنشر والتوزيع لصاحبهاسعدبن عبدالرحمان الراشد، الرياض
۹۸۔سلسلة احاديث الضعيفة والموضوعة، مطبوعه مكتبة المعارف للنشر والتوزيع لصاحبهاسعدبن عبدالرحمان الراشد، الرياض
۹۹۔المنارُ المنيف فى الصّحيح والضعيف، مطبوعہ المكتبة العلمية لاہور۔الطبعة الثانية: ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء
۱۰۰۔"ہفت روزہ اہلِ حدیث، لاہور" بابت ۱۷ نومبر ۲۰۰۰ء۔
۱۰۱۔چالیس علمائے اہل حدیث، مطبوعہ نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
۱۰۲۔هداية المستفيد، مطبوعہ مكتبُ الدعوة الاسلامية، پاكستان
۱۰۳۔حقیقتِ مذہبِ شیعہ، صفحہ ۱۷۱، مطبوعہ مرکز اشاعتِ دینِ اسلام، گارڈن ٹاؤن، لاہور)
۱۰۴۔تحقیق مزید صفحہ ۹۳، ۹۴ مطبوعہ مکتبہ محمود، ۲۶۔ بی ایریا (لالوکھیت) لیاقت آباد، کراچی۔ باراوّل۔
۱۰۵۔تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۳۴، ۳۳۵۔ تحت آیت ۳۲: حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن، لاہور

محافظِ عقائدِ اہلِ سُنّت، قاطعِ بدمذہبیت، ضیغمِ اسلام

حضرت علامہ مولانا ابوحفص پیر سیّد مظفر حسین شاہ قادری مدظلہ العالی کے تاثرات

اَلحمدُلِلّٰہ المبدی المعید الغنیّ الحمید والصلوٰۃ والسلامُ علی سیّد الانبیاءِ خاتم النبیین سیّد الاوّلین والآخرین سیّدنا محمدٍ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین ۔ ہر شئی کا مالک اللہ ربُّ العزت ہے، خالقِ برحق بھی وہی ہے، قادرِ مطلق بھی وہی ہے، اپنی ذات وصفات میں یکتا وتنہا ہے، کائنات میں تدبیر وتصرف حقیقتاً اسی کو زیبا ہے، اس کائنات میں اظہارِ تدبیر اور ظہورِ تاثیر کے اسباب ووسائل کا خالق بھی وہی خدائے واحد لم یزل ہے، یعنی اس کے کمالات واختیار اور ارادہ ومرضی مختلف اسباب وذرائع سے ظاہر ہوتی ہے، حقیقتاً اس کی تاثیر اور تدبیر اسباب ووسائل کی ہرگز محتاج نہیں، مگر یہ سب اس کی حکمتِ بالغہ کے نظائر اور پوشیدہ راز ہیں، یہ بات اہلِ اسلام کے نزدیک مُسلّم ہے کہ حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام اللہ ربُّ العزت کے برگزیدہ اور محبوب بندے ہیں، جنہیں وہ خود اپنے کلام پاک میں عزت وشان والا، وجاہت وکمال والا، اپنے جانب خاص سے کائنات کے اُمور پر تصرف میں ماذون قرار دیتا ہے۔ ان کے پاکیزہ نفوس سے ایسے ظاہر وباہر معجزات ظہور پاتے ہیں کہ عقل حیران وششدر رہ جاتی ہے، اور دل ان کی بزرگی اور کمالِ شان کے بیان میں مدح سرا ہوتا ہے، تخلیقِ خداوندِ کریم ان کے مبارک ارادہ ومرضی کو وجود دیتی ہے کہ یہاں ان محبوبوں کا ارادہ کسی اَمر کے ظہور سے متعلق ہوا اور وہاں قادرِ مطلق نے اس ارادہ کو جامہ تخلیق ووجود سے نوازا، ہمارے آقا ومولیٰ سیّد الانس والجن صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو عطا کردہ معجزاتی شانیں حدِ شمار سے باہر ہیں، انہی عظیم شانوں اور کمالات میں سے ایک شان معجزۂ ردِ شمس ہے، جس کا واقع ہونا آپ کی شان وکمال اور عند اللہ آپ کی وجاہت کے ظہور کا ایک عظیم اظہار ہے، معاندینِ شانِ رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ کب ہضم ہوسکتا تھا، اس عظیم شانِ رسالت پر شکوک وشبہات کی خوب بوچھاڑ شروع کردی اور انہی سوقیانہ اور بیمار ذہنیت کے طرز کو باقی رکھتے ہوئے اشکالات واتہامات کا بازار گرم کرنا شروع کردیا، مگر اس عظیم کتاب کو بہ نظرِ انصاف پڑھنے والا قاری خوب اندازہ کرلے گا کہ حقیقتِ حال کیا ہے، جناب محترم محقق میثم عباس قادری رضوی اطال اللّٰہ بقاء ہ نے ہمیشہ کی طرح اس دفعہ بھی تحقیق کا حق خوب ادا کیا ہے، اور اس مسئلہ کو خوب واضح کرکے بیان کیا، جس سے سینہ بے کینہ ہوجاتا ہے اور اپنے آقا کریم محبوبِ رب العالمین صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی محبت کی لذت اپنی روح وجگر میں پاتا ہے، محسنِ ملت، پاکیزہ افکار وعقائد کے حامل اور ہمہ وقت احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے جذبۂ صادق سے سرشار سوادِ اعظم سلف صالحین کی ارادت ومحبت کو حرزِ جان بناکر امانت وصداقت کے بیان کو خود پر لازم کرکے مکمل توازن واعتدال کے ساتھ مضمون کا حق ادا کرنا، یہ عظیم نعمت ہمارے بھائی جناب عالی مرتبت میثم عباس قادری رضوی (اطال اللّٰہ بقاء ہ) کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے خوب عطا فرمائی ہے، ان کے جس مضمون کو قاری پڑھتا ہے عش عش کر اٹھتا ہے، اور زبانِ حال سے کہتا ہے کہ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے وہ عطا فرمائے، احقر اس عظیم تحقیقی علمی مسودہ پر کچھ قلم بندی کی حیثیت تو نہیں رکھتا مگر جناب کے حکم پر کچھ جذبات سپردِ قرطاس کرنے کا شرف پایا ہے۔

احقر الوریٰ ابوحفص سیّد مظفر شاہ اختر القادری۔

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور
Ph: 042 - 37352022